تفسیر ابن کثیر

رئیس المفسرین

حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ

جلد سوم

تسہیل و تخریج و عنوانات
مولانا ابو عبید اللہ صاحب

حواشی
مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری

اسلامی کتب خانہ
فضل الٰہی مارکیٹ ○ چوک اردو بازار ○ لاہور
Ph:7223506-7230718

تفسیر ابن کثیر

رئیس المفسرین

حافظ عماد الدینؒ ابو الفداء ابن کثیرؒ

مترجم

خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھیؒ

جلد سوم

تسہیل وتخریج وعنوانات

مولانا ابوعبید اللہ صاحب

حواشی

مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

اسلامی کتب خانہ
Islami Kutab Khana

کتاب : تفسیر ابن کثیر

مترجم : مولانا ابو محمد جونا گڑھی

حواشی : مولانا سیّد انظر شاہ کشمیری خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل : مولانا ایوب صاحب، لاہور

متن قرآن : مولانا رحیم بخش صاحب ملتان، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کراچی

تخریج : مولانا ابو عبید اللہ صاحب، حفظہ اللہ

طابع : اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اُردو بازار لاہور ۷۲۳۰۷۱۸ ۷۲۲۳۵۰۶

اِس تفسیر میں قرآنِ کریم کے متن کا اُردو ترجمہ
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا درج کیا گیا ہے

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

سورۃ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے زیر اثر لوگوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا یہ روایت کلبی کی ابو صالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّاحِدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

کل رکوع: ۱۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — کل آیات: ۱۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ (۱) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ (۲) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ (۳)

الرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے اوّلاً) سمجھو (اور تمہارے واسطے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے ○

ایک دلچسپ اور عبرت انگیز واقعہ:

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں یہاں پر تلک معنی میں ہذہ کے ہے چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت وکثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہترین مقام میں بہترین وقتوں میں نازل ہو کر ہر طرح کمال کو پہنچی تاکہ تم ہر طرح

سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے ہیں[1] اس پر یہ آیت اتری اور روایت میں ہے کہ ایک زمانہ تک قرآن کریم نازل ہوتا رہا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا ہے؟ تو اس پر یہ آیتیں اتریں پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ ﷺ کوئی بات بیان فرماتے اس پر آیت: اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ...... (الزمر: ۲۳) اتری اور بات بیان ہوئی روش کلام کی ایک ہی ڈھب دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ اس پر یہ آیتیں اتریں پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت: اَللّٰہُ نَزَّلَ...... اتری۔

پس قصہ کے ارادہ پر بہترین قصہ اور بات کے ارادہ پر بہترین بات نازل ہوئی اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے مناسب بات نازل ہوئی اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لے کر عمرؓ حاضر ہوتے اور آپ کے سامنے سنانے لگے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں قرآن کو نہایت روشن لے کر آیا ہوں تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو سنو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے آپ ﷺ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چندہ جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں تو کیا میں انہیں آپ ﷺ کو سناؤں؟ آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ اے عمر کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو نہیں دیکھ رہے ہو؟ اب حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو آپ ﷺ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں تب آپ ﷺ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے پھر مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔

ابویعلی میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظمؓ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اب نے کہا ہاں تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ میں بتاتا ہوں پھر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں: لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ (یوسف ۳) تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا اس نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا

[1] جاہلیت کے دور میں اکثر راتیں قصہ گوئی میں بسر ہوتیں اور قصے کہانیوں کا بڑا رواج تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس کے عادی تھے اس لیے ایسا سوال کیا گیا۔ بعد میں یہ سب لغو باتیں چھوٹ گئی تھیں۔

کہ تو نے خود اسے پڑھایا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا آپ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصہ کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہوگئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا اور منبر نبوی کے چاروں طرف وہ ہتھیار بند بیٹھ گئے اب آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے میں دین خدا کی باتیں بہت منور اور واضح لایا ہوں خبردار: تم بہک نہ جانا گہرے اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں یہ سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپ ﷺ کے رسول ہونے پر میں تو یا رسول اللہ دل سے راضی ہوں اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں امام بخاریؒ ان کی حدیث کو صحیح نہیں بتاتے میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانہ میں آپ نے محصن کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں وہ اس مجموعہ کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کر لیں گے اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی باتیں بھی بڑھا لیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ امیر المومنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خیبر گیا وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں میں نے اس سے درخواست کیا اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں میں نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے لے کر آؤ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ کام پسند آ گیا لا کر میں نے اسے پڑھنا شروع کیا اب جو ذرا سی دیر کے بعد نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ ﷺ تو سخت ناراض ہیں میری زبان سے پھر تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور خوف کی وجہ سے میرا رواں رواں کھڑا ہو گیا میری یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے ان تحریروں کو اٹھا لیا اور ان کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس ساری تحریر کا ایک ایک حرف بھی باقی نہ رکھا یہ سنا کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا کہ اوروں کے لئے عبرت ہو جائے انہوں نے کہا واللہ! ہم ہرگز ایک حرف بمعنی نہ لکھیں گے باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ ﴿۴﴾

جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں (اور) ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے ○

خواب:

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق ابراہیم علیہم السلام ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں (بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہوانہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں بزرگ حضرت یوسفؑ ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے آپ ﷺ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا سنو: جاہلیت کے زمانہ میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو (بخاری) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبیوں کے خواب خدا کی وحی ہوتے ہیں مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی بعض کہتے ہیں اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے[1] اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج خدائے تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے آپ خاموش رہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام بتلائے آپ ﷺ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتلا دوں تو تو مسلمان ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سنو: ان کے نام یہ ہیں۔ جریان، طارق، ذیال، ذوالکنفین، قابس، وثاب، عمودان، فلیق، مصبح، فروح، فرغ، یہودی نے کہا ہاں ہاں خدا کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلی میں اور بزار میں اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔

ابو یعلی میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ بیٹا اپنی اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا پس (یہ سمجھ کر) وہ تمہاری (ایذارسانی کی) کوئی خاص تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے ○

[1] یہ سجدۂ تعظیمی تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور تک جائز تھا لیکن آنحضور ﷺ کی شریعت میں کسی کے لیے بھی اس قسم کا سجدہ جائز نہیں اور جب سجدۂ تعظیمی ہی جائز نہیں تو کسی کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا قطعاً حرام ہوگا ۱۲۔

باپ کی بیٹے کو نصیحت:

حضرت یوسفؑ کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دوہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول فریب وغیرہ کرنے لگیں اور کسی حیلہ سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم کو تعلیم بھی یہی ہے فرماتے ہیں تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہ دے گا مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرندے کے پاؤں پر ہے ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر تو (گویا) وہ ہو جاتا ہے۔

فوائد ۞ اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس سے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور (تم کو علوم دقیقہ بھی دے گا مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (نعمتیں دے کر بھی) تم پر اور یعقوبؑ کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا کہ اس سے قبل تمہارے دادا پردادا یعنی ابراہیم و اسحاق علیہم السلام پر اپنا انعام مکمل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے ○

تعبیر خواب:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ﴿٧﴾ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ

إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٨ ٱقْتُلُوا۟ يُوسُفَ أَوِ ٱطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا۟ مِنۢ بَعْدِهِۦ قَوْمًا صَٰلِحِينَ ۝٩ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا۟ يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِى غَيَٰبَتِ ٱلْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ ٱلسَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ ۝١٠

یوسفؑ اوران کے (علاقی) بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے) ان کا قصہ پوچھتے ہیں وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان علاقی بھائیوں نے (باہم بطور مشورہ کے) گفتگو کی کہ (یہ بات ہے کہ) یوسفؑ اوران کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہے واقعی ہمارے باپ (اس مقدمہ میں) کھلی غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ پھر تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جائے گا اور تمہارے سب کام بن جائیں گے۔ ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل کرو (اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی ایسے اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تا کہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہے ○

حسد کے مظاہر:

فی الواقع حضرت یوسفؑ اوران کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے حضرت یوسفؑ کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے اور یہ سب بھائی اور ماں سے تھے یہ سب آپس میں کہتے ہیں بخدا! ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں تعجب ہے کہ ہم پر جو ایک جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں ہے اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی: قُولُوا آمَنَّا (سورۃ البقرہ ۱۳۶) میں لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل سے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسفؑ میں سے ایک کی نسل تھی پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو خدا تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا واللہ اعلم۔ پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو وہ یہ کہ یوسف کو ختم ہی کر ڈالو اس صورت میں نہ ہنگامہ ہوگا نہ شور وغل اور نتیجہ میں ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے اب اسے باپ سے جدا کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو اور اسے کر کے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اور معاف کرنے والا ہے یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا یہی سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روبیل تھا کوئی کہتا ہے یہوذا تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا اس نے کہا بھئی یہ تو ناانصافی ہے بے وجہ بے قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں یہ بھی کچھ خدا کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی منظور خدا تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے

بادشاہ بنائے اورانہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روبیل کی رائے سے متاثر ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے غیر آباد کنوئیں میں پھینک دیں[1]۔

قتادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گذریں اور وہ اسے اپنے قافلہ میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم جب گُود دینے سے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو' بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں خون آلود ہاتھ کرو ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتہ داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے' بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حق دار کا حق کاٹنے حرمت وفضیلت کا خلاف کرنے بزرگی ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجہ کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ خدا کے برگزیدہ پیغمبر علیہ السلام کو اس ضعیفی میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں خدا کے دونبیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں محبوب ومحب میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں[2]۔

سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم وگرم گودی سے الگ کرتے ہیں اللہ انہیں بخشے۔ آہ شیطان نے کیسی الٹی پڑھائی ہے اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم انکے (دل و جان سے) خیر خواہ ہیں۔ آپ انکو کل کے روز ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں اور ہم انکی پوری محافظت رکھیں گے ○

سازش:

بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکا دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے باوجودیکہ تھے بداندیش' بدخواہ' برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنے گہرے مکر میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ اباجی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسفؑ کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ کی دوسری کی قرأت نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ بھی ہے باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسفؑ کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے ان کا جی خوش ہوگا دو گھڑی کھیل کود لیں گے ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھر لیں گے آپ بے فکر رہئے ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

[1] شاید یہ اس لیے کہ اگر کوئی ایسا کنواں یوسف کو ڈالنے کے لیے منتخب کیا گیا جس پر عام طور سے آدمی پانی لینے کے لیے جمع ہوتے ہوں تو وہاں کوئی یوسف کو پھر نکال نہ لے اور اگر کسی ایسے کنوئیں میں ڈالا گیا جس سے پانی وغیرہ لینا موقوف کر دیا ہو تو وہاں یوسف پڑے تڑپتے رہیں گے اور کوئی نکالنے والا نہ ہو گا ۱۲۔

[2] یہ اس وقت ناجائز ہے جب کہ صحیح اور جائز محبت ہو ورنہ ناجائز تعلقات میں انقطاع کرنا واجب اور ضروری ہے ۱۲۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے ○

گفتہ او گفتہ اللہ بود:

نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس درخواست کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گذرے گی حضرت یعقوبؑ کی اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسفؑ کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور خدانخواستہ کوئی بھیڑیا آ کر اس کا کام تمام کر جائے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے آہ! حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسفؑ کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑ دیں گے اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ کو بھلا فکر کیا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے بالکل ناممکن اگر ایسا ہو جائے تو پھر گویا ہم سب بے کار نکمے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں ○

افتاد:

سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا اور حضرت یوسفؑ کو لے کر چلے جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہہ میں ڈال دیں حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلے گا ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے ہر طرح خوش رکھیں گے اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر چمکار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے مارتے

پیٹتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوے میں گرانا چاہا آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنویں میں لٹکا دیا آپ نے کنویں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی آپ تہہ میں جا گرے کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپ کھڑے ہو گئے عین اس مصیبت کے وقت اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی[1] کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و تحمل سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت زائل نہ ہو گی سن! اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی ان بھائیوں پر خدا تجھے غلبہ دے گا یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا کا منشاء ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنا قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی نہ معلوم ہو گا کہ تو تو ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے[2] کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ نہ پہچان سکے اس وقت آپ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا آواز نکلنے ہی والی تھی کہ آپ نے فرمایا تو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک سوتیلا بھائی تھا یوسف نامی‘ تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں بس یہی ہے جو آپ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انہیں ان کے بے شعوری میں جتائے گا۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

اور ادھر وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے لگ گئے اور

[1] علماء کے یہاں یہ مسلم ہے کہ نبی پر چالیس سال سے قبل وحی نہیں آتی اور وحی نبوت کے بعد ہی آتی ہے نبوت سے پہلے نہیں اور ظاہر ہے کہ یوسف نہ اس عمر میں نبی تھے اور چالیس سال کے اس لیے یہاں وحی سے مراد دل میں کسی بات کا ڈال دینا ہے جیسا کہ ''او حینا النحل'' میں وحی سے قلب میں کسی چیز کا ڈال دینا مراد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ شہد کی مکھی سے وحی کا کیا تعلق ۱۲

[2] یہ روایت قطعاً ناقابل اعتبار ہے ۱۲

یوسف کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا پس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے (کیوں نہ) ہوں اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوبؑ نے فرمایا کہ بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنالی ہے سو (خیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے ○

جھوٹ کا گھروندا:

چپ چاپ ننھے بھیا پر خدا کے معصوم نبی پر باپ کی آنکھ کے تارہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخ رو بننے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غمزدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیراندازی اور دوڑ شروع کی چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنالیا چیر پھاڑ کر کھا گیا پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر دکھانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے پہاڑ باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک خطرہ ظاہر کیا ہو اور خلاف واقعہ میں اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے ہیں تو ہم سچے ہی لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق پر ہیں کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام بھی اسی کے ساتھ لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچہ کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسفؑ کا پیراہن داغ دار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسفؑ بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر لیکن خدا کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا لیکن اللہ کے نبیؑ نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ابا جی کو ہماری بات صحیح معلوم نہیں ہوئی فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنادی ہے خیر میں تو تمہاری اس حرکت پر صبر ہی کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیراہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاریؒ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ! میری اور تمہاری مثال حضرت یوسفؑ کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

وَجَاۗءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ⑳ ع

اور ایک قافلہ (جو مصر کو جا رہا تھا) اور انہوں نے اپنا آدمی پانی پلانے کے واسطے (یہاں کنوئیں پر) بھیجا اور اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر اس خیال سے چھپا لیا اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں اور (یہ کہہ کر) ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں ○

تدبیر الٰہی:

بھائی تو حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنویں میں اکیلے گذر گئے محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنویں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہتے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے قدرت خدا سے ایک قافلہ وہیں سے گذرا انہوں نے اپنے سقہ کو پانی کے لئے بھیجا اس نے اسی کنویں میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسّی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا اور باآواز بلند کہہ اٹھا کہ سبحان اللہ! یہ تو جوان بچہ آ گیا دوسری دوسری قرأت اس کی یٰبُشْرٰی بھی ہے سدی کہتے ہیں بشریٰ سقہ کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے لیکن سدی کا یہ قول غیر مشہور ہے اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے اسی کی تائید قرأت یٰبُشْرٰی سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں یَا نَفْسُ اِصْبِرِیْ اور یَا غُلَامُ اَقْبِلْ اضافت کے حرف کو ساقط کر کے اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔

ان لوگوں نے آپ کو ایک بڑی متاع اور دولت تصور کرتے ہوئے چھپا لیا اور قافلہ کے دوسرے لوگوں پر یہ راز ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنوئیں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تاکہ وہ بھی ساجھا نہ ملائیں۔[1] ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ برادران یوسف نے شان یوسف چھپائی اور حضرت یوسفؑ نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں قتل ہی کر دیں اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔ سقہ سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں بے حد و بے حساب ہیں اس کی تقدیریوں ہی تھی خلق و امر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ ﷺ کو دکھ دے رہی ہے میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر رہو عنقریب غالب کر دوں گا اور رفتہ رفتہ ان کو ختم کر دوں گا جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا یہاں تک کہ انجام کار حضرت یوسفؑ کے سامنے انہیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبہ کا اقرار کرنا پڑا بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا ناقص چیز کے بدلے یوسفؑ جیسا بھائی دے دیا۔ اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دے دیتے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلہ والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں اس لئے کہ انہوں

---

[1] یعنی یوسف علیہ السلام کے متعلق مفت حاصل ہو جانے کا راز اس نے نہیں کھولا کہ کہیں تمام قافلے والے یوسف علیہ السلام سے حاصل ہونے والی قیمت میں خود کو شریک نہ کریں ۱۲۔

نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔

بخس: سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی خلیل اللہ علیہم السلام تھے پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم تھے پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم وحرام بھی تھا بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے وہ کیا جانتے تھے کہ یہ خدا کے نبی بننے والے ہیں حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلہ کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔

اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے پس شاہ مصر نے آپؑ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا (یعنی عزیز مصر) اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور اسی طرح یوسف علیہ السلام کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے) اور تا کہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کرے) لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○

دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست:

رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپؑ کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت ووقعت ڈال دی اس نے آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر وصلاح ہے یہ مصر کا وزیر تھا اس کا نام قطفیر تھا کوئی کہتا ہے اطفیر تھا اس کے باپ کا نام دوحیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا[۱] مصر کی سلطنت اس وقت ریان ولید کے ہاتھ میں تھی یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا عزیز مصر

[۱] یعنی وزیر خزانہ تھا ۱۲

83830

کی بیوی کا نام راحیل تھا کوئی کہتا ہے زلیخا تھا یہ رعابیل کی بیٹی تھیں۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپؑ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن ابراہیم تھا واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین اور دوررس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گذرے ہیں ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپؓ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمرؓ جیسے شخص کو سونپی۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر سکتا ہے لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپؑ کو عزت بخشی یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ (ان پر مفتون ہوگئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی اور گھر کے سارے دروازے بند کر دیئے اور ان سے کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے (دوسرے) وہ (یعنی تیرا شوہر میرا مربی اور محسن) ہے مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی ()

حسن وعفت کی کشمکش:

عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح مثل اولاد کے رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیداً کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت واکرام سے انہیں رکھو اس عورت کی نیت میں کھوٹ آجاتا ہے۔ جمال یوسفؑ پر فریفتہ ہو جاتی ہے دروازے بند کر کے اور بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف علیہ السلام کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسفؑ بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے اس وقت اہل مصر کے محاورہ میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں یاد رکھو

چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

هَيْتَ لَكَ: کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتلاتے ہیں (امام) کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے ہیں اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے حجاز میں آ گیا اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے اس کی دوسری قرأت ھئتُ بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرب ہی کا انکار کرتے ہیں ایک قرأت ہیت بھی ہے یہ قرأت غریب ہے ایک قرأت ہیئ بھی ہے عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قرائتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آؤ اور سامنے ہو وغیرہ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپ نے کہا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا یعنی ہیت نہ ہیئت یہ لفظ تذکیرو تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے جیسے هَيْتَ لَكَ۔ هَيْتَ لَكُمْ۔ هَيْتَ لَكُمَا۔ هَيْتَ لَكُنَّ۔ هَيْتَ لَهُنَّ۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے ○

یوسف علیہ السلام کی حفاظت:

سلفؒ کی جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ منقول ہے جو ابن جریر وغیرہ نے لکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا لغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو اور جب نیکی کر گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو کیونکہ اس میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے اور اگر اس برائی کو کر ہی گذرے تو اسی کے برابر اسے لکھ لو اس حدیث کے الفاظ اور بھی ہیں اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرمادیا ہے یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمایئے کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں اور حضرت یوسفؑ کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آ گئی کہتے ہیں آپ کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے: لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَّ مَقْتًا

وَسَآءَ سَبِيۡلًا خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا وہ بڑی بے حیائی کا اور خدا کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں ایک تو اِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَ تم پر نگہبان مقرر ہیں دوسری: وَمَا تَتۡلُوۡا فِيۡ شَاۡنٍ تم جس حال میں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے تیسری آیت: اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ ...... خدا ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے۔

کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی ہوئی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی کہتے ہیں کہ ایک نشان تھا جو آپ کے ارادہ سے آپ کو روک رہا تھا ممکن ہے وہ صورت یعقوب ہو اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلہ پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یوں ہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ فرمان خدا میں بھی اطلاق ہے اسی طرح قصد کو بھی۔

پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچالیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ اللہ طرف سے آپ پر درود وسلام نازل ہو۔

وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ وَقَدَّتۡ قَمِيۡصَهٗ مِنۡ دُبُرٍ وَّاَلۡفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الۡبَابِ‌ؕ قَالَتۡ مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا اِلَّاۤ اَنۡ يُّسۡجَنَ اَوۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِىَ رَاوَدَتۡنِىۡ عَنۡ نَّـفۡسِىۡ‌ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا‌ ۚ اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ قُبُلٍ فَصَدَقَتۡ وَهُوَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ‏ ﴿۲۶﴾ وَاِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ فَكَذَبَتۡ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ‏ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيۡصَهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ‌ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۲۸﴾ يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا‌ ٚ وَاسۡتَغۡفِرِىۡ لِذَنۡۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰـطِـئِيۡنَ‏ ﴿۲۹﴾

اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف کو دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازہ کے پاس کھڑا پایا عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہو سکتی ہے) کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا کوئی اور دردناک سزا ہو یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی تھی اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتا (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو (عادتاً یقینی ہے کہ) عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے سو جب (عزیز)

نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پایا (عورت سے) کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں اے یوسفؑ اس بات کو جانے دو اور عورت سے کہا اے عورت تو (یوسفؑ سے) اپنے قصور کی معافی مانگ بے شک سرتاپا تو ہی قصوروار ہے ○

پاکباز یوسف (علیہ السلام):

حضرت یوسف علیہ السلام خود کو بچانے کے لئے دروازہ کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپؑ کو پکڑنے کے لئے آپؑ کے پیچھے بھاگی پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا زور سے اپنی طرف گھسیٹا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام گر جانے کے قریب ہو گئے لیکن آپؑ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف علیہ السلام کے سر لگا دیا اور آپؑ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی سوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی پیتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمایئے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ قید سخت یا بڑی مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔

اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی آبرو کو خطرہ میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔

اسی عورت کے قبیلہ سے ایک گواہ نے گواہی دی اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیراہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے دھکے دیئے' روکا' منع کیا' ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصوروار مرد ہے عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔

اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹے اور مرد کے سچے ہونے میں کلام نہیں ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی' پکڑا تو کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف پھٹ گیا۔

کہتے ہیں کہ یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر داڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گہوارے میں جھولتا بچہ تھا۔

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے چھٹپن میں ہی کلام کیا ہے اس پوری حدیث میں اسی بچہ کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف علیہ السلام صدیق کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے حضرت یوسفؑ کے گواہ نے جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے مجاہدؒ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی وہ کہتے ہیں وہ صرف خدا کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں۔

اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا اس پر اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسفؑ سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے

منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو تمہارے مکروفریب تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جایئے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا کسی سے ذکر ہی نہ کیجئے پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو۔ نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے یا یوں سمجھو کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا مشکل ہے اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر۔ خود ہی خطاوار ہے کیا خود پھر الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۡ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو بھی دیا اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں ماشاءاللہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی اس سے میں نے اپنا

مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا (جیسا اب تک نہیں کیا) تو بے شک جیل خانہ بھیجا جائے گا اور بے عزت بھی ہوگا یوسفؑ نے دعا کی اے میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (اصلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا سو ان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بے شک وہ دعاؤں کا بڑا سننے والا اور ان کا احوال کا خوب جاننے والا ہے ○

مصیبت بالائے مصیبت:

اس داستان محبت کی خبر شہر میں پھیل گئی چرچے ہونے لگے چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب وحقارت سے اس قصہ کو دوہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔

شغف کہتے ہیں حد سے گذری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجہ کی ہوتی ہے شغاف کہتے ہیں دل کے پردوں کو یہ عورتیں کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے کہیں ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو چل گیا یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا انہیں تو دراصل حسن یوسفؑ کے دیدار کی تمنا تھی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کو اسی وقت بلا بھیجا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے اور ایک مجلس اور محفل اور بیٹھک درست کر لی جہاں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کو چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دے دیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض جڑ کر جمال یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے کو معذور ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا اور خود ان ہی کے ہاتھ سے۔

حضرت یوسفؑ سے کہا کہ آپ آیئے انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرہ میں تھے وہاں سے آ گئے عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرہ پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں ہیبت وجلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں۔

حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی بیٹھے پھل ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زبان ہو کر بول اٹھیں ہاں ہاں ضرور اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لایئے آپ آئے پھر اس نے کہا جایئے آپ چلے گئے آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش وحواس جاتے رہے بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کوئی احساس تک نہ ہوا ہاں جب حضرت یوسف علیہ السلام چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کر دیا پھر بتاؤ میرا کیا حال ہوگا۔

عورتوں نے کہا واللہ! یہ انسان نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گے ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا آپؑ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا اور روایت میں

ہے تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا آپ کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپ کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے۔

اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے ہیں تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کی ماں کو دیا گیا یا دو تہائیاں حسن کی ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ۔

اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصہ میں دنیا کے سب لوگ۔ سہیلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا آپ کی اولاد میں آپ کا ہموزن کوئی نہ تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر یہی کہا کہ معاذ اللہ! یہ انسان نہیں ۔ بشرًا کی دوسری قرأت بشرِیٍ ہے یعنی یہ خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔

اب عزیز کی بیوی نے کہا بتاؤ اب تو تم مجھے معذور سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے میں نے اسے ہر چند اپنی مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضہ میں نہیں آیا اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑے گا اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ خدایا مجھے جیل خانہ جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بدارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں۔ خدایا تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں تیری مدد اور تیرے رحم و کرم بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں نہ کوئی نیکی کر سکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے۔ کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

پس اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور آپ کو بال بال بچالیا عفت و عصمت عطا فرمائی اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے باوجود بھرپور جوانی کے باوجود انتہائی حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ میں تھا آپ اپنی خواہش نفس کی بیجا تکمیل سے رکتے رہے اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے رئیس کی بیوی ہے ان کی مالکہ ہے بہت ہی خوبصورت ہے جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے ریاست بھی ہے وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے لیکن آپ کے دل میں خوف خدا کا سمندر موجزن ہے آپ اپنے اس دنیوی آرام و راحت عیش اور لذت کو نام خدا پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ خدا کے عذاب سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سات (۷) قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے سائے تلے جگہ دے گا جس دن کوئی سایہ کے نہ ہوگا۔ [۱] مسلمان عادل بادشاہ [۲] وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی خدا کی عبادت میں گذاری [۳] وہ شخص جس کا دل مسجد میں لٹکا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہا یہاں تک کہ پھر وہاں جائے [۴] وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں [۵] وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ

دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی[۶] وہ شخص جسے کوئی جاہ ومنصب والی جمال وصورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں[۷] وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ ان کو ایک وقت (خاص تک) قید میں رکھیں ○

قید لیکن ہزار بے قیدیوں سے بہتر:

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں رکھیں بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کے عشق میں مبتلا ہے جب ہم یوسف علیہ السلام کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا ہے اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانہ سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برأت اور پاکدامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کریں جب تک بادشاہ نے ہر طرح گواہ شاہدوں سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر نہ کھل گیا آپ جیل خانہ سے باہر نہ نکلے۔

پھر آپ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی خدا پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو قید کرنے کی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ (یعنی اس زمانہ میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے شراب نچوڑ رہا ہوں دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتائیے آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں ○

رہائی کے انتظامات:

اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانہ

بھیجے گئے ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام مخلث تھا ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی قید خانہ میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی بہت شہرت تھی سچائی امانت داری' سخاوت' خوش خلقی' کثرت عبادت' خدا ترسی' علم وعمل' تعبیر خواب' احسان وسلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے جیل خانہ کے قیدیوں کی بھلائی' ان کی خیر خواہی' ان سے مروت اور سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری' خدمت اور دوادارو بھی آپ کا شغل تھا۔

یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر آیا پھوپھی کی محبت' باپ کا پیار' عزیز کی بیوی کا عشق سب مجھے یاد ہے اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے تو دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں خمر کے بدلہ لفظ عنباً ہے اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہیں اس نے دیکھا تھا کہ گویا انگور کی بیل بوٹی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے۔

اللہ کے پیغمبر نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانہ سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندا آ کر اس میں سے کھا رہا ہے اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے جیل خانہ میں ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے ان بزرگوں باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم علیہ السلام کا اور اسحٰق علیہ السلام کا اور یعقوب علیہ السلام کا ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک (عبادت) قرار دیں اور یہ (عقیدہ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا

تعالیٰ کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ ان نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے ○

تعبیر خواب:

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتلانے میں مجھے کوئی بخل نہیں اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتلا دوں گا حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خوابوں کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔

ابن عباسؓ سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم خدائے تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ خدا کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں میں خدا کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں خود میرے باپ دادا خدا کے رسول تھے ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام یعقوب علیہ السلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا رپیرو رہے خدا کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل کو پرنور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے اسے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے۔

ہم جبکہ راہ راست دکھا دیئے گئے توحید کی سمجھ ہمیں دے دی گئی شرک کی برائی بتا دی گئی پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم خدا کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں یہ توحید اور یہ سچا دین اور یہ خدا کی وحدانیت کی گواہی سے خاص خدا کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ خدا کی اور مخلوق بھی شامل ہے ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب براہ راست خدا کی وحی آئی اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔

لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں خدا کی اس زبردست نعمت کی جو خدا نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے ناقدری کرتے ہیں اور مان کر نہیں دیتے بلکہ رب کی نعمت کے بدلہ کفر کرتے ہیں اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دادا کو بھی باپ کے حکم میں رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے دین کی پیروی کی[1]......

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ

[1] ایک نبی اور عام انسان میں یہی فرق ہے کہ نبی نازک اوقات میں بھی دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کے فریضہ سے غافل نہیں ہوتا بھلا دیکھئے جیل کی زندگی سخت اوقات اور کتنے کٹھن حالات ہیں جس میں یوسف مبتلا ہیں لیکن ان تمام کشمکشوں کے باوجود وہ اپنے اصل کام یعنی دعوت وتبلیغ سے قطعاً غافل نہیں ہیں ۱۲

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا (جواب اس کا ظاہر ہے) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے آپ (ہی) ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو (ان کے معبود ہونے) کی دلیل (نقلی یا عقلی) بھیجی نہیں حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے (اور) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی (توحید) کا سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

دین قیم کی تشریح:

یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دینے کا وعدہ کر لیا ہے لیکن اس سے پہلے انہیں توحید کا وعظ دے رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں فرما رہے ہیں کہ وہ خدائے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز اور لاچار و بے بس ہے جس کا شریک اور ساجھی کوئی نہیں جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟

پھر فرمایا تم جن جن کی پوجا کر رہے ہو بے سود ہیں یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی اپج ہے زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادا بھی اس کے مریض تھے لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے اس کی کوئی دلیل عقلی نقلی دنیا میں خدا نے بنائی ہی نہیں ہے حکم و تصرف قبضہ و قدرت کل کی کل اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے رک جانے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے دین مستقیم یہی ہے کہ خدا کی توحید ہو اسی کے لئے ہی عمل و عبادت ہو اسی خدا کا حکم مانا جائے اس پر بیشمار دلیلیں موجود لیکن اکثر لوگ ان سے جاہل ہیں نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں باوجود انبیا کی زبردست خواہش کے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا یہ کہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے خصوصاً ایسے موقعہ پر جبکہ خدا کے پیغمبر علیہ السلام ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی آپ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے بات کو سوچیں گے دلیل پر غور کریں گے حق کو قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔

جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے احکام خدا کی تبلیغ کر چکے تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے ان کا جواب شروع کیا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّأْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (جرم میں بری ہو کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندے نوچ نوچ کر کھا دیں گے جس کے بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا ○

خواب کی تعبیر:

اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ان کے خوب کی تعبیر بتا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا یہ دراصل اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے خود کو دیکھا تھا اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا دماغ اور مغز کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ اب یہ ہو کر ہی رہے گا اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے[1] کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابو یعلیٰ میں مرفوعاً روایت ہے کہ خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اسی کے لئے ہے۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕ﴿۴۲﴾

اور جس شخص پر رہائی گمان تھا اس سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام کا) تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا ○

ایک کوشش:

جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے پوشیدگی میں کہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا لیکن یہ اس بات کو بھول ہی گیا یہ بھی ایک شیطانی چال تھی کہ جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانہ ہی میں رہے پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فَاَنْسٰىهُ میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے گو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے ابن عباسؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یوسف علیہ السلام یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانہ میں اتنی لمبی مدت نہ گذارتے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے امداد تعاون چاہا یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ہیں حسن اور قتادہ سے

[1] اور ہو سکتا ہے کہ خواب کی یہ تعبیر یوسف علیہ السلام کو وحی یا الہام کے ذریعہ بتائی گئی ہو اس لئے کہ آپ کو ان کے واقع ہونے کا قطعی یقین حاصل ہو۔۱۲

مرسلاً مروی ہے گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ واللہ اعلم۔

بِضْعَ کا لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں ساتھ سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ قید خانہ میں گذارے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّیٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ ۖ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِی فِی رُءْيَٰیَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿۴۳﴾ قَالُوٓا أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِی نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا۠ أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِۦ فَأَرْسِلُونِ ﴿۴۵﴾ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِی سَبْعِ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ لَّعَلِّیٓ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِی سُنۢبُلِهِۦٓ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَأْتِی مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَأْتِی مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۴۹﴾

ع ۶ / ۱۶

اور بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات ہیں جو کہ خشک ہیں اے درباروالو! اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور دوسرے ہم لوگ (کہ صرف امور سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں کہ جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں اور آپ لوگ ذرا مجھ کو جانے کی اجازت دیجئے اے یوسف اے

صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس خواب کا جواب (یعنی تعبیر دیجئے کہ سات گائیں) موٹی ہیں ان کو سات گائیں دبلی کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ سات خشک ہیں تا کہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تا کہ ان لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے آپ نے فرمایا تم سات سال متواتر (خوب غلہ) بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دو تا کہ گھن نہ لگ جائے ہاں اگر تھوڑا جو تمہارے کھانے میں آوے پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس اور ایسے سخت (اور قحط کے) آویں گے جو اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جائیں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر رکھا ہو گا ہاں مگر تھوڑا سا (جو بیج کے واسطے رکھ چھوڑ دو گے پھر اس سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے (اور شرابیں پئیں گے)O

بادشاہ کا خواب' اس کی تعبیر اور ضروری انتظامات کا مشورہ:

خدا نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے بعزت و اکرام' پاکیزگی' برأت اور عصمت کے ساتھ نکلیں اس کے لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ حیران ہو گیا دربار منعقد کیا اور تمام امراء' رؤسا' کاہن' منجم' علما اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے یہ تو یوں ہی پریشان خواب خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔

اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں اس علم میں ان کو کافی مہارت ہے یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ میں سزا بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی اس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا آج مدت کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تو مجھے اجازت دو کہ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانہ میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

اُمَّةٍ کی دوسری قرأت میں اَمَہٍ بھی ہے اس کے معنی بھول کے ہیں یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔

دربار سے اجازت لے کر یہ چلا قید خانہ پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا اے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا اسے تعبیر کا اشتیاق ہے تمام دربار بھرا ہوا ہے سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سنا دوں گا اور سب معلوم کر لیں آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولا رہا باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا نہ اس امر کی درخواست کی مجھے جیل خانہ سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی تمنا کے الزام کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی خوب خوشحالی ہو گی غلے' کھیت' باغات خوب پھلیں گے یہی مراد سات ہری بالوں سے ہے گائیں' بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج نکلے اسے بطور ذخیرہ کے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تا کہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق لے لینا لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے ان سات برسوں کے گذرتے ہی اب جو قحط سالی شروع ہو گی وہ برابر سات

سال تک متواتر رہے گی نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی یہی مراد ہے سات دبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی آپ خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی سنادی کہ ان سات سال کی خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوگی ریل پیل ہو جائے اور تنگی دور ہو جائے گی اور لوگ حسب عادت زیتوں وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پئیں گے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝۵۲

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ (چنانچہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا اور پیغام دیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جاؤ پھر اس سے دریافت کر کہ کچھ تم کو خبر ہے ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فرقہ کے فریب کو خوب جانتا ہے کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف علیہ السلام سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا ماشاءاللہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی عزیز کی بیوی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہو ہی گئی میں نے ہی ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی اور بے شک وہی سچے ہیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تا کہ عزیز کو (زائد یقین کے ساتھ) معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست درازی نہیں کی اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا○

لطیفہ قدرت' یوسف علیہ السلام کی رہائی اور زلیخا کا اعتراف جرم:

خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد لوٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے' حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں اب اسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ دوبارہ قاصد آپ کے

پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ معلوم نہ کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات میری طرف لگائی گئی ہے اس میں صداقت کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید بھگتنا واقعی کسی جرم کی بنا پر تھا یا صرف ظلم وزیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت وفضیلت کی تعریف آئی ہے صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جب کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے رب مجھے اپنا مردوں کا جلانا مع کیفیت دکھلا یعنی جب ہم خدا کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب مزید اطمینان کے لئے تھی نہ کہ بطور شک چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان قلب کے لئے ہے اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ چاہنے لگے اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری آزادی کا پیغام لاتا تو میں اسی وقت جیل خانہ سے آزادی منظور کر لیتا[1]۔ مسند احمد میں اسی آیت فَاسْئَلْهُ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر وکرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے اللہ انہیں بخشے دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاکدامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے نہ کھل جائے اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازہ پر پہنچتا یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گذری تھی سب بیان کرو انہوں نے جواب دیا کہ ماشاءاللہ یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سروپا تہمت ہے واللہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ یوسف علیہ السلام میں کوئی بدی نہیں اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا حقیقت واضح ہو گئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا اس نے جو بر وقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تا کہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا ہے میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا ان کی دغابازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

---

[1] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری تواضع کے آئینہ دار ہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مصائب اٹھائے ہیں جن مصائب سے شاید کسی نبی علیہ السلام کو نہ گزرنا پڑا ہو۔ ۱۲

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۳﴾

اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس) کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے ○

زُلیخا کا اعتراف:

پھر زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں نفس میں تو طرح طرح کے برے خیالات اور ناجائز تمنائیں آتی ہی ہیں اور وہ برائی کرنے پر اکساتا ہے لہٰذا نفس کے دھوکہ اور پھسلانے میں آ کر میں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے پھندے میں لانا چاہا (مگر وہ نہ آئے) کیونکہ نفس برائی پر ابھارتا ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچا لے (اس کو نہیں ابھارتا) بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے یہ قول عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا ہی ہے یہی بات زیادہ مشہور اور قابل قبول ہے اور واقعہ کے سیاق وسباق سے بھی یہی بات مناسبت رکھتی اور معنوی لحاظ سے بھی یہی زیادہ مطابق معلوم ہوتی ہے اور اسی کو امام ماوردیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے تو اس کے بارہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں اس قول کی پوری حمایت و تائید کی ہے لیکن بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے یعنی (ذٰلِكَ لِيَعۡلَمَ سے لے کر غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ تک) جس کا مطلب یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تا کہ عزیز مصر جان لے کہ اس کے پیٹھ پیچھے اس کی بیوی کے بارے میں میں نے اس کی کوئی خیانت نہیں کی...... ''ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو سوائے اس قول کے اور کوئی قول بیان ہی نہیں کیا چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بادشاہ نے شہر کی عورتوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور زلیخا نے بھی اقرار کرلیا کہ حق بات یہی ہے کہ میں نے ان کو پھسلانے کی کوشش کی تھی اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ صرف اس لئے کرایا تا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ کیا اس دن بھی نہیں کی جب اس عورت نے آپ کا ارادہ کیا اور آپ نے اس عورت کا؟[1] تب آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کہتا نفس تو برائی کی ترغیب دیتا ہی ہے...... ''مجاہد سعید بن جبیرؒ عکرمہ ابن ابی الہذیلؒ ضحاکؒ حسنؒ قتادہ اور سدیؒ سب اسی کے قائل ہیں لیکن پہلا قول (یعنی اس کا زلیخا کا کلام ہونا) ہی زیادہ قوی اور ظاہر ہے کیونکہ پچھلے کلام کا آخری حصہ عزیز کی بیوی زلیخا ہی کا ہے جو وہ سب کے سامنے بادشاہ سے بیان کر رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس جگہ موجود نہ تھے (بلکہ جیل میں تھے) اس تمام گفتگو کے بعد بادشاہ نے ان کو بلوایا تھا۔

وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِىۡ‌ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الۡيَوۡمَ

[1] واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ''اگر ان کو خداوند تعالیٰ کی نشانی (دلیل) نہ دکھائی دیتی تو اس وقت ضرور آپ اس کا ارادہ کر لیتے مگر ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ تقویٰ پر قائم رہے۔

لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾

اور (سن کر) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں ان کی حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں ○

عزیز مصر کی حضرت یوسف علیہ السلام پر مہربانیاں:

جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو اس نے خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کر لوں چنانچہ آپ تشریف لائے جب وہ آپ سے ملا آپ کی صورت دیکھی آپ کی باتیں سنیں آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔

انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ انجان لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے اس خواب کی بنا پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی آپ نے یہی آرزو کی زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کروں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانتداری کا' سچائی کا' سلیقہ مندی کا اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا اسی وقت اس نے درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۸

اور ہم ایسے (عجیب) طور پر یوسف علیہ السلام کو با اختیار بنایا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقوٰی والوں کے لئے ○

یوسف علیہ السلام کو دنیا میں بھی ہم نے عظمت و سربلندی عطا کی:

زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں یا اس قید اور تنہائی کو دیکھئے یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے سچ ہے رب جسے بھی اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے بھائیوں کا دکھ سہا خدا کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی بیوی سے بگاڑ لی اور قید خانہ کی مصیبتیں برداشت کیں پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں پھر ایسے باایمان تقوٰی والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں یہاں یہ ملا وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت و سلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے

ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔ اسی نے آپ کو خرید لیا تھا۔ آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطفیر تھا یہ ان ہی دنوں میں انتقال کر گیا اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ اس تمہارے ارادہ سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری پایا پھر ان کے بطن سے آپ کے دولڑکے ہوئے افرائیم اور میشا۔ افرائیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئیں جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمد للہ شان خدا کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور (کنعان میں بھی قحط ہوا تو) یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے پھر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے سو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کرا دیا تو (چلتے وقت) فرما دیا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جا سکے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں اور اگر تم (دوبارہ آئے اور) اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا وہ بولے (دیکھئے) ہم اپنے امکان تک تو اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان ہی کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تاکہ جب وہ گھر جاویں تو اس کو پہچانیں شاید (یہ احسان و کرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آئیں ○

بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں:

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلہ اور اناج بہترین طور پر جمع کیا اس کے بعد جب قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے پس اس زمانہ میں یہ بات ایک رحمت خدا تھی یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے پس خود لوگ ان کی اولادیں اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے جسے ہم سچ یا جھوٹ نہیں کہہ سکتے یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال و متاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے تو بیک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا اور یہ تو ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے آپ نے پوچھا تمہارے سوا اُن کے اور لڑکے بھی ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا وہ تو ہلاک ہو گیا اسی کا ایک بھائی اور ہے اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا ان کو اطمینان اور تسلی رہے ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارت کی جائے اور اچھی جگہ ٹھہرایا جائے اب جب انہیں غلہ دیا جانے گا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب کے آؤ تو لیتے آنا دیکھو میں نے تم سے خوش سلوکی کی ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دوں گا انہوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سن کر لالچ دلا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تا کہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں سدیؒ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انہیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں کو اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا کہ اب گھر

میں کیا ہوگا جسے لے کر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں اور یہ بھی ہو سکتا کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں اور اسی بہانے بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے (مطلقاً) غلہ کی بندش کر دی گئی سو آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں رہنے دو میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ (کے سپرد وہی) سب سے بڑھ کر نگہبان ہے اور سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ○

باپ کے لئے ایک اور مرحلہ:

بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ نہیں مل سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے آپ بے فکر رہئے ہم خود اس کی نگہبانی کر لیں گے نَکْتَلْ کی دوسری قرأت یَکْتَلْ بھی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم اس کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ پہلے تو لے گئے پھر واپس آ کر کوئی بات بنا دی۔ حَافِظًا کی دوسری قرأت حِفْظًا بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ اور نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچہ کا ہے وہ دور کر دے گا مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندی کو دور کر دے گا اور اس پر کوئی کام مشکل نہیں نہ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو روکتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾

اور (اس گفتگو کے بعد) جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کو ان کی جمع پونجی بھی ملی جو ان ہی کو واپس کر دی گئی تھی کہنے لگے اے ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہئے کہ ہماری جمع پونجی تھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھر والوں کے لئے (اور) رسد لا دیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لا دیں گے یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو کہ تم اس کو ضرور ہی لے آ ؤ گے ہاں اگر کہیں گھر جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے ۝

بیٹوں کا عہد:

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت خدا کے نبی نے ان کا مال متاع ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا یہاں گھر پہنچ کر جب انہوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنے سب چیزیں جوں کی توں واپس شدہ پائیں وہ اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہئے؟ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دے دیا ہے اب تو آپ بھائی کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے یہ ناپ بہت ہی آسان ہے یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو گے کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیج نہیں سکتا ہاں یہ اور بات ہے کہ خدانخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو چنانچہ بیٹوں نے خدا کو بیچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیمان کیا اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہمارے اس گفتگو کا خدا وکیل ہے اپنے پیارے بچہ کو ان کے ساتھ کر دیا اس لئے کہ قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

اور (چلتے وقت) یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازہ سے جانا اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر میں) داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو ان سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا لیکن یعقوب علیہ السلام کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے ○

بیٹوں کو باپ کی ہدایات:

چونکہ نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا خطرہ تھا کیونکہ وہ سب اچھے خوبصورت، تنومند طاقتور مضبوط اور قوی نوجوان تھے اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ میرے بیٹو! تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو ہو کر جانا نظر لگ جانا حق ہے گھوڑے سوار کو یہ گرا دیتی ہے پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیر نہیں کر سکتی خدا کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا خدا کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے حکم اسی کا چلتا ہے کون ہے جو اس کے ارادہ کو بدل سکے اس کے فرمان کو ٹال سکے اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔

چنانچہ بیٹوں نے باپ کی حکم برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے اس طرح وہ خدا کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر بتا دی تھی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں وہ ذی علم تھے خدائی علم ان کے پاس تھا ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

اور جب یہ لوگ (برادران یوسف علیہ السلام) یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا اور تنہائی میں ان سے کہا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا ○

اظہار:

بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انہیں لے کر آپ کے دوسرے بھائی جب مصر پہنچے تو آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا بڑی عزت و تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ ''تمہارا بھائی یوسف ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے اب تمہیں چاہئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو میں کوشش میں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾

پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکارا اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے اس کو ایک بار غلہ شتر ملے گا اور میں اس کا دلوانے کا ذمہ دار ہوں ○

بھائی کو روکنے کی ایک تدبیر:

جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلہ کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں کو چپکے سے ہدایت کر دی کہ چاندی کا شاہی پیالہ بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں بعض نے کہا ہے یہ پیالہ سونے کا تھا اس میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھی تھا پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو ان کے کان کھڑے ہوئے رک گئے ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی؟ جواب ملا کہ شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ ۚ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں ان (ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس (چور) کی کیا سزا انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے اسباب میں سے ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی سزا دیا کرتے ہیں پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے اسباب کے تھیلہ سے قبل تلاشی کی ابتدا اول دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے تھیلوں سے کی) پھر (آخر میں) اس برتن کو اپنے بھائی کے (اسباب کے تھیلہ سے) برآمد کر لیا ہم نے یوسف علیہ السلام کی خاطر اس طرح تدبیر فرمائی یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اس بادشاہ مصر کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے ○

برادرانِ یوسف (علیہ السلام) کی برأت:

اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات و خصائل سے واقف ہو چکے ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں نہ ایسے ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیمانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے جواب دیا کہ دین ابراہیم علیہ السلام کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی گئی حالانکہ معلوم تھا کہ ان کے برتن خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامیں کے اسباب تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلنا ہی تھا نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔

یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھلائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود ہی فیصلہ کر چکے تھے اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے اس لئے بھائیوں سے پہلے قبول کروا لیا جس کے درجے خدا بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے...... ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ خدا سب سے بڑا عالم ہے اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيْمٌ ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیونکہ) اس کا ایک بھائی تھا (وہ) بھی (اسی طرح) اس کے پہلے چوری کر چکا ہے پس یوسف علیہ السلام نے اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے)

ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے ○

حضرت یوسف علیہ السلام کا ضبط:

بھائی کے برتن میں سے جام نکلتا دیکھ کر بات بنا دی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک پٹکا تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجہ کی محبت تھی جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا بہن صاحبہ سے درخواست کی لیکن بہن نے جدائی کو نا قابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا ادھر آپ کے والد صاحب یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی مصر ہو گئے آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا اسی اثنا میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا پھر تلاش شروع کی گھر بھر چھان مارا نہ ملا شور مچا آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو لوگ ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں چنانچہ لی گئی کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی ان کے پاس سے برآمد ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو اس کے بھائی کی چوری کا حال خدا خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو (آپ ایسا کیجئے کہ اس کی جگہ) ہم میں ایک کو رکھ لیجئے اور اپنا مملوک بنا لیجئے ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں (یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کو پکڑ کر رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے ○

معذرتیں:

جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا عزیز مصر کی خوشامد کرنے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے دلدادہ ہیں ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے جس کے صدمہ سے وہ پہلے ہی سے نڈھال ہیں اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں گے آپ

ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی چور کو روکا جائے گا نہ کہ سادھو کو نا کردہ گناہ کی سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی و بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾ ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ﴿٨١﴾ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾

پھر جب ان کو یوسف علیہ السلام سے بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دیں گے) تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا قسم کھلا کر پکا قول دے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور جا کر ان سے) کہو کہ اے باپ آپ کے (بنیامین) نے چوری کیا (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے ہی نہیں اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر یہاں آئے ہیں اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں ○

پریشانی اور گھبراہٹ:

جب برادران یوسف اپنے بھائی کی رہائی سے مایوس ہو گئے انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچا دیں گے اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے الزام ثابت ہو چکا ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے اب بتاؤ کیا کیا جائے اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدہ کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں اب انہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کر لیں پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد

صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سمجھا دے کہ میں یا لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں یا خدا تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دوسرے بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا تو انہوں نے بھائیوں کو اس سے باز رکھا تھا اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے ہم سے تو مسئلہ کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرما لیجئے جس قافلہ کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے کہ ہم نے صداقت' امانت' حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

یعقوب علیہ السلام فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا (کیونکہ) وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے یوسف افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل ہی مر جاؤ گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ۞

یعقوب علیہ السلام کا بے مثل صبر:

بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیراہن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہے بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو خدا سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقع لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضامندی کے ساتھ واپس لوٹیں فرماتے ہیں کہ خدائے

تعالیٰ علیم ہے میری حالت کو خوب جانتا ہے حکیم ہے اس کی قضا وقدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ...... پڑھنے کی ہدایت صرف اسی امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر یا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہتے ہیں آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی مخلوق میں سے کسی شکایت وشکوہ نہیں کرتے تھے غمگین اور اندوہ گیں رہا کرتے تھے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے خدا ایسا کر کہ ان تینوں ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی قبول کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا اس نے بھی صبر کیا تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں واللہ اعلم۔

بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیسؒ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب اور وہب وغیرہ اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں واللہ اعلم۔

بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس موقعہ پر جبکہ بنیامین قید مین تھے ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں میرے دادا حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اباجی آپ تو اسی کی یاد میں خود کو گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں میں تو اپنے رب کے سامنے اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں وہ بھلائیوں والا ہے مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ہو کر رہے گی ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہوگئی؟ آپ نے فرمایا کہ یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بینامین کے صدمہ نے کمر توڑ دی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا خدا کو خوب علم ہے یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا

دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں پھر جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے ○

خدا سے مایوسی کفر ہے:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش کرو عربی میں تَحَسُّس کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے اور بری باتوں کے لئے تَجَسُّس کا لفظ بولا جاتا ہے ساتھ میں فرماتے ہیں کہ خدا کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے تم تلاش بند نہ کرو اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش کو جاری رکھو۔

چنانچہ یہ لوگ پھر مصر پہنچے حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے اب ردی واہی ناقص بے کار کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ معمولی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جا سکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دے دیجئے جو سچی اور صحیح پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں ہمارے بوجھ بھر دیجئے ہماری خورجیاں پر کر دیجئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ کے بدلہ فَاَوْقِرْ رِكَابَنَا ہے یعنی ہمارے اونٹ سے لاد دیجئے اور ہم پر صدقہ کیجئے ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلہ نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے کسی شخص نے حضرت سفیان بن عیینہؒ سے سوال کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی صدقہ پر حرام ہوا؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا حضرت مجاہدؒ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِىْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

یوسف علیہ السلام نے فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ برتاؤ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا حقیقی بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے وہ کہنے لگے بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بے شک ہم (اس میں) خطاوار تھے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ○

داستان کا اختتام:

جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے اپنے تمام دکھ رونے لگے اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا نہ رہا گیا اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ خدا کا ہر گناہ گار جاہل ہے قرآن فرماتا ہے:: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (النحل:۱۱۹) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خود کو ظاہر کرنے کا حکم خداوندی نہ تھا اب کی مرتبہ حکم ہو گیا آپ نے معاملہ صاف کر دیا جب تکلیف بڑھ گئی سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دے دی اور کشادگی عطا فرما دی جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے اب بھائی چونک پڑے کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی کچھ اس قسم کے سوالات کچھ حالات کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا بچھڑنے کے بعد ملا دیا تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت و سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اس اقرار کے بعد اپنی خطا اور غلطی کا بھی اقرار کیا اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن تمہیں تمہاری یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف فرماتے وہ ارحم الراحمین ہے بھائیوں نے عذر پیش کیا آپ نے قبول فرما لیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

اب تم میرا یہ کرتا (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہو جاویں گی اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ اور جب قافلہ چلا تو اب ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے وہ پاس والے کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں ○

بوڑھے باپ کا مداوا:

چونکہ خدا کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج وغم میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتا لے کر تم ابا کے پاس جاؤ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی ......[1] پھر انہیں اور اپنے گھر کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے فرزند (یوسف) کی خوشبو آ رہی ہے لیکن تم تو مجھے کم عقل بڈھا کہہ میری اس بات کو باور نہیں کرو گے ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلہ پر تھا جو بحکم خدا ہوا نے حضرت یعقوب تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو پہنچا دی ......[2] اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گم شدگی کی مدت اسی سال کی ہو چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف علیہ السلام کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ وہ آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا کسی لائق اولاد کے لئے زیبا نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

پس جب خوشخبری لانے والا پہنچا تو (آتے ہی) اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا پس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں آپ نے بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے سب بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ہم بے شک خطا کار تھے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے ○

[1] شاید یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا ۱۲

[2] حضرت یعقوب علیہ السلام کا معجزہ تھا اور خداوند کریم کا کرشمہ قدرت کنعان کے کنوئیں میں یوسف موجود اور یعقوب علیہ السلام کو اطلاع نہ ہو سکی لیکن مصر سے قمیص چلتی ہے اور یعقوب علیہ السلام کو اطلاع دے دی جاتی ہے شاید اس میں یہ بھی ملحوظ رہا ہو کہ یعقوب علیہ السلام کو فراق یوسف کا غم ہم ہی نے پہنچایا تھا اب وصال یوسف علیہ السلام کی اطلاع بھی ہم ہی دیں سبحان اللہ! کیا بندہ نوازی ہے ۱۲

اعتراف جرم:

کہتے ہیں کہ پیراہن یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہودا لائے تھے اس لئے کہ انہوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا جسے خون آلود کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے اب تلافی کے لئے کرتا بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو میں تم سے کہا کرتا تھا کہ خدائے تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اب بیٹے نادم ہو کر اپنی خطا کا اقرار کر کے باپ سے استغفار طلب کرتے ہیں باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرما دے گا اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالیا کرتا ہے صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار[1] کروں گا ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا تو نے پکارا میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجا لایا یہ سحر کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یہی وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آ جائے لیکن یہ حدیث غریب ہے بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

پھر جب سب کے سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیما) جگہ دی اور کہا سب میں

[1] مفسرین نے اس توجیہ کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ ان بھائیوں سے براہ راست حضرت یوسف علیہ السلام کو تکلیف و اذیت پہنچی تھی اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے خطا کی معافی اور دعائے خیر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی رائے پر موقوف کر دیا نیز یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بعجلت ان کو معاف کر دیا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ معلوم ہو کہ آیا یہ انفعال اور ندامت حقیقی ہے یا یونہی ایک وقتی جذبہ ہے۔ گویا کہ یعقوب علیہ السلام اپنی طویل عمر کی بناء پر انسانی جذبات کی ان گہرائیوں پر نظر رکھنے کے عادی ہو چکے تھے جن پر جوانوں کی نظر نہیں ہوتی ۱۲

چلئے (اور) خدا کو منظور ہے تو وہاں امن چین سے رہئے اور اپنے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا اور سب کے سب یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر گئے اور یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوایا تھا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے ○

طویل عرصہ کے بعد خواب کی تعبیر:

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ ابا جی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ بھائیوں نے یہی کیا اس معزز قافلہ نے کنعان سے کوچ کیا جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے یہ بھی منقول ہے کہ خود شاہِ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا اس کے جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو انشاء اللہ پر امن اور بے خطر رہو گے اب شہر میں داخلہ کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا لیکن امام ابن جریر نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی کا قول بالکل ٹھیک ہے کہ جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے اِیْوَاء اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے **اٰوٰی اِلَیْهِ اَخَاهُ** میں ہے اور حدیث میں بھی ہے **من اوی محدثًا**۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آ جانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر بآرام رہو مشہور ہے کہ قحط سالی کے جو سال باقی تھے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی کے باقی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے ختم ہو گئے تھے جب قحط سالی سے تنگ آ کر سفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے نیز آپ سے درخواست کی عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اس وقت آپ کے والد کے ہمراہ آپ کی خالہ آئی تھیں لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ آپ کی والدہ زندہ تھیں ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں یہی بات ٹھیک بھی ہے آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھا لیا اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے آپ نے فرمایا ابا جی لیجئے میرے خواب کی ظاہر ہو گئی یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں اس کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے[1] بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز ہی رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدہ کو مطلقاً حرام کر دیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے مخصوص کر لیا حضرت قتادہ وغیرہ کے قول کا حاصل مضمون یہی ہے۔

---

[1] اور بہت ممکن ہے ۔ ماں باپ اور بھائی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اعزاز پر جو انہوں نے اپنے ماں باپ اور بھائیوں کا کیا، سجدہ شکر ادا کیا ہو۔ یوسف علیہ السلام سے بے پناہ اقتدار پر ماں باپ نے سجدہ شکر خدا کے سامنے کیا اور بھائیوں نے بھی ماں باپ کے اتباع میں کر لیا۔ ۱۲ح

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپؐ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے بسبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو سجدہ اس خدا کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا الغرض چونکہ اُس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا لیجئے اباجی میرے خواب کا ظہور ہو گیا میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اس کا انجام ظاہر ہو گیا چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ پس یہ بھی خدا کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا الحمد للہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نجات دی اور تم سب کو صحراء سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں تھا اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا کہتے ہیں کہ یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھی پھر فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوا دی تھی اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اپنے افعال و اقوال قضا و قدر اور مختار و مراد میں وہ باحکمت ہے سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تعبیر کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے حضرت حسن سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی برس کے بعد ملے تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ خدا کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گذری ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر سترہ سال کی تھی اسی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے پھر ملاقات کے بعد تیئس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا بقول قتادہ ۵۳ برس کے بعد باپ بیٹے ملے ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تریسٹھ تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تھی مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے تھے عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے یعنی مرد عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۱۰۱)

اے پروردگار تو نے مجھے سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر تعلیم فرمائی (جو کہ علم عظیم ہے) اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لے ○

شکر علی النعمت:

نبوت مل چکی' بادشاہت عطا ہو گئی مصائب ختم ہوئے' ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر کی ہیں ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں صلوات اللہ و سلامہ علیھم اجمعین۔ بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو جیسے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اللہ رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی تجھے موت آ جائے یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ خدایا ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ میرا اسلام پر خاتمہ کر اور نیک کاروں میں ملا اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو چنانچہ قتادہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام ہو گئے آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ملک' مال' عزت آبرو' خاندان' برادری بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے جیسے کہ یہ دعا: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ...... (نوح: ۲۸) سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں کوئی کسی سختی اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر اسے ایسی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے کہ اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت بہتر ہو مجھے موت دے دے بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت تو بہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔

مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ہمیں نصیحت کی اور ایسی رقت آمیز نصیحت کہ ہمارے دل گرما دیئے اس وقت ہم میں زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے روتے روتے ہی ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مر جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ

دہرائے پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تیرے حق میں بہتر ہے۔ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو سنو! تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مؤمن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتی ہیں یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا کہ خدایا ہم کو صبر کی توفیق دے اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دردزہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور آج تک لوگوں کی زبان و دل سے بھلا دی گئی ہوتی یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھہر گیا تھا پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدکار عورت ہے نہ ماں بری نہ باپ بدکار پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا **صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔**

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ خدایا جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنہ میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بری جانتا ہے موت کو بری جانتا ہے اور موت مؤمن کے لئے فتنہ سے بہتر ہے مال کی کمی کو انسان اپنے لئے برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی کہ الٰہ العالمین مجھے اب تو اٹھا لے یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں حضرت امام بخاریؒ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو گیا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری میں دعا کی کہ خدایا اب مجھے اپنے پاس بلا لے ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کہ کاش کہ میں اس جگہ ہوتا کیونکہ فتنوں' بلاؤں' زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں ڈال رکھا ہو گا ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کے لئے جن سے بہت قصور سرزد ہو چکے تھے استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف علیہ السلام نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے ابا جی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے ہم نے بھائی یوسف علیہ السلام پر جو ظلم توڑے ہیں ظاہر ہے اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگذر فرما جائیں لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ خدا کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ ابا جی کے پاس چلیں اور ان سے التجا کریں چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے کام کے لئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے ابا جی اور اے بھائی صاحب! ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر گھبرا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا ظاہر ہے کہ انبیا کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسی تم پر کیا بپتا پڑی ہے؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا ہے ہم نے بھائی پر کیسے ظلم و ستم ڈھائے؟

دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرما دی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے ہم دل سے معاف کر چکے تب لڑکوں نے کہا آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے جب تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ خدا نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہان سے گئے۔

اسی وقت آپ کھڑے ہو گئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بہت خشوع و خضوع سے جناب باری میں دعائیں شروع کیں حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے حضرت یوسف علیہ السلام آمین کہتے تھے کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی آخر بیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون خوف خداوندی سے خشک ہونے لگا تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں یزید رقاشی' صالح مری' سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام کی جگہ دفن کرنا چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰتُ وَالسَّلَامُ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

(اے محمدؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم نے وحی کے ذریعہ تم کو بتایا کیونکہ تم یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے ۞

ایک حقیقت:

حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام و کمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اور خدا نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح اوج و ترقی پر پہنچایا اب اپنے نبی علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ تو اس وقت ان کے پاس نہیں تھا جب کہ برادران یوسف' یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کی تجویز کر رہے تھے صرف ہمارے بتلانے' سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے[1] جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا

[1] معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا افسوس کہ اتنی وضاحت اور قرآن مجید کے اتنے واضح بیانات کے باوجود جن سے رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے بعض آپ ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہیں خواب یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ہے ''علم غیب'' اور ایک ہے ''اطلاق بالغیب'' آنحضور ﷺ غیب کی اطلاع تو دیتے تھے مثلاً آپ نے قیامت وغیرہ کے متعلق بتایا اور یہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ اطلاع دیتے تھے لیکن آپ ﷺ کو غیب کا =

ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم علیہا السلام کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا ملاءِ اعلیٰ کی آپس میں گفتگو میں تو موجود نہ تھا یہ سب ہماری طرح سے بذریعہ وحی تجھے بتلایا گیا یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گذشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گذرے ہیں پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پر ہیں جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مؤمن بن جائیں اور آیت میں ہے کہ: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الانعام:۱۱۶) اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ خدا سے بہکا اور بھٹکا دیں گے بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور مخلوق خدا کو راہ خدا دکھا رہے ہیں اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف خدا کی رضاجوئی کے لئے مخلوق کے نفع کے لئے ہے یہ تو تمام جہان کے لئے سراسر ذکر ہے وہ راہ راست پائیں نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ایمان کا گذر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف اصلاً توجہ نہیں کرتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے ہیں سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو ان کو محیط ہو جائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو ○

کس بات کے منتظر ہیں:

بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری کی وجہ سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین' کیا یہ روشن ستارے یہ گردش والا سورج چاند' یہ درخت اور یہ پہاڑ' یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ بہ زور چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے' یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کو اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے خدا

=علم قطعاً نہیں تھا تو اہلسنت والجماعت آپ ﷺ کے لیے اطلاع بالغیب کو ثابت کرتے ہیں لیکن علم بالغیب آپ کے لیے ثابت نہیں کرتے ۱۲

۱؎ واقعہ کے کسی اہم جز میں عدم موجودگی سے کل واقعہ میں عدم موجودگی ثابت ہو جاتی ہے اس لیے ایسے مواقع پر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آنحضور ﷺ اس وقت تو موجود نہ تھے جب کہ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا جا رہا تھا اور پھر بعد میں تمام مواقع پر موجود رہے۔ ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہوگا ۱۲

کی جو احد ہے جو صمد ہے جو فرد ہے جو لاشریک ہے جو قادر و قیوم ہے جو باقی اور کافی ہے ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ خدا پر ایمان ہے پھر شرک سے دست برداری نہیں آسمان و زمین پہاڑ اور درخت کا انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ مشرکین حج کو آتے ہیں احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا تیرا کوئی شریک نہیں جو بھی شریک ہیں ان کا مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے کہ ہم حاضر ہیں خدایا تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس۔ یعنی اب آگے کچھ نہ کہو فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کی جائے صحیحین میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تیرا خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے اسی طرح اس آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں ان کے عمل اخلاص سے خالی ہوتے ہیں بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے قرآن کا فرمان ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ...... (النساء: ۱۴۲) منافق خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے خود دھوکے میں ہے یہ نماز کو سستی اور کاہلی سے ادا کرتے ہیں صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے ذکر اللہ برائے نام ہوتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکا اور پوشیدہ ہوتا ہے خود کرنے والے کو بھی پتہ بھی نہیں چلتا چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا[۱] اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک ہوئے جاتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے کہ خدا کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا[۲] ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کی عادت تھی جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنکھارتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے ایک دن اسی طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم کرنے آئی تھی میں نے آپ کی آمد پر کھنکھار کی آواز سنتے ہی اسے چارپائی کے نیچے چھپا دیا آپ آئے میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کر میں نے باندھ لیا آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے خود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک تعویذات اور ڈورے دھاگے شرک ہیں میں نے کہا یہ آپ کیسے فرماتے ہیں میری آنکھ دکھ رہی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم کر دیتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا (مسند احمد)

---

[۱] اس مریض نے یہ دھاگا جادو ٹونے کی نیت سے باندھا تھا ۱۲

[۲] یہ شاید تنبیہ ہے جیسا کہ احادیث میں ہے وہ جس نے نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کا سا عمل کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان نہیں رہا ۱۲

مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حکیم بیمار پڑے ہم ان کی عیادت کے لئے گئے ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈورا دھاگا لٹکا لیں تو اچھا ہو آپ نے فرمایا میں ڈورا دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے مسند میں ہے جو شخص کوئی ڈورا دھاگا لٹکائے اس نے شرک کیا ایک روایت میں ہے جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکا ہوا ہی رکھے ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے بے نیاز و بے پرواہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا شریک ٹھہرائے میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں (مسلم) مسند میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب جمع ہوں گے خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کر لے اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریا کاری قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریا کارو! تم جاؤ اور جن کے دکھانے سنانے کے لئے تم نے عمل کئے تھے ان ہی سے اپنا اجر کرو اور دیکھو کہ وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص کوئی بدشگونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا صحابہؓ نے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا **اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُكَ وَلَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ** یعنی اے اللہ سب بھلائیاں سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں سوکوئی بھلائیوں اور نیک شگون والا نہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ لوگو شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے[1] اس پر حضرت عبداللہ بن حرب اور حضرت قیس بن مصارب کھڑے ہو گئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ شکایت کریں آپ نے فرمایا لو دلیل لو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ سنایا اور فرمایا لوگو! شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے تحفظ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو: **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَیْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ** ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے آپ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ شرک تو یہی ہے کہ خدا کے سامنے دوسرے کو پکارا جائے اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَآ اَعْلَمُ** ۔ (مسند یعلی)

ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح شام اور سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو: **اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادة رب کل شیءٍ وملیکه اشھدُ ان لا اله الاّ انت اعوذبك من شر نفسی ومن شر الشّیطان وشرکه** اور روایت میں ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھنی سکھائی اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں **وان اقترف علی نفسی سوء او جره الی مسلم**۔ فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف جاتا رہا کہ اگر منظور خدا ہو تو چوطرف سے عذاب خدا انہیں اس طرح آ

[1] یعنی بڑے بڑے علماء اور زیرک بھی ایسی حرکت کر جاتے ہیں جس کا ڈانڈا شرک سے ملتا ہے عوام تو شرک خفی کو پہچان نہیں سکتے ۱۲

گھیرے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے جیسے ارشاد ہے: اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ...... (النحل: ۴۵) یعنی مکاریاں اور برائیاں کرنے والے کیا اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ عذاب لا دے کہ انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں لیتے بیٹھتے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے خدا کسی بات میں عاجز نہیں یہ تو صرف اس کی رحمت و رافت ہے کہ گناہ کریں اور پنپیں اور فرمان خدا ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آ جائیں یا دن دیہاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے ہوئے عذاب آ پہنچے اللہ کے مکر سے بے خوف نہ ہونا چاہئے ایسے لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریقہ ہے میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور سے بلاتا ہوں کہ میں بھی اس پر قائم ہوں اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں ○

رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ راستہ:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنہیں تمام جن و انس کی طرف بھیجا ہے حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک میرا طریق میری سنت یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کی دعوت عام کر دوں پورے یقین دلیل اور بصیرت کے ساتھ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں میرے جتنے پیرو ہیں وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں نقلی، شرعی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں ہم سب اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اس کی تعظیم تقدیس تسبیح تہلیل بیان کرتے ہیں اسے شریک سے نظیر سے عدیل سے وزیر سے مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک مانتے ہیں نہ اس کی اولاد مانیں نہ بیوی نہ ساتھ نہ ہم جنس وہ ان تمام بری باتوں سے پاک و بلند و بالا ہے آسمان اور زمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی فرشتہ نہ تھا) اور (یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں کہیں چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہو گذرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے ○

چل پھر کر دیکھو دنیا ایک عبرت کدہ ہے:

بیان فرمایا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں جمہور اہل اسلام کا یہ قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی اس آیت

کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض کا قول[1] ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ' موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحٰق علیہ السلام اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت فرشتے نے دی فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے مجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہاں کی عورتوں پر اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ اس کے لئے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنا حکم کسی کی نبوت کے لئے دلیل نہیں۔

اہل سنت والجماعت میں سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوئی ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف وافضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے: وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (المائدہ:۷۵) پس اگر وہ نبیہ ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے ہیں نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا تھا چنانچہ اور آیت میں ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۲۰) یعنی سب سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمدورفت بھی رکھتے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا اسی طرح اور آیت میں ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ...... (الاحقاف:۹) یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں ...... یاد رہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے کج طبع اور بداخلاق ہوتے ہیں مشہور ومعروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں اسی طرح بستیوں سے دور والے پرے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں قرآن فرمایا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا ...... (التوبہ:۹۷) جنگلوں کے رہنے والے بدو کفر ونفاق میں بہت سخت ہیں قتادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم وعمل زیادہ ہوتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ بادہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اس نے اسے بہت کم سمجھا آپ نے اور دیا اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا پھر فرمایا کہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ سوائے قریشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ اس سے خلط ملط ہو نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ پہلے تکذیب کرنے والوں کی حالت کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں جیسے فرمان ہے: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا ...... (الحج:۴۶) یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار[2] ہوتے ...... ان کے کان سن لیتے' ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں عتاب الٰہی انہیں غارت کر دیتا ہے عالم آخرت ان کے لئے

[1] جیسا کہ ابن حزم اندلسی کی بھی یہی رائے ہے۔

[2] عبرت انگیز مناظر دیکھنے اور عبرت کدہ عالم میں چلنے پھرنے سے قلب ودماغ عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح ایک گمراہ کو ہدایت اور حقائق میں غور وفکر کا موقع مل جاتا ہے ۱۲

بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گذار دیتے ہیں یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے وعدہ خداوندی ہے : اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا...... (غافر:۵۱) ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی اس کی امداد کریں گے اس دن گواہ کھڑے ہونگے ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے ان پر لعنت برسے گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحۃ الاولیٰ اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ان کو ہماری مدد پہنچی پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا ○

بروقت امداد:

اللہ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر پورے موقعہ پر اترتی ہے مصائب کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں مخالفت جب شباب پر ہوتی ہے اختلاف جب بڑھ جاتا ہے دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے انبیاء اللہ کو جب ہر طرف سے گھیر لیا جاتا ہے معاً خدا کی مدد آ پہنچی کُذِبُوْا اور کُذِّبُوْا دونوں قرأتیں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ذال کی تشدید سے ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لفظ کُذِبوا ہے یا کُذِّبُوا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کُذِّبُوا ہے انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کون سی بات تھی یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آیا کہ ایماندار امتی بھی ایسے زلزلہ میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی اب مدد خدا آئی اور انہیں غلبہ ہوا تم اتنا تو خیال کرو کہ کُذِبُوْا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے معاذ اللہ کیا انبیا علیہم السلام خدا کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف جھوٹ کہا گیا؟ ابن عباس کی قرأت میں کُذِبُوْا ہے آپ اس دلیل میں یہ آیت حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ...... پڑھ دیتے تھے یہاں تک کہ انبیا اور ایماندار کہنے لگے کہ خدا کی مدد کہاں ہے یاد رکھو مدد خدا بالکل قریب ہے حضرت عائشہ رضی عنہا اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے آپ کو یقین کامل تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے آخر دم تک کبھی خدانخواستہ آپ کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں کہ کوئی وعدہ خداوندی غلط ثابت ہوگا یا کہ ممکن ہے غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو ہاں انبیا علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی ہیں یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں تیرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلا رہے ہوں۔

ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کذبوا پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صدیقہ عائشہؓ سے سنا ہے وہ کُذِّبُوا پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا پس ایک قرأت تو

تشدید کے ساتھ ہے دوسری تخفیف کے ساتھ ہے پھر اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے تو وہ منقول ہے جو اوپر گذر چکا ابن مسعودؓ سے نقل ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا یہی وہ ہے یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کی ہے اس میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کو پائے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے خدا نے چاہا نجات بخشی اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی منقول ہے ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتلائیے اس لفظ کو کیا پڑھیں مجھ سے تو اس لفظ کی قرأت کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی چھوٹ جائے آپ نے فرمایا سنو! اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیا اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مان لے گی اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا[1]

مسلم بن یسارؒ بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھے اور آپ سے معانقہ کیا اور کہا خدائے تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے بلکہ مجاہدؒ کی تو قرأت ذال کے زبر سے ہے یعنی کَذَّبُوْا ہاں بعض مفسرین وَظَنُّوْٓا کا فاعل مؤمنون کو بتلاتے ہیں اور بعض کافروں نے یا یہ کہ بعض مؤمنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی عنہ تو فرماتے ہیں رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت خدا میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگوں صحابیوں سے منقول ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں ابن جریرؒ بھی قول صدیقہؓ کی طرف داری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾ ع ۱۲

ان (انبیا امم سابقین کے) قصہ میں سمجھ دار لوگوں کے لئے (بڑی) عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات ہے نہیں (کہ اس عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے ۝

عبرت انگیز واقعات:

نبیوں کے واقعات مسلمانوں کی نجات کافروں کی ہلاکت کے قصے عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں یہ قرآن

[1] یعنی دور دراز کا سفر اور سخت تکالیف اٹھانے کے بعد یہی سمجھتا کہ میں بڑے ہی نفع میں رہا اور جو بات حاصل ہوئی وہ اتنی اعلیٰ اور ارفع ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس تکلیف کی کوئی بھی حیثیت نہیں جو اس راہ میں پیش آتی ۱۲

بناوٹی نہیں بلکہ آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے ان میں جو حقیقی باتیں خدا کی ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور جو تحریف و تبدیلی ہو
ہے اسے چھانٹ دیتا ہے جو باتیں ان کی باقی رکھنے کی تھیں انہیں اور جو احکام منسوخ ہو گئے انہیں بیان کرتا ہے ہر ایک حلال وحرا
پسندیدہ و مکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے طاعات' واجبات' مستحبات' محرمات' مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے اجمالی اور تفصیل
خبریں دیتا ہے خدائے تعالیٰ جل وعلا کے صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں ان کی
اصلاح کرتا ہے مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ خدا کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں پس یہ قرآن مؤمنوں کے لئے ہدایت
و رحمت ہے ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں اور رب العباد سے دنیا او
آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مؤمنوں کا ساتھ دے او
قیامت کے دن جبکہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے ہمیں مؤمنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں
شامل رکھے آمین۔

سُوْرَةُ الرَّعْد

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

کل رکوع: ۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کل آیات: ۴۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

المرا۔ یہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے ○

سچی کتاب:

سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں ہم لکھ آئے ہیں اور یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ جس صورت کے اول میں یہ حروف آئیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک نہیں چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں بعض نے کہا مراد کتاب سے توراۃ وانجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں پھر اس پر عطف کر کے اور صفات اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور خدا کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے الحق خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے یعنی الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ۔ لیکن ابن جریر کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں پھر فرمایا کہ باوجود حق ہوتے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں جیسے پہلے گذرا ہے کہ گو تو حرص کرے لیکن اکثر ایمان قبول کرنے والے نہیں یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد' ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو اسی طرح دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے وہی اللہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو ○

یہ چرخ نیل فام:

کمال قدرت اور عظمت خدا دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے زمین سے آسمان کو خدا نے کیا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا جس کی انتہا کو کوئی نہیں پاتا آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے اردگرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلہ کا ہے پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان خدا ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ...... (الطلاق:۱۲) یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین حدیث شریف میں ہے کہ ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلہ پر بھی ایسی ہی ہے عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال ہے عرش سرخ یاقوت کا ہے بعض مفسر کہتے ہیں آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے مگر ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبہ کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت: وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ (الحج: ی ۶۵) سے بھی ظاہر ہے پس ترونھا اس نفی کی تاکید ہو گی یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم خود دیکھ رہے ہو یہ کمال قدرت امیہ بن ابوالصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

انت الذی من فضل من ورحمة ۞ بعثت الی موسی رسولا منادیا
فقلت له یا اذهب وهارون فادعوا ۞ الی الله فرعون الذی کان طاغیا
وقولا له هل انت سویت وسطها ۞ منیرا اذا جنك اللیل هادیا
وقولا له من انبت الحب فی الثری ۞ فیصبح من العشب یفترر ابیا
فیصبح من العشب یفترر ابیا ۞ ففی ذاك ایات امن کان واعیا

یعنی تو وہ خدا ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمادیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے کیا تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک منصف انسان کے لئے خدا کی ہستی دلیل نہیں ہیں۔

پھر خدائے تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا اس کی تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے کیفیت تشبیہ تعطیل تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے سورج و چاند اس کے حکم کے مطابق گردش

میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے جیسے فرمان ہے کہ سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آسکتی جو بھی غور کرے گا اسے سچ مانے گا آیات احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ ۔

صرف سورج و چاند کا ہی ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے فرمان ہے:

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ ...... (الاعراف: ۵۴) یعنی سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں وہی خلق و امر والا ہے وہی رب العالمین ہے وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو قسم کے پیدا کئے شب (کی تاریکی) سے ان (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے لئے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں پاس پاس (اور پھر) مختلف قطع ہیں اور پھر انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنا ہو جاتے ہیں اور بعض دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں اور امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھ دار لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل موجود ہیں ○

کچھ اور دلائل:

اوپر کی آیت میں عالم بالا کا بیان تھا یہاں کائنات ارضی کا ذکر ہو رہا ہے زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر خدا ہی نے بچھایا ہے اس

میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل وصورت مختلف رنگ مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے کھٹے میٹھے وغیرہ رات دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے پس مکان مکیں اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے خدا کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت پاسکتا ہے زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو ایک کی مٹی سرخ دوسرے کی سفید یہ زرد یہ سیاہ یہ پتھریلی یہ نرم یہ میٹھی یہ شور ایک ریتلی ایک صاف غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لاشریک ایک وہی خدا خالق کل ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ کو اگر جنت پر عطف کریں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور اَعْنَاب پر عطف کریں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے ائمہ کی جماعت کی دونوں قراٴتیں ہیں صِنْوَانٌ کہتے ہیں ایک درخت کو جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجور کی اقسام غیر صنوان جو اس طرح نہ ہو بلکہ ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں اسی سے انسان کے چچا کو صِنْوَان الْاَبُ کہتے ہیں حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے براءؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ دار درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے یہی صنوان اور غیر صنوان ہے یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے سب کے لئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا جس پر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے کوئی میٹھا ہے کوئی کھٹا ہے حدیث میں بھی یہ تنبیہ ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف شکل وصورت کا اختلاف رنگ کا اختلاف بو کا اختلاف مزے کا اختلاف پتوں کا اختلاف تروتازگی کا اختلاف ایک بہت میٹھا ایک سخت کڑوا' ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بدمزہ' رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ' کسی کا سفید کسی کا سیاہ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک منصف شخص کے لئے عبرتیں ہیں اور فاعل مختار خدا کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے عقلمندوں کے لئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اور (اے محمدؐ) اگر آپ کو تعجب ہو تو (واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم ازسرنو (قیامت کے روز) پیدا ہو گئے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جائیں گے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

[۱] نباتات کے علماء اور موجودہ سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ درختوں میں جوڑے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی جدائی سے متاثر اور نزدیکی سے اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ گویا کہ درختوں میں احساس موجود ہے۔ چھوئی موئی کے درخت کو سب نے دیکھا ہوگا کہ وہ چھونے سے مرجھا جاتا ہے اور ہاتھ دور کر لیا جائے تو پھر کھل جاتا ہے گویا کہ دنیا نے اپنی پوری ترقیوں کے باوجود جس حقیقت کو آج تسلیم کیا قرآن چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔۱۲

کتنی بیہودہ بات:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے پر کوئی تعجب نہ کریں یہ ہیں ہی ایسے اتنی اتنی نشانیاں دیکھتے ہوئے خدا کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر قیمت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور خدائے تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے جیسے فرمان خدا ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الاحقاف ۴۶:۳۳) یعنی جس نے آسمان وزمین بغیر تھکے پیدا کر دیا[1] کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑥

اور یہ لوگ عافیت (ختم میعاد) سے آپ کے مصیبت (کے نزول) کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے○

عجلت پسندی:

یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر عذاب خدا جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ تجھ پر کلام خدا اترتا ہے ہمارے نزدیک تو تو (معاذ اللہ) پاگل ہے اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلہ کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت ومہلت نہیں ملے گی اسی طرح اور آیت میں ہے: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ دو آیتوں تک اور ایک جگہ ہے: سَاَلَ سَاۗىِٕلٌ ..... (المعارج:۱) اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی کر رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں اسی طرح اور آیت میں ارشاد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدایا قیامت سے پہلے ہی ہمارا معاملہ نمٹا لے اور آیت میں ہے کہ کہتے تھے کہ خدایا اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما مطلب یہ ہے کہ بوجہ اپنے کفرو

[1] یعنی آسمان اور زمین جیسی ثقیل چیز کو پیدا کرنے کے بعد کچھ تو تھکنا چاہئے تھا لیکن خدا تعالیٰ پر ان دو چیزوں کے پیدا کرنے کے بعد سے ذرا بھی آثار نہیں تھے ۱۲

انکار کے عذاب خدا کا آنا محال سمجھ کر اس قدر نڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب خدا میں پکڑ لئے گئے یہ تو کہئے کہ خدائے تعالیٰ کا حلم وکرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا اور نہ روئے زمین پر کبھی کو چلتا پھرتا چھوڑے دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگذر فرماتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت درددکھ دینے والے ہیں چنانچہ فرمان ہے: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ...... (المعارج:۱۴۷) اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جا سکتے۔

اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا بخشنے اور مہربانی کرنے والا ہے اور آیت میں ہے: نَبِّیْٔ عِبَادِیْ ...... (الحجر:۴۹) میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں اس قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں امید وبیم' خوف ورجا کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے ابن ابی حاتم میں ہے اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خدائے تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگذر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہو تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم وزیادتی میں مشغول ہو جاتا ہے ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابو حسان رمادیؒ نے خواب میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کیا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری جاری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ نازل فرمائی ہے ابو حسان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ع

اور یہ کفاریوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ جو ہم چاہتے ہیں کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے نبی ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی چلے آتے ہیں ۝

ہر قوم میں ہادی پیدا ہوئے ہیں:

کافر لوگ اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جائیں پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے تو ان کی ان باتوں سے مغموم ومتفکر نہ ہو جایا کر تیرے ذمہ تو صرف تبلیغ ہی ہے تو ہادی نہیں ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی ہدایت خدا کے ہاتھ ہے یہ تیرے بس کی بات نہیں ہر قوم کے لئے رہبر اور داعی ہے یا یہ مطلب کہ ہادی میں ہوں تو ڈرانے والا ہے اور آیت میں ہے: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۴) ہر امت میں ڈرانے والا گذرا ہے اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے پس پیشوا' رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے جس کے علم وعمل سے

۱ کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے کہ جب کسی قوم کے مطالبہ پر کسی معجزہ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو ان پر خدا تعالیٰ کا عذاب آ جاتا ہے چنانچہ پہلی امتوں نے خدا تعالیٰ کے معجزے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں قبول کیا تھا تو ان پر عذاب آ گیا ۱۲

دوسرے راہ پا سکیں اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک نہایت ہی منکر واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا منذر تو میں ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو اے علی ہادی ہے میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے جنید کہتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہیں ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی شان ہے ○

عالم الغیب:

اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تمام جاندار مادائیں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا ان کے حمل کا خدا کو علم ہے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے خدا بخوبی جانتا ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی اچھا ہے یا برا نیک یا بد اس کی عمر بھی ہے یا نہیں چنانچہ ارشاد ہے: **هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ**...... (النجم: ۳۲) وہ بخوبی جانتا ہے جب کہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو اور فرمان ہے: **يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ**...... (الزمر: ۶) وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں ارشاد ہے: **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ**...... (المومنون: ۱۲) ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے کو خون بستہ کیا خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا پھر آخری مرحلہ میں پیدا کیا پس بہترین خالق بابرکت ہے۔

صحیحین کی حدیث میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق عمر عمل اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے اور حدیث میں وہ پوچھتا ہے خدایا مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا کل کی بات اللہ کے سوا اور نہیں جانتا عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی کوئی نہیں جانتا بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں کہ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا قیامت کب ہوگی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے پیٹ کیا گھٹاتے ہیں اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم کیا بڑھا رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے نو ماہ سے گھٹنا نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے حضرت ضحاک کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ

حمل کا ٹھہرا رہنا ہے مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرے تو بچہ پورا اپاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بے غم بے کھٹکے اور باآرام ہوتا ہے اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب باآرام اسے پہنچتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی چلاتا ہے اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بے طلب، بے جستجو، بے رنج وغم، بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے پھر ذرا بڑا ہوتا ہے اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس وپیش نہیں کرتا افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے۔ جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی جس نے تجھے بچہ سے بالغ بنانے تک روزی دی اب تو بالغ اور عقل مند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا موت ہو یا قتل ہو پھر آپ نے یہی آیت پڑھی ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے رزق اجل سب مقرر شدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے اگر آپ تشریف لائیں تو مناسب اور بہتر ہو آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہہ دو کہ صبر کریں اور خدا سے ثواب کی امید رکھیں...... خدائے تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں کو بھی معلوم ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب سے بڑا وہ ہر ایک سے بلند ہے ہر ایک چیز اس کے علم میں ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے ہر چیز کی گردنیں اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾

تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات کو کہیں چھپ جاوے اور جو دن کو چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوئی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتے جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی صلاحیت کی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں اور کوئی

سب کچھ جانتا ہے:
اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا کھلا سب جانتا ہے تم چھپاؤ یا کھولو اس سے کچھ مخفی نہیں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ خدا پاک ہے جس کی سننے کی قوت نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے قسم خدا کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھونسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ...... (المجادلہ:۱) اتاریں یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا وہ سمیع و بصیر ہے جو اپنے گھر کے تہ خانہ میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو اور وہ جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو وہ اللہ کے علم میں برابر ہیں جیسے آیت: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ...... (ہود:۵) میں فرمایا ہے اور آیت: وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ (یونس:۶۱) میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے کوئی ذرہ ہمارے علم سے خارج نہیں خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے اردگرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت وحراست کرتے رہتے ہیں پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے پھر رات کے الگ دن کے الگ چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے اور دن کے ان کی باہمی ملاقات صبح اور عصر کی نماز میں ہوتی ہے رات گذارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانہ اور جماع کے وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہئے پس جب خدا کو کوئی نقصان بندہ کو پہنچانا منظور ہوتا ہے بقول ابن عباسؓ محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں مجاہد کہتے ہیں ہر بندہ کے ساتھ خدا کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور آفتوں سے بچاتا رہتا ہے ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے خدا پہنچانا چاہے۔
ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں ضحاک فرماتے ہیں سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے امر اللہ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے واللہ اعلم۔
ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندہ کے چوکیدار خدا کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں یا ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے دریافت کیا کہ فرمائیے بندہ کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنا والا ہو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ واستغفار کر لے تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے تب بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے اللہ ہمیں اس سے چھڑائے یہ تو بڑا برا ساتھی ہے اسے خدا کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا

اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین ہیں اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں فرمان خدا ہے: لَهُ مُعَقِّبٰتٌ ...... اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو خدا کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں ایک فرشتہ جو تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ متعین ہیں ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی مسند احمد میں ہے: تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا[1] (مسلم) یہ فرشتے بحکم خدا اس کی نگہبانی رکھتے ہیں بعض قرائتوں میں من اَمْرِ اللّٰهِ کے بدلے بِاَمْرِ اللّٰهِ ہے کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لئے ہر نرم وسخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک لئے جاؤ ابو امامہ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں آپ محافظین مقرر کر لیجئے آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے اور کہا گیا ہے کہ بحکم خدا امر خدا سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ نبی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی خدا ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے خدا کی اطاعت گذاری کرتے کرتے خدا کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں اس کی تصدیق قرآن کی آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ ...... سے بھی ہوتی ہے امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔

عمیر بن عبد الملک کہتے ہیں کہ کوفہ کے ممبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

---

[1] ہمارا زمانہ اس کا شاہد ہے کہ ایک نہایت شریر آدمی نیک آدمی کے ساتھ اچھا ہی معاملہ کرتا ہے اور اس کی تمام بدی اور برائی نیک آدمی کے حضور ختم ہو جاتی ہیں ۱۲

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اور اس کے خوف سے وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوۃ ہے ○

اُسی کی حکمرانی:

بجلی بھی اسی کے حکم میں ہے ابن عباسؓ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت و نفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آجاتے ہیں پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہے سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا ایک بیل جیسا ایک گدھ جیسا ایک شیر جیسا وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے **اللھم لا تقتلنا بغضبک و لا تھلکنا بعذابک و عافنا قبل ذلک** (ترمذی)

اور روایت میں یہ دعا ہے: **سبحان من یسبح الرعد بحمدہ** حضرت علی رضی اللہ عنہ گرج سن کر پڑھتے: **سبحان من سبحت لہ**۔ ابن ابی زکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج کڑک سن کر کہے: **سبحان اللہ و بحمدہ** اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیرؓ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے ہیں کہ: **سبحان اللہ الذی یسبح الرعد بحمدہ و الملئکۃ من خیفتہ** اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لئے بڑی ڈراوے کی چیز ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارا رب فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی تک نہ سناتا طبرانی میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا وہ کڑاکا بھیجتا ہے جسے چاہے اس پر عذاب کرتا ہے اس لئے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی یہاں تک کہ ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا اس نے کہاں کون رسول؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور آپؐ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپؐ سے پہلے کہا تھا کہ وہ متکبر و مغرور شخص ہے آپ اسے نہ بلوائیں آپؐ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو اس نے جا کر پھر بلایا لیکن اس (فرعون) نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا قاصد نے واپس آکر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپؐ نے تیسری مرتبہ بھیجا اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا

کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر کی کھوپڑی اڑ گئی اس کے بعد یہ آیت اتری ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خدائے تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا جو بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری قتادہ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا اسی آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری۔

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور ارند بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے یہ دونوں سرداران عرب مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں نصف میں شریک کر لیں آپ نے انہیں اس سے مایوس کر دیا تو عامر ملعون نے کہا واللہ میں سارے عرب کے میدان کو لشکروں سے بھر دوں گا آپؐ نے فرمایا جھوٹا ہے خدا تجھے یہ موقعہ ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینہ میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقعہ مل گیا ایک نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے سے باتوں لگا لیا دوسرا تلوار تولے پیچھے سے آ گیا لیکن اس محافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے اسی حال میں ارند پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تو تمام ہو گیا عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارہ میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے ارند کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال ہے وہی تیرا حال ہوگا اس نے کہا کہ پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا اگر آپؐ کے بعد اس امر کا والی میں ہوں تو میں دین قبول کرتا ہوں آپؐ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا ان یہ دونوں پھر آپؐ کے پاس آئے عامر نے کہا ذرا آپؐ اٹھ کر یہاں آئیے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ اٹھے اس کے ساتھ چلے ایک دیوار کے نیچے وہ باتیں کرنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے ارند نے موقعہ پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن خدائے تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے اب یہ دونوں مدینہ سے چلے حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن سعد بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا راقم میں پہنچے ہی تھے جو ارند پر بجلی گری اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا عامر یہاں سے بھاگا لیکن جرج میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی بنو سلول قبیلہ کی ایک عورت کے یہاں یہ ٹھہرا وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا کیا اچھا ہوتا کہ اپنے گھر ہوتا آخر اس سے نہ رہا گیا گھوڑا منگوایا سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستہ ہی میں ہلاک ہو گیا پس ان کے بارے میں یہ آیتیں اَللّٰہُ یَعْلَمُ سے مِنْ وَّالٍ تک نازل ہوئیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذکر بھی ہے پھر ارند پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کی عظمت توحید کو نہیں مانتے حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب دینے والا ہے پس یہ

آیت مثل آیت: وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ...... (النمل: ۵۰) کے ہے یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے بہت قوی ہے پوری قوت و طاقت والا ہے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا کہ وہ اس کے منہ تک اڑ کر آ جاوے وہ اس کے منہ تک (از خود) آنے والا نہیں اور کافروں کی درخواست (ان معبود باطلہ سے) کرنا محض بے اثر ہے ○

صرف خدا کو پکارو:

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید ہے محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد لا الہ اللہ ہے پھر مشرکوں کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہوگا اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کر سکتے اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہے گا نہیں پس باسط یعنی قابض ہے عربی شعر میں بھی قَابِضٌ مَآءً آیا ہے پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے ایسے ہی یہ مشرک خدا کے سوا دوسروں کو گو پکاریں لیکن رہیں گے محروم ہی دین و دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا ان کی مار بے سود ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ

اور اللہ کے سامنے سب سر خم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں ہیں ○

خدا کی عظمت کے سامنے پوری کائنات سربسجود ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہیں ان کی پرچھاویں صبح شام اس کے سامنے جھکتی رہتی ہے اصال جمع ہے اصیل کی اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے فرمان ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ...... (النحل: ۴۸) یعنی کیا انہوں

نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق خدا کے سائے دائیں بائیں جھک کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ قُلِ اللّٰهُؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّاؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

آپ کہیے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے آپ وہی کہہ دیجئے کہ اللہ ہے (پھر) آپ یہ کہیے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ یہ (بھی) کہیے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی (کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسے خدا پیدا کرتا ہے پھران کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے ○

خدا کے منکر نا سمجھ ہیں:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں یہ مشرکین بھی اسی کے قائل ہیں کہ زمین وآسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے باوجود اس دوسرے اولیا کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں پس اور خدا کے عابد یکساں نہیں ہوسکتے یہ تو اندھیریوں میں ہیں اور بندہ خدا نور میں ہے جتنا فرق اندھے اور بینا میں ہے جتنا فرق اندھیر اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک خدا ان کے نزدیک کسی چیز کے خا ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق ہے اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں خدا کے مشابہ اس جیسا کے برابر کا اور اس کے مثل کوئی نہیں وہ وزیر سے شریک سے اولاد سے بیوی سے پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے مشرکین کی پوری بے وقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو خدا کا پیدا کیا ہوا اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں ہوئے ہیں لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور ج چیز کا وہ مالک ہے وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔

قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ : مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر: ۳) یعنی ہم تو ان کی عباد صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد خدا ہوا کہ اس پاس کوئی بھی اس کی اجازت بغیر لب نہیں ہلا سکتا آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر نہیں کرسکتے سورۂ مریم میں فر زمین وآسمان کی تمام مخلوق خدا کے سامنے دست بستہ حاضر ہوگی سب خدا کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں اور ہر ایک تنہا تنہا اس سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے پس جب کہ سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں پھر ایک

دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی عبادتوں کے لائق ہے اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ بلکہ مخالفت کی رسولوں کو جھٹلایا اس لئے کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا یہ رب کا ظلم نہیں۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے بھر کر اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہا لایا جو اس (پانی) کے اوپر لا رہا ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں ایسا ہی میل کچیل اوپر آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ حق (یعنی ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وغیرہ) کی اسی طرح مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں ○

حق و باطل کی ایک مثال:

حق و باطل کے باہمی فرق اور حق کی پائیداری و باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے چشموں دریاؤں نالیوں وغیرہ کے ذریعہ برسات کا پانی بہنے لگتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ کوئی چھوٹی کوئی بڑی یہ مثال ہے دلوں کی اور ان کے تفاوت کی کوئی آسمانی علم بہت زیادہ لیتا ہے کوئی کم پھر پانی کی اس رو پر جھاگ آ جاتے ہیں ایک مثال تو یہ ہوئی دوسری مثال سونے چاندی لوہے تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے سونے چاندی زیور کے لئے لوہا تانبا برتن وغیرہ کے لئے ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے آخر چھٹ جاتا ہے اور حق نمایاں ہو جاتا ہے جیسے پانی نکھر کر صاف ہو جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی ہے اور اس پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لئے کتنی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ سوچیں سمجھیں جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علما خوب سمجھتے ہیں بعض سلف کی سمجھ میں جب کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کی علامت ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم خدا کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی

ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ عمل بے سود ہوتا ہے یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔

زبد سے مراد شک ہے جو نکمی چیز ہے اس کے بالکل برعکس یقین کارآمد چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ ختم ہو جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور زیور وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح تانبا لوہا وغیرہ رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں ہدایت وحق پر جو عامل رہے وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری' تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی اسی طرح باطل اور شک اور نمائشی اعمال خدا کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا اور اہل حق کو حق نفع دے گا سورہ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں ایک پانی کی ایک آگ کی سورہ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں ایک سراب یعنی ریتے کی دوسری سمندر کی تہ کی اندھیریوں کی ریتا موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ وہ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں پانی چاہئے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر جاتے یوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم انہیں ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریت کا میدان دوسری آیت میں فرمایا: اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ...... (النور: ۴۰) صحیحین میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس ہدایت وعلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسا زمین کے ایک حصہ نے تو پانی کو قبول کیا گھاس چارہ بکثرت اگایا بعض زمین جاذب تھی اس نے پانی کو روک لیا پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا پانی ان کے پینے کے پلانے کے کھیت کے کام آیا اور جو ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی پس یہ مثال ہے اس کی جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ خدا کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں پس وہ مثل سنگلاخ سخت زمین کے ہے[1] اور حدیث میں ہے میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزیں روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر گر کر جان دینے لگے وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن اس پر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ

---

[1] دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ بعض چیزیں باقی رہتی ہیں اور بعض نمایاں ہوتی ہیں' اُبھر کر آتی ہیں لیکن ان کی زندگی چند لمحات سے زیادہ نہیں ہوتی جھاگ سطح سمندر پر کس وقت سے اُبھر آتی ہے یہاں تک کہ پانی کا وہ حصہ نظر ہی نہیں آتا جس پر جھاگ ابھر آئے ہوں پھر یہ جھاگ اس طرح بیٹھ جاتے ہیں جس طرح پانی میں بتاشہ۔ بس بالکل یہی حق و باطل کا معاملہ ہے کہ بعض اوقات باطل اس قدر غالب آتا ہے کہ بڑے سے بڑا عقلمند بھی سمجھنے لگتا ہے کہ شاید اب حق ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو گیا لیکن حق کی طبیعت اور مزاج پھر اپنا غلبہ قائم کرنا شروع کرتا ہے اور اس کے سامنے باطل کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ بعض اعمال جو بظاہر بڑے اچھے معلوم ہوتے تھے خدا کے نزدیک وہی غیر مقبول ٹھہرے اور قیامت کے روز جب ان اعمال پر جزا کا انتظار تھا جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور کچھ عمل حق کی طرح قائم رہے اور اسے کرنے والے نے اس طرح نفع اٹھایا جس طرح کہ سونے اور چاندی سے۔ دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے احوال زمینوں کی طرح مختلف ہیں جس طرح کچھ زمینیں پانی پی جاتی ہیں اسی طرح بعض یقین کے سرچشموں سے سیراب ہوتے ہیں لیکن دوسروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور بعض زمینیں پانی جمع رکھتی ہیں۔ اسی طرح کچھ آدمی ہیں کہ انہوں نے خود بھی یقین حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا اور بعض زمینیں ایسی ہیں کہ پانی نہ انہوں نے پیا اور نہ پانی کا ذخیرہ رکھا اسی طرح بعض بدقسمت ہیں کہ نہ یقین کے سرچشموں سے خود فائدہ اٹھایا اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔

آگ سے پرے ہٹو لیکن تم میری نہیں سنتے نہیں مانتے مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو پس حدیث میں بھی پانی کی اور آگ کی دونوں مثالیں آ چکی ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کو سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری قرار گاہ ہے ○

انجام:

نیکوں اور بروں کا انجام بیان ہو رہا ہے اللہ رسول کو ماننے والے احکام کے پابند خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلے پائیں گے ذوالقرنین نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور خدا کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک عمل لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے اور آیت میں فرمان خدا ہے نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے اور اس میں اضافہ بھی پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذاب دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی مگر بروز قیامت نہ فدیہ ہوگا نہ بدلہ نہ عوض نہ معاوضہ ان سے سخت باز پرس ہوگی ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانہ کا حساب لیا جائے گا حساب میں پورے نہ اتریں گے اور عذاب ہوگا جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٩﴾

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہو پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں ○

پھر فائدہ کون اٹھائے گا؟

ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو خدا کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا ہوا حق مانتا ہو سب پر ایمان رکھتا ہو ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو سب خبروں کو سچ جانتا ہو سب حکموں کو مانتا ہو سب برائیوں کو برا جانتا ہو آپ کی سچائی کا قائل ہو اور دوسرا وہ شخص جو گمراہ ہو بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا ہو نہ سچا جانتا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے کہ

دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی خوش نصیب ہیں یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھداروں کی ہی ہوتی ہے

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

اور یہ (سمجھدار لوگ ایسے ہیں) کہ اللہ جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضا مندی کے جویارہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہاں میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد (میں جو جنت کے) لائق ہوں گے داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے ○

پیروز بخت:

ان بزرگوں کے نیک فضائل بیان ہو رہے ہیں اور ان کے اچھے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک ہیں وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں یہ منافقوں کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں جھگڑیں تو گالیاں دیں باتیں کریں تو جھوٹی امانت میں خیانت کریں صلہ رحمی کا رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا فقیر محتاج کو دینے کا بھلی باتوں کے نباہنے کا جو حکم خدا ہے نیک لوگ اس کے عامل ہیں رب کا خوف دل میں رچا ہوا ہے نیکیاں کرتے ہیں فرمان خدا سمجھ کر بدیاں چھوڑتے ہیں اس کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی سمجھ کر آخرت کے حساب کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں اعتدال نہیں چھوڑتے ہر حال میں فرمان خدا کا لحاظ رکھتے ہیں حرام کاموں اور خدا کی نافرمانیوں کی طرف گو نفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں نماز

کی پوری حفاظت کرتے ہیں رکوع سجدہ کے وقت حد خشوع خضوع شرعی طور پر بجالاتے ہیں جنہیں دینا خدا نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں فقرا محتاج، مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ٹالتے ہیں دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں دوسروں کے ظلم برداشت کر لیتے ہیں اور خود سلوک کرتے ہیں تعلیم قرآن ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ...... (فصلت:۳۴) بہت اچھے طریقہ سے ٹال دو تو دشمن بھی مخلص دوست بن جائے گا صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اچھا انجام ہے وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں ہر دروازہ پر پانچ ہزار فرشتے ہیں وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لئے ضحاکؒ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیا ہوں گے شہید ہوں گے اور سچے ہادی و راہنما ہوں گے اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور جنتیں ہیں وہاں یہ اپنے اور دوستوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایماندار اور نیک کار تھے ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو خدائے تعالیٰ انہیں درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا جیسے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ...... (الطور:۲۱) جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں ...... ان کے پاس مبارکباد اور سلام کے لئے ہر ہر دروازہ سے ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں یہ بھی خدا کا انعام ہے تاکہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں' نبیوں صدیقوں' شہیدوں کا پڑوس فرشتوں کا سلام اور حکم خدا ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو فرشتے کہیں گے خدایا ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں کیا تو ہمیں حکم جنت الفردوس مقام مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا خدا کو زیادہ علم ہے اور اس کے رسول کو فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے جو تکلیفوں میں مبتلا تھے جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی رحمت کے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارکباد پیش کریں جناب باری جواب دے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا دنیوں راحتوں سے محروم رہے مصیبتوں میں مبتلا رہے کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے اب تو فرشتے جلدی جلدی بہ شوق ان کی طرف دوڑیں گے ادھر ادھر کے ہر ہر دروازہ سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارکباد پیش کریں گے۔

طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں فقرا مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے جب بھی انہیں جو حکم ملا بجاتے رہے انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا[1] وہ آراستہ پیراستہ اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے میری راہ میں ستائے جاتے تھے میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آؤ بغیر حساب وعذاب کے جنت میں چلے

---

[1] یہ متشابہات میں سے ہے اس پر یقین رکھئے اور یہ سوالات کہ جنت کو کس طرح بلایا جائے گا؟ وہ کس طرح حاضر ہوگی؟! الجھنوں کو بڑھاتے ہیں کم نہیں کرتے اس لیے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر چون وچرا ایمان لائیں اور ان سوالات کو ذہن میں ابھرنے نہ دیں ۱۲

جاؤ اس وقت فرشتے خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح وشام تیری تسبیح وتقدیس میں لگے رہے یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر دروازہ سے جا پہنچیں گے سلام کریں گے اور مبارکباد پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر بآرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازہ والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ اور سے یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو یوں ہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر آئے اور کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اسی طرح ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم بھی۔ (اس کی سند ٹھیک نہیں)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝۲۵

اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی ○

پھٹکار:

مومنوں کی صفات بیان ہوئیں کہ وعدے کے پورے، رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ خدا کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام خدا کی پابندی کا خیال رکھتے تھے یہ لعنتی گروہ ہے اور اس کا انجام برا ہے حدیث میں ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ بولنا' وعدوں کا خلاف کرنا' امانت میں خیانت کرنا ایک حدیث میں ہے جھگڑوں میں گالیاں بکنا اس شان کے لوگ رحمت خدا سے دور ہیں ان کا انجام برا ہے یہ جہنمی گروہ ہے یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں باتوں میں جھوٹ' وعدہ خلافی' امانت میں خیانت اللہ کے عہد کو توڑ دینا خدا کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا[1] ملک میں فساد پھیلانا اور یہ جب

[1] اسلام جس طرح کے معاشرہ کو وجود میں لانا چاہتا ہے اس کی ہیئت بھی خود اسلام ہی کی جانب سے متعین ہے۔ ایسا نہیں کہ معاشرے کا ایک خاکہ تیار کر کے اس کی تفصیلات چھوڑ دی گئی ہوں نہیں بلکہ یہاں کلیات سے جزئیات تک ہر چیز طے شدہ ہے۔ بہر حال اسلام خدا کے ساتھ تعلق' رسول کا مقام' صحابہ کی عظمت' باپ ہونے کے حقوق' اولاد کی حیثیت' ماں باپ سے نیک معاملہ' بیوی سے حسن معاشرت' شوہر کی اطاعت' عزیز واقارب سے صلہ رحمی' پڑوسی سے مروت اور حسن معاملات وغیرہ وغیرہ سے متعلق احکام جاری کرنے کے بعد حسن اخلاق کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک یعنی جو تم سے منقطع ہو رہا ہو تم اس سے ملو جس نے تم سے زیادتی کی تم جوابی کارروائی نہ کرو بلکہ اس کے ساتھ نیک معاملہ کرو اور تمام برائیوں کا جواب اچھائی کے ساتھ دو۔ یہ اس معاشرہ کا ایک نامکمل نمونہ ہے جو اسلام کا مطلوب ہے اور جس کی حقیقی بنیاد تقویٰ' عدل' خدا پرستی و عبودیت کے مظاہر و پر ہے۔

دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ' وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں ○

دنیاوی زندگی:

خدا جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے یہ سب کچھ حکمت وعدل سے ہو رہا ہے کافروں کو دنیا پر اعتماد ہو گیا یہ آخرت سے غافل ہو گئے سمجھنے لگے کہ یہاں کی کشادگی کوئی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت اور بتدریج گرفت کی ایک ابتدا ہے لیکن انہیں کوئی شعور نہیں مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر ہے آخرت بہت بڑی اور بہتر ہے لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلہ پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہے (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچہ کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بیکار اور ناچیز خدا کے سامنے دنیا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے خوشحالی اور نیک انجامی ہے ○

بہترین ٹھکانا:

مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے انبیاء کی طرح یہ ہمارا مطلوبہ کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گذر چکی ہے کہ خدا کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو تہس نہس کر دیا جائے گا حدیث میں ہے کہ خدائی طرف سے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ ان کی خواہش کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں زمین عرب میں بیٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو اگر چاہو تو یہ کر دوں اور اگر چاہو تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں تو آپؐ نے دوسری صورت پسند فرمائی سچ ہے ہدایت اور ضلالت خدا کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزہ کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کے لئے نشانات وعبر اور انداز وعید سب بے سود ہیں جن کے متعلق عذاب طے ہو چکا ہے وہ تمام نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذاب دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بیکار چیز ہے فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّنَا ...... یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا ہاں اگر خدا چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں جو خدا کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں راضی خوش ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ایمانداروں اور نیک کاروں کے لئے خوشی اور نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ان کا انجام اچھا ہے یہ مستحق مبارکباد ہیں یہ بھلائی کو سمیٹنے والے ہیں ان کو لوٹنا بہتر ہے ان کا مال نیک ہے۔

روایت ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور مراد اس سے جنت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت جب تیار ہو چکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا کہتے ہیں جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے لولو کے دانہ سے پیدا کیا ہے اور بحکم خدا یہ بڑھا اور پھیلا ہے اسی کی جڑوں سے جنتی شہد اور شراب اور پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں ایک مرفوع حدیث میں ہے طوبیٰ نامی جنت کا ایک درخت ہے سو سال کے راستہ کا[1] اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپؐ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو آپؐ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے خوب مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سایہ میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔

صحیح بخاری شریف میں آیت: وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (الواقعہ: ۳۰) کی تفسیر میں بھی یہی ہے اور حدیث میں ہے ستر سال یا سو سال اس کا نام شجرۃ الخلد ہے سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپؐ نے فرمایا ہے اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور سو سوار اس کی ایک ایک شاخ کے نیچے ٹھہر سکتے ہیں اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں (ترمذی) آپؐ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے سفید، سرخ، زرد، سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ ابن جریرؒ نے

[1] مطلب یہ ہے کہ وہ درخت اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے سایہ میں سو سال مسلسل آدمی چلتا رہے اس پر حیرت کیوں ہے؟ باغات میلوں کے فاصلہ میں انسان ہی لگاتے ہیں اگر خدا تعالیٰ ایک ہی درخت میلوں کے فاصلہ پہ پھیلا ہوا تیار کر دیں تو بخدا یہ عین ممکن ہے ۱۲

اس جگہ ایک عجیب وغریب اثر ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہبؒ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کے سایہ کے نیچے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن ختم نہ ہوگا اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبرین ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں اس کی مٹی کافور ہے اس کا گارا مشک ہے اس کی جڑ سے شراب کی' دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے جو ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی جن کے چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوئے ہوں گے بال ریشم جیسے نرم ہوں گے جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑا ہوگا جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار خدا میں تم کو یاد کیا گیا ہے یہ ان پر سوار ہوں گے وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی راستہ میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے یوں ہی رحمن ورحیم خدا کے پاس پہنچیں گے خدائے تعالیٰ اپنے چہرہ سے پردے ہٹا دے گا یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے[1] اور کہیں گے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَحَقَّ لَکَ الْجَلَالُ وَالْاِکْرَامُ۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّی السَّلَامُ ۔ تم پر میری رحمت سابق ہو چکی اور محبت بھی میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بغیر دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے میری فرمانبرداری کرتے رہے جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ پوری تیری قدر ہوئی ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں' راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی مزے لوٹنے کے دن آ گئے جو چاہو مانگو پاؤ گے تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دوں گا پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ خدایا تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا اپنے مرتبہ سے بہت کم چیز مانگی اچھا ہم نے دی میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔

ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرو دیا ہوا ہو اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس وکنار میں مشغول ہو جائے گا وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا اب بحکم خدا اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے دیکھو تو سہی خدائے وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ ہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جو خالص موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے ان کے تخت یاقوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے جن کے منبر نور کے ہوں گے جن کی چمک سورج کی چمک

[1] اے اللہ! اے مالک روز جزا! ستار العیوب مغفرت اس بدولت دیدار سے حقیر محشی اور قارئین کو محروم نہ کیجیو!!

سے بالاتر ہو گی اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یاقوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن
خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یاقوت کے
ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے ان
چھتیں لولو کی ہوں گی ان کے برج مرجان کے ہوں گے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی خدائی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے سفید یاقوت
گھوڑے غلمان لئے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے یہ ان
سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں بے دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال
کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے مبارکباد دیں گے مصافحہ کریں گے پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے
انعامات خدا وہاں موجود پائیں گے اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی
سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی جب یہ یہاں
پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا
میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم خوب خوش ہو گئے بہت ہی راضی رضامند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی
ہے تو بھی ہم سے خوش رہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے
دیتا؟ اپنا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو با آرام رہو تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین
اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں اس وقت وہ کہیں گے خدا ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج
کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں یہ اسی کا فضل ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا قدردان ہے یہ سیاق
غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں[1] چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے جو سب سے آخر
میں جنت میں جائے گا فرماتے گا کہ مانگ وہ مانگتا جائے گا اور اللہ کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا اب اس
کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ یہ مانگے گا اور پائے گا پھر اللہ تعالیٰ
فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔

صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے
ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے گا جتنی
کمی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے ..... خالد بن معدان کہتے ہیں جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے اس میں
تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس
سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

---

[1] تعجب کی کیا بات ہے جب دنیا کے بادشاہوں نے اپنے محلات میں وہ سامان آرائش و زیبائش، عیش و عشرت کے بہم پہنچائے کہ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا تعلق
راحت رسانی سے ہو اور وہ ان عشرت کدوں میں موجود نہ ہو۔ پس اگر احکم الحاکمین جس کی قدرت کی وسعت کا ہم اور آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ فردوس
بریں میں اپنے تابعداروں کے لیے یہ سب کچھ اہتمام کرے تو مضائقہ کیا ہے اور اس میں استبعاد کیوں ہے ۱۲

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِىْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

(اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی اور نگہبان ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے ○

منکرین خدا:

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام خدا پڑھ کر سنائے اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے بھی پیغام الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا اسی طرح تیری بھی تکذیب کی گئی تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہئے ہاں ان جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہئے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں یہی فرمان آیت: تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا...... (النحل:۶۳) میں اور آیت: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ...... (الانعام:۳۴) میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے اپنے پیغمبروں کی کس طرح امداد فرمائی؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ اپنی قوم کو دیکھ کر رحمٰن سے کفر کر رہی ہے وہ خدا کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں حدیبیہ کے صلح نامہ کے لکھنے کے وقت اس پر اڑ گئے کہ ہم: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے نہیں دیں گے ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے پوری حدیث بخاری میں موجود ہے قرآن میں: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ...... (بنی اسرائیل:۱۱۰) اللہ کہہ کر اسے پکار دیا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن[1] نہایت پیارے نام ہیں جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے میرا اعتماد اسی پر ہے اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میلان ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِىَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع

[1] کیونکہ ان دونوں ناموں میں خدا تعالیٰ ہی کا بندہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یعنی ہم صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور عبد ہیں اور اس کے علاوہ کسی کے عبد نہیں ۱۲

اور اگر قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹادیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے کیا پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور یہ مکہ کے کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے ○

وہ وقت آنے والا ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی تعریف بیان فرمارہا ہے کہ اگر اگلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات وانسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا سکے یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں معاملہ سپرد خدا ہے وہ مالک کل ہے تمام کا مرجع وہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے قبضہ میں نہیں یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی خدائی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔

مسند میں ہے حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن ختم کر لیتے سوا اپنی ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی کیا وہ مشیت خدا کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں رب کا یہ منشا ہی نہیں اگر ہوتا تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر اس سے واضح اس سے صاف اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت خدا سے چکنا چور ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں میری وہ چیز خدا کی یہ وحی ہے پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعدار میں ہو جاؤں گا[1] مطلب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے معجزے اس کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو نہ اس سے علما سیر ہوں گے[2] یہ فصل ہے دل لگی نہیں جو سرکش اسے چھوڑ دے گا جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے خدا گمراہ کر دے گا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ یہاں کے پہاڑ یہاں سے ہٹوادیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرا دیجئے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ کر دیجئے اس پر یہ آیت اتری۔

قتادہؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ [illegible] ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے سب کچھ

[1] یعنی میری امت جس قدر تعداد میں زیادہ ہوگی اتنی کثیر امت کسی اور نبی کی نہ ہوگی ۱۲

[2] مطلب یہ ہے کہ علما ہر دور میں قرآن کریم کی طرف اعتنا کریں گے اور ہر فن کے اعتبار سے قرآن مجید کی تفاسیر لکھی جائیں گی مگر اس کے باوجود قرآن کریم کے علوم و معارف کا احاطہ ممکن نہیں چودہ سو سال کا طویل عرصہ اس پیشین گوئی کی حرف بحرف ایک تصدیق ہے ۱۲

خدا کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تا کہ تم سب کو آزما لے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ یَایۡئَسِ کے بدلے دوسری جگہ یَتَبَیَّنُ بھی ہے ایمان داران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے ہاں خدا کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے خدا کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان: وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى ...... (الاحقاف: ۲۷) یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں اور آیت میں ہے: اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ...... (الرعد: ۴۱) کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں کیا اب بھی اپنا غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ تَحُلُّ کا فاعل قارعۃ ہے یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے لیکن ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ وعدہ خدا آ پہنچے اس سے مراد فتح مکہ ہے آپ سے ہی منقول ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ خداوندی سے مراد فتح مکہ ہے لیکن حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے وہ کبھی ٹلنے والا نہیں انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی جیسے فرمان ہے: فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ (ابراہیم: ۴۷) یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ‌ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ سے قبل ہو چکے ہیں استہزا ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا پھر میں نے ان پر دارو گیر کی پھر میری سزا کس طرح کی تھی ○

انبیاء کرام علیہم السلام سے مذاق:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج و فکر نہ کریں آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی یوں ہی مذاق اڑایا گیا تھا میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی آخر بری طرح پکڑ لیا تھا اور پھر بالکل نیست و نابود کر دیا تھا تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے اور ان کا انجام کیسا ہوا؟ جیسے فرمان ہے کہ بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت کے ساتھ رہیں لیکن آخرش اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذاب کا شکار ہوئی صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو وہ ظالم حیران رہ جاتا ہے پھر آپ نے آیت وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ ...... (ہود: ۱۰۲) کی تلاوت کی۔

اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ‌ ۚ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ‌ ؕ اَمۡ تُنَبِّـئُوۡنَهٗ بِمَا

لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہوا اور ان لوگوں کے شرکا برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکا تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکاء) کا نام تو لو کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو بلکہ کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ حق سے محروم رہتے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں ○

ہر چیز کا نگراں:

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے ہر نفس پر نگہبان ہے ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے ہر ایک ٹھکانے کا اسے علم ہے ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے کھلی چھپی ہر بات کو وہ جانتا ہے تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے ان صفتوں والا خدا کیا تمہارے ان جھوٹے خداؤں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع و نقصان کا انہیں اختیار اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے اور وہ فرمان خدا: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (الانعام:۱۰۰) ہے انہوں نے خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ ان کے حالات تو بیان کرو تا کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر خدا کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم خدا سے باہر نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی یہی تمہارے بڑے کرتے رہے نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی خدائی دلیل ہے نہ اور کوئی دلیل یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے ہدایت خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ ...... (حم السجدہ:۲۵) ان کے شیطانوں نے ان کی بے راہ روی ان کے سامنے زینت دار کر دی ہے یہ راہ خدا سے طریقہ ہدی سے روک دیئے گئے ہیں ایک قرأت اس کی صد بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسنا شروع کر دیا اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا: وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (المائدہ:۴۱) جسے خدا فتنہ میں ڈالنا چاہے تو اس کے لئے خدا کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں رکھتا اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راستہ دینا نہیں چاہتا پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا

دَآىِٕمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ان کے لئے دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے اور اللہ (غالب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کے عمارات واشجار) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا○

عذاب بالائے عذاب:

کفار کی سزا اور نیکوکار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کافروں کا کفر وشرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذاب میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے بدرجہا بدتر ہے ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آسکے جیسے فرمان ہے: فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ...... (الفجر:۲۵) آج اس جیسے نہ عذاب کسی کے نہ اس جیسی قید و بند کسی کی فرمان ہے: وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا...... (الفرقان:۱۱) قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے دور سے انہیں دیکھتے ہیں شور وغل شروع کر دے گی وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے ایک ہی موت کیا مانگتے ہو بہت سی موتیں مانگو اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشگی کا ٹھکانا پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے ہر طرف نہریں جاری ہیں جہاں چاہیں پانی لے جائیں پانی بھی نہ بگڑنے والا پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ بھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے نہ بدمزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور ساتھ ہی رب کی رحمت مالک کی مغفرت اس کے پھل ہمیشگی والے ہیں اس کی کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہؓ نے پوچھا کہ حضور ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کو گویا لینے کا ارادہ کیا تھا پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔

ابویعلی میں ہے کہ ہم ایک دن ظہر کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا اپنی پوری عمر میں اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا ایک دیہاتی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے کہا کتنے

بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے[1] تو بھی اس خوشہ سے آگے نہ نکل سکے اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک کی ضرورت ہوگی اور نہ ناک کی نہ پیشاب نہ پاخانہ مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی۔ (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو اس نے کہا اچھا تو کھائے گا پئے گا اسے پیشاب پاخانہ کی بھی حاجت ہو پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ پسینہ کے راستہ سب ہضم ہو جائے اور وہ پسینہ مشک جیسا کہ ہوگا (مسند ونسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندہ کی طرف کھانے کے ارادہ سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم خدا زندہ ہو کر اڑ جائے گا قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سائے جھکے ہوئے شاخیں نیچی سائے بھی ہمیشہ رہیں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لئے پاس بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے کے نیچے تیز سواری سو سال تک تیز دوڑتی جائے گی لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا قرآن شریف میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے[2] عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا سوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں جنتی بامراد ہیں خطیب دمشق حضرت بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ اے بندگان خدا کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو اور تم خدا کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟ واللہ اگر اطاعت خداوندی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشگی والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ

[1] کالا کوا نہایت تیز اڑتا ہے ۱۲

[2] جنت کی نعمتوں کا ذکر اور جہنم کے گونا گوں عذاب کا تذکرہ احادیث اور قرآن مجید میں بکثرت آتا ہے اصولی طور پر یہاں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں اول تو یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اس لیے فردوس بریں میں وہ تمام نعمتیں ان تمام تفصیلات کے ساتھ اگر موجود ہوں تو اس میں ذرا سا بھی استبعاد نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس عالم کی چیزوں کو اس دنیا کی چیزوں پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا ہم اور آپ اس دنیا میں بھی ایک جگہ کی چیزوں کو دوسری جگہ کی چیزوں سے کس درجہ بدلہ ہوا پاتے ہیں۔ قندھار کے انار جس قدر بڑے ہوتے ہیں کیا دوسرے علاقوں کے انار اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں جب یہاں بھی یہ تفاوت ہے تو عالم آخرت میں اگر وہاں کی چیزیں بالکل بدلی ہوئی ہوں تو اس پر حیرت کیوں ۱۲

مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا ہے کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ (بفرضِ محال) ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ○

دو فرقے:

جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو اس قرآن کو تجھ پر اترنے سے شاداں وفرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے جیسے آیت: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ...... (البقرہ:۱۲۱) میں ہے کہ اگلی کتابوں کو اچھے طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں...... اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں...... کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدہ کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اور اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں پس وہ شادمان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں تو اے نبی اعلان کر دے کہ مجھے صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت اس کو ایک مانتے ہوئے کروں یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا اسی راہ کی طرف اسی خدا کی عبادت کی طرف میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں اسی خدا کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور اسی خدا کی طرف میرا لوٹنا ہے جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح ظاہر مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا کہ نہ اس کے آگے سے باطل آ سکے نہ اس کے پیچھے سے آ کر اس میں مل سکے یہ حکیم وحمید خدا کی طرف سے اتری ہے اے نبی تیرے پاس خدائی علم آسمانی وحی آ چکی ہے اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ خدائی عذاب سے تجھے کوئی بھی نہ بچا سکے گا نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہوگا سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ کے علم کے بعد جو گمراہی والوں کے راستوں کو اختیار کریں ان علما کے لئے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا

يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹

اور ہم یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدوں خدا کے علم کے لا سکے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے ۝

ام الکتاب:

ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول خدا ہیں ایسے ہی آپ سے پہلے تمام رسول بھی انسان ہی تھے کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے بیوی بچوں والے تھے اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ: اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الکہف: ۱۱۰) میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں میری طرف وحی خدا کی جاتی ہے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں جو شخص میرے طریقہ سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں۔

مسند احمد میں آپ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں تمام انبیا کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا' نکاح کرنا' مسواک کرنا اور مہندی پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں یہ اللہ عزوجل کے قبضہ کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے ہر ایک مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے ہر شے کی ایک مقدار معین ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے سب کچھ کتاب میں موجود ہے یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں اللہ تعالیٰ جو چاہے محو کرے جو چاہے باقی رکھے سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا جو چاہا بدل دیا سوائے شقاوت' سعادت' حیات ممات کے کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا منصور کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہدؒ سے پوچھا کہ یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے اور نیکوں میں کر دے؟ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات دریافت کی آپ نے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان: ۳-۴) سے دو آیتوں تک کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزی اور مصائب وغیرہ مقرر ہو جاتے ہیں پھر جو خدا چاہے مقدم موخر کرتا ہے ہاں سعادت' شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی حضرت شقیق بن مسلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہم کو نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیکوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے باقی رکھے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے تو جو چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کر دے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے کعبؓ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے آپ نے اسی

آیت کی تلاوت فرمائی۔

ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کے انقلابات خدا کے اختیار کی چیز ہے چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈبھیڑ آسمان وزمین کے درمیان ہوتی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستہ کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان تریسٹھ بار اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے ام الکتاب اسی کے پاس ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر ذکر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس کا ذکر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے...... کلبی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا اس سے مراد ہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابو صالح نے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں جمعرات کے دن ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں آیا میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب وہی ہے فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانہ تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کے لئے ثابت رہتی ہے یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن خدا کی طرف سے اس کے لئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور اطاعت میں مرتا ہے یہ ہے جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ بخشے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے متغیر نہیں کرتا ناسخ اسی کے پاس ہے اور تغیرات بھی بقول قتادہ یہ آیت مثل آیت: مَا نَنسَخْ ...... کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کردے جو چاہے باقی رکھے مجاہد فرماتے ہیں جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر خدا کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے بس ہیں کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے پس انہیں ڈرانے کے لئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں کر دیں ہر رمضان میں نوید ہوتی ہے پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی دیتا ہے تکلیف بھی اور تقسیم بھی حسن بصری فرماتے ہیں جس کی اجل آجائے چل بستا ہے نہ آتی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے ایک مفسر اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ حلال حرام اس کے پاس ہے کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے کتاب خود رب العالمین کے پاس ہی ہے ابن عباسؓ نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں پس آپ کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے اور داروگیر کرنا تو ہمارا کام ہے کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے ○

صرف تبلیغ احکام:

تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے تو صرف انہیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ خود بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمہ ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضہ میں دیتے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈرات اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ مرتے جا رہے ہیں زمین اجڑتی جا رہی ہے؟ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو تو انسان کو چھپر ڈالنا محال ہو پڑتا مقصد انسانوں کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علما و فقہا اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے عرب شاعر کہتا ہے ۔

الارض تحیا اذا ما عاش عالمها	متیٰ یمت عالم منها یمت طرف
کالارض تحیا اذا ما الغیث حل بها	وان ابی عاد فی اکنافها التلف

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے لہلہانے لگی ہے اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرنا ہے جیسے فرمایا: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ...... (الاحقاف:۲۷) یہی قول امام ابن جریرؒ کا بھی پسندیدہ ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اور ان کفار (کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے ○

خفیہ تدابیر اور ان کا ردِ عمل:

اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا انہیں نکالنا چاہا خدا نے ان کے مکر کا بدلہ لیا انجام کار پرہیز گاروں کا ہی بھلا ہوا اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کا مشورہ کر رہے تھے وہ مکر میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے دیکھ لے کہ ان کا مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں ہر ایک کے ہر ایک عمل سے خدا تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل دل کے کھٹکے اس پر ظاہر ہیں ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا اَلْکُفَّارُ کی قرأت اَلْکٰفِرُ بھی ہے ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے ان کا یا مسلمانوں کا؟ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا و آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝۴۳ ع ۱۲

یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں ○

علم الکتاب:

کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں رسالت کے منکر ہیں تو غم نہ کر کہہ دیا کر کہ خدا کی شہادت کافی ہے میری نبوت کا وہ خود گواہ ہے میری تبلیغ پر تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے میری سچائی تمہاری تہمت تراشیوں کو وہ دیکھ رہا ہے علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ قول حضرت مجاہدؒ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لئے کہ یہ آیت مکہ شریف میں اتری ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد میں مسلمان ہوتے ہیں اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق گو عالم مراد ہیں ہاں ان میں حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہیں اور حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت مجاہدؒ سے ایک روایت ہے کہ اس سے مراد بھی خود خدائے تعالیٰ ہے حضرت سعیدؒ اس سے انکار کرتے تھے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام لے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت کو مِنْ عِنْدِہٖ پڑھتے تھے یہی قرأت مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے ایک حدیث مرفوع میں بھی یہی قرأت ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود تھی ان کے نبیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پیشینگوئی کر دی تھی جیسے فرمان خدائے ذی شان ہے: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ...... (الاعراف: ۱۵۶) یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں زکوٰۃ کے ادا

کرنے والے ہیں ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں رسول نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے ہیں جس کا ذکر اپنی کتاب تورات وانجیل میں موجود پاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علمائی اسرائیل کو بھی ہے۔

ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے علما یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم واسمٰعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں مکہ پہنچیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تھے یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں؟ کہاہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے فرمایا آپ خدائے تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ کہو: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گئے مدینہ واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اس وقت آپ کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کی خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ (ماں جی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — کُل آیات: ۵۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾

الٓر۔ یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا تا کہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لا دیں وہ ایسا خدا ہے کہ اس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو دنیوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور (بلکہ) اللہ کی راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں ○

منزل:

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے گذر چکا۔ اے نبی! یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ رسول تمام رسولوں سے افضل و بالا جہاں اتری وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لا سکتا ہے[1] تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے' برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے ایمانداروں کا حمایتی خود خدا ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھ خدا کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں اللہ اپنے حق پرست بندہ پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے اصل ہادی اللہ ہی ہے رسولوں کے ہاتھوں جس کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے وہ راہ پا لیتے ہیں اور مغلوب پورے غالب زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں اور ہر حال میں تعریفوں والے خدا کی راہ کی طرف ان کی

[1] یعنی کفر اور گمراہی کی اندھیریوں سے اسلام کے نور ہدایت کی جانب ۱۲

رہبری ہو جاتی ہے۔ اللہ دوسری قرأت اللّٰہ بھی ہے پہلی قرأت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملہ کے جیسے آیت: قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... (الاعراف: ۱۵۸) میں جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھول بیٹھے ہیں رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں راہ خدا جو سیدھی اور صاف ہے اسے ٹیڑھی ترچھی کرنا چاہتے ہیں یہ اسی جہالت ضلالت میں رہیں گے لیکن راہ خدا نہ ٹیڑھی ہوئی ہے نہ ہوگی پھر ایسی حالت میں ان کی اصلاح کی کیا امید؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی (سب امور پر) غالب ہے (اور) حکمت والا ہے ○

رسول اور اس کی زبان:

یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی غایت مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں ہی بھیجا تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی و رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت و ضلالت خدا کی طرف سے ہے اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا وہ غالب ہے اس کا ہر کام حکمت سے ہے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں اور ہدایت پر آتے ہیں چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قوم کی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں مہینہ بھر کی راہ سے صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے[1] میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے[2] مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے مجھے شفاعت سونپی گئی ہے[3] ہر نبی صرف قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنایا گیا ہوں قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی! اعلان کردو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ ﷺ

۱ یعنی اگر کوئی شخص مجھ سے ایک ماہ کے فاصلہ پر دور ہو تو اس پر بھی میرا رعب پڑتا ہے یہاں پر یہ اشکال نہ ہونا چاہئے کہ رعب کے لیے تو ضروری ہے کہ وہ شخص جو مرعوب ہو رہا ہے اس شخص کے سامنے ہو جس سے مرعوب ہو رہا ہے اور ایک ماہ کی مسافت پر دور دراز رہنے والا کس طرح مرعوب ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قدرتی طور پر میری شخصیت اتنی بھاری بھرکم اور باوقار و پُر رعب بنائی ہے کہ میرے کارناموں کی دھاک دور دراز تک پہنچتی ہے اور سینکڑوں میل کے فاصلہ پر رہنے والے جنہوں نے مجھ کو دیکھا تک نہیں محض سن کر متاثر ہوتے ہیں ۱۲

۲ یعنی جہاں چاہوں نماز پڑھ لوں نماز کو ادا کرنے کے لیے مسجد ہی ضروری نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز کا اہتمام مسجد میں نہ کیا جائے یا آپ جماعت اور مسجد کا اہتمام نہیں فرماتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جہاں نماز کا وقت آ گیا نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح عبادت کی پابندی ضروری نہیں ۱۲

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے معاملات (نعمت) کے یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے ○

احسانات ربانی:

جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ...... (الاسراء:۱۰۱) میں ہے انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت وضلالت سے ہٹا کر علم وہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں خدا کے احسانات یاد دلا کر خدا نے انہیں فرعون جیسے ظالم جابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا' ان کے لئے دریا کو چیر دیا' ان پر ابر کا سایہ کر دیا' ان پر من وسلویٰ اتارا اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں مسند کی مرفوع حدیث میں اَيّٰامِ اللّٰهِ کی تفسیر خدا کی نعمتوں سے منقول ہے لیکن ابن جریر میں یہ روایت ابی بن کعبؓ ہی سے موقوفاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذلیل عذاب سے چھڑوانا اس میں ہر صابر وشاکر کے لئے عبرت ہے جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مؤمن کا تمام کام عجیب ہے اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت وآرام ملے تو شکر کرتا ہے اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ⑥ ع وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ⑦ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑧

اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم کو فرعون

والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو) میرا عذاب بڑا سخت ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے (یہ بھی) فرمایا تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرو گے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات ہے O

شکرِ نعمت:

فرمان خدا کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں مثلاً فرعونیوں سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکرگزاری کی طاقت نہیں رکھتے یہ مطلب بھی اس جملہ کا ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا دراصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں واللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے: وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الاعراف:۱۶۸) یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمالیا کہ وہ لوٹ آئیں جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت جلالت اور کبریائی کی جیسے آیت: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ ...... (الاعراف:۱۶۷) میں پس خدا کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکرگزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہو گی حدیث میں ہے بندہ بوجہ گناہ کے خدا کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک سائل گذرا آپ ﷺ نے اسے ایک کھجور دی وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی پھر دوسرا سائل گذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی وہی کھجور دی اس نے اسے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے فرمایا اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوا دو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو خدا کی بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکرگزاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے تعریفوں کا مالک وہی ہے چنانچہ فرمان ہے: إِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (الزمر:۷) تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے: فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (التغابن:۶) انہوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انسان جن سب مل کر بہترین تقویٰ والے دل کے شخص جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ایک ذرہ بھی نہ گھٹے گا اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کمی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨

(اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں یعنی قوم نوح علیہ السلام اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہو گئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبر ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم ان کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے ○

معاندانہ روش:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ غارت کئے گئے یہ قول تو ہے امام ابن جریر کا لیکن ہے ذرا تامل طلب بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا اب یہ نیا بیان قرآن ہے کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات میں تھے ہی نہیں تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے اور یہ دونوں واقعے بھی تورات میں تھے واللہ اعلم۔

فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس خدا کے پیغمبر خدا کی آیتیں اور خدا کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے ان کی تعداد کا علم صرف خدا ہی کو ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نسب کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں بہت سی امتیں ایسی بھی گذری ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لے گئے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر "فی" معنی میں "ب" کے ہو جیسے عرب کہتے ہیں اَدْخَلَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ یعنی فی الجنة شعر میں یہ بھی محاورہ مستعمل ہے اور بقول مجاہد اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے کہ: وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (آل عمران:۱۱۹) یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گذرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ

لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور معین مدت تک تم کو (خیر و خوبی کے ساتھ) حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھاؤ ان کے رسولوں نے (اس جواب میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے (وہ) احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان لانے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے اور تم نے ہم کو جو کچھ ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے ○

خدا تعالیٰ کی شخصیت ہر شبہ سے بالا ہے:

رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے قوم نے خدا کی عبادت میں شک و شبہ کا اظہار کیا اس پر رسولوں نے کہا کہ اللہ کے بارہ میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان و زمین کیسے پیدا ہو گئے کسی موجود کے لئے بنانے والے اور موجد کا ہونا ضروری ہے انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اس عالم کا حادث مطیع مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت کا تنہا مستحق وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر خدا سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں اس لئے پیغمبر خدا انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں خدائے تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو مقدر وقت ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے ہر ایک

فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا اب امتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں؟ تم ہم جیسے ہی انسان ہو اچھا اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو اس کے جواب میں پیغمبران خدا نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن رسالت و نبوت خدا کا عطیہ ہے وہ جسے چاہے دے انسان ہو کر پھر رسول ہو یہ کوئی منافی چیز نہیں ہے اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھائیں گے مومنوں کو تو ہر کام میں خدا ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹے گا نہیں متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ہم (ہی) ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے (اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد ہوئے اس کے آگے دوزخ ہے اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے مشابہ) ہوگا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گے اور گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور کسی طرح مرے گا نہیں اور اس کو اور سخت عذاب کا سامنا ہوگا○

سرکشی اور خدائے قہار کا انتقام:

کافر جب تنگ ہوئے کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور اپنی سرزمین سے نکالنے کی دھمکیاں دینے لگے قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کر دو یا ملک سے باہر نکال دو وہ اپنے منصوبوں کو بروئے کار لانے کی تدابیر میں تھا اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکہ سے لے گیا مدینہ والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار و مددگار بنا دیا وہ آپ کے لشکر

میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے کے نیچے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقی دی یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں دین خدا لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں روئے زمین کے مذاہب پر دین اسلام چھا گیا کلمہ خدا بلند و بالا ہو گیا اور مختصر وقت میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمدللہ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر خدا نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارہ میں سبقت کر چکا ہے[۱] کہ وہی کامیاب ہوں گے اور مومنین ہی غالب رہیں گے اور آیت میں ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ...... (المجادلہ:۲۱) اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے اللہ قوت والا عزت والا اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو صبر و تحمل کرو زمین اللہ ہی کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے اور جگہ ارشاد ہے: وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ ...... (الاعراف:۱۳۷) ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں بنو اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور ان کی تیاری سب خاک میں مل گئیں نبیوں سے فرمادیا گیا کہ یہ زمین تمہارے قبضہ میں آئے گی یہ وعدے ان کے لئے ہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے عذاب سے خوف کھاتے رہیں جیسے فرمان باری ہے: فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ...... (النازعات:۳۷) جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں[۲] رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسل علیہم السلام نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے تھے دوسری طرف سرداران کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر یہی ہوا بھی مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے لو اب وہ آ گئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے...... نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں خود کو کچھ گنتے ہوں حق سے عناد رکھتے ہوں قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش بھلائی سے روکنے والے کو جہنم داخل کرو جو خدا کے ساتھ دوسروں کو پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں......

اس وقت ان بدلوگوں کا کیا ہی برا حال ہوگا جبکہ انبیاء تک خدا کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ ورآء یہاں پر امام کے معنی پر ہے جس کے معنی سامنے کے ہیں جیسے آیت: وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ (الکہف:۷۹) میں ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت میں وَكَانَ اِمَامَهُمْ مَّلِكٌ ہے غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر پھر نکلنا نہ ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح شام وہ پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانا بن گئی پھر وہاں اس کے لئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو

[۱] یعنی قیامت میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا ۱۲

[۲] یعنی جنت اور اس کے ساتھ اس کے اعلیٰ مقام اور بہترین آسائش و راحت ۱۲۔

جہنمیوں کے زخموں سے بہا ہوا ہے جیسے فرمایا :: هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ...... (ص: ۵۷) پس ایک گرمی میں حد سے گذرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔ صَدِيْدٌ کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو جہنمیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا اسی کو طِيْنَةُ الْخَبَالِ بھی کہا جاتا ہے مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانہ کے راستہ باہر نکل پڑیں گی[1] اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریادرسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ جھلسا دے ...... جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے بدمزگی' بدبو' حرارت' گرمی کی تیزی یا سردی کی وجہ سے[2] گلے سے اترنا محال ہو جائے گا بدن میں اعضا میں جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے گا لیکن موت آئے گی نہیں رگ رگ پر عذاب ہے لیکن جان نہیں نکلتی ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آتی نہیں طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی نہ موت آئے نہ عذاب جائے ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لئے کافی سے زیادہ لیکن وہاں تو موت کو موت آ گئی ہے تا کہ سزا دوام والی ہوتی رہے ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر مصیبت ناک' الم و عذاب اور ہیں جیسے زقوم کے درخت کے بارہ میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطان کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کر کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے الغرض کبھی زقوم کھانے کا کبھی حمیم پینے کا کبھی آگ میں جلنے کا کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا اللہ کی پناہ۔

فرمان خدائے عالی شان ہے :: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ؁ ...... (الرحمٰن: ۴۳) یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے آج جہنم کے اور ابلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا' پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی جوش لے رہا ہوا سے پکڑو اور اسے بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی ڈالو تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور کرم والا تھا یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے سورہ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت دوسری آیت میں ہے کہ سرکشوں کے لئے جہنم کا بڑا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ ہوا اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کے بھگتنے پڑیں گے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ خدا کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ

[1] یعنی اتنا شدید گرم ہوگا کہ اس کی حرارت کی وجہ سے کھال جھلس جائے گی اور آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی ۱۲

[2] جیسا کہ برف کا نہایت ٹھنڈا پانی پینا مشکل ہوتا ہے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ٹھنڈے پانی میں تو کوئی عذاب نہیں ہرگز نہیں عذاب ہے اور سخت عذاب ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اس کو پانی نہ پلایا جائے جس کی کبھی صورت یہ ہوگی کہ اس کو گرم پانی پلانے کا حکم ہوگا اور کبھی نہایت ٹھنڈا پانی جس کا پینا اس کے لئے دوبھر ہوگا بہرحال پانی نہ پلانے کا عذاب ہوگا جس کی صورتیں متعدد ہوں گی ۱۲

لَا یَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا عَلٰی شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ ﴿۱۸﴾

جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت بہ اعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن تیزی کے ساتھ ہوا اُڑا لے جائے ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے ان کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے ○

بڑی ناکامی:

کافر جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے اعمال ایسے تھے جیسے پائے بغیر عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال قیامت کے دن جبکہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے مایوس ہو جائیں گے حسرت سے منہ تکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرا ذرا ادھر ادھر کر دے اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے جیسے اس بکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں ان کے آنے سے پہلے ہی: هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان: ۲۳) ہو گئے فرمان خدا ہے: مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ ...... (آل عمران: ۱۱۷) یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیوی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس آگ کے بگولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے خدا ظالم نہیں لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں اور آیت میں ہے کہ ایمان والو اپنے صدقہ خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ جو ریاکاری کے لئے خرچ کرتا ہو اور خدا پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن مینہ کے پانی نے اسے دھو دیا اب وہ بالکل صاف ہو گیا یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں سخت حاجتمندی کے وقت ثواب گم پائیں گے یہی دور کی بدنصیبی ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿ۙ۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ ﴿۲۰﴾

کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے (اس سے اس کا قادر ہونا بھی معلوم ہو گیا پس) اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں ○

یہ کچھ دشوار نہیں:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں جب میں نے آسمان و زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے آسمان کی اونچائی کشادگی، بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے سورہ یٰسین میں فرمایا کہ کیا انسان نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی خدا جس

نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے اسی نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو کیا آسمان و زمین کا خالق ان جیسوں پیدائز پر قادر نہیں؟ بے شک ہے وہ بڑا خالق اور سب سے بڑا عالم ہے اس کے ارادہ کے بعد اس کا صرف اتنا حکم کافی ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ ہو جاتا ہے وہ خدا پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے اس پر یہ کام بھی بھاری نہیں تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہوگا جیسے فرمایا اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم لائے گا جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کو پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسری قوم لائے وہ اس پر قادر ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ ع ۳ ۹ ۱۵

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام و تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں تمہارے تابع تھے تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ) راہ بتا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ○

سب سے بڑی عدالت:

صاف میدان میں ساری مخلوق خدا کے سامنے موجود ہوگی اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم دیتے تھے ہم بجا لاتے تھے جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے بس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں امید دلاتے تھے کیا آج خدا کے عذاب کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے جو ہم پر خدا کا کلمہ سبقت کر گیا عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور بے قراری نفع دے گی اور نہ صبر و تحمل عذاب سے محفوظ رہنے کی تمام صورتیں ناممکن ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان خدا کے سامنے روتے دھوتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں خوب روئیں پیٹیں گے چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں کیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت: وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ ...... (المومن: ۴۷) جبکہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ وہ متکبر لوگ کہیں

گے ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے : قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ ...... (الاعراف:۳۸) فرمائے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا انہیں دوہرا عذاب کر جواب ملے گا ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی اپنے کئے ہوئے کاموں کا عذاب چکھو اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے : رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا...... (الاحزاب:۶۷) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکا دیا اے ہمارے پالنہار تو انہیں دوہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے فرمان ہے : اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ...... (سبا:۳۱) کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ظالم لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو ایماندار بن جاتے یہ بڑے چھوٹوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے یہ کمزور لوگ پھر ان آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤں گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جبکہ عذاب کو سامنے دیکھ لیں گے ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

اور جب (قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان جواب میں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے ان وعدوں کے خلاف کیا اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو اور زیادہ ملامت اپنے آپ پر کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو سکتے ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے قبل (دنیا میں مجھ کو) خدا کا شریک قرار دیتے تھے یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں

میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائے گا (السلام علیکم)○

شیطان ملعون کی غداری:

اللہ تعالیٰ جب بندوں کے فیصلوں سے فارغ ہوگا مومن جنت میں کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہوکران سے کہے گا کہ خدا کے وعدے سچے اور برحق تھے رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی میرے وعدے تو دھوکے تھے میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا میرا کوئی زور اور غلبہ تم پر نہ تھا تم خواہ مخواہ میری ایک آرزو پر دوڑ پڑے میں نے کہا تم نے مان لیا رسولوں کے سچے وعدے ان کی یا دلیل آواز ان کی کامل حجت تم نے ترک کردیں ان کا خلاف اور میری موافقت کی جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا یہ تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہے مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا گناہ تمہارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک خدا نہیں جیسے فرمان خدا ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ ...... (الاحقاف:۵) اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کرسکیں بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں اور آیت میں ہے: كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ ...... (مریم:۸۲) یقیناً وہ لوگ ان کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے ایسے ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا تاکہ وہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو خدائے تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کردے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہورہے ہیں اب ہماری سفارش کے لئے کھڑا ہوگا پس حضرت آدم، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک وتعالیٰ اجازت دے گا اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نور ہی نور ہوجائے گا اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے گا یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو سفارشی بنا کر لے چلیں اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اس نے ہم کو بہکایا تھا چلو اسی سے عرض و معروض کریں آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا اب تو ہماری طرف سے بن جا اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا اس وقت وہ اپنی جانوں سے بیزار ہو جائیں گے ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بیزاری خدا کی تم سے اس وقت تھی جبکہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے عامر شعبیؒ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوں گے حضرت

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالینا یہ آیتیں :هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ ...... (المائدہ:۱۱۹) تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ...... برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے جہاں چاہیں جائیں چلیں پھریں کھائیں پئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں نہیں نہ آزردہ ہوں نہ دل بھرے نہ طبیعت بھرے نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں ہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے: حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ...... (الزمر:۷۳) یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغہ انہیں سلام علیک کہیں گے ...... اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے اور آیت میں ہے وہاں تحیۃ اور سلام ہی سنائے جائیں گے اور آیت میں ہے: دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ (یونس:۱۰) ان کی پکار وہاں خدا کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہوگا اور ان کی آخری آواز خدائے رب العالمین کی حمد ہوگی۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ (یعنی کلمہ توحید) کی کہ وہ مانند ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ (یعنی کلمہ کفر و شرک) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس کو کچھ ثبات نہ ہو ○

ایک اچھوتی مثال:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے پاکیزہ درخت کی طرح کا مؤمن ہے اس کی جڑ مضبوط ہے یعنی مؤمن کے دل میں لا الٰہ الا اللہ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی منقول ہے مراد اس سے مؤمن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام مؤمن مثل کھجور کے درخت کے ہے ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں چپکا ہو رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے نہیں سنا اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا تھا جب کہ آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا میں یوں چپکا رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن میں تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں؟ اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سبحان اللہ والحمدللہ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے ہر وقت اپنا پھل لائے یعنی صبح شام ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مؤمن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جاڑے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مؤمن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل اچھے بہت وعمدہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثالیں واضح فرماتا ہے پھر برے کلمہ یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی جس کی کوئی اصل نہیں جو مضبوط نہیں اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی جسے حنظل اور تماں کہتے ہیں ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آتا ہے اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی جھٹکا مارا اور اکھڑ گیا اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔[1]

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

ع ۱۶

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اعمال پر اجر کے مرتب ہونے کی بنیاد ایمان ہے تو نیک اعمال پر خدا تعالیٰ اجر عنایت فرمائیں گے اور اگر ایمان نہیں تو نیک کام کچھ بھی ہوں لیکن ان پر کوئی اجر مرتب نہ ہوگا یہ اور بات ہے کہ دنیا ہی میں اچھے کاموں کی وجہ سے ترقی دولت و جاہ ہو جائے لیکن آخرت میں جہاں اعمال و اجر کی ضرورت پیش آئے گی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔

استقلال و استقامت:

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہی مراد اس آیت کی ہے مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازہ میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے قبرستان پہنچے ابھی تک قبر تیار نہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں[1]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے پھر سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے خدا کی پناہ چاہو بندہ جب دنیا کی آخرت اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرہ والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضامندی کی طرف چل وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو ایک آنکھ جھپکنے کے برابر دیر بھی وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان سے تیسرے آسمان تک اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندہ کو کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں کہ دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔

پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی لپٹیں اس تک آنے لگتی ہیں اس کی قبر بقدر وسعت نظر کے مطابق وسیع کر دی جاتی ہے اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرہ والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے خوش ہو جائیے اسی دن کا وعدہ آپ سے کیا جاتا تھا یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرہ سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ خدایا قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل وعیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے والے فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب وغصہ کی طرف چل اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے میں اسے

[1] یعنی نہایت خاموشی اور ادب کے ساتھ ۱۲

فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اسے جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ...... کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ جنت میں جا سکیں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گذر جائے۔[1]

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پس اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے پھر آپ نے آیت: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ ...... کی تلاوت فرمائی یعنی خدا کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا یا تو اسے پرندا چک لے جائیں گے یا آندھی کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔[2] پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے[3] مجھے معلوم نہیں پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو وہاں سے دوزخی ہوا اور دوزخ کا بھپارہ پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں بڑی بڑی ڈراؤنی صورت والا بڑے میلے خراب کپڑوں والا بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ پوچھتا ہے کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے وہ کہتا ہے تیرے بداعمال کا مجسمہ ہوں تو یہ دعا کرتا ہے کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو (ابوداؤد) نسائی ابن ماجہ وغیرہ۔

مسند میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں ہر دروازہ کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے ......اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں اندھا بہرہ گونگا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے اس سے وہ اسے مارتا ہے یہ مٹی ہو جاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جنوں کے ہر کوئی سنتا ہے[4] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت ہوتا ہے حضرت عبداللہؓ اسی

---

[1] یہ عرب کا ایک محاورہ ہے جس کا یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے مختصر ناکے سے اونٹ جیسے جسم طویل کا گذرنا مشکل بلکہ محال ہے اسی طرح جنت کے دروازوں کا کفار کے لیے کھلنا محال ہے۔۱۲

[2] مطلب یہ ہے کہ کفار کا خدا تعالیٰ حامی و ناصر نہیں پس جس طرح دنیا میں کسی بے کس لاوارث کو جس کا جی چاہے نقصان پہنچائے اور کوئی اس کی حمایت کے لئے کھڑا نہیں ہوتا اسی طرح خدا تعالیٰ کفار کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔۱۲

[3] ہائے ہائے کا کلمہ بطور حسرت اس کی زبان پر بار بار جاری ہوگا افسوس ان سوالات کا جواب مجھ کو معلوم نہیں اور ان سوالات کا جواب معلوم نہ ہونا کس قدر حسرت اس کی زبان پر بار بار جاری ہوگا افسوس ان سوالات کا جواب مجھ کو معلوم نہیں اور ان سوالات کا جواب معلوم نہ ہونا کس قدر حسرت ناک ہے۔۱۲

[4] بہرے کے سامنے اگر کوئی گفتگو کرے تو ساری مجلس سنتی ہے لیکن بہرہ نہیں سن پاتا اور دیکھا ہوگا ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والا بات چیت سنتا ہے لیکن آس پاس بیٹھنے والا نہیں سنتے تو اگر فرشتوں کے گرز مارنے پر مردے کے نالہ و شیون کی آواز انسان نہ سن سکیں تو اس میں استعجاب کیا ہے۔۱۲

آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مؤمن کو استقامت کا ملنا ہے مسند عبد بن حمید میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کے وقت جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے تو کیا کہتا ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جسم میں تیرا یہ ٹھکانا تھا لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے[1] اور قیامت تک سرسبزی سے بھری رہتی ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مؤمن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری پہنچا دوں وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھا دی جاتی ہیں فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے مؤمن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے مؤمن خدا کی معبودیت اور توحید کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے لیکن اسے کہا جاتا ہے ابھی یہیں آرام کر اس کے آخر میں ہے کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ جب فرشتہ کو ہاتھ میں گرز لیے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی خدا کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے اور حدیث میں ہے کہ روح نکلنے کے وقت مؤمن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا راحت و آرام سے پھل پھول اور رحیم و کریم خدا کی رحمت کے ساتھ رہ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لئے اور لہو پیپ کھانے کے لئے اور اسی جیسے اور بے شمار عذاب کے لئے اس میں ہے کہ آسمان فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچاتے ہیں وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ اس میں ہے کافر کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مؤمن کی روح کے لئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے جب یہ پہلے کے مؤمنوں کے ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے لیکن ان میں بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال و جواب نہ کرو ذرا آرام کر لینے دو یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑو اس کے ذکر کو وہ اپنی ماں ہاویہ میں گیا اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔

---

[1] بہت ممکن ہے کہ ایمان کی ستر شاخیں ہیں اور کیونکہ مؤمن کا ایمان ان ستر شعبوں میں سے ہر شعبہ پر یقین تھا۔ اس لیے اجر میں خدا تعالیٰ نے اس کی قبر کو بھی ستر گز چوڑا کر دیا ہو گویا کہ ہر گز کی وسعت ہر ایک شعبۂ ایمان پر ایمان کی وجہ سے ہے ۱۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مؤمنوں کی روحیں جابیہ میں اور کافروں کی روحیں برہوت نامی حضر موت کے قید خانہ میں جمع رہتی ہیں اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے ہیں ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنادی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے سورہ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دلہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا جسے اس کے اہل میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب زیادہ پیارا ہو یہاں تک کہ خدا خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا کچھ نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے اور حدیث میں ہے کہ مؤمن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اور اسی پر تیری موت ہے اور اسی پر تو اٹھایا جائے۔

ابن جریر میں فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جبکہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو اگر وہ ایمان پر مرا تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے زکوٰۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات صلہ رحمی بھلائی لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں دائیں طرف سے زکوٰۃ روکتی ہے بائیں طرف سے روزہ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو وہ کہتا ہے تم ٹھہرو پہلے پہلے میں نماز ادا کرلوں وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارہ میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے وہ پوچھتا ہے کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بارہ میں یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو سچا مانا پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا اور انشاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے نورانی کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے یعنی مٹی کی طرف یہی اس آیت کا مطلب ہے اور یہ روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مؤمن اپنے روح کے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور خدا کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے جب اس کی روح آسمان پر چڑھتی ہے تو اس کے پاس مؤمنوں کی روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتی ہیں اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا[1] مؤمن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے اسی میں ہے کہ خدا کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور یہ خدا

[1] ظاہر ہے کہ وہ بدقسمت جہنمی ہوگا اس لیے ارواح مؤمنین سے اس کی ملاقات نہ ہوگی ۱۲

کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا ہے کہ اس کی روح نکلے اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے اس میں ہے اس سے سوال جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔[1] اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا کیا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو پایا ہے؟ اس میں ہے کافر کی قبر میں ایسا بہرہ فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے جو نہ کچھ سنے نہ رحم کرے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں موت کے وقت مؤمن کے پاس فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اس کے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں لوگوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز میں شرکت کرتے ہیں اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مارتے ہیں اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے اسی طرح ظالموں کو خدا گمراہ کر دیتا ہے حضرت ابو قتادہ انصاری سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے اس میں ہے کہ مؤمن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبداللہ ہیں کئی دفعہ اس سے سوال کرتے ہیں اور یہ یہی جواب دیتا ہے اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی اور جنت کا ٹھکانہ دکھا کر کہا جاتا ہے کہ تو یہ کی وجہ سے تیرا یہ ٹھکانہ ہے۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں دنیا میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے قتادہؒ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی ابو عبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کی جماعت کے پاس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیا حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقہ میں جاتا ہے وہاں والے اسے اٹھا دیتے ہیں اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مؤمنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو چنانچہ وہ بولنے لگے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا[3] اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور خدا میں اور اس میں حجاب ہے اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوف خدا نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا خدا سے کپکپانا آیا اسے جہنم سے بچا لے گیا میں نے اپنے ایک امتی کو

---

[1] ... اس کے کٹے تڑپتے رہتے ہیں اور کٹ جانے کے بعد اس کا زہر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے ۱۲

[2] ... سے زیادہ مجرم کی آہیں متاثر کرتی ہیں ۱۲

[3] یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس کا حاصل دوسروں کو نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور بری باتوں سے رکنے کا امر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حکم دینے والا خود پہلے نیک ہو گا کیونکہ دوسروں کو نصیحت اور خود برائی میں ابتلا ایک ایسی بے حیائی ہے جس کو ضمیر گوارا نہیں کرتا ۱۲

دیکھا کہ اسے اوندھا کر دیا گیا ہے کہ جہنم میں ڈال دیں لیکن اسی وقت خوف خدا سے اس کا رونا آیا اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لغزشیں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اتر گیا ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت پہنچا دیا قرطبیؒ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں۔ (تذکرہ)

اس بارہ میں حافظ ابو یعلی موصلیؒ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا میں نے اسے آسانی سختی ہر طرح سے آزما لیا ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن اور وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوئی ہے یہ سب آتے ہیں ملک الموت تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضا پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک اذخر اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچہ کو لوگ بہلاتے ہیں اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی تمنا کرتی ہیں روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل واللہ ماں جس قدر بچہ پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے اس لئے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب خدا ہے اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہو گی بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال انہیں کے بارہ میں فرمان خدا ہے کہ ان کی روح کو طیب فرشتے فوت کرتے ہیں اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام وآسائش ہے یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلہ کی جنت ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو خدا کی طرف جلد اطاعت کرنے والا اور خدا کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا تو نے خود ہی نجات پائی اور مجھے بھی دلوائی جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت خدا کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزی اترتی تھی اس پر روتے ہیں اسی وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو رخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرنے لگتے ہیں اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیختا ہے اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکریو! تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار

فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسے الگ الگ بشارت خداوندی سناتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح عرش خدا کے پاس پہنچتی ہے وہاں جاتے ہی سجدہ میں گر پڑتی ہے اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندہ کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں کی طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی وہ بائیں طرف سے آتی ہے یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا سرہانے آتی ہے۔

یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں وہ پائنتیوں سے آتی ہے یہاں سے اس کا نمازوں کے لئے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے غرض جو طرف سے خدا کے محبوب کے لئے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں ایک کو نکیر کہا جاتا ہے اور دوسرے کو منکر یہ اچانک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں ان کے بال پیروں تک لٹکے ہوتے ہیں ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ[1] مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن ہے وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون؟ صحابہؓ سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مہیب فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ ...... کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ہیں جو خاتم النبیین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا اب وہ اس کے لئے اس کی قبر کی اس کے آگے سے اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے پیچھے سے اس کے سر کی طرف سے اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں وہ دو سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظریں اٹھا یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ کہتے ہیں اے خدا کے دوست چونکہ تو نے خدا کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل میں ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالآباد تک ہٹتی نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لئے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادِ صبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندہ کیلئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ اسے میں نے روزی میں برکت دے

---

[1] قبیلہ ربیعہ اور مضر عرب کے دو بڑے اور بہادر قبیلے تھے۔ آپ نے محض اپنے مخاطبین کی سہولت کے لئے ان کے جانے پہچانے قبیلوں کا ذکر کر دیا ورنہ ان دو قبیلوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

رکھی تھی اپنی نعمتیں عطا فرما رکھیں تھیں لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آتا کہ میں اس سے انتقام لوں اور اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے نہایت بری اور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہوتی ہیں جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم پر مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں اس وقت خدا کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرہ پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں یہ دشمن خدا اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے فرشتہ موت پھر اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس چہرہ پر اور کمر پر کوڑے برسانے لگتے ہیں آخر یہاں تک کہ روح سینے پر چڑھ آتی ہے پھر حلق پر آ پہنچتی ہے پھر فرشتے اس جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت فرماتے ہیں اے لعین وملعون روح چل سینک میں اور جھلستے پانی میں اور اس کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خنکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنی جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تجھے سمجھے تو مجھے خدا کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جارہا تھا خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ خدا کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔

شیطانی لشکر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں بائیں پسلیاں دائیں میں گھس جاتی ہیں کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں[1] جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی جن کی آواز گرج جیسی جن کے دانت درندے جیسے جن کی سانس آگ کے شعلے کے مانند جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے جن کے دل میں رحمت ورحم کا نام ونشان بھی نہیں جن کا نام ہے منکر اور نکیر جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں کہ انہیں ربیعہ اور مضرمل کر بھی نہیں اٹھا سکتے وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے تہبند باندھنے کی جگہ اس کا کفن آ پڑتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا؟ پھر اس زور سے اسے ہتھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں پھر لوٹ کر اسے کہتے ہیں اپنے اوپر کو دیکھ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے وہ کہتے ہیں واللہ اگر تو خدا کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل

[1] خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں جس میں ہم مردہ کو دفن کر دیتے ہیں بلکہ قبر سے مراد ''عالم برزخ'' ہے عالم برزخ یعنی اس دنیا اور آخرت کی درمیانی منزل اور یہ عالم برزخ اس دنیا سے بھی زیادہ وسیع ہے قبر تو صرف اس برزخی عالم کا دروازہ ہے لہٰذا یہ وسوسہ کہ اتنی سی قبر میں اتنے بڑے بڑے سانپ کس طرح آتے ہیں منکر اور نکیر کس طرح پہنچ جاتے ہیں۔ عذاب کہاں ہو رہا ہے ہم کو مردہ کے شور وغل کی آوازیں کیوں سنائی نہیں دیتیں۔ سب سوالات اور الجھن اسی وجہ سے ہیں کہ آپ نے قبر کا محدود گڑھا سامنے رکھا ہے لیکن اگر آپ اس کو وسیع عالم تصور کر لیں جیسا کہ اس کی حقیقت ہے تو پھر الجھن پیدا نہ ہوں گی ۱۲

سے جدا نہیں ہوگی پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں اے دشمن خدا چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں اب تیری جگہ یہ ہے واللہ اس کا دل رنج وافسوس سے بیٹھ جاتا ہے جو صدمہ وہ کبھی بھولے گا نہیں اس کے لئے ستر دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے[1] یہ حدیث بہت غریب ہے یہ سیاق بھی بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نیچے کا راوی ہے اس کے غرائب ومنکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے واللہ اعلم۔

ابو داؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی طلب کرو اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری: وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ...... (الانعام:۹۳) کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث بیان کی ہے وہ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے تاکہ دوسروں کو بھی اس کے دین سے گمراہ کر دیں آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کر لو کیونکہ اخیر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے○

ایک برا ٹھکانا:

صحیح بخاری میں ہے اَلَمْ تَرَ معنی میں اَلَمْ تَعْلَمْ کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا...... بوار کے معنی ہلاکت کے ہیں بَارَ يَبُوْرُ بَوْرًا سے بَوْرًا کے معنی هَالِكِيْنَ کے ہیں مراد ان لوگوں سے بقول ابن عباس کفار اہل مکہ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ایہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اول ہی ہے گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار کو شامل ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لئے نعمت کی قدردانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے قول کی موافقت میں منقول ہے ابن کوا کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کفار قریش ہیں اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا مراد اس سے منافقین قریش ہیں اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ میرے علم میں اگر کوئی آج مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو گو سمندر پار ہوتا میں ضرور اس کے پاس پہنچتا یہ سن کر عبداللہ بن کوا کھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان

[1] یعنی قیامت میں ۱۲

بدلا ہے انہوں نے خدا کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا؟ آپ نے فرمایا یہ مشرکین ہیں ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا اور روایت میں آپ سے منقول ہے کہ اس سے مراد قریش کے وہ فاجر ہیں بنوامیہ اور بنومغیرہ بنومغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنوامیہ نے احد والے دن اپنے کو غارت کیا بدر میں ابوجہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے اور روایت میں ہے کہ بنومغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے ابن عباس نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں میرے ماموں اور تیرے چچا میری ننھیال والے تو بدر کے دن ناپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو خدا نے مہلت دے رکھی ہے یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے انہوں نے خود شرک کیا دوسروں کو شرک کی طرف بلایا اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھا پی لو پہن اوڑھ لو آخری ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے جیسے فرمان ہے ہم انہیں معمولی سا آرام دے دیں گے پھر سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے دنیاوی نفع گو ہو لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سخت عذاب کریں گے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں اس دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی ○

ایک عجیب وغریب دن:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق ماننے کا اور مخلوق خدا سے احسان وسلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی اقامت سے مراد وقت کی حد کی رکوع کی خشوع کی سجدہ کی حفاظت کرنا ہے خدا کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدگی سے اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لئے اوروں کو بھی دینی چاہئے تا کہ اس دن مخلصی ملے جس دن کوئی خرید وفروخت نہ ہوگی نہ کوئی ہستی آشنائی ہوگی کوئی خود کو فدیہ دے کر چھڑانا بھی چاہے تو بھی ناممکن ہے جیسے فرمان ہے: فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... (الحدید:۱۵) یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل وانصاف ہی ہوگا خِلٰل مصدر ہے امرؤالقیس کے شعر میں بھی یہ لفظ آیا ہے دنیا میں لین دین محبت دوستی کام آ جاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی کوئی سوداگری کوئی میل وہاں کام نہ آئے گا زمین بھر کر سونا فدیہ میں دینا چاہے لیکن رد ہے کسی کی دوستی کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی۔

فرمان خدا ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا ...... (البقرہ:۴۸) اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کو شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ:۲۵۴) ایماندارو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں بیوپار ہے نہ دوستی نہ شفاعت کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی (یعنی مینہ) برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر بنایا کہ وہ خدا کے حکم سے (وقدرت سے) دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت) کا مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی میں رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے ○

کیسی کیسی نشانیاں:

اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھی ہے زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے اسی کے حکم سے کشتیاں پانی اور اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں تم وہاں کا مال یہاں یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو تجربہ بڑھاؤ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام لگا رکھی ہیں تم ان کا پانی پیو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو دائماً چلتے پھرنے اور کبھی نہ تھکنے والا سورج چاند بھی تمہارے فائدہ کے کاموں میں مشغول ہیں مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں نہ ان میں ٹکر ہو نہ ایک دوسرے سے آگے یا پیچھے ہوں[1] دن رات ان ہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں وہ رب العالمین بابرکت ہے کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے وہ خدا عزیز وغفار ہے تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں تم اپنے

[1] مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی سیارہ اپنے طبعی اور متعین دائرہ حرکت چھوڑ کر بجائے آگے ہونے کے پیچھے یا پیچھے ہونے کے بجائے آگے ہو جائے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے متعین دائرہ میں آگے ہو کر یا پیچھے ہو کر حرکت کرتا ہے گا ۱۲

حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکر یہ تو کیا ادا کرو گے تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے طلق بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں لوگو! صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرے ہی لئے سب حمد وثنا سزاوار ہے ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں خدایا تو معاف فرما۔ بزار میں آپ کا فرمان ہے قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی دوسرے میں گناہ ہوں گے تیسرے میں خدا کی نعمتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یوں ہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یوں ہی رکھا ہوا ہے اگر بندہ پر خدا کا ارادہ رحم وکرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں اس کی سند ضعیف ہے۔

منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کی شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں اللہ ہی کے لئے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گذاری کی ادائیگی کی توفیق پر دوسری نعمت ملی جس کا شکر یہ واجب ہوا ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ہی پورا ادا نہیں ہو سکتا تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۶﴾

اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس بات میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر رحمت ہیں ○

خلیل اللہ علیہ السلام کی ایک دعا مستجاب:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتداءً توحید خدا پر ہی بنایا گیا تھا اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ اسلام خدا کے سوا

اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے ان ہی نے اس شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی جو خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت خانہ خدا مکہ شریف کا ہی ہے جس میں علاوہ اور بہت سی واضح نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے اس شہر میں جو پہنچ گیا وہ امن وامان میں آ گیا اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل خدا نے دعا کی کہ خدایا اس شہر کو پرامن بنا اسی لئے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق جیسے بچے عطا فرمائے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے اس سے پہلے جبکہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پیتا ان کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرہ:۱۲۶) پس اس دعا میں بَلَدٌ پر لام نہیں ہے اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر آباد ہو چکا تھا بلد معرف باالام لائے سورہ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت وتفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعا میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے پھر آپ نے بتوں کی گمراہی ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہک جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں خدا کے حوالہ کیا کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز وحکیم ہے یہ یاد رہے کہ اس میں صرف خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا قول: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ ...... (المائدہ) تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو خدائے تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو آپ نے سبب بیان کیا حکم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارہ میں خوش کر دیں گے ناراض نہ کریں گے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کف دست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو محض اپنی قدرت سے پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں ○

وادی غیر ذی زرع:

یہ دوسری دعا ہے پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ محترمہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی اسی لئے یہاں بیتک الحرم کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ متعلق ہے لفظ المحرم کے ساتھ یعنی اسے باحرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے باطمینان یہاں نمازیں ادا کر سکیں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دل اس کی طرف جھکا دے اگر سب لوگوں کے دلوں کو

ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس وروم یہود ونصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔[1] آپ نے صرف مسلمانوں کے لئے یہ دعا کی اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما یہ زمین وزراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص: ۵۷) یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت وامن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم عنایت ورحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر طرح کے وہاں موجود ہر طرف سے وہاں چلے آئیں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات وسلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ ع ۶ / ۱۸

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کریں اور اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں اور آسمان میں تمام حمد وثنا خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول فرمائیے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن ۝

شکر نعمت:

خلیل اللہ علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ خدایا تو میرے ارادہ اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے میری تمنا ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں ظاہر وباطن تجھ پر روشن ہے زمین وآسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا اسمٰعیل بھی اسحٰق بھی تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا پس تیرا شکر ہے خدایا مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ میری تمام دعائیں قبول فرما۔ وَلِوَالِدَيَّ کی قرأت بعض نے وَلِوَالِدِيْ بھی کی ہے یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے

[1] اور ظاہر ہے کہ مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا کی محدود وسعتیں تمام دنیا کے لیے وسعت وپہنائی کہاں سے نکالتیں۔ فسبحان اللہ کہ مقبولین کی زبان فیض ترجمان پر بے اختیار دعائیں بھی تمام مصالح پر حاوی ہوتی ہیں ۱۲

کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی خدا سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم کافر لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے اور ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں گے ۝

پریشان دل:

کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا خدا کو علم ہی نہیں اسی لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں اللہ ایک ایک برے بھلے عمل سے بخوبی واقف ہے یہ ڈھیل خود اس کی سی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے[۱] یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی دیدے چڑھا دیں گی سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے سب کے سب پورے اطاعت گذار بن جائیں گے دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کے لئے بیتابانہ آئیں گے آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ ملے گی دلوں کا یہ حال ہو گا گویا اڑے جاتے ہیں خالی پڑے ہیں خوف کے سوا کوئی چیز نہیں وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں دہشت سے تباہ ہو رہے ہیں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

[۱] یعنی گنہگار اور مجرمانہ زندگی کو چھوڑ دے اس مہلت میں رحمت و شفقت کے ساتھ یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر پہلے ہی گناہ پر اسی کو پکڑ لیا تو شاید بہت سے لوگ یہی کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے بھی تحمل کا ثبوت نہیں دیا اور جب وہ گناہوں میں بے حد بڑھ جاتا ہے تو دنیا خدا کے تحمل کی قائل ہو جاتی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اپنے نیک بندوں سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کو پہلے ہی وہلہ میں متنبہ کر دیا جاتا ہے یہ اس سے تعلق اور اس پر چشم التفات کی خاص علامت ہے ۱۲

هِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن ان پر عذاب آ پڑے گا پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے اللہ ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو اور مہلت دیجئے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا نہیں ہے حالانکہ تم ان (پہلے) لوگوں کی رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں ○

کار تمنائیں:

ظالم اور ناانصاف لوگ عذاب خدا دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم حکم وری کرلیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کرلیں اور آیت میں ہے موت کو دیکھ کر کہتے ہیں رَبِّ ارْجِعُوْنِ (المومنون:۹۹) خدایا اب پس لوٹا دے...... یہی مضمون آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ...... (المنافقون:۹) میں ہے یعنی اے مسلمانو! تمہیں ہارے مال اولاد یاد خدا سے غافل نہ کردیں ایسا کرنے والے لوگ قطعاً خسارے میں ہیں ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو ایسا نہ ہو موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کرلوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤں یاد رکھو کہ ں آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا چنانچہ سورہ سجدہ کی آیت: وَلَوْ ى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ...... (سجدہ:۱۲) میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں دنیا میں ایک بار پھر بھیج دے کہ یقین والے ہو کر نیک اعمال کرلیں یہی بیان آیت: وْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ...... (الانعام:۲۷) اور آیت: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا...... (فاطر:۳۷) وغیرہ میں بھی ہے یہاں انہیں اب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں تم یہ بھی کہتے تھے کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں مر اٹھنا ہی نہیں اب اس کا مزا چکھو یہ کہا کرتے تھے اور خوب موکد قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو خدا دوبارہ دہ کرے گا پھر فرماتا ہے کہ تم خود دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا ان کی مثالیں ہم تم سے بیان کر چکے کہ ہمارے اب نے کیسے انہیں غارت کردیا باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور متنبہ نہیں ہوتے یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ہر ہے کہ خدا کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا اس نے دو بچے گدھ کے لے ر پالے جب وہ بڑے ہو گئے جوانی کو پہنچے طاقت قوت والے ہو گئے تو چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا دوسرے سے سرے کو باندھ دیا انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے پر کو اٹھایا بھوکے گدھ وہ کھانے کے لئے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جبکہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز یں مکھی کی طرح نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا اس لئے جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے

اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی تھی اور روایت میں ہے کہ یہی سوال ام المومنین رضی اللہ عنہا کا آیت: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ ...... (الزمر: ۶۷) کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام علیک کہا میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے اس نے مجھ سے کہا تو مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا آپ کا نام لیتا ہے اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے یہودی نے کہا سنئے! میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھیراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کر لو اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقرا اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کی اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی۔ آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا بچے کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مردہ کا مادہ منویہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ زرد رنگ کا جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا مادہ غالب آ جائے تو بحکم خدا لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو خدا کے حکم سے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔[1] یہودی نے کہا بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ خدا کے پیغمبر ہیں پھر وہ واپس چلا گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جب مجھ سے سوال کیا مجھے کوئی جواب معلوم نہ تھا لیکن اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے جواب سکھلا دیا (مسند احمد)

ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا اس وقت مخلوق خدا کی مہمانی میں ہوگی پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی عمر ابن میمون کہتے ہیں اس زمین کو بدل دیا جائے گا اور زمین سفید میدے کی ٹکیہ جیسے ہوگی جس میں نہ کوئی خون بہا ہوگا جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہوگی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کا آواز کانوں میں ہوگی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ہے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا اسے مرفوع کرنے والے ایک ہی راوی ہیں یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اس کے رسول کو آپ نے فرمایا آیت: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ ...... کے بارے میں یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا

[1] سابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرد کا مادہ منویہ طاقتور ہو اور عورت کا کمزور تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر مرد کا مادہ منویہ کمزور ہو اور عورت کا طاقتور ہو تو لڑکی پیدا ہوگی ۱۲

سفید ہو گی جیسے میدہ اور بھی سلف سے منقول ہے کہ چاندی کی زمین ہو گی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہو گا ابی فرماتے ہیں وہ باغات میں تبدیل ہو جائے گا محمد بن قیس کہتے ہیں روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں کے نیچے سے ہی کھالیں سعید بن جبیر بھی یہ فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی اس کے پیچھے جنت ہو گی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گی لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ابھی حساب و کتاب شروع نہ ہوا ہو گا انسان کا پسینہ پہلے تو اس کے اپنے قدموں میں ہی ہو گا پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی اور گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے سمندر آگ ہو جائیں گے زمین بدل دی جائے گی ابوداؤد کی حدیث میں ہے سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اسی نئی زمین پر پھیل پڑے گی پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ واحد قہار کے سامنے پیش ہو جائے گی وہ خدا جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾

اور تو اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہو گی تا کہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو اس کے کیے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے ○

حساب و کتاب:

زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں مخلوق خدا سامنے کھڑی ہے اس دن اے نبی تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوں گے جیسے فرمان ہے: اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ (الصافات:۲۲) ظالموں کو اور ان کے لوگوں کو اکٹھا کرو اور آیت میں ہے: وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (تکویر:۷) جبکہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں اور جگہ ارشاد ہے: وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا (الفرقان:۱۳) یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملائے جلائے ڈالے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ کا لفظ ہے اَصْفَاد کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو عمرو بن کلثوم کے شعر میں مُصَفَّد بمعنے زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے۔

جو کپڑے انہیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے یہ لفظ قَطْرَان بھی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں اس سخت گرم آگ کی مانند تانبے کے ان جہنمیوں کے

پاس ہوں گے ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے منہ بگڑ گئے ہوں گے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو ان سے نہیں چھوٹیں گے[1] حسب پر فخر نسب[2] میں طعنہ زنی ستاروں[3] سے بارش طلبی۔ میت[4] پر نوحہ۔ سنو! نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی گندھک کا کرتا ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دے گا بروں کی برائیاں سامنے آ جائیں گی اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا ممکن ہے یہ آیت: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء:۱) کی مثل ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بندہ کے حساب کے وقت کا بیان ہو یعنی بہت جلد حساب ہو جائے گا کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق جیسے فرمان ہے: مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان:۲۸) تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا یہی معنی مجاہد کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطہ میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور خدا کو حساب میں دیر بھی نہیں ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا۔ واللہ اعلم۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع ۱۱
۱۹

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام پہنچاتا ہے اور تا کہ اس کے ذریعہ (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تا کہ اس بات کا یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ دانشمند لوگ نصیحت کر لیں ○

کامل نصیحت:

ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف سے خدا کا کھلا پیغام ہے جیسے اور آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ: لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ یعنی تا کہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے...... اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ ہوشیار کر دیئے جائیں ڈرا دیئے جائیں اور اس کی دلیلیں حجتیں دیکھ سن کر پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت وعظ و پند حاصل کر لیں سوچ سمجھ لیں۔

مسلمان ہوتے تو شفاعت سے محروم نہ رہتے اور ان کے ساتھ جہنم سے چھوٹ جاتے یہی معنی اس آیت کے ہیں یہ لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر قدرے سیاہی ہوگی اس وجہ سے انہیں جہنمی کہا جاتا ہوگا پھر یہ دعا کریں گے کہ خدایا یہ لقب بھی ہم سے ہٹا دے پس انہیں جنت کی ایک نہر میں غسل کرنے کا حکم ہوگا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا۔[1] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعض لوگوں کو آگ ان کے گھٹنوں تک پکڑ لے گی اور بعض کو زانو تک اور بعض کو گردن تک جیسے جن کے گناہ اور جیسے جن کے اعمال بعض ایک مہینے کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو جہنم میں اتنی مدت رہے گا جتنی مدت دنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے دنیا کے آخری دن تک جب ان کے نکالنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کرے گا اس وقت یہود و نصاریٰ اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہل توحید سے کہیں گے کہ تم اللہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم اور تم جہنم میں یکساں ہیں۔[2] پس اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آیا تھا پھر ان موحدوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی نہر کے پاس لایا جائے گا یہ ہے فرمان: رُبَمَا يَوَدُّ ...... میں پھر بطور ڈانٹ کے فرماتا ہے کہ انہیں کھاتے پیتے اور مزے کرتے چھوڑ دے آخر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے تم کھا پی لو تمہارا مجرم ہونا ثابت ہو چکا ہے انہیں ان کی دور دراز کی خواہشیں توبہ کرنے سے خدا کی طرف جھکنے سے غافل رکھیں گی عنقریب حقیقت کھل جائے گی۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ⑤

اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک وقت معین نوشتہ ہوتا رہا ہے کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوتی ہے نہ پیچھے رہتی ہے ○

وقت متعین:

ہم کسی بستی کو دلیلیں پہنچانے اور ان کا مقرر وقت ختم ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے ہاں جب وقت مقررہ آ جاتا ہے پھر تقدیم تاخیر ناممکن ہے اس میں اہل مکہ کی تنبیہ ہے کہ وہ شرک سے الحاد سے پیغمبر خدا کی مخالفت سے باز آ جائیں ورنہ مستحق ہلاکت ہو جائیں گے اور اپنے وقت پر تباہ ہو جائیں گے۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ⑥ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ

[1] مطلب یہ ہوا کہ جہنم میں رہنے کی وجہ سے جو تھوڑی بہت سیاہی رہ گئی تھی اور جس کو دیکھ کر دیکھنے والے پہچان لیتے تھے کہ یہ کچھ وقت جہنم میں گذار کر آئے ہیں نہر میں غوطہ دینے سے وہ سیاہی بھی دور ہو جائے گی اور پھر کوئی ایسا امتیازی نشان باقی نہیں رہے گا جس کے بعد ان کے متعلق کوئی یہ فیصلہ کر سکے کہ یہ کچھ ایام جہنم میں رہ چکے ہیں ۱۲

[2] یہ مساوات صرف جہنم میں ہونے تک ہے ورنہ جہنم میں ہونے کے باوجود عذاب یقیناً کفار کے عذاب سے مختلف ہوگا جیسا کہ ''جیل خانہ'' میں بعض قیدی ''اے'' کلاس میں ہوتے ہیں اور بعض ''بی'' کلاس اور کچھ ''سی'' کلاس میں۔ اب جیل میں سب ہیں لیکن جیل کی زندگی ''سی'' کلاس والوں کے لیے جس طرح مصیبت کی زندگی ہے ویسی اے کلاس کے لیے نہیں ۱۲

إِن كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوٓا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحٰفِظُونَ ﴿٩﴾

اور ان کفار (مکہ) نے یوں کہا کہ اے وہ شخص کہ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ) اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں اور (اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں ○

حفاظتِ قرآن:

کافروں کا کفران کی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بطور مذاق اور ہنسی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن خدا کا کلام اتر رہا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں اگر سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ: فَلَوْلَآ أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ...... (زخرف:۵۳) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟ رب کی ملاقات کے منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے جاتے؟ یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آگئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے فرشتوں کو دیکھ لینے کا دن جب آ جائے گا اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی۔[1] یہاں بھی فرمان ہے کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی اس ذکر یعنی قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں ہمیشہ تغیر تبدل سے بچا رہے گا بعض کہتے ہیں کہ لہ کی ضمیر کا مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی قرآن خدا ہی کا نازل کیا ہوا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظ وہی ہے جیسے فرمان ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے اللہ محفوظ رکھے گا لیکن پہلا معنی اولیٰ ہے اور عبارت کی ظاہر روائی بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١١﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُۥ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِۦ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزا نہ کیا ہو اسی طرح ہم یہ استہزا مجرموں کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے (پس آپ غمگین نہ ہوں) ○

[1] کیونکہ وہ عذاب کے فرشتے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ عذاب وقاب سے کون خوش ہوتا ہے؟ ۱۲

ایک عادت چلی آتی ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے کو نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں ہر امت کے رسول کی تکذیب ہوئی اور اس سے مذاق کیا گیا ہے ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بسبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول رچادی جاتی ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں نہ کریں اگلوں کی عادت ان کے سامنے ہے۔ جس طرح وہ ہلاک اور برباد ہوئے اور ان کے انبیا نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں دنیا آخرت کی بھلائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اور دونوں جہان کی رسوائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾

اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس میں (آسمان کو) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے ○

عناد کا کوئی علاج نہیں:

ان کی سرکشی' ضد' ہٹ' خود بینی اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول بھی دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ کر نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے آنکھیں بہکا دی گئی ہیں جادو کر دیا گیا ہے' نگاہ چھین لی گئی ہے دھوکا ہو رہا ہے' بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾

اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا اور اس کو ہر شیطان سے محفوظ فرمایا ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی (ضرورت کی نباتی) چیز ایک معین مقدار سے اگائی اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے ○

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کے چند مظاہر:

اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے جو بھی اسے غور وفکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لئے بہت پا سکتا ہے بروج سے مراد یہاں پر ستارے ہیں جیسے اور آیت میں ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا ...... (فرقان: ۶۱) بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں عطیہ کہتے ہیں وہ جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے کبھی تو یہ نیچے والے کے کان میں ڈال دے اس سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں صراحۃ موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں جیسے زنجیر پتھر پر پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے فرشتوں کی بات کو خفیہ طور پر سننے کے لئے جنات اوپر کو چڑھتے ہیں اور اسی طرح ایک پر ایک ہوتا ہے راوی حدیث حضرت صفوان نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے اس طرح بتلایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لیا اس سننے والے کا کام شعلہ کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں کہہ دے اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بہکاتا ہے جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان کی بات اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی صحیح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانش مندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا بالکل سچ نکلا۔

پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا' پھیلایا' اس میں پہاڑ بنائے' جنگل اور میدان قائم کئے' کھیت اور باغات اگائے اور تمام چیزیں باندازہ اور بمناسبت اور بہ موزونیت ہر ہر موسم کے' ہر ہر زمین کے' ہر ہر ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کے لئے مسرت کا باعث ہیں زمین میں قسم قسم کی معیشت اس نے پیدا کر دی اور انہی بھی بتا دیے جن روزی رساں تم نہیں' یعنی چوپائے اور جانور لونڈی غلام وغیرہ پس قسم قسم کی چیزیں قسم قسم کے اسباب قسم قسم کی راحت ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے جانوروں کو تمہارے زبردست کر دیا کہ کھاؤ بھی سواریاں بھی کرو لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمے نہیں بلکہ ان کا رزاق بھی خدا ہے اور درحقیقت وہی ساری دنیا کو روزی دیتا ہے نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ

مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم اس (چیز) کو ایک معین مقدار میں اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے بعد) ہم ہی باقی رہ جائیں گے اور ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو (قیامت میں) محشور فرمائے گا بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے ○

مالک کل حکیم وعلیم:

تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے ہر کام اس پر آسان ہے ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں جتنا جب اور جہاں چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے یہ محض اس کی مہربانی ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے ہاں تقسیم خدا کے ہاتھ ہے پھر آ نے یہی آیت تلاوت فرمائی حکم بن عیینہ سے بھی قول مروی ہے کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں جن کی گنتی انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اگا بزاز میں ہے کہ خدا کا خز صرف کلام ہے جب کہا ہو جا ہو گیا اس کا ایک راوی قوی نہیں ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بھر دیتے ہیں اس میں پانی برسنے لگتا ہے ہوائیں چل کر درختوں کو بارآور کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں اس وصف کو بھی خیال میں رکھیے کہ یہاں جمع کا صیغہ لا ہیں اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تا کہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو بارآوری کم از کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے ہوا ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے ایک ہوا ہوتی جو بادلوں کو ادھر اُدھر سے اٹھاتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھلدار ہونے کے قابل کر دیتی ہے ابن جریر میں بسند ضعیف ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال خدائے تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے اگر کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں خدا کے ہاں اس کا نام اذیب ہے تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو فرماتا کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لو اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں جیسے سورہ واقعہ فرمان ہے جس میٹھے پانی کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر تعجب ہے کہ تم ہماری شکر گذاری نہیں کرتے اور آیت میں ہے اسی خدا نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے تم اس کے خازن مانع اور حافظ نہیں ہو ہم ہی برساتے ہیں ہم ہی جہاں چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں جہاں چاہتے ہیں محفوظ کر دیتے ہیں اگر ہم چاہیں زمین دھنسا دیں یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا بچایا میٹھا کیا ستھرا کیا کہ تم پیو اپنے جانوروں کو پلاؤ اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ

ضرورتیں پوری کرو ہم مخلوق کی ابتداء پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں سب کو عدم سے وجود میں لائے سب کو پھر معدوم ہم کریں گے پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا ئیں گے زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں اوّل آخر سب ہمارے علم میں ہے پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانہ سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانے کے لوگ ہیں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری اس بارے میں ایک غریب حدیث بھی وارد ہے ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ وہ نگاہ نہ چڑھے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے عبدالرزاق میں ابوالجوزا کا قول اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں ذکر نہیں امام ترمذی فرماتے ہیں یہی زیادہ مشابہ ہے واللہ اعلم۔ محمد بن کعب کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت و علم والا ہے یہ سن کر حضرت عون نے فرمایا اللہ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس سے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے ○

انسان اور جنات کی پیدائش:

صَلْصَال: سے مراد خشک مٹی ہے اسی جیسی آیت: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ہے یہ بھی منقول ہے کہ بودار مٹی کو حما کہتے ہیں مٹی کو مسنون کہتے ہیں چکنی کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تر مٹی اوروں سے منقول ہے بودار مٹی اور گندھی ہوئی مٹی انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی گرمی کی لپیٹیں اس گرمی کا سترہواں حصہ ہیں جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلوں سے بنائے گئے ہیں یعنی بہت بہتر آگ سے عمرو کہتے ہیں سورج کی آگ سے صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے اس آیت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت و شرافت اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۳۰﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبٰىٓ أَن يَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۳۳﴾

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے میں شامل نہ ہوا کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے ○

ابلیس کا آدم کو سجدہ سے انکار:

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کا ذکر فرشتوں میں اس نے کیا اور بعد پیدائش کے ان کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اس حکم کو سب نے تو مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر و حسد انکار و تکبر کی نمائش کی صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا یہ خاک کا بنایا ہوا ہے میں اس سے بہتر ہوں اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ گو تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا ابن جریر نے یہاں ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں تم اسے سجدہ کرنا انہوں نے کہا ہم ایسا نہ کریں گے چنانچہ اسی وقت ان کو آگ نے جلا دیا پھر اور فرشتے پیدا کئے گئے ان سے بھی یہی کہا گیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا اپنے انکار پر جما رہا لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَّإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾

ارشاد ہوا تو اچھا پھر آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر (میری) لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے

لگا تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی ○

ابلیس پر ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی پھٹکار:

پھر خدائے تعالیٰ نے اپنی حکومت کا امر کیا جو نہ ٹلے نہ ٹالا جا سکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پھٹکارا ہوا ہے قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدل گئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی دنیا میں تمام نوحے اسی ابتداء سے ہیں مردود مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے پس اس کی یہ درخواست کی گئی اور مہلت مل گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع ۱۹

کہنے لگا اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے (بحکم تکوین) گمراہ کیا میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور ان سب گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں ارشاد ہوا کہ (وہاں) یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں ○

شیطانی اثرات سے محفوظ:

ابلیس کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اللہ کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر کہا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کہا کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا[1] میں بھی اولاد آدم علیہ السلام کے لئے زمین میں تیری نافرمانیوں کو خوب زینت دار کر کے دکھاؤں گا اور انہیں رغبت دلا دلا کر نافرمانیوں میں مبتلا کروں گا جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا کہ سب کو ہی بہکا دوں لیکن ہاں تیرے مخلص بندے میرے ہاتھ نہیں آ سکتے[2] اور آیت میں بھی ہے کہ گو تو نے اسے مجھ پر برتری دی ہے لیکن اب میں بھی اس کی اولاد کے پیچھے پڑ جاؤں گا چاہے کچھ تھوڑے سے

[1] مطلب یہ ہے کہ برائیوں کو ان کی نظر میں اتنا اچھا کر دوں گا کہ وہ ان کو اچھا سمجھنے لگیں گے ۱۲

[2] ان مخلص بندوں میں سب سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام ہیں جو شیطانی اثرات سے قطعاً ہی محفوظ ہیں یہیں سے عصمت انبیاء کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے افسوس کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ انبیاء کو بھی شیطانی اثرات سے محفوظ نہیں سمجھتا حالانکہ خود ابلیس ان کے بارے میں اعتراف کر رہا ہے کہ وہ میرے اثرات سے بالکل بری ہیں ۱۲

چھوٹ جائیں باقی سب کو ہی لے ڈوبوں گا اس پر جواب ملا کہ تم سب کا لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اعمال کا بدلہ میں ضرور دوں گا نیک کو نیک بد کو بد جیسے فرمان ہے کہ تیرا رب تاک میں ہے غرض لوٹنا اور لوٹنے کا راستہ خدا ہی کی طرف ہے علی کی ایک قرأت علی بھی ہے جیسے آیت: وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (زخرف:۴) میں ہے یعنی بلند لیکن پہلی قرأت مشہور ہے جن بندوں کو میں نے ہدایت پر لگا دیا ہے ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور تیرے تابعداروں پر ہے یہ استثناء منقطع ہے ابن جریر میں ہے کہ بستیوں سے باہر نبیوں کی مسجدیں ہوتی تھیں جب وہ اپنے رب سے کوئی خاص بات معلوم کرنا چاہتے تو وہاں جا کر جو نماز مقدر میں ہوتی ادا کر کے سوال کرتے ایک دن ایک نبی کے اور اس کے قبلے کے درمیان شیطان بیٹھا اس نبی نے تین بار کہا: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم شیطان نے کہا اے نبی اللہ آخر میرے داؤ سے کیسے بچ جاتے ہیں؟ نبی نے کہا کہ تو بتا کہ تو بنی آدم پر کس داؤ سے غالب آ جاتا ہے؟ آخر معاہدہ ہوا کہ ہر ایک صحیح چیز دوسرے کو بتا دے تو نبی اللہ نے کہا سن خدا کا فرمان ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی اثر نہیں صرف ان پر ہے جو خود گمراہ ہوں اور تیری ماتحتی کریں اس دشمن خدا نے کہا یہ آپ نے کیا فرمایا اسے تو میں آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جانتا ہوں نبی نے کہا اور سن خدا کا فرمان ہے کہ جب شیطانی حرکت ہو تو اللہ سے پناہ طلب کرو وہ ہر شے جاننے والا ہے واللہ تیری آہٹ پاتے ہی میں خدا سے پناہ چاہ لیتا ہوں اس نے کہا سچ ہے اسی سے آپ میرے پھندے میں نہیں پھنستے نبی اللہ علیہ السلام نے فرمایا اب تو بتا کہ تو ابن آدم پر کیسے غالب آ جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اسے غصے اور خواہش کے وقت دبوچ لیتا ہوں پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی ابلیس کی پیروی کرے وہ جہنمی ہے یہی فرمان قرآن سے کفر کرنے والوں کی نسبت ہے پھر ارشاد ہوا کہ جہنم کے کئی ایک دروازے ہیں ہر دروازے سے جانے والا ابلیسی گروہ مقرر ہے اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان کے لئے دروازے تقسیم شدہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ ابن جریر سات دروازوں کے یہ نام بتلاتے ہیں جہنم لظی حطمہ سعیر سقر جحیم ہاویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مثلاً ایک دروازہ یہود کا ایک نصاریٰ کا ایک صابیوں کا ایک مجوسیوں کا ایک مشرکوں کافروں کا ایک منافقوں کا ایک اہل توحید کا لیکن توحید والوں کو چھٹکارے کی امید ہے باقی سب ناامید ہو گئے۔ ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنم کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک ان کے لئے جو میری امت پر تلوار اٹھائے ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کے ٹخنوں تک آگ ہو گی بعض کی کمر تک بعض کی گردنوں تک غرض گناہوں کی مقدار پر۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰي سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

بے شک خدا سے ڈرنے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت ومحبت سے) رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے (اے محمد) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور نیز یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے ○

فردوس میں:

جہنمیوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات اور نہروں اور چشموں میں ہوں گے ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے' ہر خوف اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ' نہ فنا' نہ کمی اہل جنت کے دلوں میں گو دنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر تمام کینے ڈھل جائیں گے۔ حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بے کینہ ہو جائیں گے چنانچہ مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لئے جائیں گے اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اجازت مانگی اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا کہ شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر میں اجازت دی؟ آپ نے فرمایا سچ ہے کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان کے صاحبزادے ہوں تو بھی آپ مجھے اسی طرح روک دیں؟ آپ نے فرمایا بے شک مجھے تو اللہ سے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو خفگی تھی ہم نے دور کر دی بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ اصحاب جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا کہ اللہ کا عدل اس سے بہت بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ کل قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصے ہو کر جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا ابن جرموز جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی رضی اللہ عنہ میں آیا آپ نے بڑی دیر بعد اسے داخلے کی اجازت دی اس نے آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ میں خاک طلحہ اور زبیر تو انشاء اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت خدا کا یہ فرمان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت ہوئی ہے کثیر بزاد کہتے ہیں میں ابوجعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے ہیں آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں میرے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں واللہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بری ہوں اس وقت حضرت ابوجعفر نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے تو اے کثیر محبت رکھ اگر اس میں تجھے کچھ گناہ ہو تو میری گردن پر پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابوبکر' عمر' عثمان' علی' طلحہ' زبیر' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' سعید بن زید' عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین یہ آمنے سامنے ہوں تا کہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ایک مجمع میں آ
اسے تلاوت فرما کر فرمایا یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے وہاں انہیں کوئی مشقت' تکلیف اور ایذا نہ ہوگی صحیحین میں ہے حضور صلی ال
علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنا دوں جس میں نہ شور و غل ہے
تکلیف و مصیبت یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ اے جنتیو تم ہمیشہ تندرست رہو گ
کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ بنو گے اور ہمیشہ یہیں رہو گے کبھی نکالے
جاؤ گے اور آیت میں ہے وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھنے گی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میر
بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں ارحم الراحمین ہوں اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں اسی جیسی آیت اور بھی گذر چکی ہے اس سے مراد
ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں
جنت و دوزخ کی یاد کرو اس وقت یہ آیتیں اتریں یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے آپ بنو شیبہ کے دروازے سے صحابہؓ کے پاس آ ک
کہتے ہیں میں تو تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کہہ واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے پاؤں پھر ہمارے پاس آئے اور فرما
کہ ابھی میں جا ہی رہا تھا جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو نا امید کر رہا ہے
انہیں میرے غفور رحیم ہونے کی اور میرے عذاب کے المناک ہونے کی خبر دے دے[1] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر بند
خدائے تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ کے عذابوں کو معلوم کر لیں تو اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَيْهِ فَقَالُوا۟ سَلَـٰمًا قَالَ إِنَّا مِنكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا۟ لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَـٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِى عَلَىٰٓ أَن مَّسَّنِىَ ٱلْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا۟ بَشَّرْنَـٰكَ بِٱلْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْقَـٰنِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ ﴿٥٦﴾

اور آپ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں (کے قصے) کی بھی اطلاع دے دیجئے جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر (آ کر) انہوں نے السلام علیکم کہا ابراہیم کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کیا تم مجھ کو اس حالت پر (فرزند کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو وہ (فرشتے) بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ نا امید نہ ہوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے ○

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمان:

لفظ ضیف واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے جیسے زَوْر اور سَفْر۔ یہ فرشتے تھے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل خدا علیہ السلام کے پاس آئے تھے آپ نے بچھڑا کاٹ کر اس کا گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو

[1] گناہ کبیرہ کے بعد رحمت و مغفرت کی توقع اور چھوٹے چھوٹے گناہوں پر مواخذہ اور عتاب کا خطرہ اہلسنت والجماعت کا خاص امتیاز ہے ۱۲

ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو آپ سے ڈر لگنے لگا فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ہونے کی بشارت سنائی جیسے کہ سورہ ہود میں ہے تو آپ نے اپنے اور اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زوردار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور نا امیدی سے دور رہنے کی تعلیم کی تو آپ نے اپنے عقیدے کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

فرمانے لگے کہ تو (یہ بتلاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم کی طرف بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوط علیہ السلام ہے) مگر لوط علیہ السلام کا خاندان کہ ہم ان سب کو بچالیں گے بجز ان کی (یعنی لوط علیہ السلام کی) بی بی کے کہ ان کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی ○

مجرمین:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ڈر خوف جاتا رہا ہے بلکہ بشارت بھی دی گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے بتلایا کہ لوطیوں کی بستیاں الٹنے کے لئے ہم آئے ہیں مگر حضرت لوط علیہ السلام کی آل نجات پالے گی ہاں اس آل میں سے ان کی بیوی بچ نہیں سکتی وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔[1]

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط علیہ السلام کے پاس آئے کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی (معلوم ہوتے) ہو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز کے کے آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں ○

لوط علیہ السلام کی پریشانی:

یہ فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تم بالکل اجنبی اور انجان لوگ ہو تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم عذاب خدا لے کر آئے ہیں جسے آپ کی قوم نہیں مانتی تھی اور جس کے آنے میں شک وشبہ

[1] یعنی وہ قوم کی بدکاریوں میں ان کا تعاون کرتی تھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عورت شریر تو تھی لیکن زانیہ نہیں تھی کیونکہ کسی بھی نبی کے زانیہ عورت نکاح میں نہیں رہتی ۱۲

کر رہی تھی ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں اور ہم ہیں بھی سچے جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی کہ آپ نجات پائیں اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہو۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

سو آپ رات کے حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جائیے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس وقت (جانے کا) تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا اور ہم نے لوط علیہ السلام کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جائیں گے) ○

مکمل بربادی:

حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گذرتے ہی آپ اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تا کہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر سکیں یہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تا کہ کمزور اور قافلہ سے بچھڑنے والوں کا خیال رہے پھر فرمایا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور وغل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظر نہ اٹھانا انہیں اسی عذاب و سزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے چلے جاؤ[1] گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ دکھاتا جائے ہم نے پہلے ہی سے حضرت لوط علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹا دیئے جائیں گے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو فضیحت مت کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو وہ کہنے لگے کہ کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے ○

[1] شاید یہ حکم اس لیے ہو کہ نبی کا معاملہ امت کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ باپ کا اولاد کے ساتھ۔ وہ ان کی مصیبتوں پر رنجیدہ ہوتا ہے اور امت کی خوشحالی سے اس کو خوشی ہوتی ہے تو بہت ممکن ہے کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی تباہی پر دلگیر ہو کر عذاب کے اُٹھ جانے کی دعا کرتے اور نجات کی دعا اس وقت خدا تعالیٰ کی مشیت [illegible] قوم کی بربادی پر توجہ تک نہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ۱۲

...ست قوم:

قوم لوط کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نو جوان خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ اپنا برا ارادہ لئے ہوئے ...یاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے پیغمبر خدا علیہ السلام نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ سے ڈرو میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو اس ...خود حضرت لوط علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں جیسے کہ سورہ ہود میں ہے یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا آنا ...ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں واؤ ترتیب کے لئے ہوتا بھی نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو ...ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے نہ ہو جاؤ لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا ...ان کیوں بنایا ہم تو آپ کو اس سے منع کر چکے ہیں تب آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں[1] ...خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ اس کا پورا بیان نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے دہرانے کی کوئی ...ورت نہیں چونکہ یہ بدلوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو قضا اور عذاب خدا ان کے سروں پر جھوم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لئے خدائے ...لی اپنے نبی علیہ السلام کی عمر کی قسم کھا کر ان کی یہ حالت بیان فرما رہا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تکریم اور تعظیم ہے ...ن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگ کوئی ...ں اللہ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی۔ سَکْرَۃ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد ...ں تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آدبایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کر دیئے اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے۔

...رف ایک چنگھاڑ:

سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل دہلانے والی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی ساتھ ہی ان کی بستیاں ...پر کو اٹھیں آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر ...سے ایسے جیسے پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر ہوں سورہ ہود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے جو بھی بصیرت و بصارت سے کام لے دیکھے سنے ...وچے سمجھے اس کے لئے تو ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں ایسے پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے عبرت و

[1] نبی امت کا باپ ہوتا ہے اس لیے امتیوں کے گھر والیاں نبی کی گویا لڑکیاں ہی ہوتی ہیں ۱۲

نصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور لم تک پہنچ جاتے ہیں تامل اور غور وخوض کرکے ا
حالت سنوار لیتے ہیں ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کی عقل مندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو
خدا کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے کہ وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا
اور حدیث میں ہے کہ خدا کے بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے پہچان لیتے ہیں یہ بستی شارع عام پر موجود ہے[1] جس پر ظاہری
باطنی عذاب آیا الٹ گئی پتھر کھائے عذاب کا نشانہ بنی اب ایک گندے اور بدمزہ کھائی کی جھیل سی بنی ہوئی ہے تم رات دن وہاں
آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے غرض صاف واضح اور آمد ورفت کے راستے پر یہ الٹی ہوئی بستی موجود ہے
بھی معنی بیان کئے ہیں کہ وہ کتاب مبین میں ہے لیکن یہ معنی کچھ زیادہ بندنہیں بیٹھتے واللہ اعلم۔ خدا رسول پر ایمان لانے والوں کے
یہ ایک کھلی دلیل اور واضح نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا اور دونوں (قوموں کی) بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں ○

ایک اور بدقسمت قوم:

اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو ان کا ظلم علاوہ شرک وکفر کے غارتگری اور ناپ تول کی کمی بھی
تھی ان کی بستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا ان پر بھی ان کی پیہم شرارتوں کی وجہ سے عذاب خدا آیا
دونوں بستیاں برسر شارع عام تھیں شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور حجر والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں سو وہ لوگ ان سے روگردانی ہی کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ امن میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آ پکڑا سو ان کے دنیوی ہنر ان کے کچھ کام نہ آئے ○

[1] سدوم کی آبادی مراد ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم آباد تھی یہ اردن کی وہ جانب ہے جہاں آج بحر میت یا بحر لوط واقع ہے سدوم اور عامورہ کی بستیاں
تھیں آبائیس بستان نے لکھا ہے کہ جب قوم لوط پر عذاب آیا تو زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اب اس سمندر کا نام بحر میت یا بحر
لوط ہے پچھلے دنوں انگریز سیاحوں کی ایک پارٹی اس سمندر میں نہانے کے لیے گھس گئی تو ان کے بدن سیاہ ہو گئے اور تمام بدن میں ایک سوزش پھیل گئی گو
عذاب کے آثار اب تک موجود ہیں۔ اعاذنا اللہ ۱۲

ر والے:

حجر والوں سے مراد ثمودی ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا جھٹلانے والا یا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا اس کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالح السلام کی سچائی ان پر کھل گئی جیسے کہ ایک سخت پتھر سے اونٹنی کا نکلنا جوان کے شہروں میں چرتی چگتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک شہریوں کے جانور مگر پھر بھی یہ لوگ گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا پس اب دن کے اندر اندر تم پر قہر خدا نازل ہوگا یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے ان لوگوں نے خدا کی بتائی ہوئی راہ پر گمراہی کو ترجیح دی یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریاکاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر اور تجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے بھی خوف کے باعث یا ضرورتاً یہ چیز نہ تھی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گذرتے تو آپ سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جن پر عذاب خدا اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گذرو رونا نہ آئے تو رونی صورت بنا کر چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی عذاب کا شکار تم بھی بن جاؤ آخر ان پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب خدا رت چنگھاڑ آیا اس وقت ان کی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں جن کھیتوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں بڑھانے کے لئے ان ں نے اونٹنی کا پانی پینا ناپسند کر کے اسے قتل کر دیا تھا وہ آج بے سود ثابت ہوئے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔

نا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی چیزوں کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے ○

قوم کا بھی حساب و کتاب ہوگا:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے قیامت آنے والی ہے بروں کو برے بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں باطل سے پیدا نہیں کی گئی ایسا گمان کافروں کا ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ویل دوزخ ہے اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے ن بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کریم کا وہی ہے پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے ان کی ایذا اور جھٹلانا اور برا کہنا سہہ لیجئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ان چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکی ہے اور جہاد بعد از ہجرت اور شروع ہوا ہے تیرا رب خالق ہے اور خالق مار ڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز کر سکتی ریزوں کو جو بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے جیسے فرمان ہے: اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... آسمان و زمین کا خالق کیا کیا ان جیسوں کی پیدائش کی قدرت نہیں رکھتا؟ بے شک وہ پیدا کرنے والا علم والا ہے وہ جب کسی کا ارادہ کرتا ہے اس کو ہو جانے کو فرما دیتا ہے بس وہ ہو جاتی ہے پاک ذات ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور

اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟[۱]

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے ○

ایک بڑی نعمت جس کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں:

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے جب قرآن عظیم جیسی لازوال دولت تجھے عنایت فرما رکھی ہے تو تجھے نہ چاہئے کہ کافروں کے دنیوی مال و متاع اور ٹھاٹھ ٹھتے کو للچائی ہوئی نظروں دیکھے[۲] یہ تو سب فانی ہے اور صرف ان کی آزمائش کے لئے چند روزہ انہیں عطا ہوا ہے ساتھ ہی تجھے ان کے ایمان نہ لانے پر صدمے اور افسوس کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہاں تجھے چاہئے کہ نرمی خوش خلقی تواضع اور ملنساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے جیسے ارشاد ہے: لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...... (توبہ:۱۲۸) لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گذرتی ہے جو تمہاری بہبود کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر پرلے درجے کا مہربان ہے سبع مثانی کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ابتدا کی سات لمبی سورتیں ہیں سورہ بقرہ، آل عمران، مائدہ، انعام، اعراف، اور یونس اس لئے کہ ان سورتوں میں فرائض کا حدود کا قصوں کا اور احکام کا خاص طریق پر بیان ہے اسی طرح مثالیں خبریں اور عبرتیں بھی زیادہ ہیں بعضوں نے سورہ اعراف تک کی چھ سورتیں گنوا کر ساتویں سورت انفال اور براءۃ کو بتلایا ہے ان کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی سورت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے چھ سورتیں ملی تھیں باقی کسی نبی کو سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سورتیں نہیں ملیں ایک قول ہے کہ اولاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھیں لیکن جب آپ نے تختیاں گرا دیں تو دو اٹھ گئیں اور چار رہ گئیں ایک قول ہے قرآن عظیم سے مراد بھی یہی ہیں زیاد کہتے ہیں ہم نے تجھے سات جزدیئے ہیں حکم منع بشارت ڈراور مثالیں نعمتوں کا شمار اور قرآنی خبریں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد سبع مثانی سے سورہ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں یہ سات آیتیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمیت ہیں ان کے ساتھ اللہ نے تمہیں مخصوص کیا ہے یہ کتاب کا شروع

[۱] ان آیات میں اور خصوصاً ان الساعة لاتية میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ آنحضور ﷺ کے منکر اور معاند امت کے طبقہ پر عذاب دنیا میں نہ آخرت میں آئے گا اور یہ التوا عذاب اس کے لیے ہے کہ آپ ﷺ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم یعنی آپ کے ہوئے اس قوم پر عذاب نہیں آئے گا۔ وهذا من الطائف القرآن وانی مع اعترافی بقصور العلمٗ لاتبخترا وغرورا بل تحديثا للنعمة ذقت من علوم القرآن شيئا حقيراً فالحمد لله على ذلك ۱۲

[۲] معاذ اللہ وہ قالین کا امام زاہدین کا پیشوا فقیر غیور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور اہل دنیا کو للچائی ہوئی نظروں سے کیوں دیکھنے لگا خطاب آپ کو ہے مگر مراد آپ ﷺ کی امت میں سے دنیا پر حرص کی نظر رکھتے ہیں ۱۲

اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں خواہ فرض نماز ہو خواہ نفل نماز ہو ابن جریرؒ اسی قوم کو پسند فرماتے ہیں اور اس بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے اس پر استدلال کرتے ہیں ہم نے وہ تمام احادیث فضائل سورۃ فاتحہ کے بیان میں اپنی اس تفسیر کے اول میں لکھ دی ہیں فالحمدللہ امام بخاریؒ نے اس جگہ دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں ایک میں حضرت ابو سعید بن معلیٰ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے مجھے بلایا لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسی وقت کیوں نہ آئے؟ میں کہا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (انفال ۲۴) یعنی ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لو جب بھی وہ تمہیں پکاریں۔ سن اب میں تجھے مسجد میں سے نکلنے سے پہلے ہی پہلے قرآن کریم کی بہت بڑی سورت بتلاؤں گا تھوڑی دیر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورۃ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی ہے یہی مثانی ہے اور یہی بڑا قرآن ہے جو مجھ کو دیا گیا ہے دوسری حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ ہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے پس صاف ثابت ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے مراد سورہ فاتحہ ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اس کے سوا اور بھی کچھ اس کے خلاف یہ حدیثیں نہیں جبکہ ان میں بھی یہ حقیقت پائی جائے جیسے کہ پورے قرآن کریم کا وصف بھی اس کے مخالف نہیں جیسے فرمان خدا ہے: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ (زمر ۲۳) پس اس آیت میں سارے قرآن کو مثانی کہا گیا۔ اور متشابہ بھی ہے پس وہ ایک طرح سے مثانی ہے اور دوسری وجہ سے متشابہ اور قرآن عظیم بھی یہی ہے جیسے کہ اس روایت سے ثابت۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بنا ہے وہ کون ہے؟ تو آپ نے اپنی مسجد کی طرف اشارہ کیا حالانکہ یہ[1] ثابت ہے کہ آیت مسجد قبا کے بارہ میں اتری ہے پس قاعدہ یہی ہے کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز سے انکار نہیں ہوتا جبکہ وہ بھی وہی صفت رکھتی ہو واللہ اعلم۔ پس تجھے ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے بے نیاز رہنا چاہئے اسی فرمان کی بناء پر امام ابن عیینہؒ نے ایک صحیح حدیث جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے وہ نہیں جو قرآن کے ساتھ تغنی نہ کرے کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ قرآن کو لے اس کے ماسوا سے جو دست بردار اور بے پروانہ ہو جائے وہ مسلمان نہیں گو یہ تفسیر بالکل صحیح ہے لیکن اس حدیث نے یہ مقصود نہیں حدیث کا صحیح مقصد اس ہماری تفسیر کے شروع میں ہم نے بیان کر دیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مرتبہ مہمان آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ماہ رجب کے وعدے پر آٹا اُدھار منگوا لیکن اس نے کہا بغیر کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں بھی اگر یہ مجھے ادھار دیتا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیتا تو میں اسے ضرور ادا کرتا پس آیت: لَا تَمُدَّنَّ ...... نازل ہوئی اور گویا آپ کی دلجوئی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو ممنوع ہے کہ کسی کے مال و متاع کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھے۔ یہ جو فرمایا کہ ان کی جماعتوں کو جو فائدہ ہم نے دے رکھا ہے اس سے مراد کفار کے مالدار لوگ ہیں۔

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ

[1] مثلاً اگر کسی جگہ متعدد علماء ہوں اور ہم وہاں کے علماء میں سے صرف ایک عالم کا ذکر کر دیں تو مطلب یہ نہ ہوگا کہ یہی صرف عالم ہیں اور کوئی عالم ہی نہیں ۱۲

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں جیسا کہ ہم نے وہ عذاب ان لوگوں پر نازل کیا جنہوں نے حصے کر رکھے یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیتے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم (یعنی اپنی) ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے ○

آسمانی کتابیں حصول مقاصد کا ذریعہ:

حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمام لوگوں کو عذاب خدا سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں یاد رکھو میرے جھٹلانے والے بھی اگلے نبیوں کے جھٹلانے والوں کی طرح عذاب خدا کے شکار ہوں گے[1]۔ مقتسمین سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں جو انبیاء کی تکذیب اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی پر آپس میں قسما قسمی کر لیتے تھے کہ قوم صالح کا بیان قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ راتوں رات صالح اور ان کے گھرانے کو ہم موت کے گھاٹ اتار دیں گے اسی طرح قرآن میں ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مردے پھر جینے کے نہیں اور جگہ ان کا اس بات پر قسمیں کھانے کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کوئی رحمت نہیں مل سکتی الغرض جس چیز کو نہ مانتے اس پر قسمیں کھانے کی انہیں عادت تھی اس لئے انہیں مقتسمین کہا گیا صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اور اس ہدایت کی مثال جسے دے کر خدا نے مجھے بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ لوگو! میں نے دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیکھو ہوشیار ہو جاؤ بچئے اور ہلاک نہ ہونے کے سامان کر لو اب کچھ لوگ اس کی بات مان لیتے ہیں اور اسی مہلت میں چل پڑے ہیں اور دشمن کے پنجے سے بچ جاتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے جھوٹا سمجھے ہیں اور وہیں بے فکری میں پڑے رہتے ہیں کہ ناگاہ دشمن کا لشکر آ پہنچتا ہے اور گھر گھار کر انہیں قتل کر دیتا ہے پس یہ مثال میرے ماننے والوں کی نہ ماننے والوں کی ان لوگوں نے خدا کی ان کتابوں کو جو ان پر اتری تھیں پارہ پارہ کر دیا جس مسئلہ کو جی چاہا مانا جس سے دل گھبرایا چھوڑ دیا بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ کتاب کے بعض حصہ کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے یہ بھی نقل ہے کہ مراد اس سے کفار کا کتاب اللہ کی نسبت یہ کہنا ہے کہ یہ جادو ہے یہ کہانت ہے یہ اگلوں کی کہانی ہے اس کا کہنے والا جادوگر ہے مجنون ہے کاہن ہے وغیرہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے حج کا موسم قریب تھا اور یہ شخص ان میں بڑا شریف اور ذی رائے سمجھا جاتا تھا اس نے ان سب سے کہا کہ دیکھو حج کے موقعہ پر دور دراز سے تمام عرب یہاں جمع ہوں گے دیکھ رہے ہو کہ تمہارے اس ساتھی نے ایک اودھم مچا رکھا ہے پس اس کی نسبت ان بیرونی لوگوں سے کہا کیا جائے یہ بتاؤ اور کسی ایک بات پر اجماع کر لو کہ سب وہی کہیں ایسا نہ ہو کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے اس سے تو تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور وہ پردیسی تمہیں جھوٹا خیال کریں گے انہوں نے کہا عبدالشمس صاحب آپ ہی کوئی ایسی تجویز کر دیجئے اس نے کہا پہلے تم اپنی کہو تا کہ مجھے بھی غور و خوض کا موقعہ ملے انہوں نے کہا پھر ہماری رائے میں تو ہر شخص اسے کاہن بتلائے اس نے کہا یہ تو واقعہ کے خلاف ہے

---

[1] تمام انبیاء کی تعلیم مشترک ہے وہ ایک ہی خدا کی جانب سے مامور ہو کر آئے ہیں اس لیے کسی ایک نبی کی تکذیب کرنا تمام جماعت انبیاء کی مخالفت اور تکذیب کے ہم معنی ہے ۱۲

ہوں نے کہا پھر مجنون کہنا بالکل درست ہے اس نے کہا یہ بھی غلط ہے کہا اچھا تو شاعر کہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ شعر جانتا ہی نہیں ہا اچھا پھر جادوگر کہیں؟ کہا اسے جادو سے مس بھی نہیں اس نے کہا سنو! واللہ اس کے قول میں عجب مٹھاس ہے ان باتوں میں سے تم کہو گے دنیا سمجھ لے گی کہ محض غلط اور سفید جھوٹ ہے گو کوئی بات نہیں بنتی لیکن کچھ کہنا ضرور ہے اچھا بھئی سب اسے جادوگر بتاؤ میں ام پر یہ مجمع برخاست ہوا اور اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان کے اعمال کا سوال ان سے ان کا رب ضرور کرے گا یعنی کلمہ لا الٰہ الا ۔ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ہر ہر شخص قیامت کے دن تنہا تنہا خدا کے سامنے پیش ہوگا جیسے ہر ہر شخص چودھویں رات کے چاند کو اکیلا اکیلا دیکھتا ہے اللہ فرمائے گا اے انسان تو مجھ سے مغرور کیوں ہو گیا تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا تو نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا ابو العالیہ فرماتے ہیں دو چیز کا سوال ہر ایک سے ہوگا معبود کسے بنا تا تھا؟ اور رسول کی مانی یا نہیں؟ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہوگا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ انسان سے قیامت کے دن ہر عمل کا سوال ہوگا یہاں تک اس کے آنکھ کے سرمے اور ان کے ہاتھ کی گندھی ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہوگا دیکھ معاذ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اکی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے۔

اس آیت میں تو ہے کہ ہر ایک سے اس کے عمل کی بابت سوال ہوگا اور سورہ رحمٰن کی آیت میں ہے کہ :: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کہ اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ ہوگا ان دونوں آیتوں میں بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تطبیق یہ ہے کہ یہ سوال نہ ہوگا کہ تو نے یہ عمل کیا؟ بلکہ یہ سوال ہوگا کہ کیوں ہوگا؟

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

غرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو (اس کا علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے اور نماز پڑھنے والوں میں رہئے اور آپ رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

اعلانِ عام کر دیجئے:

حکم ہو رہا ہے کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچا دیں نہ کسی کی رورعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے مشرکوں کے سامنے توحید کھلم کھلا بیان کر دیجئے خود عمل کر کے دوسروں تک بھی پہنچائیے نماز میں قرآن کی باآواز

بلند تلاوت کیجئے اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کی دی ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں تو ان سے مطلقاً خوف نہ کر اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے ان کے شر سے بچالے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تیری جانب اتارا گیا ہے تو اسے پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا۔

چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے جا رہے تھے جو بعض مشرکوں نے آپ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں کچوکا مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤسا تھے بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے بنو اسد کے قبیلے میں سے تو اسود بن عبدالمطلب ابوزمعہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ہی دشمن تھا ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آ کر اس کے لئے بددعا کی تھی کہ خدایا اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے بنی زہرہ میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں سے عاص بن وائل تھا اور خزاعہ میں سے حارث تھا یہ لوگ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا کرتے جب یہ اپنے مظالم میں سے حد سے گذر گئے اور بات بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فَاصْدَعْ سے يَعْلَمُوْنَ تک کی آیتیں نازل فرمائیں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ شریف میں آپ پاس کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبدیغوث آپ کے پاس سے گذرا تو حضرت جبرائیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ معمولی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گذر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی' پکی اور اسی میں وہ مرا پھر عاص بن وائل گذرا اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کے لئے اپنے گدھے پر سوار چلا راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لی حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا ان سب موذیوں کا سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا۔

پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو منڈھ تھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی کمینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے انہیں اپنے کرتوت کا مزہ ابھی ابھی آ جائے گا اور بھی جو رسول کا مخالف ہو خدا کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بے ہودہ گوئی سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال نہ کرو اللہ تمہارا امدادگار ہے تم اپنے رب کے ذکر اور اس کی تسبیح اور حمد میں لگے رہو اس کی عبادت جی بھر کر کرو نماز کا خیال رکھو سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم شروع دن کی چار رکعت سے عاجز نہ ہو میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آ پڑتا تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نماز شروع کر دیتے یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے اس کی دلیل سورہ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے مسکینوں کو کھلاتے نہ تھے باتیں بنایا کرتے تھے اور قیامت کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت آ گئی یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔

ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ انتقال کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء نے کہا اے ابو السائب اللہ کی رحمتیں ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تکریم وعزت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا؟ انہوں جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہوگا جس کا اکرام ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! اسے موت آ چکی اور مجھے اس کے لئے بھلائی کی امید ہے۔

اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت انسان پر فرض ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کر لے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر۔

بد مذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑ لی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادات فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر وضلالت اور جہالت ہے یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء اور خصوصا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور خدائی علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔

پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ وتابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے فالحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے اس نے جو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اسی سے نیک کاموں میں مدد چاہتے ہیں اسی کی پاک ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اس مالک حاکم سے دعا کرتے ہیں کہ وہ بہترین اور کامل اسلام ایمان اور نیکی پر موت دے وہ جواد ہے اور کریم ہے۔

سورۃ النحل

سورۃ النحل مکیۃ وھی مائۃ وثمان وعشرون آیۃ وستۃ عشر رکوعا

کُل آیات: ۱۲۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم کُل رکوع: ۱۶

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰٓی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ①

خدا تعالیٰ کا حکم آپہنچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے ○

خدا کا حکم:

اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب ہونے کی خبر دے رہا ہے اور گویا کہ وہ قائم ہو چکی اس لئے ماضی کے لفظ سے بیان فرماتا ہے جیسے فرمان ہے لوگوں کا حساب قریب آگیا پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ موڑے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے قیامت قریب آگئی چاند پھٹ گیا پھر فرمایا اس قریب والی چیز کے اور قریب ہونے کی تمنائیں نہ کرو۔ کی ضمیر کا مرجع یا تو لفظ اللہ ہے یعنی اللہ سے جلدی نہ چاہو یا عذاب ہے یعنی عذاب کی جلدی نہ مچاؤ دونوں معنی ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں جیسے اور آیت میں ہے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اگر ہماری طرف سے اس کا وقت مقرر نہ ہوتا تو بے شک ان پر عذاب آپڑتے لیکن عذاب ان پر آئے گا ضرور اور وہ بھی ناگہاں ان کی غفلت میں یہ عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور جہنم ان سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ضحاکؒ نے اس آیت کا ایک عجیب مطلب بیان کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ خدا کے فرائض اور حدود نازل ہو چکے امام ابن جریر نے اسے خوب رد کیا ہے اور فرمایا ہے ایک بھی تو ہمارے علم میں ایسا نہیں جس نے شریعت کے وجود سے پہلے اس کے مانگنے میں اس کی عجلت کی ہو مراد اس سے عذابوں کی جلدی ہے جو کافروں کی عادت تھی کیونکہ وہ انہیں مانتے ہی نہ تھے جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے یَسۡتَعۡجِلُ بِہَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہَا ...... بے ایمان تو اس کی جلدی مچار ہے ہیں اور ایمان دار ان سے لرزاں و ترساں ہیں کیونکہ وہ انہیں برحق مانتے ہیں بات یہ ہے کہ عذاب خدا میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح کا سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی ندا کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو اڑا دیں گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو! اب تو سب کہیں گے ہاں صاحب آواز تو آئی ہے پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا اے لوگو! امر خداوندی آپہنچا اب جلدی نہ کرو خدا کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سمیٹنے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی بھی پلانے نہیں پایا

ہوگا جو قیامت آئے گی دودھ دوہنے والے پی بھی نہ سکیں گے کہ قیامت آ جائے گی ہر ایک آپا دھاپی میں لگ جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریم کی شرکت اور عبادت غیر سے پاکیزگی بیان فرماتا ہے فی الواقع وہ ان تمام باتوں سے پاک بہت دور اور بہت بلند ہے یہی مشرک ہیں جو منکر قیامت بھی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲

وہ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرائیل) کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جن پر چاہیں (یعنی انبیاء پر) نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کہہ دو کہ میرے سوا لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو ○

رسالت ایک عطیہ ہے:

روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسے آیت وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ... (شوریٰ: ۵۲) ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے وحی نازل فرمائی حالانکہ تجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ ہاں ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا اپنے بندوں میں سے راستہ دکھا دیا یہاں فرمان ہے کہ ہم اپنے جن بندوں کو چاہیں پیغمبر عطا فرماتے ہیں ہمیں ہی اس کا پورا علم ہے کہ اس کے لائق کون ہے ہم ہی فرشتوں میں سے بھی اس اعلیٰ منصب کے فرشتے چھانٹ لیتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی خدا اپنی وحی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ہوشیار کر دیں جس دن سب کے سب خدا کے سامنے ہوں گے کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی اس دن ملک کس کا ہوگا صرف اللہ واحد وقہار کا یہ اس لئے کہ وہ لوگوں میں وحدانیت خدا کا اعلان کر دیں اور پارسائی سے دور مشرکوں کو ڈرا دیں اور لوگوں کو سمجھا دیں کہ وہ مجھ سے ڈرتے رہا کریں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا ○

زمین و آسمان کو خدا ہی نے پیدا کیا:

عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ کریم ہی ہے بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب بطور حق ہے نہ بیکار نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی وہ تمام اور معبودوں اور مشرکوں سے بری اور بے زار ہے واحد ہے لاشریک ہے اکیلا ہی خالق کل ہے اسی لئے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے اس نے انسان کا سلسلہ نطفہ سے جاری رکھا ہے جو ایک پانی ہے حقیر و ذلیل یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آ جاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے بندہ تھا چاہئے تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو زندگی کرنے لگا اور آیت میں ہے اللہ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا خدا قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور بے ضرر ہیں کافر کچھ خدا سے پوشیدہ نہیں سورہ یٰسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے

نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا ہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھی بھول گیا کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری فرماتا ہے کہ اے انسان کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب تو پورا ہو گیا ٹھیک ٹھاک ہو گیا لباس، مکان مل گیا تو تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں اور راہ اللہ میں دیتا ہوں بس اب صدقہ خیرات کا وقت نکل گیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اس نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بہت سے فائدے ہیں اور وہ ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ (ان کو) صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ (لاد کر) ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے ۝

قسم قسم کے جانور:

جو چوپائے خدائے تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے جیسے اونٹ، گائے، بکری جس کا مفصل بیان سورہ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے ان کے بال اُون، صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت کھاتے ہیں شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوہانوں والے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کئے مشکل تھا۔ حج کے، عمرے کے، جہاد کے، تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر اُن پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں جیسے آیت وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ...... میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو سمندر کی سواری کے لئے کشتیاں ہم نے بنا دی ہیں اور آیت میں ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ ...... (نحل: ۷۹) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ دلی حاجتیں پوری کرو اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کرایا اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم کس کس نشان کا انکار کرو گے؟ یہاں بھی اپنی یہ نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا وہ رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے وہ تم پر بہت ہی شفقت و

نعمت والا ہے جیسے سورہ یٰسین میں فرمایا ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں ان کا مالک کر دیا اور انہیں ان کا مطیع بنا دیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں۔
اور آیت میں ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ...... اس خدا نے تمہارے لئے کشتیاں بنا دیں اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل وشکر کرو اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے دِفْءٌ کے معنی کپڑے اور منافع سے مراد کھانا پینا نسل حاصل کرنا سواری کرنا گوشت کھانا دودھ پینا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جس کی تم کو خبر بھی نہیں ○

بہت سے فائدے:

اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لئے سواری کے لئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے چوں کہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرکت کی دلیل اس آیت سے لی ہے جیسے امام ابو حنیفہؒ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہا کہتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت حدیثوں میں آئی ہے اور اکثر علما کا مذہب بھی ہے ابن عباسؓ سے ان تینوں کی حرمت آئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں تم کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح بن یحییٰ مقدام ہیں جن میں کلام ہے مسند کی اور حدیث میں مقدام بن معدی کرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید کے ساتھ صائفہ کی جنگ میں تھے میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے مجھ سے ایک پتھر مانگا میں نے دیا انہوں نے اس میں اسے باندھا میں نے کہا ٹھہرو میں حضرت خالدؓ سے دریافت کر آؤں انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی شروع کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ نماز کے لئے آ جائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے میں عجلت کی سنو! معاہد کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے اور گھوڑوں کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ حرام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بے شک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں نص تھی لیکن اس میں صحیحین کی حدیث کے مقابلہ کی قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کیے تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر اور گدھے کے گوشت سے تو منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا صحیح مسلم شریف میں حضرت اسما بنت ابی بکرؓ سے نقل ہے کہ ہم نے مدینہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا پس یہ سب سے بڑی اور سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علما کا ہے مالک' شافع' احمد ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف وخلف یہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشت اور جنگلیت تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اسے مطیع کر دیا وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا جس پر آپ سواری کرتے تھے ہاں یہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ جائے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور بعضے رستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا ○

درمیان راہ:

دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود میں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقویٰ کے توشہ کا جو آخرت میں کام دے بیان ہے ظاہری کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ حق راستہ خدا سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر چلو اور راستوں پر نہ لگو ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتلائی ہے طریق حق جو خدا سے واصل کرنے والا ہے خدا نے ظاہر کر دیا ہے اور دین اسلام ہے جسے خدا نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی اور راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے پس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باقی اس کے علاوہ دوسرے راستے غلط ہیں حق سے یکسو ہیں لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت' نصرانیت' مجوسیت وغیرہ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضہ کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے زمین کے تمام باشندے مؤمن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر خدا رحم فرمائے اسی کے لئے انہیں پیدا کیا ہے تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جہنم جنت انسان جنات سے بھر جائے۔[1]

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

[1] شاید ناظرین ان مواقع پر خدا تعالیٰ کے بعض بیانات پر ہمنی الجھن محسوس کریں منطقی طور پر خاموش کرنے کے لیے خاکسار حاشیہ نگار کے پاس بحمدہ جواب ہے کی نہیں لیکن ان الجھنوں کو ختم کرنے کی حقیقی صورت یہی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے ان بیانات پر ایمان رکھیں اور شیطانی وساوس پر توجہ نہ کریں ۱۲

تُسِيمُوْنَ ⑩ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو اور اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے) اگاتا ہے بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے ○

کتنی بڑی نعمت ہے:

چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے جس سے تم خود فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں میٹھا صاف شفاف خوشگوار اچھے ذائقہ کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے اسی آب باراں سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں سوم کے معنی چرنے کے ہیں اسی وجہ سے اہل سائمہ چرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے مختلف شکل وصورت کے مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو خدا کی وحدانیت جاننے کے لئے کافی ہیں اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق بادلوں سے پانی برسانے والا ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑫ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬

اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور ستارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں بے شک اس میں (بھی) عقل مند لوگوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں اور ان چیزوں کو بھی (بنایا) جن کو تمہارے لئے اس طور پر پیدا کیا کہ ان کے اقسام مختلف ہیں بے شک اس میں (بھی) سمجھدار لوگوں کے لئے دلیل (توحید موجود) ہے ○

دلائل کا انبار:

اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لئے آتے جاتے ہیں سورج چاند گردش میں ہیں

سیارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ خدا نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو ہر ایک رب کی قدرت میں اور اس کے ماتحت ہے اس نے چھ دن میں آسمان وزمین پیدا کیے پھر عرش پر مستوی ہوا دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں سورج چاند ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں خلق وامر کا مالک وہی ہے وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کے لئے تو اس میں قدرت وسلطنت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوان کان نباتات جمادات وغیرہ مختلف رنگ وروپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لئے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں جو لوگ خدا کی نعمتوں کو سوچیں اور قدر کریں ان کے لئے تو یہ زبردست نشان ہے۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٤﴾ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تا کہ وہ (زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تا کہ منزل مقصود تک پہنچ سکو اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور تاروں سے بھی لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ اس جیسا ہو جائے گا جو پیدا نہیں کر سکتا پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں ○

بڑی نعمتوں کے بعد بحری انعامات کا تذکرہ:

خدائے تعالیٰ اپنے اور احسانات کا ذکر کرتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان کے تروتازہ گوشت تم کھاتے ہو مچھلی حلت کی حالت[1] میں احرام کی حالت میں زندہ ہو یا مردہ[2] ہو خدا کی طرف سے حلال ہے لُولُو اور جوہر اس نے تمہارے لئے اس میں

[1] یعنی اگر کوئی سفر حج میں ہو اور احرام پہنے ہوئے ہو جب بھی اس کے لیے مچھلی کا شکار جائز ہوگا اور عام حالات میں تو شکار کی ممانعت کا کوئی سوال ہی نہیں ۱۲

[2] وہ مچھلی جو پانی میں مر کر خود اوپر آ گئی ہو بعض فقہاء نے اس کو حرام قرار دیا ہے لیکن اگر مچھلی شکار کرنے کے بعد مری تو پھر اس کو کھانا سب جائز قرار دیتے ہیں ۱۲

پیدا کئے ہیں جنہیں تم سہولت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہی کو کشتی بنانا خدائے عالم نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر بحری لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی اس پار آنے جانے لگیں اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم خدا کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت و احسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو مسند بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا ڈبو دوں گا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا تجھے میں نے زیور سے اور شکار سے محروم کیا پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی اس نے کہا میں اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچہ کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی اس حدیث کا راوی صرف عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے عبداللہ بن ابی عمرو سے بھی یہ روایت مرفوعاً منقول ہے۔[1] اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس پر مضبوط اور روزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے جیسے فرمان ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا ہے پس فرشتوں کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے قیس بن عبادہ سے بھی منقول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا کہ تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں، چشمے اور دریا ہر طرف بہا دیئے کوئی تیز ہے کوئی مند ا کوئی لمبا ہے کوئی مختصر کبھی پانی کم ہے کبھی زیادہ کبھی بالکل سوکھا پڑا پہاڑوں پر جنگلوں میں رہتے ہیں پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں یہ سب اس کا فضل و کرم لطف و رحم ہے نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت وہی رب ہے وہی معبود ہے اسی نے راستے بنا دیئے ہیں خشکی میں تری میں پہاڑ میں جنگل میں بستی میں اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل و کرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ جا آ سکیں کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ وغیرہ جن سے تری خشکی کے رہرو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں اور بھٹکے ہوئے سیدھے راستے لگ جاتے ہیں ستارے بھی رہنمائی کے لئے ہیں رات کے اندھیرے میں انہیں سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے مالک سے منقول ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں پھر اپنی عظمت اور کبریائی جتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا کوئی نہیں خدا کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور خدائے تعالیٰ سب کا خالق ہے ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی تو نہیں آ سکتیں اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگذر فرماتا رہتا ہے

[1] روایت پر عدم اعتماد کی طرف خود ابن کثیر نے بھی راوی کے منکر ہونے کا اعلان کر کے توجہ کی تاہم اگر یہ صحیح بھی ہو تو خدا تعالیٰ کا دریاؤں سے گفتگو کرنا اور اس گفتگو کو دریاؤں کا سمجھ لینا ناممکن نہیں ممکن ہے ۱۲

اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا نہیں اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے سنو! اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں ہوگا لیکن وہ غفور ورحیم خدا تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے تمہاری کوتاہیوں سے تجاوز کر لیتا ہے تو بہ رجوع اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے بڑا ہی رحیم ہے تو بہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر احوال سب جانتے ہیں اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ وہ مردے کب اٹھائے جائیں گے ○

نری بے وقوفی:

چھپا کھلا سب کچھ اللہ جانتا ہے دونوں اس پر یکساں ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا نیکوں کو جزا بدوں کو سزا جن معبودان باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں جیسے کہ خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ: اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (صافات:۹۶) تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے ہو در حقیقت تمہارا کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے بلکہ تمہارے معبود جو خدا کے سوا ہیں جمادات ہیں بے روح چیزیں ہیں سنتے دیکھتے اور شعور رکھتے نہیں انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ تو اس خدا سے ہونی چاہئے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کا خالق ہے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (معقول بات سے) منکر ہو رہے ہیں اور قبول حق سے تکبر کرتے ہیں (اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سب احوال پوشیدہ وظاہر جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ○

غرور بھاتا نہیں:

اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ واحد ہے احد ہے صمد ہے کافروں کے دل بھلی بات سے انکاری ہیں وہ اس حق کلمہ کو سن کر سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اللہ واحد کا ذکر سن کر ان کے دل مرجھا جاتے ہیں ہاں اوروں کا ذکر ہو تو کھل جاتے ہیں یہ

خدا کی عبادت سے مغرور ہیں نہ ان کے دل میں ایمان نہ عبادت کے عادی ایسے لوگ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے یقینا خدائے تعالیٰ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ہر عمل پر جزا اور سزا دے گا وہ مغرور لوگوں سے بےزار ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ع

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں نتیجہ اس کہنے کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے اپنے گناہوں کا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ برا بوجھ ہے ○

کفار کی خرمستیاں:

ان منکرین قرآن سے جب سوال کیا جائے کہ کلام اللہ نازل ہوا؟ تو اصل جواب سے ہٹ کر بک دیتے ہیں کہ سوائے گذرے ہوئے افسانوں کے کیا رکھا ہے وہی لکھ لئے ہیں اور صبح شام دہرا رہے ہیں پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ دراصل کسی بات پر جم ہی نہیں سکتے اور یہ بہت دلیل ہے ان کے تمام اقوال کے باطل ہونے کی ہر ایک جو حق سے ہٹ جائے وہ یوں ہی مارا مارا بہکا بہکا پھرتا ہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے کبھی شاعر، کبھی کاہن کبھی مجنون پھر ان کے بڈھے گرو ولید بن مغیرہ مخزومی نے انہیں بڑے غور و خوض کے بعد کہا کہ سب مل کر اس کلام کو مؤثر جادو کہا کرو ان کے اس قول کا نتیجہ یہ ہوگا اور ہم نے انہیں اس راہ پر اس لئے لگا دیا کہ یہ اپنے پورے گناہوں کے ساتھ ان کے بھی کچھ گناہ اپنے اوپر لادیں جو ان کے مقلد ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں حدیث شریف میں ہے ہدایت کی دعوت دینے والے شخص کو اپنے اجر کے ساتھ اپنے متبع لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے لیکن ان کے اجر کم نہیں ہوتے اور برائی کی طرف بلانے والوں کو ان کی ماننے والوں کے گناہ بھی ملتے ہیں لیکن ماننے والوں کے گناہ کم ہو کر نہیں قرآن کریم کی اور آیت میں ہے: وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ..... (عنکبوت ۳۱) یہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ہی ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے افترا کا سوال ان سے قیامت کے دن ہونا ضروری ہے پس ماننے والوں کے بوجھ تو ان کی گردنوں پر ہیں لیکن وہ بھی ہلکے نہیں ہوں گے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ

فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوٓءَ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٢٧﴾

جولوگ ان سے پہلے ہوگذرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے ان پر چھت آپڑی ہو اور (علاوہ ناکامی کے) ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے ○

پچھلی اُمتیں:

بعض تو کہتے ہیں اس مکار سے مراد نمرود ہے جس نے بالاخانہ تیار کیا تھا سب سے پہلے سب سے بڑی سرکشی اسی نے زمین میں کی خدائے تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کو ایک مچھر بھیجا جو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا بھیجا چاٹتا رہا اس مدت میں اسے اس وقت قدرے سکون معلوم ہوتا تھا جب اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جائیں خوب دونوں ہاتھوں کے زور سے اس کے سر پر ہتھوڑے پڑتے رہتے تھے[1] اس نے چار سو سال تک سلطنت بھی کی تھی اور خوب فساد پھیلایا تھا بعض کہتے ہیں اس سے مراد بخت نصر ہے یہ بھی بڑا مکار تھا لیکن خدا کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے گو اس کا مکر پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے سرکا دینے والا ہو بعض کہتے ہیں یہ کافروں اور مشرکوں نے خدا کے ساتھ جو غیروں کی عبادت کی ان کے عمل کی بربادی کی مثال ہے جیسے نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ان کافروں نے بڑا ہی مکر کیا ہر حیلے سے لوگوں کو گمراہ کیا ہر وسیلے سے انہیں شرک پر آمادہ کیا چنانچہ ان کے چیلے قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ تمہارا رات دن کا مکر کہ ہم سے کفر وشرک کو کہنا...... ان کی عمارت کی جڑ اور نیو سے عذاب خدا آیا یعنی بالکل ہی کھود یا اصل سے کاٹ دیا جیسے فرمان ہے جب لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے اور فرمان ہے ان کے پاس اللہ ایسی جگہ سے آیا جہاں کا انہیں خیال بھی نہ تھا ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات تباہ کرنے لگے اور دوسری جانب سے مؤمنوں کے ہاتھوں مٹے عقل مند وعبرت حاصل کرو یہاں فرمایا کہ اللہ ان کی عمارت کی نیو سے آگیا اور ان پر اوپر سے چھت آپڑی اور نادانستہ جگہ سے ان پر عذاب اتر آیا قیامت کے دن کی رسوائی اور فضیحت ابھی باقی ہے اس وقت چھپا ہوا سب کھل جائے گا سارا معاملہ طشت ازبام ہو جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کر دیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا اسی طرح ان لوگوں کو بھی میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یار ومددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے کون سی جھوٹی دلیل پیش کریں اس وقت علمائے کرام جو دنیا اور آخرت میں خدا کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودانِ باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

[1] اگر یہ روایت صحیح ہے کہ سر کا اتنا پختہ ہونا کہ ہتھوڑوں سے نہ ٹوٹے حیرت انگیز نہ ہوگا کیونکہ جس شخص کی عمر چار سو سال تک کی ہو اس کے اعضاء کا عام لوگوں کے اعضاء کے مقابل میں مضبوط ہونا ایک معقول امر ہے اور بہت ممکن ہے کہ کوئی چھوٹی چیز ہو جس سے اس کے سر کو کوٹتے ہوں ۱۲

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی (یعنی آخر وقت تک کافر رہے) پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو جہنم کے دروازوں میں ہے جہنم میں داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے ○

کفار اور سکراتِ موت:

مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کے لئے آتے ہیں تو یہ اس وقت سننے عمل کرنے اور جان لینے کا اقرار کرتے ہیں ساتھ ہی اپنے کرتوت چھپاتے ہوئے اپنی بے گناہی بیان کرتے ہیں قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنے مشرک نہ ہونا بیان کریں گے جس طرح دنیا میں اپنی بے گناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو بداعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آ جائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے اب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو مقام برا مکان برا ذلت و رسوائی اور خواری والا یہ ہے بدلہ خدا کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی چرانے کا مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہوئیں اور جسموں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نارِ جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف جیسے فرمان باری ہے: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ...... (المؤمنون:۴۶) یہ دوزخ کی آگ کے سامنے ہر صبح شام لائے جاتے ہیں قیامت قائم ہوتے ہی اے آل فرعون تم سخت تر عذاب میں چلے جاؤ۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور جو شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن

لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (بلکہ) اس طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا (اپنے) اعمال کے سبب ○

مؤمن اور نزع کا عالم:

بروں کے حالات بیان فرما کر نیکوں کے حالات جو ان کے بالکل برعکس ہیں بیان فرمار ہا ہے برے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب صرف اگلوں کے فسانے کی نقل ہے لیکن یہ نیک لوگ جواب دیتے ہیں کہ وہ سراسر برکت و رحمت ہے جو بھی اسے مانے اور اس پر عمل کرے وہ برکت و رحمت سے مالا مال ہو جائے پھر خبر دیتا ہے میں اپنے رسولوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ نیکوں کو دونوں جہان کی خوشی حاصل ہوگی جیسے فرمان ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہاں یہ ضروری ہے کہ ہو مؤمن تو ہم اسے بڑی پاک زندگی عطا فرمائیں گے اور اس کے بہترین اعمال کا بدلہ بھی ضرور دیں گے دونوں جہان میں وہ جزا پائے گا یاد رہے کہ دار آخرت دار دنیا سے بہت ہی افضل و احسن ہے وہاں کی جزا نہایت اعلیٰ اور دائمی ہے جیسے قارون کے مال کی تمنا کرنے والوں سے علمائے کرام نے فرمایا تھا کہ ثواب خدا بہتر ہے...... قرآن فرماتا ہے وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ خدا کے پاس کی چیزیں نیک کاروں کے لئے اعلیٰ ہیں اور جگہ ہے آخرت خیر اور باقی ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا تیرے لئے آخرت دنیا سے اعلیٰ ہے پھر فرماتا ہے دار آخرت متقیوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے جَنَّاتُ عَدْنٍ بدل ہے دَارُ الْمُتَّقِينَ کا یعنی ان کے لئے آخرت میں جنت عدن ہے جہاں وہ رہیں گے جس کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے برابر چشمے ہر وقت جاری ہیں جو چاہیں گے پائیں گے آنکھوں کی ہر ٹھنڈک موجود ہوگی اور وہ بھی ہیشگی والی حدیث میں ہے اہل جنت بیٹھے ہوں گے سر پر ابر اٹھے گا اور جو خواہش یہ کریں گے وہ ان پر برسائے گا یہاں تک کہ کوئی کہے گا اس سے ہم عمر کنواریاں برسیں تو یہ بھی ہوگا[1] پرہیز گار تقویٰ شعار لوگوں کے بدلے اللہ ایسے ہی دیتا ہے جو ایمان دار ہوں ڈرنے والے ہوں اور نیک عمل ہوں ان کے انتقال کے وقت یہ شرک کی گندگی سے پاک ہوتے ہیں ان کے پاس فرشتے آتے ہیں سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جیسے فرمان عالی شان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ..... جن لوگوں نے اللہ کو رب مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم ڈر غم مت رکھو جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ تھا ہم دنیا و آخرت میں تمہارے والی ہیں جو تم چاہو گے پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا تم تو اللہ غفور و رحیم کے مہمان ہو اس مضمون کی حدیثیں ہم آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ...... کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ

[1] ان چیزوں پر یقین رکھنا ہی ایمان ہے ۱۲

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آجاوے ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزا ئیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آگھیرا۔

انتظار اور کس چیز کا انتظار:

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں تو ان فرشتوں کا انتظار ہے جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے یا قیامت کا انتظار ہے اور اس کے اہوال واحوال کا ان جیسے ان سے پہلے کے مشرکین کا بھی یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ ان پر عذاب خدا آپڑا اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے ان کے عذر ختم کر کے کتابیں اتار کر رسول بھیج کر پھر بھی ان کے انکار کے اصرار پر ان پر عذاب مسلط کئے اللہ کے رسولوں کی دھمکیوں کو مذاق میں اڑانے کے وبال میں گھر گئے خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (احکام کا) صاف صاف پہنچا دینا ہے اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے رستے) سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ان میں سے وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو اچھا زمین میں چلو پھرو پھر (آثار سے) دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

ایک مکمل عذر:

مشرکوں کی حماقت دیکھئے گناہ کریں شرک پر اصرار ہو حلال کو حرام کریں جیسے جانوروں کو اپنے خداؤں کے نام کا کرنا اور تقدیر کو حجت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور ہمارے بڑوں کے یہ کام برے لگتے تو ہمیں اسی وقت سزا ملتی انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہمارا دستور نہیں ہمیں تمہارے یہ کام سخت ناپسند ہیں اور ان کی ناپسندیدگی کا اظہار ہم اپنے سچے پیغمبروں کی زبانی کر چکے سخت تاکیدی طور پر تمہیں ان سے روک چکے ہر بستی میں ہر جماعت ہر شہر میں اپنے پیغامبر بھیجے سب نے اپنا فرض ادا کیا بندگان خدا میں خدا کے احکام کی تبلیغ مکمل کر دی سب سے کہہ دیا کہ اللہ ایک کی عبادت کرو اس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو سب سے پہلے جب شرک کا ظہور زمین پر ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خلعت نبوت دے کر بھیجا اور سب سے آخر ختم المرسلین کا لقب دے کر رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بنایا جن کی دعوت تمام جن وانس کے لئے زمین کے اس کونے سے اس کونے تک تھی جیسے فرمان ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔

اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے کے رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے ان کے لئے بجز اپنے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے ہوں؟ یہاں بھی فرمایا ہر امت کے رسولوں کی دعوت توحید کی تعلیم اور شرک سے بے زاری ہی رہی پس مشرکین کو اپنے شرک پر خدا کی رضا کچھ دلیل لانا کیسے مناسب معلوم ہوتا ہے؟ خدا کی رضا اس کی شریعت سے معلوم ہوتا ہے اور وہ ازابتدا شرک بیخ کنی اور توحید کی مضبوطی کی ہے تمام رسولوں کی زبانی اس نے یہی پیغام بھیجا ہاں انہیں شرک کرتے ہوئے چھوڑ دینا اور یہ بات ہے جو حجت نہیں خدا نے جہنم اور جہنمی بھی تو بنائے ہیں شیطان کافر سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں وہ اپنے بندوں سے ان کے کفر پر راضی نہیں اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کے آگاہ کر دینے کے بعد دنیاوی سزائیں بھی کافروں اور مشرکوں پر آئیں بعض کو ہدایت بھی ہوئی بعض اپنی گمراہی میں ہی بھٹکتے رہے تم رسولوں کے مخالفین کا خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کا انجام زمین میں چل پھر کر آپ دیکھ لو گذشتہ واقعات کا جنہیں علم ہے ان سے دریافت کر لو کہ کس طرح عذاب خدا نے مشرکوں کو غارت کیا اس وقت کے کافروں کے لئے ان کافروں میں مثالیں اور عبرتیں موجود ہیں دیکھ لو انکار خدا کا نتیجہ کتنا مہلک ہوا۔

پھر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ گو آپ ان کی ہدایت کے کیسے ہی حریص ہوں لیکن بے فائدہ ہے رب ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انہیں در رحمت سے دور ڈال چکا ہے جیسے فرمان ہے وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا (مائدہ:۴۱) جسے اللہ ہی فتنہ میں ڈالنا چاہے تو اسے کچھ بھی تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اگر اللہ کا ارادہ تمہیں بہکانے کا ہے تو میری نصیحت اور خیر خواہی تمہارے لئے محض بے سود ہے اس آیت میں بھی فرماتا ہے کہ خدا کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست پر کوئی لا نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے کہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا[1] وہ تو دن بدن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے رہتے ہیں فرمان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ...... (یونس:۹۶) جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا گو تمام

[1] یہ محض قانون تکوینی ہے یعنی جو جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر خدا تعالیٰ ویسا ہی نتیجہ مرتب کر دیتے ہیں معاذ اللہ خدا تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتے ۱۲

نشانیاں ان کے پاس آجائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کا منہ دیکھ لیں پس اللہ یعنی اس کی شان اس کا امر اس لئے کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں ہوتا پس فرماتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کئے ہوئے کو راہ نہیں دکھاتا نہ کوئی اور اس کی رہبری کر سکتا ہے نہ کوئی اس کی مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے کہ عذاب خدا سے بچا سکے خلق وامر اللہ ہی کا ہے وہ رب العالمین ہے اس کی ذات بابرکت ہے وہ سچا معبود ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا (بطور معائنہ کے) اظہار کر دے اور تاکہ کافر لوگ (پورا) یقین کر لیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ پیدا ہو جاتی ہے ○

حشر ونشر کا انکار:

چونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے سے ہٹانے کے لئے وہ پوری کوشش کرتے ہیں ایمان فروشی کر کے خدا کی تاکیدی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کا خلاف کرتے ہیں خدا کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں اوندھے منہ گرتے ہیں۔

پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے کافروں کا عقیدے میں اپنے قول میں اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتلاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو سب برابر ہے اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔

پھر اپنی بے اندازہ قدرت کا بیان فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے اس پر قادر ہے کوئی بات اسے عاجز نہیں کر سکتی کوئی چیز اس کے اختیار سے خارج نہیں وہ جو کرنا چاہے فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام ہو جاتا ہے قیامت بھی اس کے فرمان کا عمل ہے جیسے فرمایا ایک آنکھ جھپکنے میں اس کا کہا ہو جائے گا تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کر دینا اس پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کا ادھر کہا ہو جا ادھر ہو گیا اسے تو دوبارہ کہنے یا تاکید کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں کوئی نہیں جو اس کا خلاف کر سکے اس کے حکم کے خلاف زبان ہلا سکے وہ واحد وقہار ہے وہ عظمتوں اور عزتوں والا ہے سلطنت اور جبروت والا ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ حاکم نہ رب نہ قادر حضرت ابو

ہریرہؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے اسے ایسا نہیں چاہیے تھا وہ مجھے جھٹلا رہا ہے حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ تاکیدی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ خدا مردوں کو پھر زندہ نہ کرے گا میں کہتا ہوں یقیناً زندہ ہوں گے یہ برحق وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ میں احد ہوں میں اللہ ہوں میں صمد ہوں جس کا ہم جنس کوئی اور نہیں ابن ابی حاتم میں تو یہ حدیث موقوفاً روایت ہے صحیحین میں دوسرے لفظوں کے ساتھ مرفوعاً روایت بھی آئی ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور اگرچہ آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ○

ہجرت اور اس کا لامحدود اجر:

جو لوگ محض خدا کے لئے ترک وطن کر کے دوست احباب' رشتے' کنبے' تجارت کو نام خدا پر ترک کر کے دین خدا کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں جہان میں یہ خدا کے ہاں معزز و محترم ہیں بہت ممکن ہے کہ سبب نزول اس کا مہاجرین حبش ہوں جو مکہ میں مشرکین کی ایذا سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبش چلے گئے کہ آزادی سے دین خدا پر عامل رہیں ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ وغیرہ قریب قریب اسی آدمی تھے مرد اور عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے پس خدائے تعالیٰ ایسے سچوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں اچھی جگہ وہ عنایت فرمائے گا جیسے مدینہ اور پاک روزی مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خوف خدا سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اسی جیسی اس سے بہترین پاک اور حلال چیز اسے عطا فرماتا ہے ان غریب الوطن مہاجرین کو دیکھئے کہ خدائے تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کی حکومت قائم کر دی ابھی آخرت کا اجر و ثواب باقی ہے پس ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے لو اللہ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا خدا کا وعدہ ہے اور ابھی اجر آخرت جو بہت عظیم الشان ہے باقی ہے پھر اسی آیت مبارک کی تلاوت کرتے۔

ان پاکباز لوگوں کا اور وصف بیان فرماتا ہے کہ جو تکلیفیں راہ خدا میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے اس میں کبھی فرق نہیں آتا اسی لئے دونوں جہان کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾

اور ہم نے آپ کے قبل (بھی) صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو اور آپ پر یہ قرآن اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تا کہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں ○

ایک تسلسل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے فرماتا ہے اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ...... کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے سبھی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے؟ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے اس قول سے باز آ و ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بے شک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے اور آیت میں مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے کوئی آسمانی مخلوق نہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں مجاہدؒ کا قول بھی یہی ہے عبدالرحمٰن فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ...... میں ہے یہ قول بجائے خود ٹھیک ہے لیکن اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن لینا درست نہیں کیونکہ قرآن کے تو وہ لوگ منکر تھے پھر قرآن والوں سے پوچھ کر ان کی تشفی کیسے ہو سکتی تھی؟ اسی طرح ابو جعفر باقرؒ سے منقول ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں یعنی یہ امت یہ قول بھی اپنی جگہ پر درست ہے فی الواقع یہ امت تمام اگلی امتوں سے زیادہ علم والی ہے اور اہل بیت کے علما اور علما سے بدر جہا بڑھ کر ہیں جب کہ وہ سنت مستقیم پر ثابت قدم ہوں جیسے علی بن عباس حسن حسین محمد بن حنفیہ علی بن حسین زین العابدین علی بن عبداللہ ابن عباس ابو جعفر باقر محمد بن علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے جعفر اور ان جیسے اور بزرگ حضرات خدا کی رحمت و رضا انہیں حاصل ہو جو کہ خدا کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے اور صراط مستقیم پر قدم جمائے ہوئے اور ہر حقدار کے حق بجالانے والے اور ہر ایک کو اس کی ٹھیک جگہ اتارنے والے ہر ایک کی قدر و عزت کرنے والے تھے اور خود وہ خدا کے تمام نیک بندوں کے دلوں میں اپنی مقبولیت رکھتے ہیں تو ہے یہ بے شک صحیح لیکن اس آیت میں یہ مراد نہیں یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ بھی انسان ہیں اور آپ سے پہلے بھی انبیاء بنی آدم میں سے ہی ہوتے رہے جیسے فرمان قرآن ہے :قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا ...... کہہ دے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک انسان ہوں جو خدا کا رسول ہوں لوگ محض یہ بہانہ کر کے رسولوں کا انکار کر بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی انسان کو اپنی

رسالت دے؟ اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سبھی کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے تھے اور آیت میں ہے ہم نے انہیں کچھ جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوں یا یہ کہ مرنے والے ہی نہ ہوں۔

اور جگہ ارشاد ہے :قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ میں کوئی شروع کا اور پہلا اور نیا رسول تو نہیں اور آیت میں ہے میں تم جیسا انسان ہوں میری جانب وحی اتاری جاتی ہے......پس یہاں بھی ارشاد ہوا کہ پہلے کی کتابوں والوں سے پوچھ لو کہ نبی انسان ہوتے تھے یا غیر انسان؟ پھر یہاں فرماتا ہے کہ رسولوں کو وہ دلائل عطا فرما کر بھیجتا ہے کتابیں ان پر نازل فرماتا ہے صحیفے انہیں عطا فرماتا ہے زُبُر سے مراد کتابیں ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے :وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ جو کچھ انہوں نے کیا کتابوں میں ہے اور آیت میں ہے :وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ ...... ہم نے زبور میں لکھ دیا......

پھر فرماتا ہے ہم نے تیری طرف ذکر نازل فرمایا یعنی قرآن اس لئے کہ چونکہ تو اس کے معنی مطلب سے اچھی طرح واقف ہے اسے لوگوں کو سمجھا بجھا دے حقیقۃً اے نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں اس لئے کہ آپ افضل الخلائق ہیں اولاد آدم کے سردار ہیں جو اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپ کے ذمہ ہے لوگوں پر جو مشکل ہو آپ اسے سمجھا دیں تاکہ وہ سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

اور جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز (بھی) نہیں ہرا سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑے سو تمہارا رب شفیق بڑا مہربان ہے ○

کیا بے فکر ہو گئے؟

خدائے تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض وسماوات اپنے حلم کا باوجود علم کے اور اپنی مہربانی کا باوجود غصہ کے بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گنہگار بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے بے خبری میں ان پر عذاب لاسکتا ہے لیکن اپنی غایت مہربانی سے درگذر کیے ہوئے ہے جیسے سورہ تبارک میں فرمایا خدا جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے؟ کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر تمہیں اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں ہچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے خدا سے ڈر نہیں لگتا کہ کہیں تم پر وہ آسمان سے پتھر نہ برسادے اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے مکار بدکار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے آتے جاتے کھاتے کماتے ہی پکڑ لے سفر حضر میں رات دن میں جس وقت چاہے پکڑ لے جیسے فرمان ہے :اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى ......(اعراف:۹۷) کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں

کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات ہی رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آ جائے یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آ جائے خدا کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا اور تھکنے والا اور ناکام ہونے والا نہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑے تو دونوں عذاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈراؤ پھر پکڑ ایک مرے دوسرا ڈرے مرے لیکن رب العلیٰ رب کائنات بڑا ہی رؤف و رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا۔ صحیحین میں ہے خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں لوگ اس کی اولادیں ٹھہرائیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرمائے۔ بخاری مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ...... (ہود: ۱۰۲) پڑھی اور آیت قرآن میں ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ ...... بہت سی بستیاں ہیں جنہیں میں نے کچھ مہلت دی لیکن آخرش ان کے ظلم کی بنا پر انہیں گرفتار کر لیا لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدة ع ۱۲

کیا (ان) لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں اور بالخصوص فرشتے (بھی) اور وہ تکبر نہیں کرتے وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالا دست ہے اور ان کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں ○

سجدہ ریز:

اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی عظمت و جلالت و کبریائی اور بے ہمتائی کا خیال کیجئے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام جمادات و حیوانات انسان اور جنات فرشتے اور کل کائنات اس کی فرمانبردار ہر چیز صبح شام اس کے سامنے ہر قسم سے اپنی عاجزی اور بے بسی کا ثبوت پیش کرنے والی جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی مجاہدؒ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑتی ہیں ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل و پست ہے عاجز و بے بس ہے پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے سمندر کی موجیں اس کی نماز ہے انہیں گویا ذوی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی اور فرمایا زمین و آسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں جیسے فرمان ہے: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا ...... (رعد ۱۵) خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے ان کے سائے صبح و شام سجدہ کرتے ہیں فرشتے بھی باوجود اپنی قدرت و منزلت کے خدا کے سامنے پست ہیں اس کی عبادت سے منہ پھلا نہیں سکتے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں اور جو حکم ہے اس کی بجا آوری میں مشغول ہیں نہ نافرمانی کریں نہ سستی کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ پس ایک معبود وہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرو اور اسی کی (ملک) ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو (ذرا) تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں خیر چند روز عیش اڑالو اب جلدی خبر ہوئی جاتی ہے ○

ایک خدا:

اللہ واحد کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں وہ لاشریک ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے مالک ہے پالنہار ہے اسی کی عبادت اخلاص کے ساتھ دائماً واجب ہے اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں آسمان وزمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے سب کا لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو دین خالص صرف اللہ ہی کا ہے آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک تنہا وہی ہے نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں رزق نعمت عافیت نصرت اسی کی طرف سے ہے اسی کے فضل اور احسان بندوں پر ہیں اور اب بھی ان نعمتوں کے پالینے کے بعد بھی تم اس کے ویسے ہی محتاج ہو مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گڑگڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو خود مشرکین مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب سمندر میں گھر جاتے باد مخالف کے جھونکے کشتی کو پتے کی طرح ہچکولے دینے لگتے تو اپنے ٹھاکروں دیوتاؤں بتوں پیروں فقیروں ولیوں نبیوں سب کو بھول جاتے اور خالص خدا سے لو لگا کر خلوص دل سے اس سے بچاؤ اور نجات طلب کرتے لیکن کنارے پر کشتی کے پار لگتے ہی اپنے پرانے خدا سب یاد آ جاتے اور معبود حقیقی کے ساتھ پھر ان کی پوجا پاٹ ہونے لگتی اس سے بڑھ کر بھی ناشکری کفر اور نعمتوں کی فراموشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں بھی فرمایا کہ مطلب نکل جاتے ہی بہت سے لوگ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوْا کا لام لام عاقبت ہے اور لام تعلیل بھی کہا گیا ہے یعنی ہم نے یہ خصلت ان کے اس لئے کر دی ہے کہ وہ خدا کی نعمت پر پردے ڈالیں اور اس کا انکار کریں حالانکہ دراصل نعمتوں کا دینے والا مصیبتوں کا دفع کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں پھر انہیں دھمکاتا

ہے کہ اچھا دنیا میں تو اپنا کام چلالو اور معمولی فائدہ اٹھالو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾ ع

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان معبودوں کا حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افترا پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی ہے چیز اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہو اس کی عار میں لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی تجویز بہت ہی بری ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجہ کے صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے ہیں ○

کتنی بڑی گستاخی:

مشرکوں کی بے عقلی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے معبودوں کے نام کریں جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں پھر اس میں سختی ایسی کریں کہ خدا کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے نام ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے کام کا خدا کے نام نہ ہو سکے[1] ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ انہیں پورا پورا ملے گا جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے پھر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ خدا کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک خدا کی بیٹیاں ہیں ان کی عبادت کرتے ہیں جو بڑی غلطی اور کھلا شرک ہے یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو خدا کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور خدا کے لئے لڑکیاں پھر ان کی عبادت کرنا یہ ان کا سراسر بہتان ہے محض جھوٹ ہے کیسے ممکن ہے کہ خدا کے اولاد ہو پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے کیا حماقت ہے کہ انہیں تو خدا لڑکے دے اور اپنے لیے لڑکیاں رکھے اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو مارے ندامت و شرم کے منہ کالا پڑ جائے زبان بند ہو جائے غم سے کمر جھک جائے

[1] مطلب یہ ہے کہ ایک مستقل برائی تو یہ کہ خدا کے ساتھ معبودان باطل کے بھی حصے لگائے کہ یہی شرک کیا کم تھا مزید یہ بھی کہ خراب اشیاء خدا کے حصے میں لگانے اور اچھی بتوں کو دیتے' خدا کے حصے میں کم لگاتے بتوں کی طرف زیادہ گویا کہ اس طرح اُنکی نظر میں خدا کی کوئی عزت ہی نہیں تھی جو کچھ عزت تھی بتوں کی تھی۔

زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی رسوائی ہے نہ وہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے اس پر ترجیح دیئے جائیں غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے ورنہ صاف بات ہے کہ جیتے جی گڑھا کھودا اور دبا دی یہ حالت تو اپنی ہے پھر خدا کے لئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں کیسے برے فیصلے کرتے ہیں کتنی بے حیائی کی تقسیم کرتے ہیں خدا کے لئے جو ثابت کرنے بیٹھیں اسے اپنے لئے سخت باعث توہین وتذلیل سمجھیں اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے ہے اللہ کے لئے کمال ہے وہ عزیز وحکیم ہے اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب داروگیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں پھر جب ان کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے وعدے کر جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے) لئے ہر طرح کی بھلائی لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے دوزخ میں بھیجے جائیں گے ○

شانِ رحمت کے تقاضے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم لطف ورحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑے تو آج زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے[1] انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آ جائیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے حلم وکرم لطف ورحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے درگذر فرما رہا ہے معافی دے رہا ہے ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے[2] ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب خدا ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پرندے اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے جو آپ نے فرمایا خدا کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے اپنے

[1] کیونکہ غلطیاں اور گناہ اتنے اور اتنے سنگین کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا عذاب فوراً آ جائے ۱۲

[2] یعنی اس وقت تک جب تک کسی کے لیے عذاب کا التواء لکھ دیا گیا ۱۲

لئے یہ ظالم لڑکیاں ناپسند کریں شرکت نہ چاہیں اور خدا کے لئے یہ سب روا رکھیں پھر یہ خیال کریں کہ یہ دنیا میں بھی اچھائیاں حاصل کرنے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کے لئے ہے یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت تو آنی نہیں بالفرض آئی بھی تو وہاں کی خوبی بھی ہمارے لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے ہیں گے ہماری آیتوں سے کفر پھر آرزو یہ کہ مال و اولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا سورہ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں کہتے ہیں کعبۃ اللہ شریف کی عمارت کو نئے سرے بنانے کے لئے جب ڈھایا تو نیو (بنیاد) میں سے ایک پتھر نکلا جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ ایسا ہی ہے جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا یہ ان کی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ و حشمت اور لونڈی غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی اللہ فرماتا ہے دراصل ان کے لئے آتش دوزخ تیار ہے وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے یہ جلدی ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو ان کو بھی شیطان نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج ان کا رفیق تھا اور ان کے واسطے دردناک سزا مقرر ہے اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں ○

ابلیس لعین کی سازشیں:

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھیں آپ کو آپ کی قوم کا جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں کون سا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے مرید ہیں برائیاں انہیں شیطانی وساوس سے بھلائیاں دکھائی دیتی ہیں ان کا ولی شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے کا نہیں ہمیشہ کے لئے دردناک عذاب میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا قرآن حق و باطل میں سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی

کتاب ہے ہر جھگڑے اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں ان کے لئے رحمت ہے اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے ہیں اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیز بناتے ہو بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں ○

ذرا دیکھو:

اونٹ' گائے' بکریاں وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں بُطُوْنِهٖ میں ضمیر کو یا تو نعمت کے معنی پر لوٹایا ہے حیوان پر چوپائے بھی حیوان ہی ہیں ان حیوانوں کے پیٹ میں جو الابلا بھری ہوئی ہوتی ہے اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے دوسری آیت میں بُطُوْنِهَا ہے دونوں باتیں جائز ہیں جیسے آیت كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ (مدثر ۱۱:۱۲) میں ہے جیسے آیت: وَاِنِّىْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ فَلَمَّا جَاۗءَ سُلَيْمٰنَ (نمل ۳۵) میں پس جاء میں مذکر لائے مراد اس سے مال ہے جانور کے باطن میں جو گوبر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لئے نکالتا ہے نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا دودھ تھن کی طرف پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے خالص دودھ پینے والے کے حلق میں بآرام اتر جائے اس کی خاص نعمت ہے اس نعمت کے بیان کے ساتھ ہی دوسری نعمت بیان فرمائی کہ کھجور اور انگور کے شیرے سے تم شراب بنا لیتے ہو یہ شراب کی حرمت سے پہلے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کی شراب ایک ہی حکم میں ہے جیسے مالکؒ شافعیؒ احمد اور جمہور علما کا مذہب ہے اور یہی حکم ہے اور شرابوں کا جو گیہوں جو جوار اور شہد سے بنائی جائیں جیسے کہ حدیث میں مفصل آ چکا ہے یہ جگہ اس کے بسط کی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور اور طرح کھاتے ہو جو حلال ہے مثلاً خشک کھجوریں کشمش وغیرہ اور نبیذ شربت بنا کر سرکہ بنا کر اور اور طرح پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ خدا کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے اسی کی نگہبانی کے لئے شریعت مطہرہ نے نشے والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں اسی نعمت کا بیان سورہ یٰسین کی آیت: وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ ...... (یٰسین ۳۴) میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیئے تا کہ لوگ اس کا پھل کھائیں یہ ان

کے اپنے بنائے ہوئے نہیں کیا پھر بھی شکر گذاری نہیں کریں گے؟ پاک ذات ہے وہ جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور ان مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کی جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں بھی پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اس میں (بھی) ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں ○

ایک مکھی اور اس کا عظیم کارنامہ:

وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے شہد کی مکھیوں کو خدا کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاری گری کا ہوتا ہے پھر اسے ہدایت کی اور اس کے لئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے پھولوں کے اور گھانس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے آئے پھر واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں یہ نہ راستہ بھولے نہ بھٹکتی پھرے خواہ کتنی ہی دور نکل جائے لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے اپنے پروں سے موم بنائے اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ ذللاً کی تفسیر اطاعت گذار مسخر سے بھی کی گئی ہے پس یہ حال ہوگا سالکتہ کا جیسے قرآن میں: وَذَلَّلْنَا هَالَهُمْ ...... (یٰسین: ۷۲) میں بھی یہی معنی مراد ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ لوگ شہد کے چھتے کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں لیکن پہلا قول بہت زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ حال ہے طریق کا ابن جریر دونوں قول کو صحیح بتلاتے ہیں ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سوائے شہد کی مکھی کے بقیہ مکھیاں آگ میں ہیں[1] شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں سفید زرد سرخ وغیرہ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے بہت سی بیماریوں کو خدائے تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے یہاں فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ (یونس: ۵۷) نہیں فرمایا ورنہ ہر بیماری کی دوا یہی ٹھہرتی بلکہ فرمایا اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے پس یہ سرد بیماریوں کی دوا ہے علاج ہمیشہ بیماریوں کے خلاف ہوتا ہے پس شہد گرم ہے سردی کی بیماری میں مفید ہے مجاہد اور ابن جریر سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن میں شفا ہے یہ قول گو اپنے طور پر صحیح ہے اور واقعی قرآن شفا ہے لیکن اس آیت میں یہ

[1] یہ روایات زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں ۱۲

مراد لینا سیاق کے مطابق نہیں اس میں تو شہد کا ذکر ہے اسی لئے مجاہد کے اس قول کی اقتدا نہیں کی گئی ہاں قرآن کے شفا ہونے کا
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ ...... میں ہے اور شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ میں ہے اس آیت میں تو مراد شہد ہے چنانچہ بخاری
مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کو بہت جلاب آ رہے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے شہد پلا دو وہ گیا شہد دیا پھر آیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے تو بیماری اور بڑھ گئی آپ صلی اللہ
وسلم نے فرمایا جا اور شہد پلا اس نے جا کر پھر پلایا پھر حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ دست اور بڑھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا
ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا پھر شہد دے تیسری مرتبہ شہد سے بفضل خدا شفا حاصل ہو گئی بعض طبیبوں نے کہا ہے ممکن ہے
کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی فضلہ خارج ہونا شروع ہوا دست بڑھ گئے اعرابی
اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور شہد دینے کو فرمایا اس سے اور زور سے فضلہ
خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا پیٹ صاف ہو گیا بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضل خدا حاصل ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جو
اشارہ خداوندی تھی پوری ہو گئی بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھاس سے شہد سے بہت اُلفت تھی آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے پچھنے لگانے میں شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں لیکن میں اپنی امت
داغ لگوانے سے روکتا ہوں بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں شہد
پینے میں اور آگ سے دغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ مسلم کی حدیث میں ہے میں اسے پسند نہیں
کرتا بلکہ ناپسند رکھتا ہوں ابن ماجہ میں ہے تم ان دونوں نسخہ شفا کی قدر کرتے رہو یعنی شہد اور قرآن کی ابن جریر میں حضرت علی رضی
عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو
اور اپنی بیوی کے مال سے اس کی اپنی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آ جائے
خدائے تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے :وَنُنَزِّلُ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل:۸۲) یعنی ہم نے قرآن میں
نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنین کے لئے اور آیت میں ہے :اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ہم آسمان سے بابرکت
پانی برساتے ہیں اور فرمان ہے :فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (نساء:۴) یعنی اگر عورتیں اپنے مال
میں سے اپنی خوشی تمہیں کچھ دے دیں تو بے شک تم اسے کھاؤ جو رچتا پچتا۔

شہد کے بارے میں فرمان خدا ہے :فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ
فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی اس کا ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے
ماجہ کی اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام
لوگوں نے پوچھا سام کیا ہے؟ فرمایا موت سنوت کے معنی شبت کے ہیں اور لوگوں نے کہا سنوت شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا
شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے پھر فرماتا ہے کہ مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لئے شہد اور موم بنانا اس کا
آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور و فکر کرنے والوں کے لئے میری عظمت خالقیت مالکیت کی بڑی نشانیاں

ا دل نہیں قبول کرتا کہ علی کرم اللہ وجہہ اس قسم کی باتیں کریں ۱۲

اسی سے لوگ اپنے خدا کے قادر، حکیم، علیم، کریم، رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۷۰

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو (اول) پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعضے تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں ○

عہد پیری:

تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے وہی انہیں پھر فوت کرے گا بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتوان بن جاتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ طاقت طاق ہو جاتی ہے حافظہ جاتا رہتا ہے علم کی کمی ہو جاتی ہے عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے: اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسْلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ یعنی خدایا میں بخیلی سے عاجزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنہ سے زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

زہیر بن ابوسلمہ نے بھی اپنے مشہور معلقہ میں اس عمر کو رنج و غم کا مخزن و منبع بتایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۷۱

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ (مالک و مملوک) سب اس میں برابر ہو جاویں کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ○

یہ تفاوت:

مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود اپنے معبودوں کو خدا کے غلام جاننے کے ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ حج کے موقعہ پر وہ کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكَ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ یعنی خدایا میں تیرے پاس حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی املک تو ہی ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے آل میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...... (مریم: ۲۸) میں بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو

۱ یعنی عمل پر بڑھاپے کی وجہ سے قدرت نہیں رہتی ۱۲

اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے سے نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی خدا کی نعمتوں سے انکار ہے کہ خدا کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی جب تم خود اس سے الگ ہو پھر خدا تو اس سے بہت زیادہ بے زار ہے رب کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا؟ کہ کھیتیاں اور چوپائے خدائے واحد کے پیدا کئے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام کا کرو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر امراء کس طرح شکر خدا ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝۷۲

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے ○

اور یہ انعام:

اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لئے پیدا کیں اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول محبت ومودت قائم نہ رہتی لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد عورت ہم جنس بنائے پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی اور پھیلائی لڑکے ہوئے لڑکوں کے لڑکے ہوئے۔ حَفَدَةً کے ایک معنی تو یہ پوتوں کے ہیں دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح خدمت گذار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انسان کی بیوی کی اگلے گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حَفَدَةً اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے: وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ۔ ہماری سعی کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے غلام سے سسرال والوں سے خدمت حاصل ہوتی ہے پس ان سب سے نعمت خدا ہمیں ملتی ہے ہاں جن کے نزدیک وَحَفَدَةً کا تعلق ازواجا ہے ان کے نزدیک تو مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اولاد تیری غلام ہے جیسے کہ ابوداؤد میں ہے اور جنہوں نے حَفَدَةً سے مراد خادم لیا ہے ان کے نزدیک یہ معطوف ہے اللہ کے فرمان: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا پر یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنا دیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقہ دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں پس باطل پر یقین رکھ کر خدا کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے کہ رب کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور انہیں دوسروں کی طرف نسبت کر دیں صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں

نے تیرے تابع گھوڑوں اور اونٹوں کو نہیں کیا تھا؟ اور میں تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جوان کو نہ آسمان سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ قدرت رکھتی ہیں سو تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت گھڑو اللہ تعالیٰ (خوب) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ○

اور پھر کفرانِ نعمت:

نعمتیں دینے والا' پیدا کرنے والا' روزی پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ اکیلا وحدہ لاشریک لہ اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش پر قادر نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت۔ پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو اس کے شریک وسہیم اور اس جیسے دوسروں کو نہ سمجھو اللہ عالم اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے تم جاہل ہو اپنی جہالت سے خدا کے شریک دوسروں کو ٹھہرا رہے ہو۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے بلکہ ان میں سے اکثر جانتے نہیں ○

ایک مثال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مؤمن کی مثال ہے پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مؤمن ہے مجاہد فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور خدائے تعالیٰ کی جدائی سمجھانی مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتلانے کی ضرورت نہیں اسی لئے فرمایا کہ تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي

مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ۷۶ۧ

اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں ○

دوسری مثال:

ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی اس فرق کو واضح کرنے کے لئے ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے یہ بت گونگے ہیں کلام کر سکیں نہ کوئی بات کہہ سکیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں قول و فعل دونوں سے خالی پھر محض بوجھ اپنے مالک پر بار کہیں بھی جائے کو بھلائی نہ لائے پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور خود بھی راہ مستقیم پر ہو یعنی قول و فعل دونوں کے اعتبار سے بہتر یہ دونو کیسے برابر ہو جائیں گے؟ ایک قول ہے کہ گونگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر مؤمن کی ہو جیسے ا سے پہلے کی آیت میں تھی۔ کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی ا عنہ ہیں اور غلام گونگے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر بھی یہ اسلام سے چڑتا تھا منکر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیوں سے روکتا تھا۔ ا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۷۷ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔـا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْــِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۷۸ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ۷۹

اور آسمان و زمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے زیادہ قریب بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گذاری کرو کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوئے آسمان میں ہیں جنہیں بجز اللہ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ○

قیامت بہت قریب ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے کامل علم اور مکمل قدرت کو بیان فرمارہا ہے کہ زمین آسمان کا غیب وہی جانتا ہے کوئی نہیں جو غیب داں ہو خدا جسے چاہے جس چیز پر چاہے جس اطلاع دے دے ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے وہ کام پورا ہو کر ہی رہتا ہے آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں دیر لگتی ہوگی لیکن حکم خدا کے پورے ہونے میں اتنی دیر بھی نہیں لگتی قیامت کا آنا بھی ایسا ہی آسان ہے وہ بھی حکم ہوتے ہی آجائے گی ایک کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے اللہ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹ سے نکالا یہ محض نادان تھے پھر انہیں کان دیئے جن سے سنیں آنکھیں دیں جن سے دیکھیں دل دیئے جن سے سوچیں اور سمجھیں عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قوی اور یہ حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں عمر کے ساتھ ساتھ اس میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کامل ہو جاتے ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ انسان اپنی طاقتوں کو خدا کی معرفت اور عبادات میں لگائے رہے صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ گویا کہ مجھ سے لڑائی کا اعلان کر رہا ہے میرے فریضے کی بجا آوری سے جس قدر بندہ میری نزدیکی حاصل کر سکتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے[1] وہ اگر مجھ سے مانگنے میں دیتا ہوں اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کرنے کے کام میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لئے ہو جاتے ہیں وہ سنتا ہے اللہ کے لئے دیکھتا ہے اللہ کے لئے یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے اُن ہی کو دیکھتا ہے اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا' پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے کاموں کے لئے ہوتا ہے اللہ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے ہی ہوتے ہیں اس لئے بعض غیر صحیح حدیثوں میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے لئے ہی سنتا ہے اور میرے لئے ہی دیکھتا ہے اور میرے لئے ہی پکڑتا ہے اور میرے لئے ہی چلتا پھرتا ہے آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے وہ نکالتا ہے کان' آنکھ' دل و دماغ۔ وہ دیتا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے: قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ...... (ملک :۲۳) یعنی اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان' آنکھ اور دل بنائے ہیں لیکن تم بہت ہی کم شکر گذاری کرتے ہو اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے پھر اللہ پاک رب العالمین اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرح دیکھو جو آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں پرواز کرتے پھرتے ہیں انہیں پروردگار ہی قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے یہ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ عبادات میں انہماک کی وجہ سے حق پسندی، کردار کی سچائی اور حق گوئی انسان کی عادت بن جاتی ہے پھر انسان وہی کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہو وہی کہتا ہے جو حق ہو اور حق ہی کو سنتا ہے اسے یوں سمجھئے کہ اگر آپ کو کسی سے تعلق ہو تو آپ اس کے لیے حکم خیر ہی کہیں گے اور چاہیں گے کہ اس کی خوبیاں ہی آپ کے سامنے بیان کی جائیں تو گویا کہ محبت کے اسی مقام کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے ۱۲

قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے سورہ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں انہیں بجز اللہ رحمن ورحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ خدا تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمان داروں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی اور ان کی اون اور رووں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان قوت مقررہ کے لئے فائدہ کی چیزیں بنادیں اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف ظاہری تبلیغ کر دینا ہی ہے یہ خدا کی نعمتیں جانتے پہنچانتے ہوئے ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں ○

احسانات کی ایک مختصر فہرست:

ان آیات میں اپنی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ ہم ہی نے بنی آدم کے رہنے سہنے آرام وراحت حاصل کرنے کے لئے انہیں مکانات دے رکھے ہیں اسی طرح چوپائے جانوروں کی کھالوں کے خیمے ڈیرے تمبو اس نے عطا فرما رکھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں نہ لے جانا دوبھر نہ لگانا مشکل نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف پھر بکریوں کے بال اونٹوں کے بال بھیڑوں اور دنبوں کی اون بیوپار تجارت کے لئے مال کی شکل میں اس نے بنادی ہے وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں فرش بھی تیار ہوتے ہیں

تجارت کے طور پر مال تجارت ہے فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سودمند ہوتے ہیں درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لئے بنائے ہیں پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنالو سوتی اونی اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی سے حفاظت کے ساتھ اپنا ستر چھپاؤ اور زیب و زینت حاصل کرو اور اس نے تمہیں زرہیں خود بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو تُسْلِمُوْنَ کی دوسری قرأت تَسْلَمُوْنَ بھی ہے یعنی تم سلامت رہو اور پہلی قرأت کے معنی تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ اس سورت کا نام سورۃ النعم بھی ہے لام کی زبر والی قرأت سے یہ بھی مراد ہے کہ تم کو اس نے لڑائی میں کام آنے والی چیزیں کہ تم سلامت رہو دشمن کے وار سے بچو بے شک جنگل اور بیابان بھی خدا کی بڑی نعمت ہیں لیکن یہاں پہاڑوں کی نعمت اس لئے بیان کی کہ جن سے کلام ہے وہ پہاڑوں کے رہنے والے تھے تو ان کی معلومات کے مطابق ان سے کلام ہو رہا ہے اسی طرح چونکہ وہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں والے تھے انہیں یہی نعمتیں یاد دلائیں حالانکہ ان سے بڑھ کر خدا کی نعمتیں مخلوق کے ہاتھوں میں اور بھی بے شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سردی کے اتارنے کے احسان کو بیان فرمایا حالانکہ اس سے اور احسان بڑے موجود ہیں لیکن یہ ان کے سامنے اور ان کی معلومات کی چیز تھی اسی طرح چونکہ یہ لڑنے بھڑنے والے جنگ جو لوگ تھے لڑائی کے بچاؤ کی چیز بطور نعمت ان کے سامنے رکھی حالانکہ اس سے صدہا بڑی نعمتیں مخلوق کے ہاتھ میں موجود ہیں اسی طرح چونکہ ان کا ملک گرم تھا فرمایا کہ لباس سے تم گرمی کی تکلیف زائل کرتے ہو ورنہ کیا اس سے بہتر اس منعم حقیقی کی اور نعمتیں بندوں کے پاس نہیں؟ اسی لئے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قابل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا بڑی ہے؟ چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں ہے رزق دینے والا فلاں ہے یہ اکثر لوگ کافر ہیں خدا کے ناشکرے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لئے گھر اور مکانات دیئے اس نے کہا سچ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ہر نعمت کا اقرار کرتے رہے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ

شُرَكَآؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۚ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۶﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۸۷﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۸﴾

جس دن ہم ہرامت میں سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر اور رجوع طلب کئے جائیں گے جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل ہی جھوٹے ہو اس دن وہ سب عاجز ہو خدا کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان بازدعا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور راہ خدا سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا ○

قیامت اور اس دن کے عذاب:

قیامت کے دن مشرکوں کی جو درگت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہرامت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے کلام خدا (پیغام خدا) انہیں پہنچا دیا تھا پھر کافروں کو عذر و معذرت کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا بطلان اور جھوٹ بالکل باہر ہے سورۃ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ بولیں گے نہ انہیں عذر و معذرت کی اجازت ملے گی مشرکین عذاب کو دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہوگی ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے جہنم آن موجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی جس کی ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھنپھنائے گی کہ تمام اہل محشر خوفزدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اس وقت جہنم بآواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک اس سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہوا اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی جیسا کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے پرندہ دانہ چگتا ہے[1] جیسے کہ فرمان باری ہے: اِذَا رَاَتْھُمْ ...... جبکہ وہ دور سے دکھائی دے گی تو اس کا شور و غل' کڑکنا' بھڑکنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تنگ و تاریک مکان میں جھونک دیئے جائیں گے تو موت کو پکاریں گے آج ایک چھوڑ کئی ایک موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ گناہ گار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے لیکن کوئی بچاؤ نہ دیکھیں گے اور آیت میں ہے

[1] حدیث بھی اسی طرح کی آیات واحادیث میں سے ہے کہ جن پر ایمان لانے کی ضرورت ہے اور حقائق معلوم نہ کرنے کا حکم ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی ستر شاخیں ہیں اور کافر ان ستر شعبوں کا منکر رہا، اس لیے جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہیں اور ان پر ستر ستر ہزار فرشتے مسلط ہوں گے تو ایک شعبہ اور شاخ ایمان کے انکار پر ستر ہزار عذاب کے فرشتوں کا تسلط ہوگا۔ اللّٰھم احفظنی من ھٰذا العذاب۔

یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیتے جبکہ وہ اپنے چہروں پر سے اور اپنی کمروں پر سے آگ جہنم کو دور نہ کر سکیں نہ کسی کو مددگار پائیں گے اچانک عذاب خدا انہیں ہکا بکا کر دے گا نہ انہیں ان کے دفع کرنے کی طاقت ہوگی نہ ایک منٹ کی مہلت کی اس وقت ان کے معبودانِ باطل جن کی عمر بھر عبادتیں اور نذریں نیازیں کرتے رہے ان سے بالکل بے زار ہو جائیں گے اور ان احتیاج کے وقت انہیں مطلقاً کام نہ آئیں گے انہیں دیکھ کر یہ کہیں گے کہ خدایا یہ ہیں جنہیں ہم دنیا میں پوجتے رہے تو وہ کہیں گے تے ہو ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر ہماری پرستش کرو؟ اسی کو جناب باری تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ...... (احقاف: ۵) یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا پکارتا ہے جو یے قیامت تک جواب نہ دیں بلکہ وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں اور حشر کے دن ان کے دشمن ہو جانے والے ہوں اور ان کی ادت کا انکار کر جانے والے ہوں اور آیات میں ہے کہ اپنا حمایتی اور باعث عزت جان کر جنہیں یہ پکارتے رہے وہ تو ان کی عبادتوں منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ: ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ بَعْضٍ ...... (عنکبوت: ۲۵) یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے منکر ہو جائیں گے اور آیت میں ہے کہ انہیں قیامت کے دن حکم ہوگا اپنے شریکوں کو پکارو...... اور بھی بہت سی آیتیں اس مضمون کی کلام اللہ میں موجود ہیں اس دن سب کے سب مسلمان تابع فرمان ہو ئیں گے جیسے فرمان ہے: اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا یعنی جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن خوب ہی سنتے دیکھتے بن ئیں گے اور آیت میں ہے: وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِھِمْ ...... تو دیکھے گا کہ اس دن گنہگار لوگ اپنے سر جھکائے کہہ ہے ہوں گے کہ خدایا ہم نے دیکھ سن لیا...... اور آیت میں ہے کہ سب چہرے اس دن خدائے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں تابع اور مطیع ہوں گے زیر فرمان ہوں گے ان کے سارے بہتان و افترا جاتے رہیں گے ساری چالاکیاں ختم ہو جائیں گی کوئی ر مددگار نہ ہوگا جنہوں نے کفر کیا انہیں ان کے کفر کی سزا ہوگی اور اپنے کفر میں اوروں کو گھسیٹنے کی اور ڈبل سزا ہوگی یہ وہ ہیں جو خود بھی ر بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حق سے دور بھگاتے رہتے تھے دراصل وہ آپ ہی ہلاکت کی دلدل میں پھنس رہے تھے لیکن تھے بے ف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے عذاب کے بھی درجے ہوں گے جس طرح مومنوں کی جزاء کے درجے ہوں گے جیسے مان خداوندی ہے: لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (اعراف: ۳۸) ہر ایک کے لئے دوہرا ہے لیکن تمہیں علم نہیں۔ ابو یعلیٰ میں حضرت بد اللہ سے منقول ہے کہ عذاب جہنم کے ساتھ ہی زہریلے سانپوں کا ڈسنا بڑھ جائے گا جو اتنے بڑے بڑے ہوں گے جتنے بڑے کھجور کے درخت ہوتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرش تلے سے پانچ نہریں آئی ہیں جن سے جہنمیوں کو عذاب ہوگا رات کو بھی اور دن کو بھی۔

وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲ ۱۸

جس دن ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ان کے مقابلے میں گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے

تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لئے ○

ہر امت میں ایک نبی:

اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ اس دن کو یاد کر اور اس دن جو تیری شرافت و کرا
ہونے والی ہے اس کا بھی ذکر کر یہ آیت بھی ویسی ہی ہے جیسی سورۂ نساء کے شروع کی آیت: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِ
جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا (نساء:۴۱) یعنی کیونکر گذرے گی جبکہ ہم ہر امت میں سے گواہ دلائیں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا ک
کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۂ نساء پڑھوائی جب وہ اس آیت تک
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کر کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبا
(صلی اللہ علیہ وسلم) پھر فرماتا ہے اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے ہر علم اور ہر ش
قرآن میں ہے ہر حلال حرام ہر ایک نافع علم ہر بھلائی گذشتہ کی خبریں آئندہ کے واقعات دین و دنیا معاش معاد سب کے ضروری اح
احوال اس میں موجود ہیں یہ دلوں کی ہدایت ہے یہ رحمت ہے یہ بشارت ہے امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سنت رسول صلی اللہ
وسلم کو ملا کر ہر چیز کا بیان ہے اس آیت کو اوپر والی آیت سے تعلق غالباً یہ ہے کہ جس نے تجھ پر اس کتاب کی تبلیغ فرض کی ہے اور اسے
کیا ہے وہ قیامت کے دن تجھ سے اس کی بابت سوال کرنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ امتوں اور رسولوں سے سب سے سوال ہو گا وا
سب نے ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال ہو گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہ
علام الغیوب ہے اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (قصص:۸۵) یعنی جس نے تجھ پر تبلیغ قر
فرض کی ہے وہ تجھے قیامت کے دن اپنے پاس لوٹا کر اپنے سونپے ہوئے فریضے بابت تجھ سے پرسش کرنے والا ہے یہ ایک قول ہے
آیت کی تفسیر میں ہے اور ہے بھی معقول اور عمدہ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی ــــ ۔۔ ں ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و
زیادتی سے روکتا ہے وہ آپ تمہیں نصیحت کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کر لو ○

منکرات سے روکئے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور سلوک و احسان کی رہنمائی کر دیتا ہے گو بدلہ لینا بھی جائز ہے
آیت: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ...... میں فرمایا کہ اگر بدلہ لو تو پورے انصاف سے بدلہ لے سکتے ہو لیکن اگر صبر کر لو تو کیا ہی کہنا ہے یہ بڑی مردا
بات ہے اور آیت میں فرمایا اس کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا اور آیت میں ہے زخموں کا قصاص ہے لیکن جو در گذر کر جائے اس کے گناہو
معافی ہے پس عدل تو فرض اور احسان نفل، کلمہ توحید کی شہادت بھی عدل ہے ظاہر باطن کی یک رنگی بھی عدل ہے اور احسان یہ بھی
باطن کی صفائی ظاہر سے بھی زیادہ ہو اور منکر یہ ہے کہ باطن میں کھوٹ ہو اور ظاہر میں بناوٹ ہو وہ صلہ رحمی کا بھی حکم دیتا ہے جیسے

لفظوں میں ارشاد ہے وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ ...... (بنی اسرائیل ۲۶) رشتے داروں کو مسکینوں کو مسافروں کو ان کا حق دو اور اسراف و بے جا نہ اڑاؤ محرمات سے وہ تمہیں روکتا ہے برائیوں سے وہ منع کرتا ہے ظاہری و باطنی تمام برائیاں حرام ہیں لوگوں پر ظلم و زیادتی حرام ہے حدیث میں ہے کہ کوئی گناہ ظلم و زیادتی و قطع رحمی سے بڑھ کر ایسا نہ کہ دنیا میں بھی جلد ہی اس کا بدلہ ملے اور آخرت میں سخت پکڑ ہو۔ یہ احکام اور یہ روکیں تمہاری نصیحت کے لئے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جامع تر آیت سارے قرآن کی سورۂ نحل کی یہ آیت ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں ان کا حکم قرآن نے دیا ہے اور بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے بد خلقی اور برائی سے اس نے ممانعت کر دی ہے حدیث شریف میں ہے بہترین اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بد خلقی کو وہ مکروہ رکھتا ہے اکثم بن صیفی کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اطلاع ہوئی تو اس نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کی ٹھان لی لیکن اس کی قوم اس کے سر ہو گئی اور اسے روک لیا اس نے کہا اچھا مجھے نہیں جانے دیتے تو قاصد لاؤ جنہیں میں وہاں بھیجوں دو شخص اس خدمت کی انجام دہی کے لئے تیار ہوئے یہاں آکر انہوں نے کہا کہ ہم اکثم بن صیفی کے قاصد ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت انہیں پڑھ کر سنائی انہوں نے کہا دوبارہ پڑھیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پڑھی یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لی پھر واپس جا کر اکثم کو سب خبر کر دی اور کہا اپنے نسب پر اس نے کوئی فخر نہیں کیا صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتا دیا لیکن ہیں وہ بڑے نسب والے مضر میں اعلیٰ خاندان کے ہیں اور پھر یہ کلمات ہمیں تعلیم فرمائے جو آپ کی زبانی ہم نے سنے یہ سن کر اکثم نے کہا کہ وہ تو بڑی اچھی اور اعلیٰ باتیں سکھاتے ہیں اور بری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں میرے قبیلے کے لوگو! تم اسلام کی سبقت کرو تا کہ تم دوسروں پر سرداری کرو اور دوسروں کے ہاتھوں میں دمیں بن کر نہ رہ جاؤ اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمدؒ میں وارد ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے عثمان بن مظعون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفعتاً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ بھی کر لیا اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہیں اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں یہاں تک آسمان تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی نشست پر عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے وہ یہ سب دیکھ رہا تھا اس سے صبر نہ ہو سکا پوچھا کہ حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا دیکھا کہا یہ کہ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچی کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے مجھے چھوڑ دیا پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے آپ سے کوئی کچھ کہہ رہا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اچھی طرح سن رہے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا؟ اس نے کہا برابر دیکھتا ہی رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ وحی لے کر آیا تھا اس نے کہا خدا کا بھیجا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہاں خدا کا بھیجا ہوا پوچھا پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھ کر سنائی حضرت عثمان

بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا اور روایت میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں اور فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورت کی جگہ رکھوں یہ روایت بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو (تخصیصاً یا تعمیماً) اپنے ذمہ کر لو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اس عورت کے مشابہ بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس طرح) تم (بھی) اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ سے بڑھ جائے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن ان سب کو تمہارے سامنے (عملاً) ظاہر کر دے گا ○

ایفائے عہد:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عہد و پیمان کی حفاظت کریں قسموں کو نبھائیں توڑیں نہیں یہاں قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی اور آیت میں فرمایا کہ اپنی قسموں کا نشانہ خدا کو نہ بناؤ اس سے بھی قسموں کی حفاظت کرانی مقصود ہے اور آیت میں ہے کہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے قسموں کی پوری حفاظت کرو پس آیتوں میں یہ حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللہ میں جس چیز پر قسم کھالوں اور پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا تو مندرجہ بالا آیتوں اور حدیثوں میں کچھ فرق نہ سمجھا جائے وہ قسمیں اور عہد و پیمان جو آپس کے معاہدے اور وعدے کے طور پر ہوں ان کا پورا کرنا تو بے شک بے حد ضروری ہے اور جو قسمیں رغبت دلانے یا روکنے کے لئے زبان سے نکل جائیں وہ بے شک کفارہ دے کر ٹوٹ سکتی ہیں پس اس آیت میں مراد جاہلیت کے زمانہ جیسی قسمیں ہیں چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام میں دو جماعتوں کی آپس میں ایک رہنے کی قسم کوئی چیز نہیں ہاں جاہلیت میں ایسی امداد اعانت کی جو قسمیں آپس میں ہو چکی ہیں اسلام ان کو اور مضبوط کرتا ہے اس حدیث کے پہلے جملہ کے یہ معنی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں کہ ایک برادری والے

دوسری برادری والوں سے عہدو پیمان کریں کہ ہم تم ایک ہیں راحت ورنج میں شریک ہیں وغیرہ کیونکہ رشتہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک اوری کر دیتا ہے مشرق ومغرب کے مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد وغم خوار ہیں بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں رسول کریم علیہ افضل التسلیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار ومہاجرین کو باہم قسم دی اس سے یہ ممنوع بھائی بندی مراد نہیں تو بھائی چارہ تھا جس کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے آخر میں حکم منسوخ ہو گیا اور ورثہ قریبی رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا۔ کہتے ہیں اس فرمان خدا سے مطلب ان مسلمانوں کو اسلام پر جمے رہنے کا حکم دیتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے احکام کی پابندی کا اقرار کرتے تھے تو انہیں فرماتا ہے کہ ایسی تاکیدی قسم اور پورے عہد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کی کمی اور مشرکوں کی جماعت کی کثرت دیکھ کر تم اسے توڑ دو مسند احمد میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت لوگ توڑنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھرانے کے لوگوں کو جمع کیا اور خدا کی تعریف کر کے اما بعد کہہ کر فرمایا کہ ہم نے یزید کی بیعت اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر کی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا یہ غدار ہے فلاں بن فلاں کا اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا اور سب سے برا عذر یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے پھر توڑ دینا یاد رکھو تم میں سے کوئی یہ برا کام نہ کرے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے ورنہ مجھ میں اور اس میں جدائی ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان بھائی سے شرط کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اپنے پڑوسی کو امن دینے کے بعد بے پناہ چھوڑ دے پھر انہیں دھمکاتا ہے جو عہد و پیمان کی حفاظت نہ کریں کہ ان کے اس فعل سے خدائے تعالیٰ علیم وخبیر ہے مکہ شریف میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں فتور تھا سوت کاتنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور مضبوط ہو جانے کے بعد بے وجہ توڑ تاڑ کر پھر ٹکڑے کر دیتی تو یہ مثال ہے اس کی جو عہد کو مضبوط کر کے پھر توڑ دے یہی بات ٹھیک ہے اب اسے جانے دیجئے کہ واقعہ میں کوئی ایسی عورت تھی بھی یا نہیں جو یہ کرتی ہو یہاں تو صرف مثال مقصود ہے۔ اَنْکَاثًا کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ممکن ہے کہ نَقَضَتْ غَزْلَهَا کا اسم مصدر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدل ہو کَانَ کی خبر کا یعنی انکاث نہ ہو جمع نکث کی ناکث سے پھر فرماتا ہے کہ قسموں اور مکر وفریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے سے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سکہ بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ ان کی کثرت دیکھ جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو اور پھر موقعہ پا کر لڑائی شروع کر دو ایسا نہ کرو پس جب اس حالت میں بھی عہد شکنی حرام کر دی تو اپنے غلبے اور اپنی کثرت کے وقت تو بطور اولیٰ حرام ہو بحمد اللہ ہم سورہ انفال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھ آئے ہیں کہ ان میں اور شاہ روم میں ایک مدت تک کے لئے صلح نامہ ہو گیا تھا اس مدت کے خاتمہ کے قریب آپ نے مجاہدین کو سرحد روم کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ سرحد پر پڑاؤ ڈالیں اور مدت کے ختم ہوتے ہی دھاوا کر دیں تا کہ رومیوں کو تیاری کا موقعہ نہ ملے جب حضرت عمرو بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ اکبر! اے معاویہ عہد پورا کر غدر اور بدعہدی سے بچ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس قوم سے معاہدہ ہو جائے تو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے کوئی گرہ کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکروں کو واپس بلوایا۔ اربی سے مراد اکثر ہے اس جملہ کا یہ بھی مطلب ہے کہ دیکھا کہ دشمن قوی اور زیادہ ہے صلح کر لی اور اس صلح کو ذریعہ فریب بنا کر انہیں غافل کر کے چڑھ دوڑے اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک قوم سے معاہدہ کر لیا پھر دیکھا کہ دوسری قوم ان سے زیادہ قوی ہے اس سے معاملہ کر لیا اور اگلے معاہدہ کو توڑ دیا یہ سب منع ہے اس کثرت سے اللہ تمہیں آزماتا ہے یا یہ کہ اپنے اس حکم سے

یعنی پابندی وعدہ کے حکم سے اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور تم میں صحیح فیصلے قیامت کے دن وہ خود کردے گا ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَلَتُسْــَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں اور تم سے تمہارے سب اعمال کی باز پرس ہوگی اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو پس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم سمجھنا چاہو اور جو کچھ پاس (دنیا میں) ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ تمہارے اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے ○

ایک امت:

اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا جیسے فرمایا: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی اللہ کی منشا ہوتی تو اے لوگو! تم سب کو وہ ایک ہی گروہ کر دیتا اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ باایمان ہی ہوتے یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی اختلاف بغض بالکل نہ ہوتا تیرا رب قادر ہے کہ اگر چاہے سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دے لیکن یہ تو مختلف ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب کا رحم ہو اسی لئے انہیں پیدا کیا ہے ہدایت ضلالت اسی کے ہاتھ ہے قیامت کے دن وہ حساب لے گا پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے نیک و بد کل اعمال کا بدلہ دے گا پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں کو عہد و پیمان کو فریب کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابت قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تمہارا یہ کام اوروں کے راہ خدا سے رکنے کا سبب بن جائے گا جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا وعدہ کا خلاف کیا

۱ مطلب یہ ہے کہ اسلام نے ہر شخص پر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ عائد کر دیا ہے اور اس فریضہ کو اجتماعی اور انفرادی دونوں طریقوں پر ادا کرنا ہے ساتھ =

تو انہیں دین کے ساتھ وثوق اور اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام کو قبول کرنے سے رک جائیں گے انکے اس رکنے کا باعث چونکہ تم ہو گے اسلئے تمہیں بڑا عذاب ہوگا' سخت سزا دی جائیگی خدا کو بیچ میں رکھ کر جو وعدے کرو' قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا بدل دینا تم پر حرام ہے گو ہماری دنیا حاصل ہو جائے گی تاہم اس حرمت کے مرتکب نہ ہو کیونکہ دنیا ہیچ ہے خدا کے پاس جو ہے وہی بہتر ہے اس جزا اور ثواب کی امید رکھو جو اللہ کی بات پر یقین رکھے اسی کا طالب رہے اور حکم خدا کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے اس کیلئے جو اجر و ثواب خدا کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے اسے اچھی طرح جان کر نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخر ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں سنو دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا میں انہیں قیامت کے دن انکے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے ○

پاکیزہ زندگی:

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اپنے ان بندوں سے جو خدا پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل رکھیں اور کتاب و سنت کے تحت نیک اعمال کریں وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا عمدگی سے ان کی عمر بسر ہوگی خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ساتھ ہی دار آخرت میں بھی ان کی نیک اعمالیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا دنیا میں پاک اور حلال روزی قناعت' خوش نفسی' سعادت' پاکیزگی' عبادت کا لطف' اطاعت کا مزہ' دل کی ٹھنڈک' سینے کی کشادگی سب ہی کچھ خدا کی طرف سے ایماندار نیک اعمال کو عطا ہوتی ہے چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس نے فلاح حاصل کر لی جو مسلمان ہو گیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی اور حدیث میں ہے جسے اسلام کی راہ دکھا دی گئی اور جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہو گیا اور خدا نے اس کے دل کو قناعت سے بھر دیا اس نے نجات پالی۔ (ترمذی) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مؤمن بندے پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی اسے دیتا ہے ہاں کافر اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھا لیتا ہے آخرت کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔

= ہی قول و عمل اور اخلاق و کردار ہر طرح سے دنیا کو اسلام کی طرف بلاتا ہے اور نفسیاتی طور پر عمل و کردار حسن اخلاق اور [illegible] بازی لے جاتے ہیں جن کا اثر دنیا پر نہ پڑتا ہے اور جلد پڑتا ہے تو تمام مسلمان اپنے کردار کو اس وجہ سے بے غبار رکھیں [illegible] اسلام کی خوبیوں سے [illegible] ہرگز نہ ہو کہ کسی مسلمان کی بے کرداری اور بدعملی سے دوسروں کو اسلام سے نفرت پیدا ہو اگر کوئی شخص حسن عمل سے [illegible] اخلاق [illegible] لوگوں کو اسلام کی طرف سے متنفر کرتا ہے تو اس نے تبلیغ کے اہم فریضہ کو پورا نہیں کیا اور یہ بہت بڑا ظلم ہے ۱۲

یعنی قدرت نے جو لوگ برائی سے کام کیے ان کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے مثلاً مال میں اضافہ اولاد میں کثرت اور دنیوی عزت و اقتدار [illegible] جس میں حسن عمل ایمان ہی پر موقوف ہے یہ کافر ایمان نہ لانے کی وجہ سے وہاں کی خیر و برکت سے یکسر محروم رہتے ہیں ۱۲

ربعا (۱۴)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾

تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے مکر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر دل سے بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ○

پناہ بخدا:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اپنے مؤمن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے وہ اعوذ پڑھ کریں یہ حکم فرضیت کے طور پر نہیں ہے ابن جریر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اعوذ کی پوری بحث مع معنی وغیرہ کے ہم اپنی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے فالحمد للہ۔ اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ قاری قرآن خلط ملط ہو جائے غور وفکر سے رک جائے اور شیطانی وساوس کے آنے سے بچ جائے[1]۔ اسی لئے جمہور کہتے ہیں کہ قرأت شروع کرنے سے پہلے اعوذ پڑھ لیا کریں کسی کا قول یہ بھی ہے کہ ختم قرأت کے بعد پڑھے ان کی دلیل یہی آیت ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور حدیثوں کی دلالت بھی اسی پر ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ایمان متوکلین کو وہ ایسے گناہوں میں پھانس نہیں سکتا جن سے وہ توبہ ہی کریں اس کی کوئی حجت ان کے سامنے چل نہیں سکتی یہ مخلص بندے اس کے گہرے مکر سے محفوظ رہتے ہیں ہاں جو اس کی اطاعت کریں اس کے کہے میں آجائیں اسے اپنا دوست اور حمایتی ٹھہرالیں اسے اللہ کی عبادتوں میں شریک کرنے لگیں ان پر تو یہ چھا جاتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "ب" کو سببیہ بتلائیں یعنی وہ اس کی فرمانبرداری کے باعث خدا کے ساتھ شرکت کرنے لگیں یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اسے اپنے مال اپنی اولاد میں شریک خدا ٹھہرالیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾

[1] اصلی بات یہ ہے کہ شیطان انسان سے اپنی قدیم عادت کی بناء پر ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ کوئی اچھا، نیک اور خدا کے یہاں مقبول کام کرے۔ اگر انسان کوئی کام کرتا بھی ہے تو وہ ہزار وساوس ڈالتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس نیک کام کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور چونکہ قرآن کی تلاوت خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند مطلوب ہے اس لئے تلاوت کے اوقات میں شیطان وسوسہ اندازی کی بڑی جدوجہد کرتا ہے اس لعین کی مذموم کوششوں کا علاج ان آیات میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ۱۲

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں بلکہ انہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جاوے ○

ایک افتراء:

مشرکوں کی کم عقلی' بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو یہ تو ازلی بدنصیب ہیں ناسخ منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر بکنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق خدا جو چاہے کرے جو ارادہ کرے حکم دے ایک حکم کو اٹھا دے دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے جیسے آیت :مَا نَنْسَخْ ...... میں فرمایا ہے پاک روح یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے خدا کی طرف سے حقانیت وصداقت کے عدل وانصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تا کہ ایماندار ثابت قدم ہو جائیں اب اترا' مانا' پھر اترا' مانا ان کے دل رب کی طرف جھکتے ہیں۔تازہ تازہ کلام خدا سنتے رہیں مسلمانوں کے لئے ہدایت وبشارت ہو جائے خدا اور رسول خدا کے ماننے والے راہ یافتہ ہو کر خوش ہو جائیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے ○

کتنی بیہودہ بات:

کافروں کی ایک بہتان بازی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے قریش کے کسی قبیلہ کا ایک عجمی غلام تھا صفا پہاڑی کے پاس خرید وفروخت کیا کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اور کچھ باتیں کر لیا کرتے تھے یہ شخص صحیح عربی زبان بولنے پر قادر بھی نہ تھا ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل اپنا مطلب ادا کر لیا کرتا تھا اس افترا کا جواب جناب باری دیتا ہے کہ وہ کیا سکھائے گا جو خود بولنا نہیں جانتا عجمی زبان کا آدمی ہے اور یہ قرآن تو عربی زبان میں ہے پھر فصاحت و بلاغت والا کمال وسلامت والا عمدہ اور اعلیٰ پاکیزہ اور بالا معنی مطلب الفاظ واقعات میں سب سے نرالا بنی اسرائیلی آسمانی کتابوں سے بھی منزلت اور رفعت اور وقعت اور عزت والا تم میں اگر ذرا سی عقل ہوتی تو یوں ہتھیلی پر چراغ رکھ کر چوری کرنے کو نہ نکلتے ایسا جھوٹ نہ بکتے جو بے وقوفوں کے ہاں بھی نہ چل سکے سیرت ابن اسحٰق میں ہے کہ ایک نصرانی غلام جیسے جبیر کہا جاتا تھا جو بنو حضرمی قبیلہ کے کسی شخص کا غلام تھا اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اس پر مشرکین نے اڑائی کہ یہ قرآن اسی کا سکھایا ہوا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہتے ہیں کہ اس کا نام یعیش تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مکہ شریف میں ایک لوہار تھا جس کا نام بلعم تھا یہ عجمی شخص تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس آنا جانا دیکھ کر قریش مشہور کرنے لگے کہ یہی شخص آپ کو کچھ سکھاتا ہے اور آپ اسے کلام اللہ کے نام سے اپنے حلقے میں سکھاتے ہیں کسی نے کہا ہے مراد اس سے سلمان فارسی ہیں

رضی اللہ عنہ۔ لیکن یہ قول تو نہایت غلط ہے کیونکہ حضرت سلمان تو مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور یہ آیت مکہ میں اتری ہے عبید اللہ بن مسلم کہتے ہیں ہمارے دو کامی آدمی روم کے رہنے والے تھے جو اپنی زبان میں اپنی کتاب پڑھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ۔ تے آتے کبھی ان کے پاس کھڑے ہو کر سن لیا کرتے اس پر مشرکین نے اڑایا کہ ان ہی سے آپ قرآن سیکھتے ہیں اس پر یہ آیت اتری سعید بن مسیب فرماتے ہیں مشرکین میں سے ایک شخص تھا جو وحی لکھا کرتا تھا اس کے بعد وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور یہ بات گھڑلی خدا کی لعنت اس پر۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾

جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہو گی بس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے ○

جھوٹے ہیں:

جو خدا کے ذکر سے منہ موڑے اللہ کی کتاب سے غفلت کرے خدا کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو خدا بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی آخرت میں سخت دردناک عذاب میں پھنستے ہیں پھر بیان فرمایا کہ یہ رسول سلام علیہ خدا پر جھوٹ افترا باندھنے والے نہیں یہ کام تو بدترین مخلوق کا ہے جو ملحد و کافر ہوں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق سے بہتر و افضل دین دار خدا شناس سچوں کے سچے ہیں سب سے زیادہ کمال علم و ایمان عمل و نیکی میں آپ کو حاصل ہے سچائی میں بھلائی میں یقین میں معرفت میں آپ کا ثانی کوئی نہیں ان کافروں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کے مداح ہیں آپ ان میں محمد امین کے ممتاز لقب سے مشہور و معروف ہیں شاہ روم ہرقل نے جب ابو سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت سے سوالات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دعوئ نبوت سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے؟ ابو سفیان نے جواب دیا کبھی نہیں۔ اس پر شاہ نے کہا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی بھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو وہ خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

وَسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝۱۰۸ لَاجَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝۱۰۹

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ سے کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور) یہ غضب اور عذاب اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ انجام سے بالکل غافل ہیں (اس لئے) لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے ○

یہی نقصان میں رہیں گے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے[1]۔ اس پر اطمینان کر لیں یہ خدا کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑے بھاری عذاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی اور وہ بھی صرف دنیا طلبی کی وجہ سے چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے خدا کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی دلوں پر مہریں لگ گئیں نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کان اور آنکھیں بھی بے کار ہو گئیں نہ حق سن نہ دیکھ سکیں پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا نقصان کرنے والے ہیں پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں بسبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں خدا پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں اتری ہے جبکہ آپ کو مشرکین نے تکلیف دینا شروع کی جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں پس با دل ناخواستہ مجبوراً اور کرہاً آپ نے ان کی موافقت کی پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عذر کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ شعبی قتادہ اور ابو مالک بھی یہی کہتے ہیں ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کیے یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے جما ہوا ہے آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔ بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا یا رسول اللہ میں عذاب سے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا پھر آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا[2]۔ اسی پر یہ آیت اتری پس علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے اسے جائز ہے اپنی جان بچانے کے لئے ان کی

[1] یعنی کفر کو اختیار کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں بلکہ برضا و رغبت کفر قبول کریں ۱۲

[2] یعنی اگر وہ پھر ستا کر، مار کر، تکلیف پہنچا کر خلاف حق کوئی بات کہلوانا چاہیں تو اپنی جان بچانے کے لیے بشرطیکہ قلب ایمان سے معمور ہو جو وہ کہلوانا چاہیں کہہ دینا ۱۲

موافقت کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور خدا کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ! اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہ کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے اسی طرح حضرت خبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب ملعون نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال و جواب ہوا دوسرا عضو جسم کٹ گیا یوں ہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے خدا آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو ہاں بے شک میں انہیں قتل کرا دیتا اس لئے کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباسؓ کی ماں پر افسوس[1]۔ اسے امام بخاریؒ نے بھی نقل کیا ہے مسند میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لائے دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں تو آپ نے فرمایا واللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو یہی فیصلہ ہے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے یہ واقعہ صحیحین میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں پس افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے چنانچہ حافظ ابن عساکرؒ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنی حکومت میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں صحابی نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کی حکومت بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ

---

[1] یہ کلمہ عرب میں کسی شخص کی کسی بات پر اپنی ناگواری کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا تھا گویا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تنقید صحیح نہیں تھی ۱۲

دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا دیا اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے' گوشت پوست جل گیا' ہڈیاں چمکنے لگیں رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسے آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن کہ میں خدا کے دین کو چھوڑ دوں اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میری دامادی میں آ کر میری سلطنت کا شریک بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا حضرت عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ خدا میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا گیا' کھانا پینا بند کر دیا' کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارہ میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا آپ نے اسے قبول فرما لیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ایمان لا کر ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے تو وہ آپ کا ان اعمال کے بھی بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے جس روز ہر شخص اپنی ہر طرفداری میں گفتگو کرے گا اور دوست کو نہ پوچھے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا O

وہ دن بھی آنے والا ہے:

یہ دوسرے قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے ظلم کے شکار تھے اور ان کو دین سے ہٹانے کی ہر وقت کوشش کی جاتی تھی آخر انہوں نے ہجرت کی مال اولاد ملک وطن کو چھوڑ کر راہ خدا میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کے لئے نکل پڑے اور صبر و عزیمت سے خدا کے کلمہ کی بلندی میں مشغول ہو گئے انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے

بعد بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے بروز قیامت ہر شخص اپنے چھٹکارے کی فکر میں لگا ہوگا کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی بیوی کی طرف سے کچھ کہہ سکے اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا نہ گناہ بڑھے اللہ سے پاک ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن واطمینان میں (رہتے) تھے (اور) ان کی کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا اور ان کے پاس ان ہی میں کا ایک رسول (منجانب اللہ) آیا سو اس (رسول) کو (بھی) انہوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب (الٰہی) نے پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے ○

ایک مثال:

اس سے مراد اہل مکہ ہیں یہ امن واطمینان میں تھے آس پاس لڑائیاں ہوتیں یہاں کوئی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھتا جو یہاں آجاتا امن میں سمجھا جاتا جیسے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں کیا ہم نے انہیں امن وامان کا حرم نہیں دے رکھا؟ جہاں ہماری روزیاں قسم قسم کے پھلوں کی شکل میں ان کے پاس ہر طرف سے کھچی چلی آتی ہیں یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ عمدہ سہتی بپتی روزی اس شہر کے لوگوں کے پاس ہر طرف سے آرہی تھی لیکن پھر بھی یہ خدا کی نعمتوں کے منکر رہے جن میں سب سے اعلیٰ نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تھی جیسے ارشاد باری ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا...... (ابراہیم: ۸۲) کیا تو نے ان کو دیکھا؟ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچا دیا جو جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور جو بری قرارگاہ ہے ان کی اس سرکشی کی سزا میں دونوں نعمتیں دو زحمتوں سے بدل دی گئیں امن خوف سے اطمینان بھوک اور گھبراہٹ سے انہوں نے اللہ کے رسول کی نہ مانی آپ کے خلاف پر کمر کس لی تو آپ نے ان کے لئے سات قحط سالیوں کی بددعا کی جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھیں اس قحط سالی میں انہوں نے اونٹ کے خون میں لتھڑے ہوئے بالوں تک کو کھایا امن کے بعد خوف آیا ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے آپ کی دن دونی ترقی اور آپ کے لشکروں کی کثرت کو سنتے اور سہمے جاتے تھے یہاں تک کہ بالآخر خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شہر مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے وہاں قبضہ کر لیا یہ تھا ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ کہ یہ ظلم وزیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود ان میں سے ہی بھیجا تھا جس احسان کا بیان آیت لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ...... (آل عمران: ۱۶۴) میں فرمایا ہے اور اسی کا

ان آیت فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا اُولِی الْاَلْبَابِ ...... (مائدہ: ۱۰۰) میں ہے اور اسی معنی کی آیت كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ میں ہے تَكْفُرُوْن تک اس لطیفہ کو بھی نہ بھولئے کہ جیسے کفر کی وجہ سے امن کے بعد خوف آیا اور فراخی کے بعد بھوک آئی ایمان کی وجہ سے خوف کے بعد امن ملا اور بھوک کے بعد حکومت سرداری امارت اور امارت ملی فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

سلیم بن نمیر کہتے ہیں ہم حضرت حفصہ زوجہ محترمہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج سے لوٹے ہوئے آ رہے تھے اس وقت مدینہ شریف میں خلیفۃ المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرے ہوئے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اکثر راہ چلتوں سے ان کی بابت دریافت فرمایا کرتی تھیں۔ دو سواروں کو جاتے ہوئے دیکھ کر آدمی بھیجا کہ ان سے خلیفۃ الرسول کا حال پوچھو انہوں خبر دی کہ افسوس آپ شہید کر دیئے گئے ہیں اسی وقت آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہی وہ شہید ہے جس کی بابت خدائے تعالیٰ نے فرمایا: وَضَرَبَ اللّٰهُ...... عبید اللہ بن مغیرہ کے استاد کا بھی یہی قول ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جائے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے مہربانی کرنے والا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دے گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے یہ دنیا میں چند روزہ عیش ہے اور (مرنے کے بعد) ان کے لئے دردناک سزا ہے ○

کھاؤ پیو:

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنی دی ہوئی پاک روزی حلال کرتا ہے اور شکر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس لئے کہ نعمتوں کا دینے والا وہی ہے اسی لئے عبادت کے لائق بھی صرف [illegible] ہے اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں پھر ان چیزوں کا بیان فرما رہا ہے جو اس

نے مسلمانوں پر حرام کردی ہیں جس میں ان کے دین کا نقصان بھی ہے اوران کی دنیا کا نقصان بھی ہے جیسے از خود مرا ہوا جانور اور بوقت ذبح بہا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت[1] اور جو جانور خدا کے سوادوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے لیکن جو شخص ان کے کھانے کی طرف بے بس لاچار عاجز محتاج بے قرار ہو جائے اور انہیں کھالے تو اللہ بخشش ورحمت سے کام لینے والا ہے سورہ بقرہ میں اسی جیسی آیت گذر چکی ہے اور وہیں اس کی کامل تفسیر بھی بیان کردی ہے اب دوبارہ دوہرانے کی حاجت نہیں فالحمدللہ۔

پھر کافروں کے رویہ سے مسلمانوں کوروک رہا ہے کہ جس طرح انہوں نے از خود حلت وحرمت قائم کرلی ہے تم نہ کرو آپس میں طے کرلیا کہ فلاں کے نام کا جانور حرمت وعزت والا بحیرہ سائبہ وصیلہ عام وغیرہ تو فرمان ہے کہ اپنی زبانوں سے خدا کے ذمہ غلط الزام رکھ کر آپ حلال وحرام نہ ٹھہرالو اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنی طرف سے کسی بدعت کو نکالے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو یا خدا کے حرام کو حلال کرے یا مباح کو حرام قرار دے اور اپنی رائے اور تشبیہ سے احکام ایجاد کرے لِمَا تَصِفُ میں ما مصدر یہ ہے یعنی تم جھوٹ وصف اپنی زبان سے حلال وحرام کا نہ گھڑلو ایسے لوگ دنیا کی فلاح سے آخرت کی نجات سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا میں گو کچھ معمولی سا فائدہ اٹھا لیں لیکن مرتے ہی المناک عذاب کا لقمہ بنیں گے یہاں کچھ چکھا چکھی کرلیں وہاں سخت عذاب بے بسی کے ساتھ برداشت کرنے پڑیں گے جیسے فرمان خدا ہے اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے نجات سے محروم ہیں دنیا میں کچھ خفیف سی پونجی لے لیں پھر تو ہم ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

اور صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے ○

یہود کی بے راہ روی:

اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار خون لحم خنزیر اور خدا کے سوادوسروں کے نام کی چیزیں حرام ہیں پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا یہودیوں پر ان کی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگی اور حرج ان پر تھا

[1] طبی اعتبار سے خنزیر کا گوشت، خون، مردہ جانور صحت کے لیے شدید مضر ہیں۔ خنزیر کے گوشت کی سمیت اور نقصان رساہونے پر یورپ کے ڈاکٹر بھی اتفاق کر چکے ہیں ۱۲

سے بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے ان پر حرام شدہ چیزیں پہلے ہی سے تجھے بتادی ہیں سورہ انعام کی آیت: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکریوں کی چربی کو سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا ہاں وہ خود ناانصاف تھے ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیں دوسری وجہ ان کا راہ خدا سے اوروں کو روکنا بھی تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم و کرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گنہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی ادھر رحمت بھری گود اس کے لئے پھیل گئی بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ کی نافرمانی جو کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمربستہ ہو جانے کو پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾

بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے ○

اوصافِ خلیل:

امام حنفاء، ولد انبیاء، خلیل خدا، رسول جل وعلا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف بیان ہو رہی ہے اور مشرکوں یہودیوں اور نصرانیوں سے انہیں علیحدہ کیا جا رہا ہے اُمَّةً کے معنی امام کے ہیں جن کی اقتدا کی جائے۔ قَانِتٌ کہتے ہیں اطاعت گذار فرمانبردار کو۔ حَنِيف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آ جانے والا اسی لئے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بے زار تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب امت قانت کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ و رسول علیہ السلام کی اطاعت کرنے والا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبداللہ غلطی کر گئے ایسے تو بشہادت قرآن حضرت خلیل الرحمٰن تھے پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کیا معنی؟ اور

قانت کے کیا معنی؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگ رہے بے شک حضرت معاذ ایسے ہی تھے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں وہ تنہا امت تھے اور تابع فرمان تھے وہ اپنے زمانہ میں تنہا موحد مومن تھے باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے قتادہ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور خدا کے غلام تھے اور خدا کی نعمتوں کے قدر دان اور شکر گذار تھے اور رب کے تمام احکام پر عامل تھے جیسے خود خدا نے فرمایا: اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی وہ ابراہیم جس نے پورا کیا یعنی خدا کے تمام احکام مانے اور بجالایا اسے خدا نے مختار اور مصطفیٰ بنالیا جیسے فرمان ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ ...... (انبیاء: ۵۱) ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو رشد و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم اسے خوب جانتے تھے اسے ہم نے راہ مستقیم کی رہبری کی تھی صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی وہ عبادت و اطاعت کرتے تھے اور خدا کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے ہم نے انہیں دین و دنیا کی خیر کا جامع بنایا تھا اپنی پاکیزہ زندگی کے تمام ضروری اوصاف حمیدہ ان میں تھے ساتھ ہی آخرت میں بھی نیکوں کے ساتھ اور صلاحیت والے تھے ان کا پاک ذکر دنیا میں بھی باقی رہا اور آخرت میں بڑے عظیم الشان درجے ملے ان کے کمال ان کی عظمت ان کی محبت توحید اور ان کے پاک طریق پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ اے خاتم رسل اے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بھی ہمارا حکم ہو رہا ہے کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرکوں سے بری الذمہ تھا سورہ انعام میں ارشاد ہے: قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ...... (انعام: ۱۶۱) کہہ دے میرے رب نے صراط مستقیم کی رہبری کی ہے مضبوط اور قائم دین ابراہیم حنیف کی جو مشرکوں میں نہ تھا پھر یہودیوں پر انکار ہو رہا ہے اور فرمایا جارہا ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں خلاف کیا تھا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے ○

یوم سبت:

ہر امت کے لئے ہفتہ میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ جمع ہو کر خدا کی عبادت کی خوشی منائیں اس امت کے لئے وہ دن جمعہ کا دن ہے اس لئے کہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تکمیل کی اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرمادی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتہ کے دن کو لے بیٹھے یہ سمجھ کر کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہوگئی ہفتہ کے دن خدا نے کوئی چیز پیدا نہیں کی پس تورات جب اتری ان پر بھی وہی ہفتہ کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اس پر اب قائم رہیں ہاں یہ ضرور فرمادیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ کی ہی اتباع کریں اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا پس ہفتہ کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لئے منتخب کیا تھا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتہ کے دن کی

اہمیت آپ نے بھی برابر جاری رکھی پھر جب آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانہ میں صرف یہودیوں کی ضد میں آکر صخرہ سے مشرق کی جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کرلیا اور ہفتہ کے بجائے اتوار کا دن مقرر کرلیا صحیحین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی یہ دن بھی اللہ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے ہی پیچھے ہیں یہود ایک دن پیچھے نصاریٰ دو دن آپ فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتہ کا دن رکھا نصاریٰ نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا ہوا پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہوں گے ہم دنیا کے اعتبار سے پچھلے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔ (مسلم)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

آپ اپنے رب کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ○

دعوت و ارشاد لیکن سلیقہ کے ساتھ:

اللہ تعالیٰ رب العالمین اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ آپ مخلوق خدا کو راہ خدا کی طرف بلائیں حکمت سے مراد بقول امام ابن جریر کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اچھے وعظ سے مراد جس میں ڈراوا دھمکی بھی ہو کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور خدا کے عذاب سے پناہ طلب کریں ہاں یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی سے مناظرہ کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نرمی اور خوش لفظی سے ہو جیسے فرمان ہے: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ...... (عنکبوت ۴۶) اہل کتاب سے مناظرہ مجادلہ کا بہترین طریقہ ہی برتا کرو...... اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نرمی کا حکم ہوا تھا دونوں بھائیوں کو یہ کہہ کر فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا کہ اسے نرم بات کہنا تاکہ عبرت حاصل کرے اور ہوشیار ہو جائے راہ بھٹکے اور راہ لگے سب خدا کے علم میں ہیں شقی و سعید سب اس پر واضح ہیں وہاں لکھے جا چکے ہیں اور تمام کاموں کے انجام سے فراغت ہو چکی ہے آپ تو خدا کی راہ کی دعوت دیتے ہیں لیکن نہ ماننے والوں کے پیچھے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالئے آپ ہدایت کے ذمہ دار نہیں آپ صرف آگاہ کرنے والے ہیں آپ پر پیغام کا پہنچا دینا ہے حساب ہم آپ لیں گے ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں کہ جسے محبوب سمجھیں ہدایت پر لا کھڑا کریں لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار آپ نہیں یہ خدا کے قبضہ کی اور اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ

لِلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جائیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں ○

صبر کیا ہی اچھا ہے:

قصاص میں اور حق کے حاصل کرنے میں مساوات اور انصاف کا حکم ہو رہا ہے امام ابن سیرینؒ وغیرہ فرماتے ہیں اگر کوئی تم سے کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس سے اسی جیسی لے لو ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے تو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا جب ذرا حیثیت دار لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر خدا کی طرف سے بدلے کی رخصت ہو جائے تو ہم بھی ان کتوں سے نبیڑ لیا کریں اس پر یہ آیت اتری آخر یہ بھی حکم جہاد سے منسوخ ہو گئی حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں سورہ نحل پوری مکہ شریف میں اتری مگر اس کی یہ تین آخری آیتیں مدینہ شریف میں اتری ہیں جب کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے اعضائے بدن شہادت کے بعد کاٹے لئے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اب جب مجھے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر غلبہ دے گا تو میں ان میں سے تیس شخصوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹوں گا مسلمانوں کے کان میں جب اپنے محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ پڑے تو ان کے جوش بہت بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ واللہ ہم ان پر غالب آ کر ان کی لاشوں کے وہ ٹکڑے ٹکڑے کریں گے کہ عربوں نے کبھی ایسا دیکھا ہی نہ ہو اس پر یہ آیتیں اتریں (سیرت ابن اسحٰق) لیکن یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ایک راوی ایسا ہے جن کا نام ہی نہیں لیا گیا مبہم چھوڑ ا گیا ہے ہاں دوسری سند سے یہ متصل بھی مروی ہے بزار میں ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے آپ پاس آ کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے آہ آپ اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر اور کیا ہوگا کہ محترم چچا کی لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا کہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک میرا علم ہے میں جانتا ہوں کہ آپ رشتے ناتے کے جوڑنے والے نیکیوں کو بڑھ کر کرنے والے تھے۔ واللہ دوسرے لوگوں کے درد و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تو آپ اس جسم کو یوں ہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ درندوں کے پیٹوں میں سے نکالتا یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا جب ان مشرکوں نے یہ حرکت کی ہے تو واللہ میں بھی ان میں کے ستر شخصوں کی یہی درگت بناؤں گا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور یہ آیتیں اتریں تو آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا لیکن سند اس کی بھی کمزور ہے اس کے راوی صالح بشیر مری ہیں جو ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں بلکہ امام بخاریؒ تو انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔

شعبی اور ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبان سے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے جو ہمارے شہیدوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے اعضائے بدن کاٹ دیئے ہیں واللہ ہم بھی ان سے اس کا بدلہ لے کر ہی چھوڑیں گے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں اتاریں مسند احمد میں ہے کہ جنگ احد میں ساٹھ انصاری شہید ہوئے رضی اللہ عنہم اور چھ مہاجرین رضی اللہ عنہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں گے تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کئے بغیر نہ رہیں گے چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا کہ آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے اسی وقت ندا ہوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو پناہ دیتے ہیں بجز فلاں فلاں کے جن کے نام لے دیئے گئے اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا کہ ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔

اس آیت کریمہ کی نظیر قرآن کریم میں اور بھی بہت سی ہیں اس میں عدل کی مشروعیت بیان ہوئی ہے اور افضل طریقہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے آیت جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ...... (شوریٰ:۴۰) میں ہے کہ برائی کا بدلہ لینے کی رخصت عطا فرما کر پھر فرمایا ہے کہ جو درگذر کر لے اور اصلاح کر لے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔

اسی طرح آیت وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (مائدہ:۴۵) میں بھی زخموں کا بدلہ لینے کی اجازت دے کر فرمایا ہے کہ بطور صدقہ معاف کر دے یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی اسی طرح اس آیت میں بھی برابر برابر بدلہ لینے کے جواز کا ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوا ہے کہ اگر صبر کر لو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ پھر صبر کی مزید تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں ان سے ہی ہو سکتا ہے جن کی مدد پر خدا ہو اور جنہیں اسی کی جانب سے توفیق نصیب ہوئی ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کا غم نہ کھا ان کی قسمت میں ہی مخالفت لکھ دی گئی ہے نہ ان کے فن فریب سے آزردہ خاطر ہو اللہ تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے وہی تجھے ان سب پر غالب کرنے والا ہے اور ان کی مکاریوں اور چالبازیوں سے بچانے والا ہے ان کی عداوت اور ان کے برے ارادے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی تائید ہدایت اور اس کی توفیق ان کے ساتھ ہے جن کے دل خدا کے ڈر سے اور جن کے اعمال احسان کے جوہر سے مالا مال ہوں چنانچہ جہاد کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی اتاری تھی کہ اِنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (انفال:۱۲) میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى (طٰہٰ:۴۶) تم خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں دیکھتا سنتا ہوں غار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پس یہ ساتھ تو خاص تھا اور مراد اس سے تائید ونصرتِ الٰہی کا ساتھ ہونا ہے اور عام ساتھ کا بیان آیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (حدید:۴) اور آیت مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ...... (یونس:۶۱) اور آیت وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ ...... میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور وہ تمہارے اعمال دیکھنے والا ہے اور جو تین شخص کوئی سرگوشی کرنے لگیں ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ میں چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم وبیش میں بھی جہاں وہ ہوں اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تو کسی حال میں ہو یا تلاوت قرآن میں ہو یا تم اور کسی کام لگے ہوئے ہو ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں۔

پس ان آیتوں میں ساتھ سے مراد سننے دیکھنے کا ساتھ ہے تقویٰ کے معنی ہیں حرام کاموں اور گناہ کے کاموں کو اللہ کے فرمان پر ترک کر دینے اور احسان کے معنی ہیں پروردگار کی اطاعت وعبادت کا بجالانا جن لوگوں میں یہ دونوں صفتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں رہتے ہیں جناب باری ان کی تائید اور مدد فرماتا رہتا ہے ان کے مخالفین اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان سب پر کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت محمد بن حاطبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو باایمان، پرہیزگار اور نیکوکار ہیں۔

سورۃ بنی اسرآءیل

فضائل ☆

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ کہف اور سورہ مریم سب سے پہلی سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گذار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ رات سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر پڑھا کرتے تھے۔[1]

سُوْرَةُ الْاِسْرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

کل رکوع: ۱۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کل آیات: ۱۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام سے (یعنی مسجد کعبہ) سے اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں ○

نبی کا اوج ارتقاء:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت وعظمت اور اپنی پاکیزگی وقدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس جیسی قدرت کسی

[1] اس حدیث کے نقل کا تعلق صرف حدیث کے آخری ٹکڑے کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سورہ بنی اسرائیل روزانہ تلاوت فرماتے اور جناب ﷺ کا یہ معمول اس سورت کی فضیلت کو معلوم کرنے کے لیے کافی ہے اور رہی یہ بات کہ آنحضور ﷺ کبھی مسلسل روزے رکھتے اور گاہے قطعاً نہ رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کو نشاط طبع کے ساتھ ادا کی جائیں اور یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت ﷺ کو بعض اوقات عبادات میں کیف محسوس نہیں ہوتا تھا اس لیے آپ ﷺ ان عبادات کو ترک کر دیا کرتے تھے ہرگز نہیں عبادات تو آپ ﷺ کی غذا تھیں۔ یہ عمل کہ کبھی کرنا اور گاہے چھوڑ دینا محض امت کی سہولت کی خاطر تھا ۱۲

میں نہیں وہی عبادت کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات ایک حصہ میں مکہ شریف کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے انبیائے کرام علیہم السلام کا مرکز رہا اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں انہیں کی جگہ ان سب کی امامت کی جو دلیل ہے اس امر کی کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں **صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیھم اجمعین۔**

اس مسجد کے اردگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے پھل پھول کھیت اور باغات وغیرہ سے یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی مومنوں اور کافروں کی یقین والوں اور منکروں کی سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے ہر ایک کو وہی دے گا جس کا وہ مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین فرشتے آئے اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے اس وقت آپ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے ان میں سے اگلے نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں تو سب سے اخیر والے نے کہا پھر ان کو لے چلو بس اس رات تو اتنا ہی ہوا پھر آپ نے انہیں نہ دیکھا دوسری رات پھر یہ تینوں آئے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے اس طرح کہ آپ کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں اور دل جاگ رہا تھا تمام انبیاء کی نیند اسی طرح ہوتی ہے[1] اس رات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات نہیں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹایا اور آپ کا سینہ گردن تک خود جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا جب خوب پاک صاف کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت اور ایمان سے پر تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا پھر سینے کو سی دیا گیا[2] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے وہاں کے دروازوں میں ایک دروازہ کھٹکھٹایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا جبرائیل۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر خدائے تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں معلوم نہ کرا دیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد حضرت

---

[1] جیسا کہ عاشق سو رہا ہو جاگ رہا ہو، چل رہا ہو پھر رہا ہو، آرام میں ہو یا تکلیف میں۔ ہر حال میں اس کا دھیان اپنے محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سونے کی حالت میں بھی اس کا شعور محبوب ہی کی یاد کے ساتھ وابستہ رہتا ہے تو اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل کی گہرائیوں میں محبوب کی یاد تازہ رہتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام والسلام عاشقان الٰہی سوئیں تو جب جاگیں تو جب مشغول خدا کی یاد ہی میں ہیں پس ان کی آنکھیں سوتی ہیں جو آرام لینے کا ایک فطری تقاضا ہے لیکن ان کے دل نہیں سوتے جو غفلت کی علامت ہے اور غفلت انبیاء کے شایان شان نہیں ۱۲

[2] آج عمل جراحی اور اپریشن اس قدر ترقی پر ہے کہ نازک سے نازک موقع کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے اور پھر اس طرح ٹانکے لگا دیئے جاتے ہیں کہ جسم کا پورا انظام اور اعضاء کی باہمدیگر نشست میں ہلکا سا بھی فرق محسوس نہیں ہوتا تو جب دنیا اپریشن کے کامیاب راستے ڈھونڈ چکی۔ روحانیت کے اس آپریشن پر حیرت غلط ہے فرق اتنا ہے کہ دنیا میں آپریشن بیماریوں کے ازالہ کے لیے کیا جاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپریشن بشریت کی کدورتوں کے ازالہ کے لیے تھا جو خدا کی نظر میں بیماری سے کم نہیں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ ایک ہے بشریت اور ایک ہے بشریت کی کدورتیں۔ روحانیت میں بشریت عیب نہیں بلکہ اس کے آثار و خواص جب غلط حدود میں داخل ہو جائیں تو معیوب ہیں تو اس عمل جراحی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ختم نہیں کی گئی تھی بلکہ اس کے آثار و کدورتوں کو ختم کیا گیا تھا ۱۲

آدم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا حضرت علیہ السلام نے جواب دیا مرحبا کہا اور فرمایا آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نیل اور فرات کا عنصر پھر آپ کو آسمان میں لے چلے آپ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے جس کی مٹی خالص مشک تھی پوچھا یہ کون سی نہر ہے؟ جواب ملا کہ یہ نہر کوثر ہے یہ آپ کے پروردگار نے آپ کے لئے تیار کر رکھی ہے پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی باتیں ہوئی پھر آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال و جواب وغیرہ ہوئے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے پھر آپ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے وہاں بھی وہی کہا سنا گیا پھر چھٹے پر پھر ساتویں آسمان پر گئے وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں ادریس علیہ السلام اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام پانچویں آسمان والے کا نام مجھے یاد نہیں چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ وعلی سائر الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ جب آپ یہاں سے بھی اوپر چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا خدایا میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا اب آپ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم خدا ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور خدائے تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا بقدر دو کمان بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر پھر خدا کی طرف سے آپ کی جانب وحی کی گئی جس میں آپ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے آپ واپس جائیے اور کمی کی طلب کیجئے آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے آپ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ خدایا ہمیں تخفیف عطا ہو میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں پھر آپ واپس لوٹے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر آپ کو روکا اور یہ سن کر فرمایا جاؤ اور کم کراؤ آپ پھر گئے پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گذار آیا ہوں انہیں اس سے بھی کم کا حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے جسم کے اعتبار سے بھی اور دل بدن آنکھ کان کے اعتبار سے بھی آپ پھر جائیے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی طلب کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حسب عادت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو پھر اوپر لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ خدایا میری امت کے جسم دل کان آنکھیں اور بدن کمزور ہیں ہم سے اور بھی تخفیف کر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا لبیک وسعدیک فرمایا سن! میری باتیں بدلتی نہیں جو میں نے اب مقرر کیا ہے یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے جب آپ واپس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہو سوال منظور ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کمی ہو گئی یعنی پانچ پر ثواب پچاس کا مل گیا ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا آپ پھر جائیے اور پروردگار سے کمی طلب

کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ میں گیا آیا اب تو مجھے شرم آتی ہے آپ نے فرمایا اچھا پھر تشریف لے جایئے بسم اللہ کیجئے[1] اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں تھے صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب التوحید میں بھی ہے اور صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے یہی روایت شریک بن عبداللہ بن ابونمر سے منقول ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا ہے اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملہ کی بنا پر جو اس کے آخر میں وارد ہے واللہ اعلم۔ حافظ ابوبکر بیہقی اس حدیث کے اس جملہ کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا پس بقدر دو کمان ہو گیا بلکہ اور نزدیک شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتلاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں اس لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو ہریرہؓ ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا یہی زیادہ صحیح ہے[2] اور امام بیہقی کا فرمانا بالکل حق ہے اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ

---

[1] گویا کہ یہ بھی تقدیر میں تھا کہ آنحضور ﷺ پر پچاس نمازیں فرض ہوں گی اور موسیٰ علیہ السلام کے ایماء پر آپ بار بار جائیں گے [illegible] تخفیف ہو جائے گی رہا یہ سوال کہ خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے پانچ نمازیں کیوں فرض نہ کر دیں تھیں پچاس فرض کرنا اور پھر اس میں تخفیف کی یہ صورت [illegible] مقصد کے لیے ہے تو اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را ۱۲

[2] واقعہ معراج میں دو مباحث نہایت اہم اور نتائج کے اعتبار سے بہت دور رس ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضور ﷺ کو کیا معراج جسد عنصری کے ساتھ بیداری میں ہوئی یا یہ ایک خواب تھا اور روحانیات کی سیر محض روحانی طور پر ہوئی۔ دوسری معرکہ آرا بحث یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے معراج کی رات میں خدا تعالیٰ کے جمال جہاں آراء سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں یا نہیں؟ ان دونوں مباحث سے پہلے چند باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معراج کا واقعہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو ہجرت سے ایک ڈیڑھ سال پہلے پیش آیا۔ ابن عبدالبر، امام نووی اور عبدالغنی مقدسی ایسے اکابر محدثین کی یہی تحقیق ہے دوسری بات یہ ہے کہ اسراء کے معنی شب میں چلنے اور سفر کرنے کے ہیں اور چونکہ یہ واقعہ شب کے وقت پیش آیا تھا اس لیے کہ اسراء کہتے ہیں اور معراج عروج سے مشتق ہے جس کے معنی بلند ہونے اور چڑھنے کے آتے ہیں کیونکہ اس رات میں آنحضرت ﷺ نے ملاء اعلیٰ کے منازل طے فرما کر ساتوں آسمان ''سدرۃ المنتہیٰ'' اور آیات اللہ کا مشاہدہ فرمایا تھا اس لیے تمام واقعہ کی تفصیل ''معراج'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ بعض علماء نے یہ بھی فرق کیا ہے کہ واقعہ کا وہ حصہ جو سورۂ بنی اسرائیل میں مذکور ہے اس کی ابتدا خدا تعالیٰ نے سبحان اللہ الذی اسری سے کی ہے لہٰذا خدا تعالیٰ کی اتباع میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس سفر کا نام اسراء ہے اور واقعہ کے وہ اجزاء جو سورہ النجم یا احادیث میں ہیں اور جن میں خود آنحضور ﷺ نے ''عرج بی'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آپ کی اتباع میں معراج کے نام سے موسوم ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ واقعہ کی روایات محدث زرقانی کی تصریح کے مطابق تقریباً پینتالیس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت [illegible] ن یہ واقعہ معراج کا انکار قطعاً غلط اور قریب بہ کفر ہے۔ چوتھی گفتگو واقعہ معراج میں یہ ہے اور وہی نہایت اہم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بعض ایسی روایات اور ان کی طرف ایسے اقوال منسوب ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں معراج کا واقعہ ایک خواب تھا۔ جسد عنصری کے ساتھ بیداری کے عالم میں آپ تشریف نہیں لے گئے تھے جیسا کہ بعض محدثین نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ''معراج اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سچا خواب تھا'' لیکن احادیث کے ذخیرہ پر اگر نظر رکھی جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ ایک طرف تو بخاری، مسلم اور دوسری صحاح کی وہ روایات ہیں جو سند کے اعتبار اور متن کے بھی لحاظ سے نہایت اعلیٰ بڑی مضبوط اور قابل اعتماد ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کا واقعہ خواب نہیں بلکہ ایک حقیقت تھا جو جسد عنصری کے ساتھ پیش آیا اور دوسری طرف حضرت عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہما کی وہ روایات ہیں جن کی صحت بھی مشتبہ اور اسناد بھی مجروح۔ پھر صحیح روایات کے مقابلہ میں ان ضعیف روایات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور یہاں اس نفسیاتی نکتہ سے ہرگز غفلت نہ کیجئے کہ اگر معراج کا =

آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے جو سورہ النجم میں ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسے کہ ان تینوں صحابیوں کا بیان ہے صحابہ میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا جو ایک قدم قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے[1] میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی جب وہاں سے نکلا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب

= تمام واقعہ ایک خواب ہوتا اور آنحضور ﷺ خواب ہی کی حیثیت سے اس کو بیان فرماتے تو ظاہر ہے کہ مشرکین مکہ مخالفت نہ کرتے، اور نہ بعض کمزور ایمان مسلمانوں کو کوئی شبہ پیش آتا کیونکہ انسان خواب میں کیا کچھ نہیں دیکھتا وہ کبھی دیکھتا ہے کہ میں بادشاہ ہو گیا اور حکومت کر رہا ہوں۔ کبھی دیکھتا ہے کہ میں آسمانوں کی بلندیوں میں پرواز کر رہا ہوں اور عجائبات کا دفتر اور اس کا ایک ورق میرے سامنے کھلا ہے۔ صبح اٹھتا ہے اور اپنا یہ انوکھا خواب بیان کرتا ہے لیکن نہ کوئی مخالفت کرتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے۔ لیکن جب آنحضور ﷺ نے یہ معراج کی تمام داستان سنائی تو مشرکین مکہ میں غلغلہ بلند ہو گیا اور ہر طرف سے انکار کی صدائیں۔ یہ خاص اس وقت کی علامت ہے کہ معراج ایک خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی ایک سفر تھا عنصری جسد کے ساتھ اور جاگتے ہوئے اسی لیے ابن حجر نے لکھا ہے کہ

''واقعات اسراء معراج دونوں ایک ہی رات میں بحالت بیداری جسم اور روح کے ساتھ پیش آئے تمام محدثین، فقہاء، متکلمین کا یہی مذہب ہے اور صحیح احادیث سے بھی یہی ثابت ہے اس لیے اس کے خلاف کوئی اور قول اختیار کرنا یا بحالت بیداری و مع جسد عنصری معراج کا انکار ہرگز مناسب نہ ہوگا۔ معراج بجسد عنصری بالکل ممکن ہے خلاف عقل نہیں پھر تاویل کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔''

علمائے امت کے ان تمام اقوال سے بالاتفاق بہرحال معراج کا جسد عنصری کے ساتھ بیداری کی حالت میں واقع ہونا ثابت ہوا۔ دوسرا اہم مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے معراج کی رات میں حضرت جل مجدہ کے جمال سے اپنی آنکھیں منور کیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا استدلال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار کہ خدا تعالیٰ کا کوئی اپنی آنکھوں سے احاطہ نہیں کر سکتا اور وہ سب کو خوب دیکھتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں سب کے لیے ہی رویت باری ممکن بتائی گئی ہے اس لیے حضور ﷺ کے لیے کیسے ممکن تھا کہ آپ ﷺ ایک ناممکن چیز کو اپنے لیے ممکن کر لیں اس کے مقابل میں جمہور امت کی رائے یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے معراج میں اپنے خدا کی رویت اور دیدار کیا ہے رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کا جواب تو وہ صرف اتنا ہے کہ اول تو آیت میں جس کو عائشہ رضی اللہ عنہا پیش کرتی ہیں رویت کی نفی نہیں بلکہ اس طرح احاطہ کی نفی ہے جس سے خدا تعالیٰ کی کیفیت اور حقیقت کا پوری طرح ادراک ہو سکے۔ یعنی دیکھ تو سکتے ہیں لیکن دیکھ کر ان کی ذات وصفات کا مکمل ادراک بھی ہو جائے یہ بعید ہے۔ تو آنحضور ﷺ نے خدا کو دیکھا ضرور اگرچہ اس کی ذات وحقیقت کا کامل احاطہ اور ادراک نہیں کر سکے۔ اس طرح اس آیت کا رویت باری کے عقیدہ سے کوئی تضاد باقی نہیں رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس عالم کا اس دنیا کی چیزوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں واقعتاً ان ناسوتی آنکھوں سے اس حدود و قیود سے آزاد عالم کی چیزوں کو دیکھنا مشکل ہے لیکن اس عالم میں جب وہاں کے مناسب بصارت وبصیرت عطا ہو تو پھر خدا تعالیٰ کی رویت میں کیا استبعاد ہے اور ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج میں بصیرت وبصارت اس عالم کے مناسب ملی ہوں جس کا قرینہ یہ ہے کہ آپ کا شق صدر وغیرہ معراج سے پہلے ہوا گویا کہ اس عالم کے مناسب ساز وسامان سے آپ کو آراستہ کیا جا رہا تھا ۱۲

[1] تیز رفتار جہاز و جو منٹوں میں ہزاروں میل کے فاصلے طے کر لیں اُن کے ہوتے ہوئے ایک ایسے تیز رفتار خلائی جہاز (براق) کا انکار کیسے صحیح ہوگا۔ پھر اب تو نوبت خلائی جہاز بلکہ اس سے بھی آگے کی آ چکی ہے۔

ئے اور ایک میں دودھ لائے میں نے دودھ کو پسند کر لیا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تم فطرت تک پہنچ گئے پھر اوپر والی حدیث کی
رح آسمان اول پر پہنچنا اس کا دروازہ کھلوانا' فرشتوں کا دریافت کرنا' جواب پانا' ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے پہلے آسمان پر
ضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت
یسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی بھائی تھے ان دونوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
حبا کہا اور دعائے خیر دی پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا ہے آپ نے مرحبا
کہا نیک دعا دی پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمان خدا ہے: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا
مریم ۵۷) ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھا لیا ہے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ
لیہ السلام سے ملاقات ہوئی ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا[1] بیت المعمور میں
ر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی
کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل مٹکے جیسے اسے امر خدا نے ڈھک رکھا تھا اس کی خوبی کا کوئی بیان نہیں کر سکتا پھر وحی ہونے کا
ور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بمشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس جا جا کر کمی کرا کرا کر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے اس میں ہر
ر کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا جو نیکی کا ارادہ کرے اگر وہ اس کو نہ
کر سکے تب بھی اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کر لے تو دس نیکیوں کا ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا
ور کر لینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے[2] (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ اسرا بیت اللہ سے بیت المقدس
تک ہوا اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں مسند احمد میں ہے کہ براق کی لگام بھی تھی اور زین بھی تھی
جب وہ سواری کے وقت کسمسایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا کر رہا ہے؟ واللہ تجھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ سے
زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا پس براق پسینوں پسینوں ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب مجھے میرے رب عزوجل کی
طرف چڑھایا گیا تو میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے
میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت آبرو کے درپے تھے
ابوداؤد میں ہے کہ معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گذرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔[3] حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ

---

[1] آسمان کے مختلف حصوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا ضروری نہیں کہ اس تقسیم سے ان کے باہمی فرق مراتب پیش نظر ہوں۔ اگرچہ ایسا ہو بھی تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آیت ہے کہ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔ تو شاید آسمان کے ان مختلف حصوں میں مختلف انبیاء کا قیام فرق مراتب کے اعتبار سے ہو۔ اگرچہ کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ جن آسمان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی وہ انبیاء علیہم السلام کی ہمیشہ کی اقامت گاہیں ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ آپ کے استقبال کے لئے ان مختلف آسمانوں میں وقتی طور پر بھیج دیا ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے آسمان پر اس لئے بھیجا ہو کہ وہ ابوالبشر ہیں۔

[2] قربان جائیے اس رحمۃ ارحم الراحمین کے ہم ایسے فساق و فجار کے لیے رحمۃ کا یہ یقین ہی دستگیر ہے ۱۲

[3] پہلی روایت میں آیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے آسمان پر ملاقات ہوئی اور اس روایت میں ہے کہ قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اشکال کچھ بھی نہیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد آسمان پر پہنچ گئے ہوں تو استبعاد کیا ہے ۱۲

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجا ارشاد فرما رہے ہیں اور سچے ہیں میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ رکھا تھا مسند بزار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے ایک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹھ گئے وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ خدا کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں[1] آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یاقوت اور موتی تھے پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی دلائل بیہقی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے جیسے گھونسلے تھے...... اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تو بے ہوش ہو کر گر پڑے...... پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ ہونا چاہتے ہو؟ یا نبی اور بندہ ہونا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھ سے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو[2] تو میں نے جواب دیا کہ خدایا میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا واللہ اعلم۔ بزار کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا لیکن یہ روایت غریب ہے[3] ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کرا کر لے چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلئے پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستہ سے یکسو ہے اور آپ کو بلا رہا ہے پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ خدا کی ایک مخلوق ہے اور باآواز بلند کہہ رہی ہے: السلام علیك یا اول السلام علیك یا اخر السلام علیك یا حاشر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا جواب دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے وہاں آپ کے سامنے پانی اور شراب اور دودھ پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ لے لیا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رازِ فطرت پا لیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پی لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہک جاتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے تک کے تمام انبیاء بھیجے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کرائی اور اس رات سب نے نماز آپ کی اقتدا میں پڑھی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا وہ گویا یہ دکھایا گیا تھا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر اور جس کی آواز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ

---

[1] بہت ممکن ہے کہ معراج کے بعد جبرئیل علیہ السلام سے زیادہ معرفت ربی آپ کو حاصل ہوگئی ہو ۱۲

[2] یعنی لوگوں کی غیبت کرتے تھے جو نص قرآن کی تصریح کے مطابق گوشت کھانے کے حکم میں ہے ۱۲

[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت خود ہی تواضع اور فروتنی کی طرف مائل تھی جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ محض اس "حریم قدس" کے آداب وقوانین کی پابندی کی وجہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ادا کہ جبرائیل کے اشارہ کا انتظار فرمایا جناب باری کے حریم ناز کی مزاج ناسی کی کامل علامت بھی ہے ۱۲

کرنے والے تھے وہ دشمن خدا ابلیس تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے[1] واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ جب براق پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے یہی ہجرت گاہ ہے پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی السلام سے کلام کیا پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا یہ بیت لحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے پھر میں بیت المقدس پہنچا وہاں تمام انبیاء علیہ السلام جمع ہوئے جبرائیل علیہ السلام نے مجھے امام بنایا میں نے ان کی امامت کی پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھا لے گئے پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے فرماتے ہیں اب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھانک لیا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لئے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان اور زمین کے پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کا یہی آخری حکم ہے پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ یہ خدائے تعالیٰ کا حتمی حکم ہے اس لئے میں پھر خدا تعالیٰ کے پاس نہ گیا ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی طویل حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازہ پر پہنچے جسے باب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جاتا ہے وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہو گیا وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے وسط تک پہنچ جانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ عایہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوریں دکھائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کہا آیئے وہ یہ ہیں سلام کیجئے وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا سب نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا تم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہم بیویاں ہیں خدا کے ان پرہیز گار بندوں کی جو نیکوکار ہیں' جو گنا ہوں کے میل کچیل سے دور ہیں جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے پھر نہ نکالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے کبھی جدا نہ ہوں گے ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے میں ان کے پاس سے چلا آیا وہیں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور ذرا سی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے مؤذن نے اذان کہی تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے منتظر تھے کہ امامت کون کرے گا کہ جبرائیل عایہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا میں نے انہیں نماز پڑھائی جب فارغ ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا جانتے بھی ہو کن کو آپ نے نماز پڑھائی ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سب مقتدی خدا کے پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے پھر بیان ہے کہ دروازے آسمانوں کے کھلوائے فرشتوں نے سوال کیا جواب پا کر دروازے کھولے وغیرہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم

---

[1] مثلاً سلام میں جو الفاظ استعمال کئے گئے یعنی اول آخر اور حاشر وغیرہ کے یہ الفاظ خدا کے مخصوص نام ہیں ۱۲

علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا پھر مجھے وہاں سے بھی اوپر لے گئے میں نے ایک نہر دیکھی جس میں لؤلؤ یاقوت اور زبرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ سبز پرند تھے میں نے کہا یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ہاں ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں پھر فرمایا معلوم بھی ہے یہ کونسی نہر ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا یہ نہر کوثر ہے جو خدا نے آپ کو عطا کر رکھی اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے جبرائیل علیہ السلام نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑا پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سمجھا بجھا کر واپس طلب تخفیف کے لئے بھیجا الغرض اسی طرح آپ کا بار بار آنا بادل میں ڈھک جانا دعا کرنا تخفیف ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا بیان ہے وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتہ کے کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں یہ کون ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا وہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ ہیں اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا ایک بڑا موقعہ تھا واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلہ کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا جب آپ اس کے قریب سے گذرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا آپ اسی طرح اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے تو تمہارے پیغمبر تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلہ کے مقام تک ہو آئے آپؓ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں مشرکوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سچائی کی کوئی علامت بھی پیش کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے راستہ میں فلاں فلاں قریش کا قافلہ دیکھا ہے ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں ہمیں دیکھ کر بھڑکا، گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے ہیں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہوئی فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا رضی اللہ عنہ۔ پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں موسیٰ علیہ السلام تو گندم گوں رنگ کے ہیں جیسے ازدعمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے بازوؤں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اس سیاق میں بھی عجائب وغرائب ہیں مسند احمد میں ہے میں حطیم میں اور ایک روایت میں ہے کہ صخر میں سویا ہوا تھا کہ آنے والا آیا ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر

ذالایعنی گلے کے پاس سے ناف تک پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے پوچھا گیا کیسے روئے؟ جواب دیا اس لئے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس چار نہریں دیکھیں وہ ظاہر اور دو باطن میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا آپ نے مجھے بتایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل وفرات ہیں پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا پھر میرے پاس شراب کا دودھ کا اور شہد کا برتن آیا میں نے دودھ کا برتن لے لیا فرمایا یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم خدا نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی میں اس وقت مکہ میں تھا...... اس میں ہے کہ جب میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے وہ داھنی جانب دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اوپر پہنچایا گیا مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدھی معاف فرمادیں پھر گیا پھر آدھی معاف ہوئی پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہٰی سے ہو کر میں جنت میں پہنچایا گیا جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے مسند احمد میں ہے عبداللہ بن شقیقؒ نے حضرت ابو ذرؓ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہا یہی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس کے نور کو دیکھا میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں اس وقت حطیم میں کھڑا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے کر دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتلاتا جاتا تھا[1]۔ بیہقی میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم 'حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی اس میں ہے کہ جب واپس آ کر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت لوگ فتنے میں پڑ گئے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں کہتے ہیں ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس

[1] ٹیلی ویژن کے دور میں جس میں ہزاروں میل کے فاصلہ کی تصاویر تک دیکھی جا سکتی ہیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کیا حیرت ہے کہ حضور ﷺ مکہ میں بیٹھ کر بیت المقدس کو دیکھ رہے ہوں اور اس کے حالات بیان کر رہے ہوں ۱۲

سے ہو کر آ بھی گئے آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے واقعی ہو آئے ہیں انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی مانتے لیتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے مانتا چلا آیا ہوں یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں اسی وقت سے آپ کا لقب ابو بکر صدیق ہوا (رضی اللہ عنہ) مسند احمد میں ہے حضرت زر بن جیشؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہؓ کے پاس آیا اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے دونوں صاحب اندر نہیں گئے میں نے یہ سنتے ہی کہا غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی آپ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے میں تجھے جانتا تو ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا میں نے کہا میرا نام زر بن جیش ہے فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی اس نے نجات پائی پڑھے وہ کون سی آیت ہے؟ تو میں نے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ کی یہ آیت پڑھی آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا کی ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھ دی جاتی جس طرح بیت اللہ کی ہے واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھل گئے پس جنت و دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں پھر ویسے کے ویسے ہی لوٹ آئے پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مزہ تو ہے کہ یہ لوگ کہتے کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے حالانکہ عالم الغیب والشہادۃ خدائے تعالیٰ نے اسے آپ کے لئے مسخر کیا تھا میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لانبے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہؓ کے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں (واللہ اعلم) حافظ ابو بکر بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو یہی آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشا کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آ کر مجھے جگایا میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا ہاں کچھ جانور سا نظر آیا میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہ خچر ہے ہلتے ہوئے اور اوپر کو اٹھے ہوئے کانوں والا تھا اس کا نام براق ہے مجھ سے پہلے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا پھر کچھ آگے گیا تو دیکھا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے بانہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے اس نے مجھے دیکھ کر اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اس کی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا پھر آپ کا بیت القدس پہنچنا، دودھ کا برتن لینا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فرمان سے خوش ہو کر دو دفعہ تکبیر کہنا مذکور ہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا آپ کے چہرہ پر فکر کیسے ہیں؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیت کی دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس کی باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے

اب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی پھر میں اور جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں
گئے ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں دنیا نے ایسی اچھی چیز
کبھی نہیں دیکھی تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے
ساتھ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے
ہیں جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے فرمان خدا ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف
وہی جانتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ
اور کون ہیں؟ بتلایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں وہاں میں نے حضرت آدم
علیہ السلام کو دیکھا اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا ان کی اصلی صورت پر ان کے سامنے
ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے اسے علیین میں
لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے اسے سجین میں لے جاؤ کچھ ہی چلا ہوں گا کہ
میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری طرف اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار
بھسا گوشت رکھا ہوا ہے کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں میں نے
پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا گیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے پھر
میں کچھ اور چلا کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے
دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ چلا رہے ہیں اور خدا کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں میں نے
پوچھا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے جو لوگ یتیموں کا مال
ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ
عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں
ہیں میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر گر پڑتے ہیں اور بار بار
کہہ رہے ہیں کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں خدا کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں میں نے
پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرائیل نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے
ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں کہ جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے
انہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا ہے اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا کہ
جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوازہ کش لوگ ہیں پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے
وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو اور ستاروں پر ہے میں نے پوچھا جبرائیل

ماں باپ کے عادات واخلاق اولاد میں غیر شعوری طور پر منتقل ہوتے ہیں۔ اچھی صحبت کے نیک اثرات اور بری صحبت کی برائیاں کس طرح دور تک ہیں؟ نبی
امت کے حق میں باپ کی حیثیت رکھتا ہے اگر نبی العیاذ باللہ بہک جائے تو پوری امت اسی طرح بہک جاتی ہے جیسا کہ بگڑے ہوئے باپ کی اولاد

یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلوایا وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ان کے ساتھ ان کے قوم کے کچھ آدمی تھے میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا۔

پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں خدائے تعالیٰ نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی قریب قریب ناف تک میں حضرت جبرائیل سے سوال کیا انہوں نے بتلایا کہ یہ اپنے قوم کے ہر دلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے نکل آئیں آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے مرتبہ کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبہ کے ہیں جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام ہیں آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھا دیکھا آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں دریافت پر آپ کا نام بھی معلوم ہوا میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا میں نے اپنی امت کو نصف نصف دیکھا نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے میں بیت المعمور میں گیا میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خیر پر پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی جانب اٹھایا گیا جس کا ہر ہر پتہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھانک لے اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے پھر اس میں دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کوثر دوسری نہر رحمت میں نے اس میں غسل کیا میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوئے پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا وہاں میں نے ایک حور دیکھی اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے اس کے پرند تمہارے ان بختی جیسے تھے بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گذرا پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جس میں غضب خدا عذاب خدا ناراضگی خدا تھی اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا بس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمان کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب پھر سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتے آ گئے اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں جب تو کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تا ہم نیکی لکھی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے ارادے پر بغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے آپ کے مشورہ سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر ہے جیسے کہ بیان گذر چکا آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا

میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے ایسی دس نیکیاں دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے شرم معلوم ہوتی ہے پھر آپ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا لوتعجب کی بات سنو! اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپسی میں لگ جائے یہ کہتے ہیں کہ دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! جاتے وقت میں نے تمہارے قافلہ کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبہ میں ملا سنو! اس میں فلاں فلاں شخص ہیں فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہیں ابوجہل نے کہا خبریں تو دے رہا ہے دیکھئے کیسی نکلیں اس پر ان سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اس کی عمارت کا حال اس کی شکل و صورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجابات دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا آپ فرمانے لگے اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے اس کی ہیئت اس طرح کی ہے وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے یہ روایت اور بہت سی کتابوں میں ہے ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اسے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اور حدیثوں کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لئے بھی کہ بیہقی میں ہے حضرت ابوالازہر یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت میں ایک شخص ہیں جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان کی طرف دیکھا...... آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعہ میں بہت ہی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی پھر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جائیے اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کر دیا اس میں مدینہ میں نماز پڑھنے کا پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے تھے پھر بیت لحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے فرماتے ہیں وہیں ایک شیخ تکیہ لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی پھر لوٹتے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا میں نے انہیں سلام کیا بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمد کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں کہاں تھے؟ جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہو آیا کہا وہ تو یہاں سے مہینہ بھر

کے فاصلہ پر ہے اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمایئے اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں کر جواب دے دیتا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری گواہی ہے کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں لیکن کفار قریش باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کبشہ کو دیکھو کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک نشان بتلاؤں تمہارے قافلہ کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا اب وہ اتنے فاصلہ پر ہیں ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہوگی دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے ان کے قافلہ میں سب سے پہلے گندمی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دو سیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں جب وہ دن آیا جو دن اس قافلہ کے واپس پہنچنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا دوپہر کو لوگ دوڑتے ہوئے شہر کے باہر گئے کہ کیا یہ سب باتیں سچ ہیں؟ انہوں نے دیکھا قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی موجود ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں مثلاً بیت لحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف پیروں کی چاپ کی آواز آئی آپ نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال مؤذن ہیں۔[1] آپ نے واپس آ کر فرمایا بلال تو نجات پا چکے میں نے اس طرح دیکھا اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بوقت ملاقات فرمایا نبی امی کو مرحبا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے لانبے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے اس میں ہے کہ ہر نبی نے آپ کو پہلے سلام کیا جہنم کے ملاحظہ کے وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے) وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں پوچھا یہ کون ہے؟ جبرائیل نے فرمایا یہی ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔[2] مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ شریف پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی بیت المقدس کے نشان بتلائے ان کے قافلہ کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر کہ ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے اسلام سے پھر گئے پھر یہ سب ابوجہل کے ہمراہ قتل کئے گئے ابوجہل کہنے لگا کہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور تمزق کر لو یعنی ملا کر کھالو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم علیہم السلام کو بھی دیکھا دجال کی شبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ بھدا خبیث چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ وہ سفید رنگ گھنگھریالے بال اور درمیانہ قد کے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے اور مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے ہی تھے...... ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مالک کو بھی جو جہنم کے داروغہ ہیں دیکھا ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے چچازاد بھائی نے آیت قرآن: فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہؒ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے ہونے میں شک نہ کر ہم نے اسے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا یہ روایت صحیح مسلم شریف میں بھی ہے لیکن دوسرے سند سے روایت

---

[1] بہت ممکن ہے کہ یہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی وہ روح ہو جو سونے کی بعد انسان سے جدا ہو کر عالم بالا کی سیر وتفریح کرتی ہے ۱۲

[2] یہ وہ اونٹنی تھی جو معجزہ سے قوم کے مطالبہ پر ایک چٹان سے پیدا ہوئی تھی اور جس کو بعد میں قوم کے بعض شریر لوگوں نے مار دیا تھا ۱۲

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج میں ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور بھینی خوشبو کی مہک آنے لگی میں نے
پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ
سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ "بسم اللہ" نکل گیا اس پر شہزادی نے اس سے کہا اللہ تو میرا باپ ہی ہے اس نے
جواب دیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے اس نے کہا اچھا تو کیا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو
اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے اس نے اپنے باپ سے کہلوایا وہ
سخت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اسے بر سر دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا اور کسی کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا اور تیرا
رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپایا
جائے اور جب بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال
دیا جائے چنانچہ وہ گرم کی گئی جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو اس نے کہا
بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا اس نے کہا اچھا تیرے کچھ حقوق
ہمارے ذمہ ہیں اس لئے منظور ہے جب اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی
باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا فرعون کے سپاہیوں نے اسے جب گھسیٹا تو اس نیک بندی کے آنکھوں تلے اندھیرا
چھا گیا خدا تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دے دی اور اس نے باآواز بلند کہا اماں جان! افسوس نہ کرو اماں جان ذرا بھی پس و پیش
نہ کرو حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی (رضی
اللہ عنہم اجمعین) یہ خوشبو کی مہک اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں مزید یہ آتا ہے کہ آپ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے
گہوارے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک
وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس روایت کی سند بے عیب ہے اور
روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر لوگوں سے کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپ ایک
طرف غمناکی کے ساتھ بیٹھ گئے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دشمن خدا ابوجہل گذرا اور پاس بیٹھ کر بطور مذاق کہنے لگا کہئے
کوئی نئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے اس نے کہا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی اس نے پوچھا کہاں
تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا اور صبح کو پھر آپ یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اب اس موذی کے دم میں خیال آیا کہ اس
وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہی بات نہ کہیں اس لئے اس نے کہا کیوں صاحب اگر میں ان سب
لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں اسی وقت اس
نے آواز لگائی کہ اے بنی کعب لوئی کی اولاد دالو آؤ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا اب
اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کہہ رہے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں سنو! مجھے آج رات سیر کرائی گئی سب نے
پوچھا کہاں تک گئے آپ نے فرمایا بیت المقدس تک لوگوں نے کہا اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اب تو کسی نے
تالیاں پیٹنی شروع کر دیں کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالاتفاق آپ کو جھوٹا

سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس
آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو وہ پوچھنے لگے آپ بتلانے لگے فرماتے
ہیں بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا گھبراہٹ مجھے ہونے لگی اسی وقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی اب میں دیکھتا جاتا
اور بتاتا جاتا تھا پس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقیل کے گھر کے پاس یہ اس لئے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں
رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے حضور نے اوصاف تو صاف اور ٹھیک ٹھیک بتلائے
کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی یہ حدیث نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی
پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جو اترے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے جاتی ہے اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھار ہی تھیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ وقت کی نمازیں اور سورہ بقرہ کے آخر کی آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس
کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے مسلم وغیرہ میں بھی یہی روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معراج کی مطول حدیث
روایت ہے جس میں غرابت ہے حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزو میں اسے بیان کیا ہے حضرت ابوطبیان کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوعبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی
تھے تو حضرت محمد بن سعد نے ابوعبیدہ سے کہا تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہو سناؤ انہوں نے کہا میں نہیں آپ
ہی سنائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنا ہو پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا
اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے اسی طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو ہم ایک
صاحب کے پاس سے گذرے جو طویل قامت سیدھے بالوں والے گندمی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے ازدشنوہ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں
وہ بآواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پوچھا کہ جبرائیل
یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ احمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے فرمایا نبی عربی کو مرحبا ہو جس نے اپنے
رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی پھر ہم لوٹے میں نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ موسیٰ بن عمران ہیں
علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں میں نے کہا
تعالیٰ سے اور اتنی بلند آواز سے؟ فرمایا ہاں خدا تعالیٰ کو ان کی تیزی معلوم ہے پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے جس کے پھل چراغوں
جیسے تھے اس کے نیچے ایک بزرگ شخص بیٹھے ہوئے تھے جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا
اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام علیک کرو ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا جواب پایا جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے میری
نسبت پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے بیٹے احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو جس نے اپنے رب کی
پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے آپ
کی امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں پھر ہم مسجد اقصیٰ
میں نے اتر کر براق کو اسی حلقہ میں باندھا جس میں اور انبیاء باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں گیا وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا کوئی نماز میں

ھڑا ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں پھر میرے پاس شہد کا اور دودھ کا برتن لایا گیا میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا جبرائیل علیہ السلام نے میرے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا فطرت کو تو پہنچ گیا رب محمد کی قسم پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی پھر م واپس لوٹ آئے اس کی اسناد غریب ہیں متن میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال پھر آپ کا ان کے پاس سے نے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ حالانکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلے ہی آپ کو بتلا دیا کرتے تھے کہ فلاں نبی ہیں تا کہ سلام پہچان کے بعد ہو پھر اس میں ہے کہ انبیاء سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی لانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی پھر براق پر سوار ہو کر مکہ شریف واپس آئے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا وہاں مت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو انہوں بھی بے خبری ظاہر کی پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھو آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز خدا کے کسی کو یں ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا کہ دجال نکلنے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح گھلنے لگے گا خر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے گا پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ا ہے اور آ اور اسے قتل کر پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا لوگ اطمینان کے ساتھ اپنے شہروں اپنے وطنوں میں لوٹ جائیں گے ی زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے جو چیز پائیں گے غارت کر دیں گے جو پانی دیکھیں ے پی جائیں گے آخر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر ے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر مندر میں ڈال دے گی مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آ جائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی عورت ہو کہ نہ جانے ب فارغ ہو جائے یا رات ہی کو۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ مزم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے کہ جبرائیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں طرف سے آپ کو اڑا لے گئے یہاں تک کہ آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں مع اور تسبیحوں کے سنیں یہ روایت اسی سورت کی آیت تُسَبِّحُ هُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ ...... (بنی اسرائیل: ۴۴) کی تفسیر میں آئے گی مسند میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابیہ یں تھے بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا آپ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں کہوں گا کہ صخرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تا کہ سارا بیت المقدس آپ کے سامنے رہے آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی میں اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کی بعد از ادائے نماز آپ صخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا سمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکنا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا پس آپ نے نہ صخرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا چونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لئے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صخرہ کی اہانت کی انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا بلکہ آپ نے خود اس کے

پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو[1] ایک طو
روایت معراج کی بابت ابو ہریرہؓ سے غرابت والی بھی مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے
کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں پھر آپ کا پیٹ چاک کیا
اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینہ کو کھول
سب غل و غش دور کر دیا اور علم و حلم و ایمان و یقین سے اسے پر کیا اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت
دی اور گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام لے چلے دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر بڑھ جاتی ہے حضرت
جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ راہ خدا کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں اور
خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے پھر آپ کا گذر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ہر
ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے دم بھر کی انہیں مہلت نہ ملتی تھی میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں
کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں
اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں دار جہنمی درخت چر چگ رہے ہیں اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں میں نے کہا یہ کیسے
لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر میں نے ایسے
لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے دوسری میں خبیث سڑا ابسا گندہ گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت
سے تو روک دیئے گئے ہیں اور اس بدبودار بدمزہ گوشت سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں میں نے سوال کیا کہ یہ کس گناہ کے مرتکب
ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال
خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گذارتی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے
پھاڑتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کے امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں پھر اس آیت
کو پڑھا: وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اعراف: ۸۶) یعنی ہر ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرتے اور راہ خدا سے روکنے کو نہ بیٹھا
کرو...... پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے پوچھا جبرائیل یہ کیا ہے؟ فرمایا
یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تاہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں
لے رہا ہے پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہو گئے
پھر کٹے یہ حال برابر جاری ہے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں[2] پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں
سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا پوچھا جبرائیل یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا
لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا پھر آپ ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوش گوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوش کن معطر خوشبودار راحت و سکون کی

---

[1] قبروں پر بیٹھنے سے ان کی توہین ہوتی ہے۔ شامی نے تصریح کی ہے کہ قبرستان میں اس طرح چلنا کہ پاؤں سر پر پڑیں ممنوع ہے اور نہ قبرستان میں قبروں کی
طرف رخ کر کے نماز پڑھنا چاہئے جس سے یہ شبہ ہو کہ نماز پڑھنے والے نے قبر کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے ۱۲

[2] یعنی وہ خطیب و واعظ جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود بدعملیوں میں مبتلا تھے۔ حدیث میں ایسے بے عمل واعظوں کو "فتنہ کا واعظ" کہا گیا۔ یاد رکھنا
چاہئے کہ بدعمل نصیحت کر سکتا ہے لیکن ناصح کو بدعمل نہ ہونا چاہئے تو ان احادیث میں نصیحت کرنے والے کو بدعملی سے روکا گیا ہے۔ بدعمل کو نصیحت کرنے سے منع
نہیں کیا گیا ہے ۱۲

مبارک صدائیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالا خانے کے ریشم' موتی' مونگے' سونا' چاندی' جام' کٹورے' شہد' پانی' دودھ' شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں اسے خدا کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مؤمن مرد وعورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو نیک عمل کرتا ہو نہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو نہ میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے سن! جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں[1] جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے مؤمن نجات یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے یہ سن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہو گئی پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور بھیانک مکروہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت بھی جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے میرے طوق وزنجیر میرے شعلے اور گرمی کی شدت اور لہو پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک و کافر خبیث منکر بے ایمان مرد وعورت تیرے لئے ہے یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی آپ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے' اتر کر صخرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرائیل علیہ السلام یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں انہوں نے کہا کیا آپ کی طرف بھیجا گیا تھا فرمایا ہاں سب نے مرحبا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی سب نے اپنے پروردگار کی ثنا بیان کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل اللہ بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت ایسی فرمانبردار کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے اسی نے مجھے آگ سے بچا لیا اور اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمنوں کو آل فرعون کو ہلاک کیا بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دے دی میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی ثنا بیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ خدا نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم دیا میرے لئے لوہا نرم کر دیا پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ تسبیح خدا کرتے تھے مجھے حکمت اور پرزور کلام عطا فرمایا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ثنا خوانی شروع کی کہ الحمد للہ خدا نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے تحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے اس نے مجھے فضیلت دی انسانوں کے جنوں کے پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیئے اور اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے اس نے مجھے کتاب وحکمت تورات وانجیل سکھائی میں مٹی کا پرند بناتا تھا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم خدا زندہ پرند بن کر اڑ جاتا میں مادرزاد اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم خدا اچھا کر دیتا تھا مردے اللہ

---

[1] یعنی جو نیک کام میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے مال وزر سے امداد کرتے ہیں شرعی اصطلاح میں اس کو قرض حسنہ کہا گیا ہے ۱۲

کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے مجھے اس نے اٹھالیا مجھے پاک صاف کر دیا مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچالیا ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب نے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کر لیں اب میں کرتا ہوں اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین اور اپنی تمام مخلوق کے لئے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے اسے بہترین امت بنایا انہی کو اول کی اور آخر کی امت بنایا میرا سینہ کھول دیا میرے بوجھ دور کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا مجھے شروع کرنے والا ختم کرنے والا بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا انہی وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہیں امام ابو جعفر رازیؒ فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہو گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پی کر واپس کر دیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ بھر کر دودھ پیا پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پی لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا تھا فرمایا ہاں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں اسی وقت دروازہ کھول دیا گیا آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرف ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آ رہی ہے داہنی طرف کے دروازے کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں میں نے کہا جبرائیل! یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی کمی نہیں ہے اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے اسی طرح کے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھلا وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام ہیں یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھا لیا پھر آپ پانچویں آسمان پر بھی انہی سوالات و جوابات کے بعد پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہردلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے دریافت کرنے پر سبب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے پھر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان

پہنچے وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی ڈاڑھی میں کچھ سفید بال تھے وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک غوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا پھر دوسری نہر میں نہائے کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا بالکل روشن سفید ہو گئے آکر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے انہی کے نکلے یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا اول نہر رحمت اللہ تعالیٰ ہے دوسری نعمت اللہ تعالیٰ ہے تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں اس درخت کے سایے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے اللہ عزوجل کے نور نے اسے ہر طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گذارش کیا کہ خدایا تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور بڑا ملک دیا۔ موسیٰ سے تو نے باتیں کیں۔ داؤد کو عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا سلیمانؑ کو تو نے بادشاہت دی جنات انسان شیاطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کر دیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات وانجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو چلانے والا بنایا انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا میری نسبت فرمان ہو رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے توراۃ میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے تیرا سینہ کھول دیا ہے تیرا بوجھ اتار دیا ہے تیرا ذکر بلند کر دیا ہے جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لئے برآمد کی گئی ہے تیری امت کو میں نے بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ میرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں ان کی کتابیں ہیں تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ بھی سب سے اول کیا تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو تجھ سے بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورہ بقرہ کی خاتمہ کی آیتیں دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے اسلام' ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے' نیکی کا حکم' برائی سے ممانعت اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت عطا فرمائی کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی جامع باتیں دیں تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے ان کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا میرے لئے غنائم حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوئیں میرے لئے ساری زمین

مسجد اور وضو بنائی گئی پھر آپ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بمشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طلب کرنے کا اور آخر پانچ رہ جانے کا ذکر ہے جیسے کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے پس یہ پانچ ہیں اور ثواب پچاس کا جس سے آپ بہت خوش ہوئے جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت سبحٰن الذی کی تفسیر میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کے راوی ابوجعفر رازی بظاہر حافظہ کے کچھ ایسے اچھے معلوم نہیں ہوتے اس کے بعض الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث نظر سے خالی نہیں ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آ گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی حدیثوں کا مجموعہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کسی واقعہ کی اس میں روایت ہو واللہ اعلم۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلیے وغیرہ بھی بیان کرنا مروی ہے صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کے حلیے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انہیں نماز میں کھڑا پایا آپ نے مالک خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کیا بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان پر سوئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے وہیں سے آپ کو معراج ہوئی پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے خدا کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے امام بیہقی اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مکہ شریف سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنئے بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے با ایمان اور تصدیق کرنے والے تھے پھر حضرت صدیقؓ کے پاس ان کا جانا اور آپ کو سچا کہنا اور صدیق لقب پانا مروی ہے خود حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد میرے مکان پر ہی آپ آرام فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سو گئے اور ہم سب بھی صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا پھر آپ کے ساتھ ہی ہم صبح کی نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ یہیں ہوں اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں بھی نماز پڑھی ایک راوی کلبی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابویعلیٰ میں دوسری سند سے خوب بسط کے ساتھ روایت کیا ہے طبرانی میں حضرت ام ہانی سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کو میرے ہاں سوئے ہوئے تھے میں نے رات کو آپ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکا نہ کیا ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے دروازے پر ایک جانور تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا مجھے اس پر سوار کیا پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھلایا لانبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازدشنو کے قبیلہ کے لوگ ہوا کرتے

ہیں اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا درمیانہ قد سفید سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں دجال کو دکھایا ایک آنکھ اس کی بالکل مٹی ہوئی تھی ایسا تھا جیسے قطن بن العزیٰ اتنے ارشاد کے بعد فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں اور جو دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں میں نے آپ کا پلہ تھام لیا اور عرض کیا کہ للہ آپ اپنی قوم میں اس کا بیان نہ کریں وہ آپ کو جھٹلائیں وہ آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرما دیں۔ جبیر بن مطعم کہنے لگا بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے ایک شخص نے کہا کیوں حضرت! راستے میں ہمارا قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلہ والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے آپ نے فرمایا وہ بھی ملے تھے فلاں مقام پر تھے اس میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا ان کے پاس ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا جسے میں نے پیا بھی انہوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتلاؤ ان میں چرواہے کون کون تھے یہ بھی بتلاؤ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا آپ نے ساری گنتی بھی بتلا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتلا دیئے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ کل صبح کو وہ ثنیہ پہنچ جائیں گے چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بطور آزمائش ثنیہ جا پہنچے دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کھو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے کھو گیا تھا دوسرے قافلہ والوں سے پوچھا کیا کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے پوچھا گیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا؟ ابوبکر نے کہا ہاں خدا کی قسم اسے تو میں نے خود رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں ضعیف بھی ہیں کم از کم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ شریف سے بیت المقدس تک لے جانا واقع ہوا تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں اور ان میں زیادتی کمی بھی ہے یہ کوئی بات نہیں سوائے انبیا علیہم السلام کے خطا سے پاک کون ہے بعض لوگوں نے ہر ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہیں ہوا متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور انہیں اس پر بڑا ناز ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی ایک مرتبہ مکہ سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک لیکن یہ قول بھی بہت دور کا اور بالکل غریب ہے سلف میں سے تو اس کا قائل کوئی نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت کرتے بقول حضرت زہری معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے عروہ بھی یہی کہتے ہیں چھ ماہ پہلے کا ہے پس حق بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کی اسرا کرائی گئی اس وقت آپ براق پر سوار تھے مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تحیۃ کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی پھر معراج پر لائے گئے جو درجوں والی ہے اور بطور سیڑھی کے ہے اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے ہر آسمان کے مقربین خدا سے ملاقاتیں ہوئیں انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی چھٹے آسمان میں کلیم اللہ علیہ السلام سے اور ساتویں میں خلیل اللہ علیہ السلام سے ملے پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے صلی اللہ

علیہ وسلم سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہاں تک کہ آپ مستویٰ میں پہنچے جہاں قضاوقدر کے قلموں سے آوازیں آپ نے سنیں سدرۃ المنتہٰی کو دیکھا جس پر عظمت خدا چھا رہی تھی سونے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ اس پر نظر آ رہے تھے فرشتے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے وہیں پر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا چھ سو پر تھے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ السلام کے زمینی کعبہ کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے یعنی آسمانی کعبہ ہے خلیل خدا اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت خدا کے لئے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ دیکھی یہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اترے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو نماز پڑھائی جب کہ نماز کا وقت ہو گیا ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔

ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیا آپ نے آسمان میں کی لیکن صحیح روایت سے بظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی دوسری یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو بظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقع ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام کے اشارہ سے آپ نے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی پھر بیت المقدس سے یہ سواری براق آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس رات کے اندھیرے اور صبح کے کچھ یوں ہی سے اجالے کے وقت مکہ شریف پہنچ گئے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا ان چاروں ہی چیزوں کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لئے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بطور مہربانی کے کچھ رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و روح سمیت کرائی گئی تھی یا صرف روحانی طور پر اکثر علمائے کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم و روح سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور بھی جاگتے میں نہ کہ بطور خواب کے ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خواب میں یہ چیزیں دکھائی گئی ہوں آپ جو کچھ خواب میں ملاحظہ فرماتے اسے اسی طرح پھر واقع میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے اسی اسلوب بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب

چیزیں بیان کر رہا ہے کرے کوئی وجہ نہیں تھی کہ بھڑ بھڑا کر آ جائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کر چکے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا پھر قرآن کے لفظ بِعَبْدِہٖ پر غور کیجئے عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر آتا ہے پھر اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں لے گیا اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل: ۶۰) فرمایا گیا اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کون سی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا (بخاری) خود قرآن فرماتا ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (نجم: ۱۷) نہ تو نگاہ بھٹکی نہ بہکی ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک بڑا وصف ہے نہ کہ صرف روح کا پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگتے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحی تھی نہ کہ جسمانی چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا یہی قول مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسنؒ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا ...... آیت اتری ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا ہے پس ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی جاگتے میں بھی آتی ہے اور خواب میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے واللہ اعلم۔ اس میں سے کون سی سچی بات ہے؟ آپ گئے اور آپ نے بہت سی باتیں دیکھیں جس حال میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے یہ تو تھا محمد بن اسحاق کا قول۔

امام ابن جریر نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں واللہ اعلم۔

ایک نہایت ہی عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابونعیم اصبہانی کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ بن خلیفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا یہ گئے پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے ہرقل نے جمع کیا ان میں سفیان صخر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکہ کے اور کافر بھی تھے پھر اس نے ان سے بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ابوسفیان کی اول سے آخر تک ہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر نہ کھل جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنیے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر بات کھل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔

سنیئے! ایک دن وہ کہنے لگے کہ اس رات وہ مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آئے اور پھر

واپس صبح سے پہلے مکہ پہنچ گئے میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کالاٹ پادری جو چاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں سوتا نہ تھا اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں وہ جسکا تک نہیں ہلا بھی تو نہیں میں نے بڑھئی بلوائے انہوں نے دیکھا بالا' ترکیبیں کیں' کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھیے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یوں ہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے میں صبح ہی اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی تھی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

فوائد ❁ حضرت ابوالخطاب عمر بن وحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انسؓ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں معراج کی حدیث متواتر ہے حضرت عمر بن خطابؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود حضرت ابوذر حضرت مالک بن صعصعہ حضرت ابو ہریرہ حضرت ابوسعید حضرت ابن عباس حضرت شداد اوس حضرت ابی بن کعب حضرت عبدالرحمٰن بن قرظ حضرت ابوحیہ حضرت ابویعلی حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت جابر حضرت حذیفہ حضرت بریدہ حضرت ابوایوب انصاری حضرت ابوامامہ حضرت سمرہ بن جندب حضرت ابوالحمراء حضرت صہیب رومی حضرت ام ہانی حضرت عائشہ حضرت اسماء وغیرہم سے مروی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں ہاں بے شک زندیق اور ملحد لوگ اس کے منکر ہیں وہ خدا کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا دمکتا ہی رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے (آلہ) ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا (اپنا) کوئی کارساز مت قرار دو اے لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا وہ نوح علیہ السلام بڑے شکر گذار بندہ تھے ○

قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کے بیان کے بعد اپنے کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے قرآن

کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام تورات ہے وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے ہادی تھی انہیں حکم ہوا تھا کہ خدا کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں ہر ایک نبی توحید خدا لے کر آتا رہا ہے پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچالیا اور اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گذاری کرنی چاہئے دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ کھا کر پی کر پہن کرغرض ہر وقت خدا کی حمد وثنا بیان فرماتے رہتے تھے اس لئے آپ کو شکر گذار بندہ کہا گیا۔

مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو شکر خدا بجالائے اور پانی کا گھونٹ پئے تو خدا کا شکر ادا کرے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے رہتے شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گذار بندہ رکھا ہے آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے……

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ⑥ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ⑦ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ⑧

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی تو ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگجو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر ہم پھر ان پر تمہارا غلبہ کردیں گے اور مال اور بیٹوں سے

تمہاری مدد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھادیں گے اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر تم (پھر) برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آئے گی پھر ہم دوسروں کو مسلط کریں گے تا کہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے یہ لوگ اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمادے اور اگر وہی پھر (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو (ایسے) کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے ○

ایک فیصلہ اور تقدیر امور:

جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قَضَيْنَا کے معنی مقرر کر دینے اور پہلے ہی سے خبر دے دینے کے ہیں جیسے آیت وَقَضَيْنَا اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ میں یہی معنی ہیں پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان ساز و سامان سے پورے لیس تھے وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لئے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے خدا کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا کہتے ہیں کہ جالوت کا لشکر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا یہ بھی کہا گیا کہ موصل کے بادشاہ سنخاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی تھی بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب و غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گذارہ کرتا تھا پھر بعد میں بیت المقدس تک اس نے فتح کر لیا تھا اور وہاں پر بنی اسرئیل کو بے دریغ قتل کیا ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے امام ابن جریر صاحب نے یہ حدیث نقل کر دی ہمارے استاذ شیخ حافظ علامہ ابوالحجاج مزیؒ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر بھی لکھ دیا ہے اس بارے میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں ذکر کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گو ایسی نہ ہوں لیکن بحمد للہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں کتاب اللہ ہمیں اور تمام کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن پر مسلط کر دیئے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا یا بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہہ تیغ کیا انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی انہوں نے بھی ظلم و زیادتی میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انہوں نے تو نبیوں کو ستایا تھا علما کو بر سر بازار قتل کیا تھا بخت نصر ملک شام پر غالب آیا بیت المقدس کو ویران کر دیا وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں کے زمانہ سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا اس نے علما اور حافظوں کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا ان میں کوئی حافظ تورات نہ بچا پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے تفصیلات نہیں ملتیں اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے نیکی کرنے والا دراصل اپنا ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے مَنْ

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (حم سجدہ:۴۶) جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برائی کرے اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیئے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے تا کہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضہ میں لے لی تھی اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے ناامیدی حرام ہے بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دے ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا یہ تو ہوئی دنیوی سزا ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں گے نہ بھاگ سکیں گے ہمیشہ کے لئے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سر اٹھایا اور یکسر فرمان الٰہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے بھڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۰ ع

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی اسلام) اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے ○

یہ قرآن:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے ایماندار جو ایمان کے مطابق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل بھی کریں انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے خدا کے پاس بہت بڑا اجر ہے انہیں بے شمار ثواب ملے گا اور جو ایمان سے خالی ہیں انہیں یہ قرآن قیامت کے دن دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے جیسے فرمان ہے: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ انہیں المناک عذاب کی خبر پہنچا دے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝۱۱

اور (بعضا) انسان برائی (یعنی عذاب) کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان (کچھ طبعاً ہی) جلد باز ہوتا ہے ○

انسان کا بھی عجیب حال ہے:

یعنی انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کبھی اپنے مال واولاد کے لئے

بددعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی اور لعنت کی لیکن اس کا خدا اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے ادھر وہ کرے ادھر وہ قبول فرمالے تو ابھی ہلاک ہو جائے حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بددعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں ایسا کلمہ بد زبان سے نکل جائے اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے یہ ہے ہی جلد باز حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے تک روح نہیں پہنچی تھی جو آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا روح سر کی طرف سے آرہی تھی ناک تک پہنچی تو چھینک آئی آپ نے کہا الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ رَبُّكَ یَا آدَمُ اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے جب اور نیچے اعضا میں پہنچی تو خوشی سے اپنے تئیں دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی تھی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکتے تو دعا کرنے لگے کہ خدایا رات سے پہلے روح آجائے۔[1]

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور ان کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تاکہ (دن کو) اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ○

دو نشانیاں:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ اور مختلف بنائے رات آرام کے لئے دن تلاش معاش کے لئے کہ اس میں کام کاج کرو صنعت و حرفت کرو سیر و سفر کرو رات دن کے اختلاف سے دنوں کی جمعوں کی مہینوں کی برسوں کی گنتی معلوم کر سکو تا کہ لین دین میں معاملات قرض میں مدت میں عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر خدا چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رات رکھتا کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لا دے یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لئے بنائی اور دن تلاش معاش کے لئے ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنایا تا کہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا لفافہ رات پر چڑھا دیتا ہے سورج چاند اسی کے ماتحتی میں ہیں ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل رہا ہے وہ خدا غالب اور غفار ہے وہ صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات سکون والی بنائی ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ خدائے عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا انداز ہے رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا

[1] اس حدیث سے صرف انسان کا جلد باز ہونا ثابت ہوتا ہے اگر حدیث سے بھی صرف نظر کر لیں تو ویسے بھی ہمارا اپنے اور غیر بلکہ انسان کے متعلق مطالعہ ہے کہ وہ حد درجہ باز اور عجلت پسند واقع ہوا ہے ۱۲

تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچانا جا سکے سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے کیا ہے منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تاکہ حساب اور سال معلوم رہیں اللہ تعالیٰ کی یہ پیدائش حق ہے۔......

قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے اور دن کا اجالا آ جاتا ہے سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ ہی سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے ابن الکواء نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چاند میں یہ چھائی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں قدرے دھندلا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اس طرح کی ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىْ عُنُقِهٖ ۚ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۚ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ؕ

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور (پھر) قیامت کے دن ہم ان کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے ○

دفتر اعمال:

اوپر کی آیتوں میں زمانہ کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے بھلا ہو یا برا وہ اس پر چپک جاتا ہے نیکی کا نیک بدلہ ملے گا بد کا بد خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو جیسے فرمان ہے ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا اور جیسے فرمان ہے داہنی اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں جو بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت لکھ لیتے ہیں اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ...... (انفطار:۱۰) تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں تمہارے ہر ہر فعل سے باخبر ہیں اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا اور جبکہ ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے چھپے کھلے نیک و بد اعمال صبح و شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے ابن لہیعہ فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی لیکن اس حدیث کی یہ تشریح غریب ہے واللہ اعلم۔ اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا تو اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بروں کے بائیں ہاتھ میں کھلی ہوئی ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں اس کی تمام عمر کے کل اعمال اس میں لکھے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے: يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ...... (قیامہ:۱۳) اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا انسان تو اپنے معاملہ میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی میں کتنے ہی بہانے پیش کر دے اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں

ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا گردن کا ذکر خاص طریقہ پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے اس میں جو چیز لٹکا دی گئی وہ چپک گئی ضروری ہوگئی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں فال کوئی چیز نہیں ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے[1] اور روایت میں ہے کہ شگون ہر انسان کا اس کے گلے کا ہار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے جب مؤمن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں خدایا تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے زیادہ نیکی کر یا زیادہ بدی تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیے جائیں گے اور تیر قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے کہ اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے خدا کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے سپرد کر رہا ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے ○

نقصان و نفع:

جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبی کی بات مانی یہ اس کے اپنے ہی حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھرا اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے کوئی نہ ہوگا جو دوسرے کا بوجھ اٹھائے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (عنکبوت: ۱۳) اور آیت میں ہے: وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (نحل: ۲۵) یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے بہکا رکھا تھا پس ان دونوں مضمونوں میں کوئی منافاۃ نہ سمجھی جائے اس لئے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ ان کے بوجھ ہلکے کئے جائیں نہ ان پر لادے جائیں ہمارا عادل خدا ایسا نہیں کرتا پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا چنانچہ سورہ تبارک میں ہے کہ جہنمیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا انہیں جھٹلایا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یوں ہی بہک رہے ہو یہ بات ہی قطعاً غیر ممکن ہے کہ خدا کسی پر کچھ اتارے اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول

[1] گلے کا ہار اردو کا ایک محاورہ ہے کسی چیز کے لازم ہونے کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ "میں تم میرے گلے کا ہار ہی بن گئے" جب کہ یہ شخص بننے والے کا پیچھا ہی نہ چھوڑتا ہو ۱۲

نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے لیکن کلمہ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا اور آیت میں ہے کہ کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ خدا اگر ہمیں اس سے نکال دے تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں الغرض اور بھی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا صحیح بخاری میں آیت ﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث منقول ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لئے ایک مخلوق نو پیدا کرے گا جو اس میں ال دی جائے گی وہ کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ اس کی بابت علما کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہ کیا جائے گا اس لئے حافظان حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ پر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا[۱] اس وقت وہ کہے گی بس بس اور اس وقت بھر جلے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی خدائے تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور بالکل بہرے اور جو ایسے زمانے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڈھے حواس ختہ ہوں ان کے لئے حکم کیا ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی ملخصاً ذکر کروں گا اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

پہلی حدیث مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ نہیں جانتا تیسرے بالکل بڈھا آدمی جس کے حواس درست نہیں چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گذرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی پھر[۲] تو کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہ پہنچی دیوانہ کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش و حواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والے کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ حکم برداری کر لیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے ان پر تو سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو رکیں گے انہیں عدول حکمی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا[۱] ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی

[۱] بہت سے ایسے مواقع ہیں جہاں انسان کی اپنی طاقتیں اور صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں بہت سے ایسے حدود ہیں جن میں انسان کا ناقص علم گرہ کشائی سے بالکل عاجز ہے کیا مطلب ہے اس ٹکڑے کا کہ خدا تعالیٰ اپنا پاؤں جہنم میں رکھیں گے۔ معلوم نہیں لیکن ایمان رکھنا ضروری ہے ۱۲

[۲] گویا کہ ان کے معقول عذر پر فوراً ہی پھر اطاعت اور نافرمانی کا امتحان کر لیا جائے گا ۱۲

آیت : وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ ...... پڑھ لو دوسری حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ ابو حمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیک کار نہیں جو جنت میں بدلہ دئیے جائیں۔

تیسری حدیث ابو یعلی میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہو گی اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو بدباطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لئے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مان کر دیتے اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کر لی چوتھی حدیث مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں اور ان کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہیں پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے تو کہا گیا یا رسول اللہ انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے[1] پانچویں حدیث حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزارؒ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمروں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لو گے وہ کہیں گے ہاں ہاں بے شک بلا چون و چرا اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں اب جا اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس جائیں گے اور کہیں گے خدایا ہمیں اس سے تو بچالے اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تم اقرار کر چکے ہو کہ میری فرمانبرداری کرو گے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب اسے مان لیں گے اور کر گزریں گے چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لئے جائیں گے پھر یہی حکم ہو گا یہ جائیں گے اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے خدا! ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ آپ فرماتے ہیں اگر پہلی مرتبہ ہی یہ بحکم خدا اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا روا ں بھی نہ جلاتی امام بزارؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں کی ابو حاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں البتہ ان سے دلیل نہیں لی جاتی چھٹی حدیث امام محمد بن یحییٰ ذہلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے کے آدمی جس میں کوئی نبی معبوث نہیں ہوا یعنی فترت کے دور کے اور مجنون اور بچے خدا کے سامنے آئیں گے ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں مجنون کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز بھی نہیں رکھتا تھا بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو تو جو آگے چل کر نیکی کرنے والے تھے وہ

---

[1] یا تو یہ مطلب ہے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ کسی بدعملی کے بغیر ان کا حشر والدین کے ساتھ کیوں ہوا یا یہ مطلب ہے کہ خدا جانتا ہے تمہارے سمجھانے کی ضرورت نہیں ۱۲

تو اطاعت گذاری کرلیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مان کر دیتے ساتویں حدیث انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ بھی یہی ہوگا اللہ عزوجل فرمائے گا تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہوائے جہنم! انہیں دبوچ لے چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنالے گی آٹھویں حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ان کے اپنے قول کے پہلے بیان ہو چکی ہے صحیحین میں آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی مجوسی بنالیتے ہیں جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ بچپن میں ہی مرجائے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی[1] مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد یکطرفہ خالص بنایا ہے ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے نویں حدیث حافظ ابوبکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لوگوں نے باآواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کے بچے بھی طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے دسویں حدیث مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی شہید اور بچے اور زندہ در گور کئے ہوئے بچے علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ اس کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں خارش ہیں ان کی دلیل بھی گذر چکی بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شخص کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا جن کے پاس بہت سے بچے تھے سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں اور مشرکوں کی اولاد ہیں لوگوں نے کہا حضور مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ہیں بعض علماء کہتے ہیں ان کا قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا اطاعت گذار جنت میں جائیں گے خدا اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنے نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہوگی اور خدائے تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا اس مذہب سے تمام حدیثوں اور مختلف دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی متعدد ہیں شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے اور بھی بہت سے محققین علماء اور ناقدین حدیث نے یہی فرمایا ہے شیخ ابو عمر بن عبدالبر نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے کہ اس سلسلہ کی احادیث قوی نہیں ہیں اور ان کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا نیز اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دار جزاء ہے دار عمل نہیں اور نہ دار امتحان ہے اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ

[1] اور جب کہ خدا تعالیٰ کو ان کے اعمال کی پوری خبر تھی تو قیامت میں ان سے کسی کو جہنم میں ڈالنا اور کسی کو بہشت بریں میں پہنچانا عدل و انصاف کا کامل مظاہرہ ہے ۱۲

عادت نہیں امام صاحب کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے میں جو احادیث ہیں ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ احادیث حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں اب رہا امام صاحب کا یہ ارشاد کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزاء ہے یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہو گئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ کے دخول سے پہلے کوئی حکم احکام نہ دیئے جائیں گے شیخ ابوالحسن اشعریؒ نے تو مذہب اہل سنت والجماعت کے معائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے مزید براں آیت قرآن یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مومن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدہ کا حکم ہو گا صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق الٹے منہ کے بل گر پڑیں گے صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے کرے گا اور کچھ سوال نہ کرے گا سوا اس سوال کے اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول و قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا جنت میں چلا جا پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہو گا؟ خدائے تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا یہ بھی صحت حدیث میں کوئی بڑا مانع نہیں ہے خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گذرنے کا حکم سب کو ہو گا جو جہنم کے اوپر ہو گا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہو گا مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے[1] سے گذر جائیں گے بعض مثل بجلی کے بعض مثل ہوا کے بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے بعض مثل بھاگنے والوں کے بعض گھٹنوں سرک سرک کر بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہو گا شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے پئیں وہ ان کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے پس یہ صاف نظیر ہے اس واقعہ کی اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں خدا نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے اگر انہیں ڈھانپ لیا اب جو تلوار چلی صبح ہی صبح ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے بیٹے نے باپ کو باپ نے بیٹے کو قتل کیا[2] کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہیے تھا کہ خدا کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے مشرکین کے نابالغ مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے جنت میں ہیں وہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گذری ہیں وہ ان میں سے مخصوص ہیں پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی اور جن کی نسبت خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں

---

[1] جس کے اعمال سب سے زیادہ بہتر ہوں گے وہ نہایت تیز دوڑتا بھاگتا ہوا اور جس کے متوسط درجہ کے اعمال ہوں گے وہ پہلے سے کم رفتار اور جس کے اچھے اعمال زیادہ اچھے نہیں ہوں گے رفتار اس کی نہ تیز نہ متوسط بلکہ دھیمی ہو گی ۱۲

[2] قدرتی طور پر کوئی ایسی صورت پیش آ گئی ہو گی کہ اندھیرے میں صرف مجرمین ہی قتل ہوئے ہوں ۱۲

ان کا امر اللہ کے سپرد ہے وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے جیسے کہ حادیث امتحان سے ظاہر ہے امام اشعریؒ نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں گو ایسی حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو عمل کرنے والے تھے اسے خدائے تعالیٰ بخوبی جانتا ہے ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں میں نے کہا کہ بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا کرتے یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بھی تجھے سنادوں امام احمدؒ کے صاحبزادے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں دوزخ میں ہیں جب آپ نے دیکھا کہ اس بات سے ان کو قلبی رنج ہوا تو آپ نے اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بے زار ہو جاتیں۔[1] حضرت خدیجہؓ نے پوچھا اچھا جو آپ سے ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! مؤمن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور:۲۱) جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی ہم ان کی اولاد انہی کے ساتھ ملا دیں گے یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زادان نے حضرت علی کو نہیں پایا واللہ اعلم۔ ابوداؤد میں حدیث ہے زندہ درگور شدہ دوزخی ہیں۔[2] ابوداؤد میں یہ سند موجود ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مر گئی ہیں وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں ہماری ایک نابالغ بہن کو انہوں نے زندہ دفن کر دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کرلے تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہئے کوئی فیصلہ کن بات یک طرفہ نہ کہنی چاہئے ان کا اعتماد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی لفظوں میں جواب دیا بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لئے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تقریر کر آئے ہیں واللہ اعلم۔ یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مؤمنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علما کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں جیسے کہ حضرت امام احمد کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور

---

[1] جیسا کہ چیچک کا مریض کہ اس کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر ایک مرتبہ تو ماں باپ کو بھی کوفت ہونے لگتی ہے تو ہو سکتا ہے اس طرح کافر بچوں پر کفر کی چیچک اس برے ڈھب سے نکلے کہ مؤمن اس کے پاس بھی جانے کی ہمت نہ کر سکے ۱۲

[2] زندہ درگور کرنے والے بھی کافر تھے اور جن کو زندہ درگور کیا جارہا تھا وہ بھی کافر ہی کی اولاد تھی اور کفر کی سزا جہنم ہے اس حدیث میں بتانا ہی مقصود ہے کہ زندہ درگور ہونے والے بچے کہیں مظلوم سمجھ کر جنتی نہ سمجھ لیے جائیں۔ زندہ درگور کرنے والے تو ظاہر ہے کہ وہ تو کھلے جہنمی ہیں کافر اور اس پر ظالم بھی ۱۲

انشاء اللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے خدا کی مرضی اور اس کی رضا کے ماتحت ہیں فقہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے موطا امام مالک کی القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ اسی جیسا ہے گو امام مالک کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت خداوندی کے ماتحت ہیں ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے کتاب التذکرہ میں امام قرطبیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے واللہ اعلم۔ اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث بھی ذکر کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا اس بچے کو مرحبا ہو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور اے عائشہؓ سنو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند کیا ہے ابن عباسؓ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن حنفیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے حضرت ابن عباسؓ نے تو منبر پر خطبہ میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان) امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہؓ کے اپنے قول سے موقوفاً موجود ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں ○

عیاشی دُنیا کی تباہی کا پیش خیمہ:

مشہور قرأت تو اَمَرْنَا ہے اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے اَتٰهَا اَمْرُنَا یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے رات کو یا دن کو یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے عذاب ہو جاتے ہیں یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ برائیوں میں لگ جاتے ہیں پھر ہمارا قول ان پر راست آ جاتا ہے جن کی قرأت اَمَّرْنَا ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں وہ وہاں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب خدا انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے جیسے فرمان ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ...... (انعام: ۱۲۳) ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے بہتر مال جانور ہے جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کھجور کے درختوں سے پٹا ہوا ہو بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح علیہ السلام کے بعد کفر و معصیت کے سبب ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے ۔

ہلاکت امم:

اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس عظمت رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ اپنے سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام ونشان مٹا دیا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے پس تم اے قریشیو کچھ ان سے زیادہ ساز و سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو باوجود اس کے تم اشرف الرسول خاتم النبیین کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذابوں اور سزاؤں کے زیادہ لائق ہو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿١٩﴾

جو شخص دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی ۔

دُنیا کی لذتیں یا آخرت کی نعمتیں:

کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ہر تمنا پوری ہی ہو جس کی تمنا خدا پوری کرنی چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گرے ہوئے ہوں گے نہایت برے حالوں ذلت و خواری میں ہوں گے کیونکہ یہاں انہوں نے یہی کیا تھا فانی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لئے وہاں رحمت خدا سے دور ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی عقل نہ ہو ہاں جو طالب دیدار آخرت ہو جائے اور صحیح طریقہ سے آخرت میں کام آنے والی نیکیاں مطابق سنت کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو عذاب ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو خدا رسول کو جانتا ہو اس کی کوشش قدر دانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝۲۱

آپ کے رب کی (اس) عطا (دنیوی) میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی (یہ) عطا دنیوی کسی پر بند نہیں آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے ○

عالم آخرت کے کیا کہنے:

یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب اخریٰ ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں یہ تیرے رب کی عطا ہے وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے اس کے احکام کوئی رد نہیں کر سکتا اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے روکے رکیں نہ کسی کے ہٹائے ہٹیں وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں دیکھ لو کہ ہم نے دنیا میں انسانوں کے مختلف درجے رکھے ہیں ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں اچھے بھی ہیں برے بھی ہیں اور درمیانے درجے کے بھی کوئی بچپن میں مرتا ہے کوئی بڑا بوڑھا ہوتا ہے کوئی اس کے درمیان آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے کچھ تو جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے طوق زنجیر پہنے ہوئے کوئی جنت کے درجوں میں ہوں گے بلند و بالا بالا خانوں میں نعمت و راحت سرور و خوشی میں پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے طبرانی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ بڑھنا چاہے گا اور اپنی تمنا میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝۲۲

اللہ (برحق) کے ساتھ اور کوئی معبود مت تجویز کرو ورنہ تو بدحال بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ جائے گا ○

شرک مت کرو:

یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد ہٹ جائے گی جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد لاشریک ہے مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے فاقہ پہنچے اور لوگوں سے اسے بند کرنا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کی بابت دعا کرے اللہ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا جلدی یا دیر سے یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ○

کچھ اور احکام:

یہاں قضی معنی میں حکم فرمانے کے ہے تاکیدی حکم خدا جو کبھی ٹلنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آئے ابی بن کعب اور ابن مسعود اور اضحاب بن مزاحم کی قرامت میں قضی کے بدلے وصی ہے یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے جیسے فرمان ہے :اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان:۱۴) میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مندرہ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پورا ادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے "ہوں" بھی نہ کرنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا ان کی رضامندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع عاجزی فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لئے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ خدایا ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی ہاں ایمان داروں کو کافروں کے لئے دعا کرنی منع ہوگئی ہے گو وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں ماں[1] باپ سے سلوک واحسان کی حدیثیں بہت سی ہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی ناک خاک آلود ہو[2] جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود نہ بھیجا کہیے آمین چنانچہ میں نے آمین کہی پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی خدائے تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوئی[3] آمین کہیے چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی پھر فرمایا خدا اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا کہیے آمین[4] میں نے کہا آمین مسند احمد کی

[1] کسی کے لیے دعا کرنا یا استغفار کرنا جب ہی ہوتا ہے جب آپ کو اس سے دلی تعلق ہے اور کافر و مشرک سے تعلق رکھنا ہی ممنوع ہے اس لیے دعا و استغفار سے بھی روک دیا گیا ۱۲

[2] کلمہ ہے جس کو بددعا کے موقع پر عرب استعمال کرتے ہیں

[3] یعنی اس نے وہ اعمال کیے جس سے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے حالانکہ رمضان رحمتوں کا مہینہ ہے تھوڑے سے عمل پر بہتا اجر۔ افسوس اس پر کہ وہ بہتے ہوئے دریائے رحمت سے اور محروم رہا

[4] آپ ﷺ سے آمین اس لیے کہلوائی جارہی تھی تا کہ آپ کی دعا بھی اس میں شامل ہو

حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان بچے کے یتیم بچوں کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہو گا اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا[1] اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی آزادکی گئی گردن[2] خدمت والدین اور پرورش یتیم ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ خدا اسے دور کرے اور برباد کرے...... ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لئے یہ بددعا ہے ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش خدا سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بددعا کرنا منقول ہے ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی میں ان کے ساتھ کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چار سلوک ان کے جنازے کی نماز ان کے لئے دعا و استغفار ان کے وعدوں کو پورا کرنا۔ ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے (ابوداؤد، ابن ماجہ) ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوشخبری لے کر آیا ہوں آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا جا اسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اس کے پیروں کے نیچے ہے دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دوہرائی اور یہی جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوہرایا (نسائی ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے قرابتداروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ مسند احمد) فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اپنی ماں سے سلوک کو اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد قریب ہو[3] اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شمہ بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے ○

سب کچھ جانتا ہے:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب اور

[1] مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے جنت کا مستحق بن جانا چاہیے تھا اگر افسوس کہ ان کے ساتھ دیر تک رہا وہ زندہ بھی رہے اس کو موقع بھی ملا لیکن پھر بھی ان کی واجبی خدمت نہ کی جس کی وجہ سے جنت سے محروم رہا

[2] یعنی غلاموں کو آزاد کرانا ان کو خرید کر آزاد کرنا یاد ہے کہ اب غلامی کا رواج عام طور پر باقی نہیں رہا ہے یعنی جن سے انہوں کچھ وعدے کر رکھے تھے مثلاً کچھ دینے کے خیرات کرنے کے قرضے اور امانتیں سب کو ادا کرنا۔ یہ مراد نہیں کہ ان کے غلط وعدوں کی بھی ایفا کا ثواب ہی ۱۲

[3] یعنی رشتہ داروں کے سب ہی کے حقوق ادا کرنا چاہئیں لیکن ان میں بھی قریبی رشتہ داروں کو دور کے رشتہ داروں پر مقدم کیا جائے گا ۱۲

کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لئے خدا ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار اور نمازی ہو اس کی ئیں خدا کے ہاں معاف ہیں کہتے ہیں کہ اوابین وہ لوگ ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھیں بعض کہتے ہیں جو ضحیٰ کی ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کرلیا کریں جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ں دل سے استغفار کرلیا کریں عبید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا اَصَبْتُ فِیْ جْلِسِیْ ھٰذَا۔ ابن جریر فرماتے ہیں اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کرلیا کریں مصیبت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں خدا کی مندی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ اَوّاب مشتق ہے ب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اٰبَ فُلَانٌ اور جیسے قرآن میں ہے اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ (غاشیہ ۲۵) کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لوٹنے والے توبہ کرنے والے وتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔

اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

اور قرابت دار کو اس کا حق (مال وغیرہ) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا (کیونکہ) بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا ○

قوق کا خیال رکھیے:

ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کا حکم دے کر قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے حدیث میں ہے اپنی ماں سے لوک کرو اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور جو زیادہ قریب ہو اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو سے صلہ رحمی کرنی چاہئے بزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا اس دیث کی سند صحیح نہیں اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور اس وقت تک باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں نہ تھا ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تب باغ فدک آپ کے قبضہ میں آیا پس یہ قصہ ٹھیک نہیں بیٹھتا مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورہ برأت میں گذر چکی یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے نہ تو انسان کو بخیل ہونا چاہئے نہ مسرف بلکہ اعتدال اختیار کرے جیسے اور آیت میں ہے: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا...... (فرقان ۶۷) یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گذرتے ہیں نہ بالکل روک لیتے ہیں پھر اسراف کی برائیاں بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں تبذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو اپنا کل مال بھی اگر راہ اللہ دے دے تو یہ تبذیر واسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی دنیا تبذیر ہے بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار آدمی ہوں اور اہل وعیال کنبے قبیلے

والا ہوں تو مجھے بتلائیے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا اپنے رشتہ داروں سے سلوک کر سائل کا حق پہچانتا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرابتداروں مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر اس نے کہا حَسْبِیَ اللّٰہُ اچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو اللہ تعالیٰ و رسول کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لئے اجر ثابت ہو گیا اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمہ ہے یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بے وقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے مسرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں شیطان میں یہی بری خصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا منکر اس کی اطاعت کا تارک اس کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے پھر فرماتا ہے کہ ان قرابتداروں مسکینوں مسافروں میں سے کوئی کبھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی اللہ ہمیں دے گا انشاء اللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے ورنہ الزام زدہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے ○

بخل کی مذمت:

حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں میانہ روی رکھو نہ بخیل بنو نہ مسرف نہ ہاتھ گردن سے باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو کہ یہ خدا کو بخیل کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کریم و وہاب پاک اور بہت دور ہے پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ ایسا بھی نہ کرو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو قابل بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا یہ محض بے فیض آدمی ہے جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے:

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّيَبْخَلْ بِمَالِهٖ ☆ عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمُ

یعنی جو مالدار ہو کر بخل کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گذرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں بے قابو ہو کر پڑ جائے۔

حَسِیْر سورہ تبارک میں آیا ہے پس یہ بطور لف ونشر کے ہے صحیحین کی حدیث میں ہے بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں سینے سے گلے تک سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہے اور اس کے ہاتھ کھلتے

جاتے ہیں اور جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے فرمایا خدا کی ہر راہ میں خرچ کرتی رہ جمع نہ رکھا کرورنہ اللہ بھی روک لے گا بندباندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر اللہ بھی سربند کرلے گا ایک اور روایت میں ہے شمار کر کے نہ رکھا کرورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ تو راہ خدا میں خرچ کیا کر اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔ صحیحین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح دوفرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ خدایا سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ مسلم شریف میں ہے صدقے خیرات سے کسی کا مال گھٹتا نہیں اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے ایک اور حدیث میں ہے طمع سے بچو اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے وہ بھی کیا پھر فسق و فجور کا حکم دیا[1] یہ اس پر بھی کاربند ہوئے بیہقی میں ہے کہ جب انسان خیرات کرتا ہے تو ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں مسند احمد کی حدیث میں ہے میانہ روی سے خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا کشادگی کرنے والا تنگی میں ڈالنے والا اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا اللہ ہی ہے ہر بات میں اس کی حکمت ہے وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقیری کون ہے۔ حدیث قدسی میں ہے میرے بعض بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انہیں امیر بنادوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انہی فقیر بنادوں تو ان کا دین بگڑ جائے ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں مالداری خدا کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعضوں کیلئے فقیری بطور عذاب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچائے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اولاد کشی:

دیکھو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے لئے ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بطور ورثے کے دو اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو جاہلیت میں لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ ان کا زندہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا قرآن اس نافرجام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر

[1] اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لالچ کی وجہ سے حرام اور حلال کی تیز کے بغیر مال جمع کرنے لگے اور ظاہر ہے کہ مال جمع کرنا اور حرام اور حلال کا امتیاز بھی چھوڑ دینا اس سے بڑھ کر فسق و فجور اور کیا ہوگا ۱۲

غلط ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہی ہے سورہ انعام میں فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ (انعام: ۱۵۱) فقیری اور تنگ دستی کے خوف سے اپنی اولاد کی جان نہ لیا کرو تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خِطْأً کی دوسری قرأت خَطَاءً ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو خدا کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے میں نے کہا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔[1]

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے ○

معاشرہ کا ایک رِستا ہوا ناسور:

زنا کاری اور اس کے گرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتلایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک نوجوان نے آپ ﷺ سے زنا کاری کی اجازت چاہی۔ لوگ اُس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کہہ رہا ہے' کیا کر رہا ہے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹھ جا جب وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم نہیں یا رسول اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ فدا کرے ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتا اچھا اپنی بہن کے لئے اسے تو پسند کرے گا؟ اس نے اسی طرح انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لئے اسے مکروہ سمجھتے ہیں بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے؟ اس نے اسی سختی سے انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے نہ چاہے گا اچھا اپنی خالہ کے لئے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں فرمایا اسی طرح اور سب لوگ بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کے گناہ بخش دے اس کے دل کو پاک کر اسے عصمت والا بنا پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا تھا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کیلئے حلال نہیں۔[2]

---

[1] یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جرم صرف پڑوسی ہی کی عورت سے زنا کرنا ہے اور اگر پڑوس کو چھوڑ کر کہیں اور کسی اور سے زنا کرے تو جرم نہیں یہ سمجھنا غلط ہے بلکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ یوں تو زنا جرم عظیم ہے ہی خصوصاً پڑوس میں کرنا تو اشد جرم ہے کیونکہ بے چارے پڑوسی نے تو تم پر اعتماد کیا اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر چل دیا اور تم نے اس کے اعتماد کے خلاف اس کی عزت پر حملہ کر دیا ۱۲

[2] حدیث میں یہ جو الفاظ آ گئے کہ اپنا نطفہ کسی اور کے رحم میں ڈالے ان سے یہ فائدہ اُٹھانا کہ زنا کریں اور انزال کے وقت عضو باہر نکال لیں اور اس طرح زنا کی لذت بھی لیں اور وعید حدیث سے بھی بچ جائیں کوئی منحوس ہی شخص ایسا سمجھ سکتا ہے ورنہ تو صاف مطلب حدیث کا مخالفت زنا ہے محض ایک خاص صورت میں زنا کی شدت بتا دی وہ یہ کہ کسی دوسرے کی بیوی سے زنا کیا جائے یہ سخت جرم ہے اور یوں تو زنا کسی کے ساتھ بھی کیا جائے بہر حال جرم ہے ۱۲

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اور جس شخص کے (قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کے قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے ○

ام قتل:

بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے بخاری و مسلم میں ہے جو مسلمان خدا کے واحد ہونے کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا قتل تین باتوں میں سے ایک کے سوا حلال نہیں یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کو کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو[1] سنن میں ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کے قتل سے زیادہ آسان ہے اگر کوئی ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے اسے قصاص لینے اور دیت لینے یا بالکل معاف کر دینے میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کے عموم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لئے کہ حضرت عثمانؓ کے ولی آپ ہی تھے اور حضرت عثمانؓ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے حضرت معاویہؓ قاتلان حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے طلب کرتے تھے کہ اس سے قصاص لیں اس لئے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمانؓ بھی اموی تھے حضرت علیؓ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے[2] ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ حضرت معاویہؓ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں حضرت معاویہؓ فرماتے تھے تاوقتیکہ آپ قاتلانِ عثمان نہ دیں میں ملک شام کو آپ کے زیر حکومت نہ دوں گا۔ چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت علیؓ سے انکار کر دیا اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہ شام کے حکمران بن گئے۔ معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس وقت میں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں واللہ آپ کسی پتھر میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے تو نکال لئے جائیں گے لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی اب ایک اور سنو خدا کی قسم معاویہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ مظلوم مار ڈالا جائے ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گذرنا چاہئے...... سنو! یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو! تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے اس کو تھام لیا جو معروف ہے اس نے نجات پالی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والے ہی ہو تو تم مثل ایک زمانے والوں کے ہوں گے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے اب فرمایا ولی کو قتل کے بدلے میں حد سے نہ گذرنا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مثلہ کرے۔ کان، ناک کاٹے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے ولی مقتول

[1] یعنی مرتد ہو گیا ہو العیاذ باللہ ۱۲

[2] حضرت علی کرم اللہ وجہہ چاہتے تھے کہ پہلے حکومت کے معاملات مستحکم ہو جائیں اس کے بعد قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے نمٹا جائے اور مصلحتاً کسی معاملہ کو التوا میں رکھنا جرم نہیں ۱۲

شریعت میں غلبہ اور مقدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔[١]

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (مشروع) کو پورا کرو بے شک (ایسے) عہد کی باز پرس ہونے والی ہے اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو یہ (فی نفسہٖ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے ○

مال یتیم اور ناپ تول:

یتیم کے مال میں بدنیتی سے ہیر پھیر نہ کرو ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو جس کی پرورش میں یتیم بچے ہوں اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر وہ فقیر محتاج ہے تو خیر بقدر ضرورت کھالے صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو خود اپنے لئے چاہتا ہوں خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا[٢] پھر فرماتا ہے وعدہ وفائی کیا کرو جو وعدے وعید جو لین دین ہو جائے اس کی پاسبانی کرو اس کی بابت قیامت کے دن جواب دہی ہوگی ناپ تول پورا بھر کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر کم نہ دو قسطاس کی دوسری قرأت قطاس بھی ہے پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتلانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولا کرو دونوں جہان میں تم سب کے لئے یہی بہتری ہے دنیا میں یہ بھی تمہارے بیوپار کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اے تاجرو! تمہیں ان چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی ناپ تول نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف خدا سے اسے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾

[١] دل اس روایت کو قبول نہیں کرتا مگر چونکہ اس کی تردید بھی نظر میں نہیں اس لیے صراحتہً اس کو غلط کہنے سے مجبور ہوں تاہم اس کے بعض اجزاء مخدوش ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کو بدنام کرنے کے لیے ابن عباس سے یہ روایت گھڑی گئی ہے ١٢

[٢] معاذ اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے کوئی ناجائز اقدام متوقع نہیں تھا بلکہ وہ رحم دل، نرم جو آدمی تھے اس لیے ممکن تھا کہ اپنی اس رفتار طبع کی بناپر معاملات اس طرح نہ نبھا سکیں جیسا کہ نبھاہ کرنا چاہئے ١٢

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی ○

بغیر تحقیق کچھ مت کہو:

یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ بے علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو بے دیکھے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا نہ بے سنے سنا بیان کرو نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی خدا کے ہاں ہوگی غرض وہم خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے جیسے فرمان خدا ہے: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ...... (حجرات ۱۲) زیادہ گمان سے بچو بعض گمان گناہ ہیں حدیث میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے ابوداؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہ ہوگا قیامت کے دن آنکھ کان دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہوگی یہاں پر تِلْكَ کی جگہ اُولٰٓئِكَ کا استعمال ہے عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسند ہیں ○

اکڑفوں:

اکڑ کر اترا کر تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہوتی ہے پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ گو کتنے ہی سر بلند کر کے چلو لیکن پہاڑوں کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے بلکہ ایسے لوگوں کا برعکس حال ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص چادر کے جوڑے میں تبختر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا ہاں تواضع فروتنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور عالی قدر کرتا ہے حدیث میں ہے کہ جھکنے والوں کو خدا بلند کرتا ہے وہ اپنے کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا خود کو بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربار منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دوہرا سلوایا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دے اور اکڑتا اینڈتا جا رہا تھا حضرت حسنؒ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا اوفوہ نک چڑھا بل کھایا رخساروں پھولا اپنے ڈنٹر بازو دیکھتا اپنے کو تولتا نعمتوں کے ذکر شکر کو بھولا رب کے احکام کو توڑا حق اللہ کو روڑا دیوانوں کی چال چلتا

عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا شیطان کی لعنت کا مارا وہ دیکھو جا رہا ہے ابن ایہم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر معذ
کرنے لگا آپ نے فرمایا مجھ سے معذرت کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر کیا تو نے خدائے تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا
تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا...... عابد بختریؒ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرا
ہے اس کی روش ایسی نہ تھی اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔ ابن عمرؓ نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے
حضرت خالد بن معدانؒ فرماتے ہیں لوگوں اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑ دو اس لئے کہ انسان[1] اس کا ہاتھ (یہاں سے عربی عبارت حذف ہے) اس
باقی جسم سے ......(ابن ابی الدنیا)۔ اور ابن ابی الدنیا ہی میں حدیث ہے کہ جب میری امت تبختر اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارس
اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی[2] تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا سَیِّئُهٗ کی دوسری قرأت سَیِّئَةً ہے تو معنی یہ ہوئے کہ
کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے
اکڑ کر نہ چلو تک تمام کام اور سَیِّئُهٗ کی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ وَقَضٰی رَبُّكَ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان
ہے اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں امام ابن جریرؒ نے یہی توجیہ بیان فرمائی۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹

یہ باتیں اس حکمت کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعے سے بھیجی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرو ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۞

حکمت آفرین کلمات:

یہ احکام جو ہم نے دیئے ہیں سب بہترین اوصاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ بڑی ذلیل خصلتیں ہیں ہم یہ س
باتیں تیری طرف بذریعہ وحی نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ وہ وقت
آئے گا کہ خود اپنے کو ملامت کرنے لگے گا اور خدا کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے
کر دیا جائے گا اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰ۧ

[1] اصل میں اسی طرح جگہ چھوڑی ہوئی ہے ۱۲ مص

[2] حدیث اور قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اسلام دشمن اور مسلمانوں کے بدخواہوں کا ذکر کر دیتے ہیں تاکہ مسلمان ان پر متنبہ ہو کر اور تمام کارروائیوں
محفوظ ہیں جو اسلام کو یا مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں حدیث میں اگرچہ رومیوں اور فارسیوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے لیکن جس مصلحت کی بنا پر رومیوں
فارسیوں کو اپنے کاموں میں داخل دینے سے روکا گیا ہے اسی مصلحت کی وجہ سے تمام ان افراد اور جماعتوں سے ترکِ تعلق ضروری ہوگا جو اسلام دشمن ہیں ۱۲

تو کیا تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بے شک تم بڑی سخت بات کہتے ہو ○

نری حماقت:

ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے بیٹیاں اللہ کی جو تمہیں ناپسند ہیں جن سے تم جلو کڑھو بلکہ زندہ در گور کر دو انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں خدائے رحمان کے اولاد ہے۔ حقیقتہً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ خدائے رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ خدا کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿٤١﴾

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ (اس کو) اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے ○

نفرت:

اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرما دی ہیں وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تا کہ لوگ برائیوں سے اور خدا کی ناراضی سے بچیں لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھتے ہیں اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤٣﴾

آپ فرما دیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے ہیں جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے رستہ ڈھونڈ لیا ہوتا یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے ○

جواب دو:

جو مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک خدا مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان ہی کی وجہ سے ہم قرب خدا حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور خدا کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب خدا دلوا دیں اور جس کی چاہیں سفارش کر دیں تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے اس کا قرب ڈھونڈتے پس تمہیں صرف اسی کی عبادتیں کرنی چاہئیں نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادتیں نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ خدا میں اور تم میں وہ واسطہ بنے کی خدا کو یہ واسطے سخت ناپسند معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا رہا اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے وہ اَحَدْ اور صَمَدْ ہے وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے اس میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم اور بڑا غفور ہے ○

ایک ہی کی عبادت:

ساتوں آسمانوں اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدوسیت تسبیح تنزیہ تعظیم جلالت بزرگی بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نکمے اور باطل اوصاف ذات خدا کے لئے مانتے ہیں ان سے یہ تمام مخلوق برأت کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد لاشریک مانتی ہے ہر ہستی خدا کی توحید کی زندہ شہادت ہے ان نالائق لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین دھنس جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرائیل ومیکائیل مسجد اقصیٰ تک سب معراج میں لے گئے جبرائیل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں آپ کو ساتوں آسمانوں تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ: سُبْحٰنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى مِنْ ذِي الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الَّذِيْ الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحٰنَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مخلوق میں سے ہر ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں حیوانات' نباتات' جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں ابن مسعودؓ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں ہم کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے ابو ذرؓ والی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے خود سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح خدا کر رہی تھیں اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں بھی' یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنالیا کرو سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بہتر و افضل ہوتی ہیں (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مار ڈالنے سے منع فرمایا[1] اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے اور حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے الحمد للہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا خدا کا ناشکرا ہے اللہ اکبر زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا جب کوئی لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور خود کو میری سپردگی میں دے دیا مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص

[1] اگر یہ صحیح ہے تو کہنا پڑے گا کہ سب ہی چیزیں خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہیں پھر ان میں سے بہت سی چیزوں کو اس لیے کہ وہ انسان کی غذا ہیں شکار کرنے کی اجازت دی گئی جیسا کہ مچھلیاں وغیرہ ۱۲

ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو دیکھتا نہیں ہوں؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہو اس لئے کہ آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سنو! اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے دوسرا حکم میرا سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے ابن جریر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتی ہے اس کی اسناد بوجہ اودی راوی کے ضعیف ہیں عکرمہؒ فرماتے ہیں ستون درخت دروازوں کی چولیں ان کی بھڑنے کھلنے آواز پانی کی کھڑ کھڑاہٹ یہ سب تسبیح خدا ہے خدا فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثنا کے بیان میں مشغول ہے ابراہیم کہتے ہیں کہ طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے سورہ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات ایک مرتبہ حضرت حسنؒ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید رقاشی نے کہا کہ اے ابو سعید! کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے آپ نے فرمایا ہاں تھا مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرتے ہیں تو فرماتے ہیں انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کے وقت پردہ کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔ (بخاری و مسلم) اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی جب خشک ہو جائیں گی تسبیح بند ہو جائے گی۔[1] واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ حلیم و غفور ہے اپنے گنہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تاخیر کرتا ہے ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو بے پناہ پکڑ نازل فرما دیتا ہے صحیحین میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے...... اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخر پکڑ لیا اور آیت میں ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ...... (حج ۴۸) ہاں جو گناہوں سے رک

[1] اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ قبر پر درخت وغیرہ لگائے جا سکتے ہیں تاکہ ان کے پتے ٹہنیاں، تنے وغیرہ تسبیح کریں اور مردے کا عذاب ہلکا ہو لیکن قبروں پر پھول ڈالنا، پھول چڑھانا یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے اور قابل ترک ہے پھر اس حدیث میں یہ بھی کلام ہو سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ کو ان قبروں میں دفن مردوں پر عذاب منکشف ہو چکا تھا اور چونکہ عام انسان یہ معلوم ہی نہیں کر سکتے کہ کس قبر میں کس مردے پر کیا گذر رہی ہے اور اسی طرح اس حدیث میں یہ بھی گفتگو ہو سکتی ہے کہ شاید حضور ﷺ کو یہ معلوم ہو گیا ہو کہ خاص ان لکڑیوں سے جو آپ نے گاڑے ان کے عذاب میں تخفیف ہو، عام طور پر درخت یا اس کی ٹہنیوں کے استعمال سے یہ بات حاصل نہ ہو جب حدیث میں یہ متعدد گوشے بحث کے نکل آئے تو دوسرے مواقع پر اس حدیث سے حجت ثابت کرنا ممکن نہ رہا لہٰذا اس حدیث کو قبروں پر گل پاشی کے لیے حجت بنانا علم سے تہی دامن کی کھلی علامت ہے۔۱۲

جائے ان سے ہٹ جائے توبہ کر لے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے جیسے آیت قرآن میں ہے جو شخص برائی کرے یا اپنی جان ظلم کرے پھر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا سورہ فاطر کی آیتوں میں بھی یہی بیان ہے۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾

اور جب قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور (وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں ○

ایک حجاب:

فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا وہ حجاب انہیں چھپالیتا ہے یہاں مستور ساتر کے معنی میں ہے جیسے میمون اور مشوم یامن اور شائم کے معنی میں ہیں وہ پردے گو بظاہر نہ آئیں لیکن ہدایت میں اور ان میں حد فاصل ہو جاتے ہیں مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ سورہ تَبَّتْ يَدَا کے اترنے پر عورا آم جمیل شور مچاتی دھار دار پتھر ہاتھ میں لئے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذمم کو ہم نہیں مانیں گے ہمیں اس کا دین ناپسند ہے ہم اس کی باتوں کے مخالف ہیں اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہنے لگے حضور یہ آ رہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بےفکر رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کے لئے تلاوت قرآن شروع کر دی یہی آیت تلاوت فرمائی وہ آئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے تمہارے نبی نے میری ہجو کی ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم تیری کوئی ہجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی لڑکی ہوں[1]۔ اَكِنَّةً کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے اور جب تو قرآن میں خدا کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو بری طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں نفور جمع ہے نافر کی جیسے قاعد کی قعود آتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو واللہ اعلم۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ خدائے واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں مسلمانوں کا لا الٰہ الا اللہ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گذرتا تھا ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن خدا کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے دیکھ لو اس جزیرے کے

[1] گویا کہ یہ واقعہ اس آیت کی عملی تفسیر تھا کہ بظاہر بھی قرآن مشرکین اور مومنین کے درمیان آڑ بن جاتا اور رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حلف یہ کہنا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری کوئی ہجو نہیں کی تو بالکل صحیح ہے کیونکہ جو آیات اس کے بارے میں نازل ہوئی تھیں وہ خدا تعالیٰ کے ارشادات تھے آپ کے ارشادات نہیں تھے ۱۲

حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے خدا کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر غرائب سے خالی نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٤٧﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٨﴾

جس وقت آپ کی طرف یہ لوگ کان لگاتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جن پر جادو کا اثر ہو گیا ہے آپ دیکھئے کہ یہ لوگ آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں پس رستہ نہیں پا سکتے ○

گمراہی:

سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان جو کھانے پینے کا محتاج ہے گو یہ لفظ اس معنی شعر میں بھی ہے اور امام جریر نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن ہے یہ غور طلب ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے کافر لوگ طرح طرح کے خیالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ظاہر کرتے تھے کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں کوئی مجنون بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ اس لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب ابوجہل بن ہشام اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سننے کے لئے نکلے آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے یہ لوگ آ کر ادھر ادھر بیٹھ گئے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سنتے رہے فجر ہوتے ہی یہاں سے چلے تو اتفاقاً راستے میں سب کی ملاقات ہوگئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنے اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گذار دی صبح واپس چلے راستے میں مل گئے پھر سے کل کی رات باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابوحنظلہ مجھے بتلاؤ تمہاری اپنی رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابوثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب معنی ہیں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا انہوں نے سواریاں دیں ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور انہیں انعامات دیئے ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا اب جب کہ ان تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر

رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی نہ لے جاسکے تو جھٹ سے انہوں نے کہا کہ ہم میں نبوت ہے ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے اس وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔[1]

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے۔ کہ اچھا بتلاؤ یہ کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آپہنچا ہو یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم (بالاضطرار) اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے ○

بعض شبہات اور ان کے جوابات:

کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے غبار بن جائیں گے کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورہ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرے پیچھے الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے سورہ یٰسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا...... پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا جلانا مشکل نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بھیڑیئے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت دوزخ کے درمیان لایا جائے گا اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو! اب ہمیشگی ہے موت نہیں

[1] گویا کہ یہ شقی ازلی اعلان نبوت کو قبائل میں ایک امتیاز اور مقابل والوں کے سامنے فوقیت حاصل کرنے کی ایک سیاسی قلابازی سمجھ رہا تھا۔ اس عقل کے دشمن کو اتنا ہوش نہ آیا کہ مشرکین مکہ تو نبوت کے مفہوم تک سے ناواقف تھے ان میں نبوت کے دعوے سے کیا فائدہ ۱۲

اور اے جہنمیو! اب ہمیشگی ہے موت نہیں یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے یا پتھر یا لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ بتلاؤ کہ یہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بیجا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا اپنا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ یہ جواب چونکہ لاجواب ہے بھونچکے تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے بدعقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ سچے ہو تو وقت کی تعیین کر دو بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے ہیں ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی تم اس کے لئے انتظار کر لو غفلت نہ برتو اس کے آنے میں کوئی شک نہیں آنے والی چیز آئی ہوئی سمجھا کرو۔ خدا کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہو جاؤ گے ایک آنکھ جھپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی خدا کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا قبروں سے اٹھ کر خدا کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری کو کھڑے ہو جاؤ گے حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے کہیں گے کہ خدا کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا سورہ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اور اس پر قسمیں کھائیں گے اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے ہیں۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۵۳

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے ○

انسان کا دشمن:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ مؤمن بندوں سے فرما دیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان میں آپس میں سر پھٹول کرا دے گا برائی ڈلوا دے گا لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے وہ انسان کا دشمن ہے گھات میں لگا رہتا ہے اسی لئے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے کوئی

کسی کو بے عزت نہ کرے پھر آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تقویٰ یہاں ہے[1] جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہو پھران میں جدائی ہو جائے اس جدائی کو ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے وہ بدتر ہے وہ نہایت شریر ہے۔ (مسند)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ (تک) کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں ○

جماعت انبیاء:

تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکالیتا ہے اسی طرح جسے چاہے بدعملی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے تیرے ماننے والے جنتی ہوں گے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے ایک کو ایک پر فضیلت ہے نبیوں میں بھی درجے ہیں کوئی کلیم اللہ ہے کوئی بلند درجہ ہے ایک حدیث میں ہے نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اس کا ماننا واجب ہے مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول ان سب سے افضل ہیں جن کا نام سورہ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سورہ شوریٰ کی آیت شَرَعَ لَكُمْ..... میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے اسی طرح بغیر اختلاف یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے ہم نے اس کے دلائل اور جگہ سے بیان کئے ہیں۔ واللہ الموفق۔

پھر فرماتا ہے ہم نے داؤد علیہ السلام پیغمبر کو زبور دی یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن[2] اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ

[1] اور ظاہر ہے کہ جب دل نیک ہوگا تو تمام ہی اعمال اچھے ہو جائیں گے اس لیے وہ کور باطن جو اپنے ظاہر کو ہر طرح آلودہ رکھتے ہیں اور جب ان کو ان کی بد پر توجہ دلاؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ میاں تقویٰ تو دل میں ہے اور اس حدیث کو حجت بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنی عقل کے دیوالیہ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حدیث کے ساتھ بھی ظلم کرتے ہیں ۱۲

[2] یعنی ان پر نازل شدہ وہ کتاب زبور جو ان کے دور کا قرآن تھا، یہ قرآن مراد نہیں جو ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا ۱۲

قرآن پڑھ لیا کرتے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ یقیناً نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدلنے کا یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں (اور) واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل ○

احتیاج دراحتیاج:

خدا کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آسکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی بات کہ مشکل کشائی کر دیں نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں قادر اور طاقت والا صرف خدائے واحد ہی ہے مخلوق کا خالق اور سب کا حکمران وہی ہے یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں کی اور مسیح کی اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں ان کے معبود تو خود خدا کی طرف نزدیکی کی جستجو میں ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں اس لئے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے ابن مسعودؓ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام حضرت عزیرؑ سورج چاند فرشتے سب قرب خدا کی تلاش میں ہیں ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کا زمانہ تو گذر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد خدا تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے یہ سب بزرگ اس دھن میں ہیں کہ کون خدا سے زیادہ نزدیکی حاصل کرلے وہ خدا کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے واقع میں اس کے عذاب میں ہی ڈر کے قابل اللہ ہمیں بچائے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے روز) اس کو سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ○

قیامت سے پہلے:

وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یا ویران کر دی جائیں گی یا تباہی کے قریب ان کے گناہوں کی وجہ سے ہو جائیں گی اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہوگا ان کے اعمال کا وبال ہوگا رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ‌ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا‌ؕ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿۵۹﴾

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں O

آیات اللہ کا انکار:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت آپ سے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی بعض مردوں کو جلاتے تھے وغیرہ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو آپ اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجئے ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انہیں مہلت نہ ملے گی بلا تاخیر عذاب آ جائے گا اور تباہ کر دئے جائیں گے اور اگر آپ کو انہیں مہلت اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا ہی کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا میں انہیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تا کہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں ...... اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کا پروردگار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ کے اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شق اختیار کی مسند ابو یعلی میں ہے کہ آیت :وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ (شعراء: ۲۱۴) جب اتری تو تعمیل ارشاد کے لئے آپ جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے عبد مناف! میں تمہیں ڈرانے والا ہوں قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے ہے! آپ نبوت کے مدعی ہیں سلیمان علیہ السلام نبی کے تابع ہوا تھی موسیٰ علیہ السلام کے تابع دریا ہو گیا تھا عیسیٰ علیہ السلام نبی مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین کو قابل زراعت بنا دے تا کہ ہم کھیتی باڑی کریں یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوا دے کہ ہم جاڑے گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترنی شروع ہوگئی اس کے خاتمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا

مجھے اس کے ہونے میں اور اس بات میں کہ تم دروازہ رحمت داخل ہو جاؤ اختیار دیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمت خدا سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کھلا ہونا ہی پسند کیا کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانے پر تم پر وہ عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں اور آیت :وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ نازل ہوئی یعنی آیتوں کے بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے ہم انہیں دکھا دیتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ انکتے اپنے سے پہلوں کو دیکھو کہ اسی میں برباد ہوئے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دستر خوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کفر کرے گا اسے سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ثمودیوں کو دیکھو کہ انہوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا نکلنا طلب کیا حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور رسول کو جھٹلاتے رہے جس پر انہیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر غارت کر دیئے گئے ان کی یہ اونٹنی بھی خدا کی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا بالآخر اسے مار ڈالا جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے اور خدائے غالب کی پکڑ میں آ گئے آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی طرف جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ شریف میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا واللہ تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت و حیات سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوف زدہ کر دیتا ہے جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار میں لگ جاؤ اے امت محمد! واللہ خدا سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی کا غلام زنا کاری کریں اے امت محمد! واللہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

اور وہ وقت یاد کریجئے جب کہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب (اپنے علم سے) تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے اور ہم نے جو تماشا آپ کو دکھایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے ۝

شجرہ خبیثہ:

اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین کی رغبت دلا رہا ہے اور آپ کی حفاظت کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں وہ سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت میں وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا جو ہم نے تجھے دکھایا وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا ناپسندیدہ درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے

بہت سے تابعین اور ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا جو شب معراج میں دکھایا گیا تھا معراج کی حدیثیں پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں یہ بھی گذر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔[1] ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابوجہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ پس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے پہلے قول کے ہی قائل تمام وہ مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں جیسے ابن عباس، مسروق، ابو مالک، حسن بصری وغیرہ۔ سہل بن سعید کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں قبیلے والوں کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت رنج ہوا پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے اسی طرف اس آیت میں ارشاد ہے (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں خود امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجر الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے ہم کافروں کو اپنے عذاب سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد، تکبر، ہٹ دھرمی اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سوان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے تو بھلا بتلایئے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دے دی تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے اس کی اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا ○

ابلیس کی سرکشی:

ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تم سارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر کیا اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے میں اس سے کہیں افضل ہوں میں آگ ہوں یہ خاک ہے پھر اس کی جرأت

[1] یہ مسلمان کہاں تھے منافق تھے نہ لباس مؤمن ورنہ ایمان کے بعد رسول کی اطلاعات پر ایمان نہ لانا ناممکن ہے ۱۲

دیکھئے کہ خداوند جل وعلیٰ کے دربار میں گستاخانہ لہجے میں کہتا ہے کہ اچھا اسے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برباد کر کے ہی چھوڑوں گا سب کو اپنا تابعدار بنالوں گا اور بہکادوں گا کچھ معمولی سے تو میرے بندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کردوں گا۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے ○

خدا تعالیٰ کا جواب:

ابلیس نے خدا سے مہلت چاہی اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کا بدلہ جہنم ہے جو پوری سزا ہے اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکالے یعنی گانوں سے تماشوں سے انہیں بہکا تا پھر جو بھی خدا کی نافرمانی کی طرف بلانے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے حملہ کر لے رَجِلٌ جمع ہے رَاجِل کی جیسے رَکْبٌ جمع ہے راکب کی اور صحب جمع ہے صاحب کی مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکم شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ بندگان خدا کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں انہیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں خدا کی معصیت میں خواہ سواری پر ہو یا پیدل ہو وہ شیطانی لشکر میں ہے ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں کب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں اَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰی فُلَانٍ اسی سے ماخوذ ہے آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے جلبہ کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا ان کے مالوں میں اور اولادوں میں بھی تو شریک رہ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا سود خواری ان سے کرا برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ اولاد میں شرکت یہ ہے کہ مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو جو اولاد بچپن میں بوجہ بے وقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو اسے یہودی نصرانی مجوسی وغیرہ بنادیا ہو اولاد کے نام عبدالحارث، عبدالشمس اور عبد فلاں رکھا ہو غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شرکت شیطان کی ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یک طرفہ موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آکر انہیں بہکا دیا اور حلال چیزیں

حرام کردیں صحیحین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے یہ پڑھ لے: اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی یا اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز بھی شیطان کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا پھر فرماتا ہے کہ جا تو انہیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں میں انہیں شیطان رجیم سے بچاتا رہوں گا خدا کی وکالت اس کی حفاظت اس کی نصرت اس کی تائید بندوں کو کافی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۶۶

تیرا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں چلاتا ہے تا کہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے ۝

شانِ قدرت:

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتلاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت و سفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلادی ہیں اس کے فضل و کرم لطف و رحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں جا سکتے ہو اور خدا کا فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝۶۷

اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو پھر تم پھر جاتے ہو اور واقعی انسان ہے بڑا ناشکرا ۝

مشکل کشا:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگے ہیں اور جہاں وہ مصیبت خدا تعالیٰ نے ٹال دی یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں فتح مکہ کے وقت جب کہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے ارادہ سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی بادِ مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے کا اسی کو پکارو عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب پانی میں صرف وہی کام کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے

خدایا میں نذر مانتا ہوں کہ تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدھا جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم و کرم فرمائیں گے چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے وفادار خادم ثابت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو خدا کے سوا سب کو بھول جاتے ہو لیکن پھر مصیبت کے دور ہوتے ہی خدا کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں کی التجائیں کرنے لگتے ہو انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے خدا بچالے اور توفیق خیر دے۔

أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾

تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب سے لا کر زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ ○

کیا خیال ہے؟

رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں ڈبو سکتا تھا وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا یہ کس قدر ناانصافی ہے؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے سورہ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس خدا کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے کہ یکایک زمین جنبش کرنے لگے کیا تمہیں آسمانوں والے خدا کا خوف نہیں کہ وہ تم پر پتھر نہ برسا دے پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا کچھ ہوتا ہے پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے نہ دستگیر نہ وکیل نہ کارساز نہ نگہبان نہ پاسبان۔

أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جائے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے ○

ایسا بھی ہو سکتا ہے:

ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکرو! سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے باہر آ کر پھر انکار کر بیٹھے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور بادتند کے تھپیڑے تمہاری کشتی کو ڈگمگا دیں اور آخر ڈبو دیں اور تمہیں کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ

عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿۷۰﴾

اور ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت مخلوقات پر فوقیت دی ○

انسان کی برتری:

سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے جیسے فرمان ہے: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (تین:۴) ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا ہے وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ چگتے ہیں پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے دینی دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے اس کی سواری کے لئے خشکی میں جانور چوپائے دیئے گھوڑے خچر اونٹ وغیرہ اور تری کے سفر کے لئے اسے کشتیاں بنانی سکھا دیں اسے بہترین خوشگوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں کھیتیاں ہیں پھل ہیں گوشت ہیں دودھ ہے اور بہترین بہت سی خوش ذائقے دار لذیذ مزیدار چیزیں پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنما لباس پہننے کو قسم قسم کے رنگ برنگ کے یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کے لئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے ہر ایک پر اسے برتری بخشی اس آیت کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے انسان فرشتوں سے افضل ہے حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا خدایا تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور مزے کر رہے ہیں تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے یہ روایت مرسل ہے لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے پروردگار ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے انہیں تو کھانا پانی دے رہا ہے کپڑے لتے وہ پہنتے ہیں نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں سواریاں ان کے لئے ہیں راحت آرام انہیں حاصل ہے ان میں سے کسی چیز کے حصہ دار ہم نہیں خیر اگر دنیا میں ان کے لئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر دے اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا طبرانی میں ہے کہ قیامت کے دن ابن آدم سے بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہو گا پوچھا گیا فرشتے بھی نہیں فرمایا فرشتے بھی نہیں دونوں مجبور ہیں جیسے سورج' چاند یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقۡرَءُوۡنَ کِتٰبَہُمۡ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾

جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے اعمال نامہ سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ایسے لوگ

اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ گم کردہ راہ ہوگا○

وہ دن:

امام سے مراد یہاں نبی ہیں ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی جیسے اس آیت میں ہے: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ...... (یونس: ۴۷) ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن زید کہتے ہیں یہاں امام سے مراد کتاب خدا ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتری تھی ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں مجاہدؒ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب خدا ہو یا نامہ اعمال چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے اعمال نامہ مراد لیتے ہیں ابو العالیہ حسن ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ تر ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان خدا ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے اور آیت میں ہے: وَوُضِعَ الْكِتٰبُ...... (زمر: ۶۹) کتاب یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار اس تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے...... اور آیت میں ہے ہر امت کو تو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا ہر امت اپنی کتاب کی جانب بلائی جا رہی ہوگی آج تمہیں تمہارے کئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق انصاف کے ساتھ بولے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہے تھے یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہوگا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہوگا جیسے فرمان ہے: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ (کہف: ۴۹) زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور یہ آیت میں ہے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (نساء: ۴۱) یعنی کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب کہ ہر امت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے تیری امت پر گواہ کر کے لائیں گے لیکن یہاں امام سے مراد نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اسی کا مزید بیان سورہ الحاقہ میں ہے فتیل سے مراد لمبا تاگا ہے جو کھجور کی گھٹلی کے بیچ میں ہوتا ہے بزار میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا چہرہ چمکنے لگے گا سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں ہی دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے کہ خدایا ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملتا ہے لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے اس سے خدا کی پناہ یا اس کی برائی سے پناہ بخدا خدایا اسے ہمارے پاس نہ لا وہیں وہ آ جائے گا یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کر یہ جواب دے گا خدا تمہیں غارت کرے تم میں سے ہر شخص کے لئے یہی خدائی مار ہے اس دنیا میں جس نے خدا کی آیتوں سے اس کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ اندھا ہوگا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولا ہوا ہوگا۔ **عیاذاً باللہ**

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

اور اگر یہ (کافر) لوگ آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کریں اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے ○

فضل خدا:

مکاروں فجار کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتا رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی اور ناصر رہا اپنی ہی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود سلام بھیجتا رہے آمین۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے جیسا کہ ان صاحبوں کے باب میں ہمارا یہ قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے ○

سنت الٰہی تغیر پذیر نہیں:

کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام جانا چاہئے وہی نبیوں کا وطن ہے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہئے اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جایئے آپ نے انہیں ایک حد تک سچا سمجھا غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی لیکن تبوک پہنچتے

سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی وَاِنْ كَادُوْا سے تَحْوِيْلًا تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ واپسی کا حکم دیا اور فرمایا وہیں آپ کی موت وزیست اور وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے لیکن اس کی سند بھی اشکال خالی نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں تبوک کا غزوہ یہود کہنے سے نہ تھا بلکہ خدا کا فرمان موجود ہے: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَقَاتِلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ (توبہ ۱۲۳) جو کفار تمہارے اردگرد ہیں ان سے جہاد کرو اور آیت میں ہے کہ جو خدا پر قیامت پر ایمان نہیں رکھتے خدا رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے راہ خدا میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کرلیں اور وجہ اس غزوہ کی یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اصحاب جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے واللہ اعلم۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے ولید تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لیا جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے واللہ اعلم۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انہوں نے مکے سے جلا وطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گذار سکے اللہ نے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب کیا ڈیڑھ سال ہی گذرا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہوگئی اور وہیں کافروں کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا ان کے شریف ورئیس تہہ تیغ ہوئے ان کی شان وشوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید ہو گئے پس فرمایا کہ یہی پہلے سے جاری ہے اگلے رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انہیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے عذاب اللہ نے انہیں غارت اور بے نشان کر دیا ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت ہیں اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا جیسے فرمان ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی تیری موجودگی میں خدا انہیں عذاب نہ کرے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝۷۸ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کا نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا ○

اہتمام نماز:

نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے دُلُوْكَ سے مراد غروب ہے یا زوال ہے امام ابن جریر نے زوال کے قول کو پسند فرمایا ہے اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ سے یہ بھی عرض کر دیا کہ آپ اپنے ہمراہ جتنے اور جن جن کو چاہیں لے آسکتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد میرے ہاں سے چلے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا غَسَق

سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب ہے ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب اور عشا کا بیان تو اس میں ہے اور فجر
وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ میں ہے حدیث سے بہ تواتر اقوال وافعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت
مسلمان بحمد اللہ اب تک اس پر ہیں ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آئے ہیں جیسے کہ ان مسائل کی
مناسب موقع پر موجود ہے والحمد اللہ صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ تنہا شخص
پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں اسے بیان
راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو: وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ...... صحیحین میں ہے کہ رات کے اور دن
فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں صبح اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گذار
جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجودیکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو
حاصل میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے حضرت عبید
بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں ابن جریر کی ایک حدیث
اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ کوئی ہے مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں کوئی ہے کہ مجھ
سوال کرے اور میں اسے دوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس
وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کی نماز
حکم فرماتا ہے فرضوں کا حکم ہے ہی صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل
ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز کو تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو لغت میں مفسرین کی تفاسیر میں اور حدیث
موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے ہاں حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جو نماز عشاء کے بعد ہو
ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
فرض تھی بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتیوں کے بھی اس
کی وجہ سے گناہ دور ہو جاتے ہیں ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تمہیں اس جگہ کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ
تعریفیں کریں گی اور خود خالق اکبر بھی کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کے لئے جا
گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں راحت دیں حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں لوگ ایک ہی میدان میں جمع
جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے
کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت خدا بات نہ کر سکے گا آواز آئے گی اے محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ
تمام بھلائی تیرے ہاتھ ہی ہے برائی تیری جانب سے نہیں راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے وہ تیری
مدد سے قائم ہے وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے تیری پکڑ سے بجز ترے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلندیوں والا
اے رب البیت تو پاک ہے یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے پس یہ مقام مقام شفاعت ہے قتادہ فرماتے
ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئیں گے اور سب سے پہلے شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریں
گے اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے۔ جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول سے کیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ

سلم کی بہت سی بزرگیاں قیامت کے دن ایسی ہوں گی جن میں کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں اور بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا نہیں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ ہوں گے بہت بڑی شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کے لئے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس آئیں اور سب انکار کر دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں ان شاء اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا کہ انہیں جہنم کی طرف لے جائیں پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہونگے ۔ آپ ہی جنت سے لے جانے کے لئے سفارشی ہونگے جیسے صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے صور کی حدیث میں ہے کہ تمام مؤمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ درجہ پائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملنے کی یہ صحیح ہے کہ بحکم خدا گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے نبی بھی کریں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی ان کی گنتی کا بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں اس میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل اور برابر نہیں ۔ کتاب السیرۃ کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب بسط سے بیان کیا ہے والحمدللہ اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنئے بخاری میں ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ درخواست کی انتہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے وہ صاف انکار کر دیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی شفاعت کے لئے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا تھام لیں گے پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود تک پہنچائے گا بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ پڑھ لے اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوں گے میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا اسے ترمذی بھی لائے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے ابن ماجہ میں بھی یہ ہے حضرت ابی بن کعبؓ سے وہ حدیث گذر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قراتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا خدایا میری امت کو بخش الٰہی میری امت کو بخش تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی مسند احمد میں ہے کہ مؤمن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں وہ ہماری سفارش کر کے

ہمیں اس جگہ سے آرام دے پس سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ تمام ان
کے باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آپ کے لئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے
اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جایئے تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس
نہیں ہوں آپ کو اپنی بھول یاد آجائے گی کہ خدائے تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے[1] فرمائیں گے تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جا
خدا کے پہلے رسول ہیں جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا ہے یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں
کے لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی بھول یاد آئے گی کہ خدا سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا[2] پس اپنے پروردگار سے شرما جا
گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں تم حضر
موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے خدا نے کلام کیا ہے اور انہیں تورات دی ہے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے
وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے معاوضے کے آپ نے کر دیا تھا[3] اس وجہ سے
سے شرمانے لگیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے
پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوں گا اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا جب
تک خدا کو منظور ہوگا میں سجدے میں ہی رہوں گا پھر فرمایا جائے گا اے محمد سر اٹھایئے کہئے سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول کی جائے
مانگئے دیا جائے گا پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں سفارش پیش کروں گا میرے
ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں جنت میں پہنچا آؤں گا پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں
پڑوں گا جب تک وہ چاہے مجھے سجدے میں ہی رہنے دے گا کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا سوال کر دیا جائے گا شفاعت
کرو قبول کی جائے گی پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے
حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب
تک وہ چاہے گا اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھا بات کرسنی جائے گی سوال کر عطا فرمایا جائے گا سفارش
قبول کی جائے گی چنانچہ میں سر اٹھا کر اور حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا سفارش کروں گا پس میرے لئے حد بندی کی جائے گی
انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف باقی وہی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے
روک لیا ہے فرماتے ہیں جہنم میں سے ہر وہ شخص نکل آئے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر
ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے کے برابر ایمان ہو
حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں میری امت پل صراط سے گذر رہی ہوگی میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں
کہ میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے وہ سب

[1] یہی بھول کہ شجر ممنوعہ کو ابلیس کے بہکانے پر استعمال کر لیا
[2] کہ اپنے کافر بیٹے کنعان کی سفارش کی تھی
[3] مصر میں ایک اسرائیلی پر قبطی اور فرعونی کا ظلم دیکھ کر آپ نے ایک طمانچہ مارا تھا جس کے صدمہ سے وہ فرعونی وہیں ہلاک ہو گیا تھا یاد رکھنا چاہئے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ گناہ ارادی و اختیاری نہیں تھے بلکہ بھول سہو و نسیان اور خلاف اولیٰ کا ارتکاب تھا لیکن حضرت انبیاء اپنی بلند فطرت اور پاکیزہ سرشت کی وجہ سے ان غیر ارادی بھول چوک کو گناہ کے عنوان سے تعبیر کرنے کے عادی ہیں

کے لئے جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے مؤمن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے آپ صلی اللہ علیہ فرمائیں گے کہ ٹھہرو وہیں آتا ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کسی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نہ ملی ہو پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھایئے مانگئے ملے گا سفارش کیجئے قبول ہوگی پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر وے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب ی مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاؤ مخلوق خدا میں سے جس نے ایک دن بھی خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہو اسے بھی جنت میں پہنچا آؤ مسند احمد میں ہے حضرت بریدہؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا انہوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی حضرت معاویہؓ نے اجازت دی آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کہہ رہا ہے وہی بریدہؓ بھی کہیں گے حضرت بریدہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکریاں ہیں ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا پس اے معاویہؓ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علیؓ اس سے ناامید ہوں؟ مسند احمد میں ہے کہ ملیکہ کے دونوں لڑکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی عزت کرتی تھیں بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں مہمان داری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھیں ہاں انہوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ جہنم میں پہنچی وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں واپس بلا لاؤ وہ لوٹے اور ان کے چہرے پر خوشی تھی کہ شاید اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اچھی بات سنائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں ایک انصاری جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا کہنے لگا یا رسول اللہ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدائے تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے فرمانے لگے نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی سنو! میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا انصاری نے کہا وہ کیا مقام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس وقت جب کہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو کپڑے پہنائیں جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ تمام اول و آخر کے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لے کر حوض تک ان کے لئے کھول دیا جائے گا منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کے لئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں اس نے کہا ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں انصاری نے کہا یا رسول اللہ وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سونے کی شاخوں والے منافق نے کہا آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم قسم کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور

شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہوگا۔

ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا پس روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ چلے گی یہی مقام محمود ہے۔ جس ذکر اس آیت میں ہے مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہو جاؤں گا اللہ تعالیٰ سبز رنگ کا حلہ پہنائے گا پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا ہوگا کہوں گا یہی مقام محمود ہے۔

مسند احمد میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں سے پہچان لوں گا کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری امتیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انہیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولاد ان کے آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپ کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپ کو دیا گیا آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا آواز دینے والا انہیں سنائے گا نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو نا قابل برداشت ہوگا اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر ان سے سجدہ کرایا ہے آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجئے حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضب ناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضب ناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا خدا تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی ہوگئی آج تو مجھے خود اپنا فکر ہے نفسی نفسی پھر لوگ آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا آپ کا نام اس نے شکر گذار بندہ رکھا آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصے ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصے ہوگا میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی تھی[1] مجھے تو آج اپنی پڑی ہوئی ہے نفسی نفسی کا عالم ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے

[1] یعنی خدا تعالیٰ کی طرف ایک دعا کے مقبول ہونے کا وعدہ تھا سو وہ میں اپنی قوم کافر کے لیے عذاب کر چکا اور وہ مقبول ہوئی قوم پر عذاب آیا اب کسی دعا کی اجازت نہیں ۱۲

ں گے آپ نبی اللہ ہیں آپ خلیل خدا ہیں کیا آپ ہماری یہ مصیبت نہیں دیکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا
خت غضب ناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصے میں آئے گا پھر آپ اپنے
یاد کرکے[1] نفسی نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ
موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام
ازا ہے آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری سفارش لے جائیے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا
خت ناراض ہے ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا میں نے خدائے تعالیٰ کے حکم
ر[2] ایک انسان کو مار ڈالا تھا نفسی نفسی تم مجھے چھوڑو کسی اور سے کہو تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ
سلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو حضرت مریم علیہا السلام
رف بھیجی گئی بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا جائیے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے خیال تو
ائیے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا نفسی نفسی آپ
گناہ کا ذکر نہ کریں گے فرمائیں گے تم کسی اور ہی کے پاس جاؤ دیکھو میں بتلاؤں تم سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ چنانچہ وہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ
خاتم الانبیا ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری
ت کیجئے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلا میں گھرے ہوئے ہیں پس میں کھڑا ہوں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے
ے میں گر پڑوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثنا کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے پھر مجھ سے فرمایا جائے
ے محمد! اپنا سر اٹھاؤ مانگو تمہیں ملے گا شفاعت کرو منظور ہوگی میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت
ے رب میری امت خدایا میری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت میں
جاؤ انہیں جنت کی داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انہیں داخلہ کی ممانعت نہیں اس خدا کی قسم
کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جنت کے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا مکے اور بصرہ میں یہ حدیث
ین میں بھی ہے مسلم شریف میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی
ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شخص جس کی شفاعت قبول کی جائے گی ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب
ھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شفاعت ہے مسند احمد میں ہے مقام محمود وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت
وں گا عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے
ں قدم ٹکانے کی جگہ ہی رہے گی سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے دائیں
ف ہوں گے اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے اس نے نہیں دیکھا میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ[1] سے تو میری
ف بھیج رہا تھا اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا کہ اس نے سچ کہا اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ خدایا تیرے بندوں نے زمین کے
ف حصوں میں تیری عبادت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہی مقام محمود ہے یہ حدیث مرسل ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝۸۰ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا اور واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے○

ہجرتِ مدینہ:

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھا دے اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے جانے کا حکم فرمایا یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے قتادہؒ فرماتے ہیں مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے امام ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا ہم سے کرو اس پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرما لیا اتنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد وغلبہ طلب کیا تا کہ کتاب اللہ اور حدود خدا فرائض شرع اور قیام دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر سکیں یہ غلبہ بھی خدا کی ایک زبردست رحمت ہے اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھا جاتا ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا سلطان نصیر سے کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول اولیٰ ہے اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تا کہ مخالفین حق دبے ہوئے رہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں اس کے وعدے وعید انہیں بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

پھر کافروں کی گوشمالی کی جاتی ہے کہ خدا کی جانب سے حق آ چکا سچائی اتر آئی جس میں کوئی شک وشبہ نہیں قرآن ایمان نفع دینے والا سچا علم منجانب اللہ آ گیا کفر برباد غارت اور بے نام ونشان ہو گیا وہ حق کے مقابلے میں بے دست و پا ثابت ہوا حق نے باطل کو پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں ضرب لگا رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ حق آ چکا باطل نہ دوبارہ آ سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے ابو یعلی میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے میں آئے بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے ○

شفاء و رحمت:

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں فرماتا ہے کہ وہ ایمانداروں کے دلوں کو تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے شک نفاق شرک ٹیڑھ پن اور باطل آمیزش سب اس سے دور ہو جاتی ہے ایمان حکمت بھلائی رحمت نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے جو بھی اس پر ایمان و یقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے یہ اسے خدا کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتی ہے ہاں جو ظالم جابر ہو جو اس سے انکار کرے وہ خدا سے اور دور ہو جاتا ہے قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے ان کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سراسر رحمت و شفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ...... (فصلت: ۴۴) کہہ دے کہ یہ ایمان داروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کان بہرے ہیں اور کان بہرے ہیں اور ان کی نگاہوں پر پردہ ہے یہ تو دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں اور آیت میں ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ جہاں کوئی صورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟

سنو! ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پراگندگی بڑھتی جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں الغرض مؤمن اس پاک کتاب سے نفع اٹھاتا ہے اسے حفظ کرتا ہے اسے یاد کرتا ہے اس کا خیال رکھتا ہے بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اسے حفظ کرتے ہیں نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ نے اسے شفا اور رحمت صرف مؤمنوں کے لئے بنایا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو ○

خدا خوب جانتا ہے:

خیر و شر برائی بھلائی میں عموماً انسان کی جو عادت ہے اسے قرآن کریم بیان فرما رہا ہے مال عافیت فتح رزق نصرت تائید کشادگی اور آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے خدا سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچنے کی ہی نہیں خدا سے منہ پھیر لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت تکلیف دکھ درد آفت حادثہ پہنچا اور یہ ناامید ہوا سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی چھٹکارا راحت آرام ملنے کا

ہی نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (ہود: ۹ تا ۱۱) انسان کو راحتیں دے کر جہاں ہم نے واپس لے لیں کہ یہ محض مایوس اور ناشکرا بن گیا اور جہاں مصیبتوں سے ہم نے عافیتیں دیں پھول گیا گھمنڈ میں آ گیا اور اکڑنے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر اپنی طبیعت پر اپنی نیت پر اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں اس کا علم کہ فی الواقع راہ راست پر کون ہے صرف اللہ ہی کو ہے اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گو کاربند ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن خدا کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کیسی خطرناک تھی جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ...... بدلے کا وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے نیکی بدی کی تمیز اسی دن ہو گی سب کو بدلے ملیں گے خدا پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں (امتحاناً) آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے ○

روح کیا ہے؟

بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں کوئی کہنے لگا اچھا کوئی روکنے لگا کوئی کہنے لگا تمہیں اس سے کیا فائدہ؟ کوئی کہنے لگا شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو جانے دو ورنہ پوچھو آخر وہ آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت کی اس سے تو یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ پوری سورت مکی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ مکہ کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی ہو یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکے میں اترنا ہی معلوم ہوتا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتلاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں انہیں نے یہ سوال بتایا اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے تورات ہمیں ملی ہے اور جس کے پاس تورات ہو

[1] یہ جھوٹ نہیں تھے بلکہ بعض اہم مصالح کے پیش نظر آپ نے توریہ سے کام لیا جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ واقعہ کو اس طرح بیان کرنا کہ جھوٹ کا اس میں شائبہ بھی نہ ہو اور مخاطب حقیقت حال تک پہنچ نہ سکے۔ مثلاً آپ نے اپنی بیوی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ میری بہن ہیں بادشاہ سمجھا کہ حقیقی بہن ہے اور آپ کی مراد دینی بہن تھیں۔ اس کو توریہ کہتے ہیں لیکن کیونکہ نبی، اپنے ایسے اقدام کو بھی گناہ تصور کرتا ہے اس لیے گناہ جیسی ندامت اس پر مسلط رہتی ہے ۱۲

[2] یعنی اجازت کے بغیر ورنہ ظاہر ہے کہ مرا تو خدا کے حکم ہی سے ہو گا ۱۲

اسے بہت سی بھلائی مل گئی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا...... (کہف ۱۰۹) یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاہی مل جائے اور اس سے کلمات خداوندی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب ختم ہو جائے گی اور خدائی کلمات باقی رہ جائیں گے گو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھلائی لاؤ عکرمہ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترنا اور ان کے اس مکروہ قول پر دوسری آیت وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ...... کا اترنا بیان فرمایا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے اس میں شک نہیں کہ تورات کا علم جو جہنم سے بچانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن علم اللہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے امام محمد بن اسحق نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینے کے علمائے یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی انہوں نے کہا سنو! تم خود قرآن میں پڑھتے ہو کہ ہم کو تورات ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم خدا کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا علم دے رکھا ہے کہ تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور آیت اتری وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ.

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں اتری تھی آپ نے ان سے کچھ نہ فرمایا اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت اتری یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام خدا کی طرف سے یہ فرمان لائے ہیں وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر آیت: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ...... (بقرہ ۹۷) نازل ہوئی یعنی جبرائیل علیہ السلام کے دشمن کا دشمن خدا ہے اور ایسا شخص کافر ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے ایک حدیث میں ہے کہ خدا کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحٰنَكَ حَيْثُ كُنْتَ خدایا تو پاک ہے جہاں بھی ہے یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہے وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں خدا کی تسبیح کرتا ہے اس کی ہر ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ خدا کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے واللہ اعلم۔ سہیلی کی ایک روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انہیں نہیں دیکھتے پس وہ فرشتوں کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے پھر فرماتا ہے کہ انہیں جواب دے کر روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ خدا ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انہیں معلوم کرایا ہے خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آ رہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی پر سوار ہو رہے تھے اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر

اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضر نے فرمایا اے موسیٰ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی (اوکما قال) بقول سہیلی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال ضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا مراد یہ ہے کہ روح شریعت خدا میں سے ہے تمہیں اس میں نہ جانا چاہیے تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچاننے کی کوئی طبعی اور فلسفی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کر لو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا واللہ اعلم۔ پھر سہیلی نے اختلاف علما بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے جیسے کہ درخت کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بچے میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جس کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے انگور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ اصلی پانی اب اس صورت میں آیا اب اسے اصلی پانی نہیں کہا جا سکتا اسی طرح جسم کے اتصال کے بعد روح کو بھی روح نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جا سکتا یہ کہنا بھی بہ طور انجام کو پہنچانے کے ہے حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مدر کے اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کلام کیا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن نسدہ کی کتاب الروح ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لئے آپ کر ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر آپ کے رب ہی کی (یہ) رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بے شک آپ پر یہ بڑا افضل ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگر چہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے ○

آپ پر بھی بس رحمت ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام کی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ پاک کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل بے نظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام مثلیت سے نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے ابن اسحٰق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا سکتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا مدینے میں ان سے سابقہ پڑا واللہ اعلم۔ ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو ٹھکرا رہے ہیں اور خدا کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ﴿٩٠﴾ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿٩١﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿٩٢﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٣﴾

ع ۱۰

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لائیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں مگر پیغمبر ہوں اور کیا ہوں ○

احمقانہ مطالبات:

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دو شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور بنیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے بھئی کسی کو بھیج کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوالو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کرلو تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے خدا نے انہیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہی تشریف لائے قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ سنئے! آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تاکہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے بلوایا ہے واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو ہمارے دین کو برا کہتے ہو ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتلاتے ہو ہمارے معبودوں کر برا کہتے ہو تم نے ہم میں تفریق ڈال دی لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری منظور کرتے ہیں اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں یہ سب سن کر سردار رسل شفیع پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ سنو! بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنادوں اور ڈرادوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تمہاری سچی خیر خواہی کی تم اگر قبول کرلو گے تو دونوں جہان میں خوش نصیب ہو جاؤ گے اور اگر نامنظور کرو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرمادے (اوکما قال) اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں ہم سے زیادہ کم مالدار کوئی قوم نہیں ہم نے زیادہ کمزوری حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو ہی رسالت دے کر بھیجا ہے دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹالے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے ہمارے شہر کو وسعت ہو جائے اس میں نہریں چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو وہ ہم میں ایک بزرگ سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہہ دے گا ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آجائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے آپ نے فرمایا ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں میں تو خدا کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں تم قبول کرلو دونوں جہان میں خوش رہو گے نہ قبول کرو گے تو میں صبر

کروں گا اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمادے انہوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی لیجئے ہم خود آپ کے لئے تجویز ہی کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کر دے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے ہی باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوا لیجئے تا کہ خود آپ کی حالت تو سنور جائے بازاروں میں پھرنا چلنا ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا یہ تو چھوٹ جائے یہ بھی اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی خدا کے رسول ہیں اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر ونذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے انہوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرا دو تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کر دو ڈھیل نہ کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی سکھا جاتا ہے خدا کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں سنی ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات نہیں سنی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں یا آپ ہمیں تباہ کر دیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ایمان نہ لائیں گے پھر مجلس برخاست ہوئی عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا آپ کے ساتھ ہو لیا اور کہنے لگا یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے نامنظور کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انہیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا اب تو خدا کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک کہ آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہو گئے تھے آپ بڑے شوق سے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی تو بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ بات یہ ہے کہ ان کی یہ باتیں بہ طور کفر وعناد اور بہ طور نیچا دکھانے اور لاجواب کرنے کے تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کے لئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ معجزے دکھا دیتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں وہ عبرتناک سزا میں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کی قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود وسلام بہت بہت نازل فرمائے اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت: **وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ**...... (بنی اسرائیل: ۵۹) میں اور آیت: **وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ**...... (فرقان: ۷) میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں اور یہ سب ممکن ہیں لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے ہم نے ان نشانات کو روک رکھا ہے اور ان کفار کو ڈھیل

۔ے رکھی ہے اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم بنا رکھا ہے پس ان کا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں دریا ابل پڑے وغیرہ ظاہر ہے ان میں سے کوئی کام بھی اس قادر وقیوم خدا پر بھاری نہیں سب کچھ اس کی قدرت میں اور اس کے فرمان میں ہے لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ ازلی کافران معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے جیسے فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (یونس: ۹۶، ۹۷) یعنی جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ ایک المناک عذاب کا مشاہدہ کر لیں وَلَوْ اَنَّنَا...... میں فرمایا کہ اے نبی ان کی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیزیں کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت خداوندا ایمان لانے کے نہیں ان میں کے اکثر جہالت کے پتلے ہیں اپنے لئے دریا طلب کرنے کے بعد انہوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لئے باغات اور نہریں ہو جائیں پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی یہ تو آپ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انہوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ خدایا اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا لیکن چونکہ ہمارے حضرت رحمۃ للعالمین اور نبی التوبہ تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں ہلاکت سے بچا لے ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کر لیں توحید اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن امیہ جس نے آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائی تھیں وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے رضی اللہ عنہ۔ زُخْرُف سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں لفظ ذَهَب ہے کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے تو ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو راتوں رات ان کے سرہانے وہ پرچے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار کی بات ہے میں تو صرف پیغام خدا پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام خدا تمہیں پہنچا دیئے اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بطحا مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنا دوں؟ میں نے گذارش کی کہ نہیں خدایا میری تو یہ تمنا ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا رہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں بھوک میں تیری طرف جھکوں تضرع اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں بھرے پیٹ ہوں تو تیری حمد کروں تیرا شکر بجا لاؤں ترمذی میں بھی حدیث ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ

السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے ○

ہدایت:

اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر کر گئے کہ انہیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن سکتا ہے وہ اس پر سخت تر متعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے خداؤں سے بہکا رہے ہو اچھا لاؤ کوئی زبردست دلیل پیش کرو اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو اور انسانوں میں رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے نہ ان کی باتیں پوری طرح سوچ سمجھ سکتے انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں تم ان سے خلا ملا رکھ سکتے ہو ان کی عادات اور اطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو جیسے فرمان ہے :لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ...... (آل عمران: ۱۶۴) اور آیت میں ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ...... (توبہ: ۱۲۸) اور آیت میں ہے :كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ...... (بقرہ ۱۵۱) مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات خدا تمہیں پڑھ کر سنائیں تمہاری پاکیزگی کریں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے وہ تمہیں عالم بنا دیں پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہئے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں تمہیں میری شکر گزاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آبادی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے چونکہ تم خود انسان ہو ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے (کیونکہ) وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے ○

اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ خدا کی گواہی کافی ہے میں اس پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ آپ مجھ سے انتقام لے گا چنانچہ قرآن سورۃ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر غلط طور پر کوئی بات ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کا داہنا ہاتھ تھام کر ان کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام و احسان ہدایت و لطف کے

قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾

اور اللہ جس کو راہ پر لائے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلائیں گے پھر ان کا ٹھکانا (دوزخ) ہے وہ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے ○

جس کو چاہے وہ ہدایت دے:

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی دستگیری کر سکتا ہے اور اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت میں محشر کے مجمع میں لائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! اور قسمیں نہ کھاؤ صادق مصدق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی ایک چلنے اور دوڑنے والی ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کر دیں گے لوگوں نے کہ دو قسمیں تو سمجھ میں آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے آپ نے فرمایا سواریوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی یہ اس وقت نابینا ہوں گے بے زبان ہوں گے کچھ بھی نہ سن سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کیے جائیں گے دنیا میں حق سے بہرے اور اندھے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن سچ مچ کے اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے ان کا اصلی ٹھکانا ہر پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کر دی گئی جیسے فرمایا: فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا (نباء:۳۰) یعنی اب سزا برداشت کرو سوا عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ کی جائے گی۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا کُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے (قبروں سے) اٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبار پیدا کر دے اور ان کے لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرہ بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے ○

حیرت کا اظہار:

فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کی جس سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی قابل تھے وہ ہماری دلیلوں کو غلط جانتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہونے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا تو عقل تسلیم نہیں کرتی پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی دلیل یہ پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے زمین و آسمان کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلانمونہ پیدا کیا جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان وزمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے قدرت ہو جائے گا؟ کیا آسمان وزمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے وہ علیم ہے وہ قدرتوں والا ہے جس چیز کی نسبت فرما دے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کے لئے کافی وافی ہے وہ انہیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا یہاں کی قدرے تاخیر صرف اس وقت کو پورا کرنے کے لئے افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع

آپ فرما دیجیے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم اس کے خرچ کرنے کے اندیشہ سے ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا تنگ دل ○

تنگ دلی:

انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت خدا جیسی نہ کم ہونے والی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنا بخل اور تنگدلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصہ کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ دکھائیں پس یہ انسانی طبیعت ہے ہاں جو خدا کی طرف ہدایت کئے جائیں اور توفیق دیئے جائیں وہ اس بدخصلت سے نفرت کرتے ہیں وہ سخی اور دوسروں کا بھلا

کرنے والے ہوتے ہیں انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت بھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں...... ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں اس سے خدا کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ہاتھ پر ہیں دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے اور فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تم پر ضرور کسی نے جادو کر دیا ہے موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے کافی ذرائع ہیں اور میرے خیال ضرور تیری کم بختی کے دن آگئے ہیں پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب) تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم سب کو جمع کر کے لا حاضر کریں گے ○

نو نشانیاں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ایسے معجزے ملے جو آپ کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھے لکڑی' ہاتھ' قحط سالی' دریا' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور خون یہ تھیں تفصیل وار آیتیں محمد بن کعب کا قول ہے کہ یہ معجزے ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا' لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورہ اعراف میں ہے اور مال کا مٹ جانا اور پتھر ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ آپ کی لکڑی قحط سالیاں پھلوں کی کمی طوفان ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور خون ہیں یہ قول زیادہ ظاہر بہت صاف بہتر اور قوی ہے حسن بصریؒ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک سمجھ کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی بدعملی پر اڑے رہے باوجودیکہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے پچھلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے طلب کرتی ہے ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انہیں ایمان نصیب نہ ہوا آخرش ہلاک کر دیئے گئے اسی طرح

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بھی مطلوبہ معجزوں کے پورا ہو جانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاً تباہ و برباد کر دی جائے گی خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان وَاَلْقِ عَصَاكَ سے قَوْماً فٰسِقِیْنَ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورہ اعراف میں ہے ان کے علاوہ بھی اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر میں سے بارہ چشموں کا ظاہر ہو جانا یا بادل کا سایہ کرنا من وسلوٰی کا اترنا وغیرہ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونیوں نے نہیں دیکھے تھے یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر ہے جو فرعونیوں نے دیکھے تھے اور انہیں جھٹلایا تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چل تو ذرا اس نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا نبی نہ کہہ وہ سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی[1] اب دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو کسی جان کا ناحق قتل نہ کرو جادو نہ کرو سود نہ کھاؤ بے گناہ کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرا دو اور پاکدامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو اور اے یہودیو! یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے ممکن ہے نو کا شبہ تو آیات سے انہیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ توراۃ کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی چیزیں نہیں واللہ اعلم۔ اس لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ فرعون یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جیتی جاگتی دلیل ہے میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے خدا کی لعنت تجھ پر اترا چاہتی ہے تو مغلوب ہوگا اور تباہی کو پہنچے گا مَثْبُوْرٌ کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں۔

اذا جاری الشیطٰن فی سنن الغی ☆ ومن مال میله مثبور

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں عَلِمْتَ کی دوسری قرأت عَلِمْتُ تے کے زبر کے بدلے تے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت تے کے زبر سے ہی ہے اور اس معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرمایا ہے: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آ جاتا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانا...... الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نشانیوں کا ذکر ہوا ہے یہ عصا ہاتھ قحط سالی پھلوں کی کمی ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور خون تھیں جو فرعون اور اس کی قوم کے لئے خدا کی طرف سے دلیل و برہان تھا اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور خدا کے وجود پر دلائل تھے ان نشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں یہ وہم صرف عبداللہ بن

---

[1] یہ ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بے حد خوش ہو جائے گا ظالموں نے سمجھا تھا کہ آپ کا نبی ہونا ہمارے تسلیم کرنے پر ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں خواہ دنیا تسلیم کرے یا نہ کرے ۱۲

علہ روای حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا ہے اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے پس ہم نے خود اسے مچھلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا حالانکہ سورت مکیہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا جیسے قرآن نے آیت: وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ...... (بنی اسرائیل: ۷۶) میں بیان فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو غالب کیا اور مکے کا مالک بنا دیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ مکے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے علم و کرم سے کام لے کر مکے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرمادی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کے مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا تھا فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال زمین پھل کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا جیسے آیت: وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں بیان ہوا ہے یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے ہم تم سب کو جمع کر کے لائیں گے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَي النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی منانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور قرآن میں ہم نے جابجا فصل رکھا تا کہ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں تدریجاً اتارا ○

سچی کتاب:

ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا یہ سراسر حق ہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے اس کے تمام حکام اور نہی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے حق والے نے حق کے ساتھ اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک پہنچا نہ راستے میں کوئی باطل ملا نہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے یہ بالکل محفوظ ہے کمی زیادتی سے یکسر پاک ہے پوری طاقت والے امانت دار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں سردار ہے تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے وہاں سے تھوڑا تھوڑا متفرق واقعات کے مطابق تیس برس میں دنیا پر نازل ہوا اس کی دوسری قرأت فَرَّقْنَاهُ ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انہیں سنا دے۔ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے ○

ایمان لاؤ یا نہ لاؤ:

فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں جنہوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف و تبدیلی نہیں کی وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکر کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا۔

وہ لوگ اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں جانتے تھے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے غلط نہیں آج اس کو پورا ہوتا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں خشوع و خضوع فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑگڑاتے اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ایمان و تصدیق اور کلام خدا اور رسول خدا کی وجہ سے وہ ایمان و اسلام میں ہدایت و تقویٰ میں ڈر خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں یہ عطف صفت کا صفت پر ہے ذات کا ذات پر نہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں اور [illegible] نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور ان دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے اور کہہ دیجئے خوبیاں اسی اللہ پاک کے لئے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے ○

اسمائے حسنیٰ:

کفار خدا کی رحمت کی صفت کے منکر تھے اس کا نام رحمٰن نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری اپنے نفس کے لئے اس کام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ خدا کا نام اللہ ہو رحمٰن ہو اور بس ان کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں جس پاک نام سے

چاہو اس سے دعائیں کرو سورہ حشر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس نے بیان فرمائے ہیں ایک مشرک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدے کی حالت میں یارحمٰن یارحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحد ہیں دو خداؤں کو پکارتے ہیں اس پر یہ آیت اتری پھر فرماتا ہے اپنی نماز بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو اس آیت کے نزول کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ تھے جب صحابہ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرأت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو خدا کو رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکیں ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ آواز سے قرأت کیا کرو پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ پریشانی جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی کہ بھاگ کھڑے ہوتے اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپا کر بچ بچا کر کچھ سن لیتا لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا انہوں نے اسے سخت ایذا دینی شروع کی اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کریں تو وہ جو چھپے اور کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم اس لئے درمیانہ آواز سے قرأت کرنے کا حکم ہوا الغرض نماز کی قرأت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں پست آواز سے قرأت پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرأت پڑھا کرتے تھے پس حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے تو فرمایا گیا کہ یہ بہت اچھا ہے حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قدرے آواز بلند کرنے کو اور حضرت عمرؓ فاروق سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ثوری مالک سے وہ ہشام سے وہ عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو عیاض، حضرت مکحول، حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی ہے منقول ہے کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک اعرابی جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ خدایا مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریاکاری کرو نہ عمل چھوڑو یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ ناقص کر کے پڑھو اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے چیخ کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور کر دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ پوشیدگی کرتے تھے اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا ہے۔

اللہ کی حمد کرو جس میں تمام کمالات اور پاکیزگی کی صفتیں ہیں جس کے بہترین نام ہیں جو ہر قسم کے نقصانات سے پاک ہے اس کی اولاد نہیں اس کا شریک نہیں وہ واحد ہے احد ہے صمد ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کی جنس کا کوئی اور نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا وزیر مشیر کی اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر و مقتدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لاشریک لہ ہے نہ اس نے کسی سے بھائی بندی کی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے تو ہر وقت اس کی عظمت و جلالت کبریائی بڑائی و بزرگی بیان کرتا رہ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں تو ان سے اس کی ذات کی برأت اور پاکیزگی بیان کرتا رہ یہود و

نصاریٰ تو کہتے تھے کہ خدا کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ یعنی ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں لیکن وہ تیری ملکیت میں ہیں تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو خدا سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے آپ نے اس آیت کا نام آیت العزیعنی عزت والی آیت رکھا ہے بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت بری حالت میں ہے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماریوں اور نقصانات نے میری درگت کر رکھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں وظیفہ بتا دوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا افسوس میرا جاتا رہے گا اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہ کے مرتبہ کو کہاں سے پا سکتا ہے تو ان کے مقابلہ میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ یوں کہو: تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا...... میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گذرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا ابو ہریرہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے خدا کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائی تھے اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے اسے حافظ ابو یعلی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

سُوْرَۃُ الْکَھْفِ

اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر دس آیتوں کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ یہ سورت فتنہ دجال سے محفوظ رکھنے وا
مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا صحا
نے جو غور سے دیکھا تو انہیں سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھتے رہو یہ وہ سکینہ ہے جو خدا کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے صحیحین میں بھی
روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حضیرؓ تھے جیسے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورہ کہف
کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ فتنہ دجال سے بچالیا گیا ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے نسا
میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے مسند احمد میں ہے جو اس سورہ کہف کا اول آخر پڑھ لے اس کے لئے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہو
گا اور جو اس ساری سورت کو پڑھے اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے گا ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص
سورۂ کہف پڑھ لے گا اس کے پیر کے تلووں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہو گا اور دوسر
جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شبہ ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف
تک نورانیت ہو جاتی ہے مستدرک حاکم نے مرفوعاً روایت کیا ہے جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے دو جمعہ کے دن کے
درمیان تک نور کی روشنی رہتی بیہقی میں ہے کہ جس نے سورہ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن
نور ہو گا حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب المختارہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے
محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔

سُوْرَۃُ الْکَھْفِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّعَشْرُ اٰیٰتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

کُل رکوع: ۱۲ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — کُل آیات: ۱۱۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۝۱ قَیِّمًا
لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مّٰکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ۝۳ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ

...ہُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں ○

...اب ہدایت:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر کے شروع میں اور اس کے خاتمہ پر اپنی تعریف و حمد کرتا ہے ہر حال میں وہ قابل حمد اور ثنا اور سزاوار تعریف ہے اول و آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والاصفات ہے اس نے اپنے نبی کریم پر قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہت ...مت ہے جس سے تمام بندگان خدا اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں اس نے اس کتاب میں وہ مضامین ذکر کیے جن میں ...کجی کوئی کسر ہرگز نہیں صراط مستقیم کی رہبری واضح جلی صاف اور ظاہر ہے بدکاروں کو ڈرانے والی نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی ...ل سیدھی' مخالفوں و منکروں کو خوفناک عذاب کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اس کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت ...میں ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ ...ب اجر عظیم کی خوشخبری سناتی ہے جس ثواب کو ہمیشگی اور دوام ہے وہ جنت انہیں ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں ...ہیں بھی یہ عذاب سے آگاہ کرتا ہے جو خدا کی اولاد ٹھہراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے تھے بے علمی اور ...ت کے ساتھ منہ سے بول پڑے ہیں یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے کلمہ کا نصب تمیز کی بنا پر ہے تقدیر ...ت اس طرح ہے: كَبُرَتْ كَلِمَتُهُمْ هٰذِهٖ كَلِمَةً اور کہا گیا کہ یہ تعجب کے طور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے: اَعْظِمْ بِكَلِمَتِهِمْ كَلِمَةً ...کہا جاتا ہے: اَكْرِمْ بِزَيْدٍ رَجُلًا بعض بصریوں کا یہی قول ہے کہ بعض قاریوں نے اسے کلمۃ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے: عَظُمَ قَوْلُكَ ...وَ شَانُكَ جمہور کی قرأت پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی اور ان کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو بے محض ...دلیل ہے صرف کذب و افترا ہے اسی لئے فرمایا کہ جھوٹ بکتے ہیں اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن ...ث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینے کے یہودی علما کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان ...پاس انبیاء کا علم ہے ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینہ گئے احبار مدینہ سے ملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...حالات و اوصاف بیان کیے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتلاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ...ک فیصلہ کن بات بتلاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوال کرو اگر جواب دیں تو ان کے سچے ہونے میں شک نہیں بے شک وہ خدا کے نبی ...رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو ان سے پوچھو کہ پہلے زمانہ میں جو ...نوان چلے گئے تھے ان کا واقعہ بیان کرو وہ ایک عجیب واقعہ ہے پھر اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا

مشرق ومغرب ہو آیا تھا پھر روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتلا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتلا سکے تو وہ شخص جھوٹا
جو چاہو کرو یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا لو بھئی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انہوں نے بتلا دی ہے اب چلو
سے سوالات کریں چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تینوں سوالات کئے آپ نے فرمایا تم کل آؤ میں تمہیں جواب دوں گا لیکن
اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گذر گئے نہ آپ پر وحی آئی نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا اہل مکہ بہت خوش ہو
کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل کا وعدہ تھا آج پندرہواں دن ہے لیکن وہ بتلا نہیں سکے ادھر آپ کو دہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب
پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے سورہ کہف نازل ہوئی اسی میں انشاء ا
کہنے پر آپ کو متنبہ کیا گیا اور اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفً
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَ
لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

اور آپ جوان پر اتنا غم کھاتے ہیں سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان
دے دیں گے یعنی اتنا غم نہ کر کہ قریب ہلاکت کر دے ہم نے زمین کی چیزوں کو اس لئے باعث رونق بنایا تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش
کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے اور ہم زمین کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے ○

کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو راہ ہدایت پر لے آئیں گے؟

مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج وافسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر
جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو ایک اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو ایک جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان
نہ کرو یہاں فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان گھن میں نہ لگا لے اس قدر غم والم رنج وافسوس نہ کر نہ گھبرا نہ دل تنگ
کام کئے جا تبلیغ میں کوتاہی نہ کر راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے گمراہ اپنا برا کریں گے ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے پھر فرماتا ہے دنیا فا
اس کی زینت ختم ہونے والی ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میٹھی اور سبز رنگ
اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو بنی اسرائیل میں سب
فتنہ عورتوں کا ہی تھا یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جا
جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہو گی جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے
اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں زمین اور زمین پر
سب فنا ہونے والے ہیں اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں پس تو کچھ بھی ان سے سنے انہیں کیسے ہی حال میں
مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ ع ۱۴/۱۳

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے؟ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں دوستی کا سامان مہیا کر دیجئے سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم معلوم کر لیں ان دونوں گروہ میں کون سا فرد ان کی رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا ○

اصحاب کہف:

اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا ارشاد ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں آسمان زمین کی پیدائش رات کا انقلاب سورج چاند کی اطاعت گذاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ خدا کی قدرت بے اندازہ ہے وہ ہر پر قادر ہے اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات ود ہیں کتاب وسنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں حاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے رقیم یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام اس پہاڑ کا نام نجلوس بھی آیا ہے غار کا نام خیزدم کہا گیا ہے ان کے کتے کا نام حمران بتلایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سارے قرآن کو میں جانتا ہوں سو لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ م کتاب کا نام ہے یا اس بنا کا اور روایت میں آپ سے منقول ہے کہ وہ کتاب ہے سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب ف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا عبدالرحمٰن کہتے ہیں قرآن میں ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو ن کی تائید کرتے ہیں اور یہی ابن جریر کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح واللہ اعلم۔

یہ نوجوان اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انہیں دین سے نہ بہکا دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام ں اچھائی پیدا کر حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ خدایا جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر مسند میں ہے کہ سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے کہ خدایا ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے

عذابوں سے بچالے یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گذر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لے کر بازار سے خریدنے چلے جیسا کہ اس کی تفصیل آ رہی ہے یہ اس لئے کہ انہیں وہاں کتنی مدت گذری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے[1] اسے ہم بھی معلوم کر لیں امد کے معنی عدد یا گنتی کے ہیں اور کہا گیا کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں اسے غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان پر ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے ان کے دل اور مضبوط کر دیئے جبکہ وہ دین میں پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے بڑی ہی بے جابات کہی یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے اور ان معبودوں سے بھی مگر اللہ سے تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا ○

واقعہ کی تفصیل:

یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور راہ راست پر آ گئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہا تھا لیکن بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرأت سے مائل نہ ہوئے الا ماشاء اللہ کہتے ہیں کہ ان میں بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور حدیثوں

[1] دونوں گروہوں سے مراد ایک تو نوجوانان کہف کی پارٹی اور دوسرے بادشاہ وقت کی جماعت جس کو اس نیک نام جماعت کہف والوں کی ۱۲

ستدلال کر کے امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے اس میں مرتبے ہیں یہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے: وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى...... (محمد ۱۷) ہدایت والوں کی ہدایت بڑھ جاتی ہے......اور آیت میں ہے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا...... (توبہ ۱۲۴) اور جگہ ارشاد ہے: لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (فتح ۴) تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں ہیں مذکور ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے واللہ اعلم۔ لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے حالانکہ یہ بیان گذر چکا ہے کہ قریشیوں نے اپنے وفد کو مدینہ کے یہود کے علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کرلیں تو انہوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں اسی کا ذکر تھا اور انہیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انہوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت و آرام کو بھی تج دیا بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانہ کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا بڑا سرکش اور سخت آدمی تھا سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انہوں نے جب وہاں یہ تماشہ دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے عبادتیں اور ذبیحے صرف نام خدا پر ہونے چاہئے جو آسمان وزمین کا خالق و مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک کر کے یہاں سے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آگئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا حدیث شریف میں ہے کہ روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہیں انجان رہی ہیں یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے (بخاری و مسلم) عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتادوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کے نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بیزار ہے آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو! کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جبکہ آسمان وزمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا خدا کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب نیک خیال موحد آپس میں سچے دوست اور حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا اب انہوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں خدائے تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور ان کی شکایت کی بادشاہ نے ان سے پوچھا انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اہل دربار اور کل دنیا کو اس

کی دعوت دی دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا مالک و خالق ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کریں گے یہ نہایت ہی بیجا بات اور لغو حرکت اور ٹیڑھی راہ ہے۔ یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا اوروں کو پکارتی اور دوسروں کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے پس یہ ظالم اور کاذب ہیں کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی اور حق گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انہیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انہیں سخت سزا دوں گا اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انہوں نے قوم، دیس اور رشتے کنبے چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا یہی حکم بھی ہے کہ انسان دین کے خوف کے وقت ہجرت کر جائے حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہو جائیں جنہیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سہے اور اپنے دین کے بچاؤ کی خاطر بھاگتا پھرے پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی زیردستی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگلوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ اور جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوتی فرمادیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہو گی وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپالے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرمادے گا پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کی کھوہ میں چھپ رہے بادشاہ نے اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان کی جگہ کا راستہ غیر معلوم کر دیا۔

دیکھئے یہی بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا آپ معہ اپنے رفیق خاص یار غار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی تگ و دو میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی چھین لی آس پاس سے گذرتے تھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور انہیں دکھائی نہیں دیتے صدیق اکبرؓ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابو بکرؓ ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود خدا تعالیٰ ہے؟[1] قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا میں نے خود اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا[2] جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکینت اس پر نازل فرمائی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا اللہ عزت و حکمت والا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پالیا جب غار میں انہیں دیکھ لیا تو کہا بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہیں مر جائیں لیکن یہ قول زیادہ صحیح نہیں ہے قرآن کا فرمان ہے کہ صبح و شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

---

[1] یعنی میں اور تم اور تیسرا خدا تعالیٰ

[2] ایک آپ اور دوسرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۲

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾

اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائیں گے ○

عجائبات کہف:

یہ دلیل اس امر کی کہ اس غار کا رخ شمال میں ہے سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دو پہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال کے رخ سے جاتی ہے مشرقی جانب سے علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں جنہیں سورج چاند اور ستاروں کی رفتار کا علم ہے اگر غار کا دروازہ مشرقی رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب کے رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جا سکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔[1] فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ تَقْرِضُهُمْ کے معنی حضرت ابن عباسؓ نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتلا دیا ہے تاکہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتلایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے کوئی کہتا ہے نینوا کے پاس ہے کوئی کہتا ہے روم میں ہے کوئی کہتا ہے بلقاء میں اصل علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دیتا یا اپنے رسول کی زبانی بیان کرا دیتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتلا دی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرما دی اور اس کی جگہ نہیں بتلائی فرما دیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انہیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں انہیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے یہ خدا کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انہیں اس غار میں پہنچایا جہاں انہیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے ہوا بھی جائے چاندنا بھی رہے تاکہ نہ نیند میں خلل آئے نہ نقصان پہنچے فی الواقع خدا کی طرف سے یہ بھی کامل

[1] قرآن مجید غیر ضروری امور کی تفصیل کرنے کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس موقعہ پر اصحاب کہف کے غار، اس کا رخ، دھوپ کی آمد و رفت جس تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف کے زندہ رہنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا اہتمام بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ دھوپ ہوا وغیرہ زندگی کے لوازمات میں سے ہیں اس لیے ان چیزوں کا ذکر قدرے تفصیل سے ہوا تاکہ اصحاب کہف کی زندگی ثابت ہو ۱۲

نشان قدرت ہے ان نوجوانوں موحدوں کی ہدایت خود خدا نے کی تھی یہ راہ راست پا چکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انہیں گمراہ کر
اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی) داہنی اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی ○

قدرت کے نمونے:

یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انہیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آ
بند رکھتا ہے اور ایک آنکھ کھلی رکھتا ہے پھر اسے بند کر کے دوسری کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ینام باحدی مقلتیه ویتقی ☆ باخری الرزایا فهو یقظانٌ نائم

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو خدا نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ
جائے کروٹیں نہ گل جائیں اس لئے خدائے تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں ان کا کتا
بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہریدار کے بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے
باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں تصویر، کتا، جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا
اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلا
اللہ میں اس کا ذکر آیا کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا چونکہ وہ بھ
ان کے ہم مسلک تھے ان کے ساتھ ہجرت میں تھے ان کے پیچھے لگ گیا تھا واللہ اعلم۔

کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو بھیڑ اذبح ہوا اس کا نام جریر تھا حضرت سلیمان علیہ
السلام جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنفر تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے
پوجا شروع کی تھی اس کا نام یہموت تھا حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے حضرت حوا جدہ میں ابلیس دشت
بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔

ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے
نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے اور بلا دلیل زبا
کھولنا ہے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں کوئی جرأت کر

ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام وچین سے جب تک حکمت خدا مقتضی ہے سوتے رہیں۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

اور اسی طرح ہم نے ان کو جگایا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہو گے بعضوں نے کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے کیونکہ اگر وہ لوگ کہیں خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقے میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی ○

بعض مصالح اور حکمتیں:

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے تو بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف خدائے تعالیٰ کو ہی ہے[1] اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے بازار سے کچھ کھانے پینے کی چیز منگوانے کی تجویز کی دام ان کے پاس تھے جن میں سے کچھ راہ للہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے تو کہنے لگے اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا یعنی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے: وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی زکوٰۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو

[1] گویا کہ ایک مومن کی شان یہی ہے کہ جن امور میں اس کو تحقیقی علم نہیں ان میں رائے زنی سے گریز کرتا ہوا خدا تعالیٰ کی حقیقت واقعہ کے علم کو سونپ دیتا ہے قرآن مجید نے اس موقعہ پر ان کی گفتگو کا یہ حصہ خاص اسی مقصد سے سنایا ہے ۱۲

طیب وطاہر کر دیتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں الزرعَ اور جیسے شاعر کا قول ہے

قَبَائِلُنَا سَبْعٌ وَ اَنْتُمْ ثَلٰثَةٌ ☆ وَالسَّبْعُ اَزْكٰى مِنْ ثَلَاثٍ وَ اَطْيَبُ

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول حلال چیز کا لانا تھا خواہ وہ زیادہ ہو یا کم کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے آنے جانے اور سودا خرید نے میں ہوشیاری کام لے جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں دقیانوس آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر جاؤ یا یہ کہ وہ انہیں سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم ایمان سے دست بردار ہو گئے تو پھر کے یہاں کے نجات تمہارے لئے ناممکن ہو جائے گی۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے ○

قیامت یقینی:

ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تا کہ خدا کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں وہاں کے لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط ارواح دوبارہ اٹھیں گی جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حقیقت واضح کر دی اور عینی دلیل قائم کر دی مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز بھی نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گذر چکے تھے بستیاں بدل چکی تھیں صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گذرا ہے یہاں انقلابات زمانہ کے ہاتھوں حال ہی بدل گیا تھا جیسے کسی نے کہا ہے۔

اَمَّا الدِّیَارُ فَاِنَّھَا کَدِیَارِھِمْ ☆ وَاَرٰی رِجَالَ الْحَیِّ غَیْرَ رِجَالِہٖ

گھر گو انہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا ایک رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انہیں اور کوئی پہچانے تمام عام خاص اور ہی ہیں یہ اپنے دل میں حیران تھا دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعۃً کیا ہو گیا ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنون ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں لیکن کوئی بات ایسی بھی نظر نہ آتی تھی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا دکاندار نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اور اسے اپنے پڑوسی کو دیا کہ میاں دیکھنا یہ سکہ کیسا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا مجمع لگا کر کھڑے ہو گئے اور الٹے سیدھے سوالات شروع کر دیئے اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں کل شام کو میں یہاں سے گیا تھا یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی! یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر دوسری طرف یہ خود ششدر و حیران آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہو گئے کہ اچھا ہمیں اپنے ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھہرو میں پہلے انہیں جا کر خبر کر دوں ان کے الگ ہٹتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر بیخبری کے پردے ڈال دیئے انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ تعالیٰ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ مع بادشاہ کے گئے ان سے ملے سلام علیک ہوئی بغل گیر ہوئے یہ بادشاہ خود مسلمان تھا[1] اس کا نام تندومیس تھا اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے باتیں کیں پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیٹے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا رحمہم اللہ اجمعین واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے وہاں انہوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں آپ نے فرمایا تین سو سال گذر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر) پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انہیں انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا اسی طرح بالکل انوکھے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تا کہ انہیں خدا تعالیٰ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انہیں کوئی شک نہ رہے اس وقت وہ آپس میں مخالف تھے لڑ جھگڑ رہے تھے بعض قیامت کے قائل تھے بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا اب اس بستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے جنہیں مال و اقتدار حاصل تھا انہوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے اردگرد مسجد بنا لیں گے امام ابن جریر ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا واللہ اعلم لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ بات اور ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا جو انہوں نے کیا اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے اسی لئے حضرت

[1] یعنی اس دور کے صحیح مذہب پر قائم مسلمان رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں ۱۲

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب حضرت دانیال کی قبر عراق میں پائی گئی تو فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے اس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے دفن کر دیا جائے۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اور یہ لوگ بلا تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے ان کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں سرسری بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھے ○

بیکار بحثیں:

لوگ اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں کچھ کا کچھ کہا کرتے تھے تین قسم کے لوگ تھے چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی دو پہلے کے اقوال کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تکئے ہیں بے نشانے کے پتھر ہیں کہ کہیں لگ جائیں تو کمال نہیں نہ لگیں تو زوال نہیں ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور واقع میں یوں ہی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم خدا کی طرف اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں انہی میں سے ہوں میں جانتا ہوں وہ سات تھے حضرت عطا خراسانی کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا ان میں بعض تو بہت ہی کم عمر تھے عنفوان شباب میں تھے یہ لوگ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے منقول ہے کہ یہ نو تھے ان میں جو سب سے بڑے تھے ان کا نام کمسلمین[1] تھا اسی نے بادشاہ سے باتیں کی تھیں اور اسے خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی باقی کے نام یہ ہیں: فحشلمین' تلمیحہ' کشطونس' بیرونس' دنیموس' بطونس اور قابوس۔ ہاں ابن عباسؓ کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے شعیب جبائی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم۔ ان میں کی بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں پھر اپنے نبی سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عموماً وہ اپنے ہی سے جوڑ کر کہتے ہیں کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور خدائے تعالیٰ نے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان فرمایا ہے یہ جھوٹ سے پاک ہے شک وشبہ سے دور ہے

[1] لیکن یہ بھی محض ایک ظنی بات ہے ۱۲

ایمان ویقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓي اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے ○

ادب تنبیہ:
اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ جس کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ کل کروں گا بلکہ اس کے ساتھ انشاءاللہ کہہ دیا کرو[1] کیونکہ کل کیا ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے اس کی مدد طلب کرلیا کرو صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی نوے بیویاں تھیں ایک روایت میں ہے سو تھیں ایک میں ہے بہتر تھیں تو آپ نے ایک بار کہا آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو بچہ ہوگا تو وہ راہ خدا میں جہاد کریں گے اس وقت فرشتے نے کہا کہ انشاءاللہ کہہ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اپنے ارادہ کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر بجز ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدھے جسم کا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاءاللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہوتی اور یہ سب بچے جوان ہو کر راہ خدا میں مجاہد بنتے۔

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا انشاءاللہ نہ کہا اس بنا پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کی شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جائے تب اپنے رب کو یاد کر یعنی[2] انشاءاللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر حضرت ابن عباسؓ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی انشاءاللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گذر چکا ہو مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں انشاءاللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس پر قسم کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار ہے یہی مطلب ہے اس قول کا جو امام ابن جریرؒ نے فرمایا ہے اور یہی قول ٹھیک ہے اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ مراد انشاءاللہ کہنا

[1] مطلب یہ ہے کہ ہر آئندہ لحہ میں کرنے والے کام کو خدا تعالیٰ ہی کے قوت اور توفیق پر موقوف سمجھو آیت میں بظاہر لفظ غد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اگلے لحہ میں کام کرنے والا ہے تو وہ انشاءاللہ نہ کہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ غد کا مطلق مطلب زمانہ آئندہ ہے آنے والی کل ہی مراد نہیں ۱۲

[2] مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ قصداً بھول اور پھر یاد کر کے انشاء کہہ بلکہ مطلب یہی ہے کہ اتفاقاً کبھی ایسا ہو کہ تم بھول جاؤ تو یاد آنے پر یہ کلمہ ضرور کہہ لو گویا کہ اس کلمہ کا اہتمام اس درجہ رکھو کہ بھول لینے پر بھی دوبارہ کہہ لو ۱۲

بھول جانا ہے اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی اگر اپنی قسم ساتھ ہی متصل طور پر انشاء اللہ کہے تو معتبر ہے یہ بھی ایک مطلب ہے کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر خدا یاد کا ذریعہ ہے پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو اللہ سے دریافت کیا کر اور اس کی طرف توجہ کرتا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھاوے اور بھی اقوال اس میں ہیں۔ واللہ اعلم

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو خوب جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے ○

اصحاب کہف کی مدت قیام:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانہ میں گذاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی فی الواقع شمسی اور قمری سال میں ہر سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے اسی لئے تین سو سال الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور نہ خدا نے تجھے واقف کیا ہو تو آگے نہ بڑھ بلکہ ایسے امور میں یہ جواب دیا کر کہ اللہ تعالیٰ ہی کو صحیح علم ہے آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ جو بات بتادے وہ جان لیتا ہے قتادہ کہتے ہیں یہ قول کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اہل کتاب کا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے حضرت عبداللہؓ سے بھی اس معنی کی قرأت منقول ہے لیکن قتادہ کا یہ قول غور طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمسی سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں تین سو نو ان کا قول نقل ہوتا تو پھر خدائے تعالیٰ یہ نہ فرماتا اور نو سال زیادہ کئے بظاہر تو یہی ٹھیک ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے یہی اختیار امام ابن جریر کا ہے قتادہ کی روایت اور ابن مسعودؓ کی قرأت دونوں منقطع ہیں پھر شاذ بھی ہیں جمہور کی قرأت وہی ہے جو قرآن میں ہے پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے اور ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس سے مخفی نہیں کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں سب کے عمل دیکھ رہا ہے سب کی باتیں سن رہا ہے خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے کوئی اس کے فرمان کو روک نہیں سکتا کوئی اس کا وزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے ان تمام نقصانات سے

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعے سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں) کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیاوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے ○

وحی الٰہی کی نشر واشاعت:

اللہ تعالیٰ کریم اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے نہ اِدھر اُدھر کر سکے سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچنے کی کوئی صورت نہیں جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا لوگوں کے شر سے خدا تجھے بچائے رکھے گا[۱] اور آیت میں ہے: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ...... (قصص: ۸۵) یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا[۲] اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی تسبیح حمد بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح وشام یاد خدا میں لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رذیل ہوں خواہ شریف خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلال' عمار' صہیب' خباب' ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا جیسے اور آیت میں ہے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ...... (انعام: ۵۲) یعنی صبح وشام یاد خدا کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص' ابن مسعود' قبیلہ ہذیل کا ایک شخص بلال اور دو آدمی اور اتنے میں معزز مشرکین آئے کہنے لگے انہیں اپنی مجلس میں اس جرأت کے ساتھ نہ بیٹھنے دو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور صلی

[۱] کیونکہ وحی الٰہی، اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی اشاعتی راہ میں سینکڑوں رکاوٹیں، ہزار ہا دشمن اور لاکھوں مواقع تھے جان کا خطرہ، عزت کا اندیشہ، آبرو کا خوف سب ہی کچھ تھا اس لیے حفاظت کا وعدہ بروقت اور بہت مناسب ہے ۱۲

[۲] کہ تمام منصبی فرائض کی ادائیگی صحیح طور پر ہوتی یا نہیں؟ ۱۲

اللہ علیہ وسلم کے جی میں کیا آیا؟ جو اسی وقت آیت: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ...... اتری مسند احمد میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہ خاموش ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بیان کئے چلے جاؤ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے اور نماز عصر کے سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کا آزاد کرنا زیادہ پسند ہے گو وہ غلام اولاد اسمٰعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گو ان میں سے ایک ایک کی دیت بارہ ہزار کیوں نہ ہو جس کی مجموعی قیمت چھیانوے ہزار کی ہوئی بعض لوگ چار غلام بتلاتے ہیں لیکن حضرت انسؓ فرماتے ہیں واللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ غلام فرمائے ہیں بزار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے ایک صاحب سورہ کہف کی قرأت کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روکے رکھنے کا مجھے حکم الٰہی ہوا ہے اور روایت میں ہے کہ یا تو سورہ حج کی تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو نیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل دی گئیں طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی گھر میں تھے اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے کھالیں خشک تھیں بہ مشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں ان یاد خدا کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں جو عبادت سے دور ہیں جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال برے ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا ان کی نعمتیں للچائی نظروں سے نہ دیکھنا جیسے فرمان ہے: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ...... ہم نے انہیں جو دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے تو حریص نگاہوں سے انہیں نہ دیکھنا[1] دراصل تیرے رب کے پاس روزی بہتر اور بہت باقی ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

اور کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی تناتیں اس کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں

[1] عبرت کی نظر سے دیکھو تو کیا مضائقہ ہے

گے تو ایسے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا منہ کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہے ○

ب تم جو چاہو کرو:

جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق وصداقت اور سچائی ہے شک وشبہ سے بالکل خالی اب جس کا جی چاہے مانے ہے نہ مانے نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم کی تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے حدیث میں کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں اور روایت میں سمندر بھی جہنم ہے پس اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤ جب تک بھی زندہ ہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے ں کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو حضرت بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا ب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا مہل کی مشابہت اس میں ہے جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ جہنمی بھی سیاہ ہیں ں سیاہ رنگ بدبودار غلیظ گندگی سخت گرم چیز ہے چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ کو جلا دیتی ہے مسند احمد میں ہے کافر منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی قرآن میں ہے کہ ان کو پیپ پلائی جائے گی بہ مشکل ان کے ن سے اترے گی چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے شور وغل پر یہ پانی کو دیا جائے گا بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کا پہچاننے ا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون لے گا ہائے کیا برا پانی ہے ان کو وہ گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا سخت گرم بہتے ہوئے نالے سے انہیں پانی پلایا ئے گا ان کا ٹھکانہ ان کی منزل ان کا گھر ان کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے جیسے اور آیت میں ہے: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا رقان: ۶۶) وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (پس) ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے

! عبرت کی نظر سے دیکھو تو کیا مضائقہ ہے

جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے ○

حسن عمل اچھا نتیجہ:

اوپر بدکاروں اور بدعملوں کا حال اور قال بیان فرمایا اب نیکوں کا آغاز وانجام بیان ہو رہا ہے جو خدا رسول اور کتاب کے ما۔۔۔ والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے دائمی جنتیں ہیں ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں انہ۔۔۔ زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا۔ بآرام شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گی تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چارزانو بیٹھنے کا نام بھی اتکاء ہے ممک۔۔۔ ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے میں اتکا کر کے کھاتا نہیں کھاتا اس میں بھی یہی دو قول ہیں ارآئک جمع ہے اریکہ کی تخ۔۔۔ چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ انہیں بری سزا اور بری جگہ ہے۔ سورہ فرقان میں بھی انہی دونوں گروہوں کا اسی طرح مقابلہ بیان ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝۳۵ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۳۶

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے اور ان دونوں (باغوں) کے گرد درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان میں کھیتی بھی لگا رکھی (اور) دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ساتھی ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے اور اپنے اوپر جرم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا تو خیال نہیں کہ یہ باغ (میری مدت حیات میں) کبھی بھی برباد ہو اور میں قیامت کے دن کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی ○

ایک واقعہ:

چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا انگوروں کے باغ اردگرد کھجوروں کے درخت درمیان میں کھیتی درخت پھلے ہوئے بیلیں ہری کھیتی سبز پھل پھول بھرپور نقصان کسی قسم کا نہیں ادھر ادھر نہریں جاری اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود مالدار شخص اس کی دوسری قرأت ثُمُرٌ کی جیسے خَشَبَۃٌ کی جمع خُشُبٌ الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر وغرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری عزت واولاد میں جاہ وحشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر وغرور انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا اس قدر مست تھا کہ اس کی زبان سے بے اختیار نہ نکلا کہ ممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ پھلدار درخت یہ جاری نہریں یہ سرسبز بیلیں کبھی فنا ہو جائیں حقیقت میں یہی اس کی کم عقلی اور بے ایمانی اور دنیا کی مستی اور خدا کے ساتھ کفر کی وجہ تھی اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال ومتاع کیسے دیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا جیسے اور آیت میں ہے: وَلَئِن رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اِنَّ لِیۡ عِنۡدَہٗ لَلۡحُسۡنٰی (حم سجدہ: ۵۰) اگر میں لوٹایا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہوگی اور آیت میں ارشاد ہے: اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوۡتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا (مریم: ۷۷) یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو کرتا رہا ہے ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بکثرت مال واولاد ملے گی یہ خدا کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ خالی پر باتیں بناتا ہے اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقعہ پر آئے گا ان شاء اللہ۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

اس سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ غریب اور دیندار تھا) جواب کے طور کہا کہ کیا تو اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح وسالم آدمی بنایا لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

وہی ہوتا ہے اور بغیر اللہ خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی بالکل اندر (زمین میں) اتر کر خشک ہو جائے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے ○

مومن کی تنبیہ:

اس کافر مالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اسنے وعظ و پند کی ایمان و یقین کی ہدایت اور گمراہی اور غرور سے اس بدبخت کو ہٹانا چاہا فرمایا کہ تو خدا کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی ملے جلے پانی سے جاری رکھی جیسے آیت: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ...... میں ہے کہ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم مردہ تھے اس تمہیں زندہ کیا تم اس کی ذات کا اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کے اس کی قدرتوں بے شمار نمونے خود تم میں اور موجود ہیں کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موجود کر دیا وہ خود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا۔ اللہ نے کا وجود پیدا کیا پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے میں تو تیرے مقابلہ میں کھلے الفاظ میں رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ شرک کرنا ناپسند کرتا ہوں پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلا کے لئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میووں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو خدا کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں ماشاء اللہ الا باللہ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے[1] یعلی موصلی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس بندے پر خدا اپنی کوئی نعمت عطا فرمائے اہل و عیال ہوں دولت مندی ہو ہوں پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی بجز موت کے پھر آپ اس آیت کی تاویل کرتے حافظ ابو الفتح کہتے ہیں حدیث صحیح نہیں مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتلا دوں؟ وہ خزانہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور سونپ دیا[2] حضرت ابو ہریرہؓ سے پھر پوچھا گیا تو آ نے فرمایا صرف لاحول...... نہیں بلکہ وہ جو سورہ کہف میں ہے یعنی مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سمجھتا ہے تباہ کرد آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے تمام کھیت اور باغ برباد ہو جائے سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کبھی یہاں کوئی چیز اگی ہی نہیں تھی یا اس کی نہروں کا پانی خشک کر دے غور مصدر ہے معنی میں ''غائر'' کے بطور مبالغہ کے لایا گیا ہے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

[1] اور عام طور پر بھی جب کوئی چیز پسند آئے تو یہ پڑھ لینا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں حسن و خوبی، کمال و جمال خدا ہی کا عطیہ ہے انسانوں نعمتیں اشیا کو حسن بخشنے سے عاجز ہیں ۱۲

[2] یعنی جس نے یہ کلمہ کہا تو گویا کہ اس نے خدا تعالیٰ کی بے پناہ قدرت کا اعتراف کر لیا اور خود کو ایک ناتوان و عاجز کی حیثیت سے خدا ہی کے سپرد کر دیا ۱۲

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع

اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آ گھیرا پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا ایسے موقعہ پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے ○

عذاب' خدا کا عذاب:

اس کا کل مال کل پھل غارت ہو گئے وہ مومن اسے جس بات سے ڈرا رہا تھا وہی ہو کر رہی اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش میں خدا کے ساتھ شرک نہ کرتا جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا فرزند قبیلہ سب رہ گیا فخر و غرور سب ڈھے گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی بعض لوگ هُنَالِكَ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا اور بعض مُنْتَصِرًا پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتدا کرتے ہیں وَلَايَةُ کی دوسری قرأت وِلَايَةُ بھی ہے پہلی قرأت پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن و کافر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنیوالا ہے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں عذاب کے وقت کوئی بھی بجز اس کے کام نہیں آ سکتا جیسے فرمان: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ...... (مؤمن ۸۴) یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم شریک خدا ٹھہرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل بھی ہوتا ہوں اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا واو کے کسرہ کی قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لئے ہے: لِلّٰهِ الْحَقِّ کی دوسری قرأت قاف کے پیش سے بھی ہے کیونکہ یہ الْوَلَايَةُ کی صفت ہے جیسے فرمان ہے: اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ِۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ...... (فرقان ۲۶) میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی جیسے اور آیت میں ہے: ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ...... (انعام ۶۲) اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کے لئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالح باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں ○

دُنیا کی مثال:

دنیا اپنے زوال اور فنا خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتا ہے اور ہزار پودے لہلہانے لگتے ہیں تروتازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گذرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انہیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں اس حالت پر جو قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورہ یونس کی آیت: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا...... (یونس:۲۴) اور جیسے سورہ زمر کی: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً...... (زمر:۲۱) میں اور جیسے سورہ حدید کی آیت: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ...... (حدید:۲۰) صحیح حدیث میں بھی ہے دنیا سبز رنگ میٹھی ہے...... پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں جیسے فرمایا ہے: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ...... انسان کے لئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں، بیٹے، خزانے وغیرہ مزین کردی گئی ہیں اور آیت میں ہے: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے مال تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے یعنی اس کی طرف جھکنا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر اور لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے جو موذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک کے گناہ معاف یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئی نیکیاں اب اے عثمان آپ بتلائیے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟[1] آپ نے فرمایا سبحان اللہ و الحمدللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حضرت سعید ابن میسب فرماتے ہیں باقیات صالحات یہ ہیں سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ حضرت سعید ابن میسب نے اپنے شاگرد عمارہؒ سے پوچھا کہ بتلاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ آپ نے فرمایا تم صحیح جواب نہیں دیا

[1] ظاہر ہے کہ گناہوں کے دور ہونے کے بعد اب تو نیک اعمال کے بقاء ہی کی بحث ہوگی اس لیے کہ گناہ تو نیکیوں سے ڈھل چکے اب نیک اعمال پس انداز بھی ہوں تو وہ پس انداز ہونے والے اچھے اعمال کیا ہیں جو وقت پر کام آئیں گے سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کو بتادیا ۱۲

انہوں نے کہا زکوۃ اور حج فرمایا اب بھی جواب ٹھیک نہیں ہوا سنو! وہ پانچ کلمے ہیں لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ و الحمد للہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔[1] حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا آپ نے بجز الحمدللہ کے اور چار کلمات بتائے ہیں حضرت مجاہد بجز لاحول ..... کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں حسنؒ اور قتادہؒ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں ابن جریر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر یہ ہیں باقیات صالحات حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں باقیات صالحات کی کثرت کرو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت پوچھا گیا وہ کیا ہے یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح اور الحمدللہ اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ (احمد) سالم بن عبداللہ کے مولیٰ عبداللہ ابن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ نے محمد بن کعب قرظی کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انہوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوئی تو سالم نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظی نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمہ کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال و جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمہ سے انکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے کہا سنو! میں نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے سنا ہے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں انہوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگالیں اس کی مٹی پاک ہے اس کی زمین کشادہ ہے میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: لا حول و لا قوۃ الا باللہ بکثرت پڑھیں مسند احمد میں نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے پھر آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کرلیں ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے جو ان کے جھوٹ کو سچا کر کے دکھائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں اور جو ان کے جھوٹ کو نہ سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں لوگو سن لو: سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر یہ باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں مسند میں ہے آپ نے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کی ترازو میں بے حد وزنی ہیں لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر و سبحان اللہ و الحمد للہ اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ صبر اور طلب اجر کرے واہ واہ پانچ چیزیں ہیں جو ان کا یقین رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے وہ قطعاً جنتی ہے اللہ پر قیامت کے دن پر جنت دوزخ پر مرنے کے بعد جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں حسان بن عطیہ کہتے ہیں میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو! اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے۔[2] بجز اس ایک

---

[1] خدا کی توحید، عظمت باری تمام عیوب سے تنزیہ اس کی نعمتوں پر شکر یہ اس کو قادر علی الاطلاق یقین کرنا اسلام کا حاصل ہے اور مسلمان کا سرمایہ زندگی۔

[2] یعنی آخرت میں جو میرے لیے مصیبت کا باعث بنیں گے کیونکہ منہ سے نکلا ہوا ایک بھی کلمہ اور جوارح سے صادر ہونے والا ایک بھی برا عمل مواخذہ اور محاسبہ کی زد سے بچ نہیں سکتا ۱۲

کلمہ کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں تم اس وقت ان کلمات کو بکثرت پڑھا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَ اَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے حق پسند دل اور راست گو زبان عطا فرما تیرے علم میں جو بھلائی ہے میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو بے شک غیب دان تو ہی ہے حضرت سعد بن عبادہ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا پہاڑ پر چڑھا پھر اترا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اسلام قبول کر کے آپ نے مجھے سورہ قل ھو اللہ احد اور سورہ اذازلزلت سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر فرمایا یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں اس سند سے روایت ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کلی کرے پھر سو بار سبحان اللہ و الحمدللہ اللہ اکبر لا الہ الااللہ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل خون کے جو معاف نہیں ہوتا ابن عباسؓ فرماتے ہیں باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور لا الہ الااللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ و الحمد للہ تبارك اللہ و لا حول و لا قوة الا باللہ و استغفر اللہ و صلی اللہ علی رسول اللہ ہے اور روزہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین میں رہیں ملتا رہتا ہے فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں امام ابن جریرؒ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰھَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر

دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے دیکھو تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم ہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹ گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا ○

اور وہ دن:

اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جو تعجب خیز بڑے بڑے واقعات اس دن پیش آئیں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا' پہاڑ اُڑ جائیں گے گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی نشیب و فراز باقی نہ رہے گا نہ اس میں کوئی مکان ہوگا نہ چھپر' ساری مخلوق بغیر آڑ کے خدا کے بالکل سامنے روبرو ہوگی کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی کوئی درخت' پتھر' گھاس پھونس دکھائی نہ دے گا تمام اول و آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی چھوٹا بڑا وغیرہ حاضر نہ ہوگا تمام اگلے پچھلے اس دن جمع کئے جائیں گے اس دن سب لوگ حاضر ہوں گے اور سب موجود ہوں گے تمام لوگ خدا کے سامنے صف بستہ ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہونگے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ ہوگی بجز اس کے جنہیں خدائے رحمن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہوگی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کیا اس سے پہلے تو تم اسکے قائل نہ تھے نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل لکھا ہوگا اپنی بداعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف زدہ و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی افسوس بدکرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں طبرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل کی ہم سے فرمایا جاؤ جسے کوئی لکڑی کوئی گھاس پھنس جو مل جائے لے آؤ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے چھپٹیاں' چھول لکڑی' پتے' کانٹے' درخت' جھاڑ جھنکار جو ملا لے آئے ڈھیر لگ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس نے کسی کی کی ہوگی اسے موجود پائے گا جیسے آیت: يَوْمَ تَجِدُ...... (آل عمران ۳۰) اور آیت: يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ (قیامہ ۱۳) اور آیت: يَوْمَ تُبْلَى...... میں ہے تمام چھپی ہوئی چیزیں کھل پڑیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بدعہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اس کی بدعہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے گی اور حدیث میں ہے کہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں کی بدعہدی ہے تیرا رب ایسا نہیں کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگذر کرنا معاف فرما دینا یہ اس کی صفت ہے ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت عدل و انصاف سے وہ سزا بھی دیتا ہے جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے گی پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا تمام مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ ایک ذرّے کے برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا نیکیوں کو بڑھاتا ہے گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے عدل کی ترازو اس دن سامنے ہوگی کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہوگی......

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا سامان کس کر سفر کیا مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیسؓ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ؟ میں کہا جی ہاں یہ سنتے ہی وہ جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا ننگے بدن بے ختنہ بے سروسامان کچھ انہیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلے دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک کہ اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو کسی جہنمی پر ہے میں نہ دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی کا ہو ہم نے کہا حضور یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں ننگے بدن بے مال واسباب ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ وار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوا دیا جائے گا اس کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں جو ہم نے بالتفصیل آیت: نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ (انبیاء: ۴۷) کی تفسیر میں اور آیت: اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا...... (انعام: ۳۸) کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰

اور جب کہ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے ○

قصہ آدم و ابلیس:

بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہئے خدا کے احسان واکرام اس کے لطف وکرم کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تشریف، تعظیم اور تکریم ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا سب نے حکم

برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بداصل تھا آگ سے پیدا شدہ تھا اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ابلیس شعلے مانے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آ جاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی ٹپکتا ہے گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا انہی کی مشابہت کرتا تھا اور خدا کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی آ گیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور صاف انکار کر بیٹھا اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں۔

یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھے فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کئے گئے تھے اس کا نام حارث تھا جنت کا داروغہ تھا اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا جنتوں کا داروغہ تھا آسمان دنیا کا بادشاہ تھا زمین کا سلطان تھا اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آ گیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے زیادہ شریف ہے وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا بربنائے تکبر صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی مدنی بصری کوفی۔ یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن رہتا تھا زمین پر سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے مغرور ہو گیا تھا اس کے قبیلے کا جن تھا آسمان و زمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا رب کی نافرمانی سے غضب میں آ گیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہونا چاہئے کہتے ہیں یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار موجود ہیں لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیلی ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گذر جائیں اللہ ہی کو ان کا صحیح حال معلوم ہے ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی و وافی ہے ہمیں اگلی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم ان سے بے نیاز ہیں اس لئے کہ وہ تبدل و ترمیم کمی و بیشی سے خالی نہیں بہت سی غلط چیزیں ان میں داخل ہو گئی ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں کھرا کھوٹا پرکھ لیں زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ گلنے دیں جیسے کہ خدائے رحمٰن نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز حفاظ پیدا کئے ہیں جنہوں نے حدیثوں کو جمع کیا تحریر کیا صحیح حسن ضعیف منکر متروک موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا گھڑنے والوں بنانے والوں جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تا کہ ختم المرسلین سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور تبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و رضامندی اونازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین آمین۔ اللہ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

الغرض ابلیس اطاعت خدا سے نکل گیا پس تمہیں چاہئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورہ یٰسین میں قیامت کا اس کی ہولناکیوں کا اور نیک و بد لوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ......۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

میں نے ان کو نہ آسمان اور زمین پیدا کرنے کے وقت بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو بالخصوص) گمراہ کرنے والوں کو اپنا (دوست و) بازو بناتا ○

کسی سے امداد نہیں لی:

جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اولیا بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں کسی چیز کی ملکیت انہیں نہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انہیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے تمام چیزوں کو صرف میں نے پیدا کیا ہے سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے میرا کوئی شریک وزیر مشیر نظیر نہیں جیسے اور آیت میں فرمایا: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ...... (سبا: ۲۲) جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو سوا خدا کے پکار کر دیکھ لو یاد رکھو ان کو آسمان و زمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات نہیں نہ ان کی ان میں کوئی شرکت ہے نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے جب تک خدا کی اجازت نہ ہو جائے...... مجھے یہ لائق نہیں نہ اس کی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو اور مددگار بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرمادے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے ○

آہ و بکا لیکن بے کار:

تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنہیں تم دنیا میں پکارتے تھے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچا لیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے:

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی...... (انعام ۹۴) ہم تمہیں تنہا تنہا اسی طرح لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا تم وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک خدا ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تم میں ان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے...... اور آیت میں ہے: وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ...... (قصص ۶۴) کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے...... اسی مضمون کو آیت وَمَنْ اَضَلُّ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے سورہ مریم میں ارشاد ہے کہ انہوں نے اپنی عزت کے لئے خدا کے سوا اور بہت سے معبود بنا رکھے ہیں لیکن ایسا ہونے کا نہیں وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے ان میں اور ان کے معبودان باطل میں آڑ حجاب اور ہلاکت کا گڑھا ہم بنا دیں گے تا کہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں نیک راہ اور گم راہ الگ الگ رہیں جہنم کی یہ وادی انہیں آپس میں نہ ملنے دے گی کہتے ہیں یہ وادی پیپ کی ہوگی ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے عبداللہ بن عمروؓ نے کہا ہے مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آڑ کر دیں گے جیسے آیت: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (روم ۱۴) اور آیت: يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ...... (روم ۴۳) اور آیت: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ...... اور آیت: يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (انعام ۲۲) وغیرہ میں ہے یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی ہر ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے بغیر داخلہ صرف تصور ہی سے بہت زیادہ رنج و غم اور مصیبت و الم شروع ہو جائے گا عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھرتھری میں رہے گا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور اس کا کلیجہ اس کے قابو سے باہر ہوگا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے ○

ہر طرح کی کوشش:

انسانوں کے لئے ہم نے اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب خوب کھول کھول کر دیا ہے تا کہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باوجود اس بیان کے اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بٹھاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے

ہوئے جارہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور لوگوں کے لئے بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ) کی مغفرت مانگنے سے اور امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں (وغیرہ) کا سا معاملہ ان کے ساتھ پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) کے سامنے آ کھڑا ہو اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو بچلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا تھا ○

پہلوں کا طریقہ:

اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کو قبول کرنے سے رکے ہیں چاہتے ہیں کہ خدا کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لا سکتا ہو لے آ۔ قریش نے بھی کہا خدایا اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی ہم تو تجھے مجنون جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا وغیرہ وغیرہ پس عذاب خدا کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معائنہ کے درپے رہتے ہیں رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرا دینا ہے کافر لوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہونے کی حق ان کی باطل باتوں سے دبنے کا نہیں یہ میری آیتوں اور ڈرانے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی سرکشی میں بڑھ رہے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ

دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اس وجہ سے اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں تو ایسی حالت میں ہرگز بھی راہ پر نہ آویں اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے اور یہ بستیاں (جن کے قصے مشہور و مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی ان کے باشندوں نے) شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا○

آیات سے اعراض:

فی الحقیقت اس سے بڑھ کر گنہگار کون ہے جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بدعملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی تھیں انہیں بھی فراموش کر جائے اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی اب لاکھ ہدایت کرو لیکن راہ پانی مشکل و محال ہے اے نبی! تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلد ہی کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں یاد رکھو وہ سخت عذاب والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے پردہ پوشی ہے تاکہ گمراہی والے راہ راست پر آ جائیں گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جما رہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش مٹا دی گئیں ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں پس اے مشرکو تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل نبی اعظم کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم طاقت قوت میں سامان اسباب میں بہت کم ہو میرے عذاب ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

اور وقت یاد کرو جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے وہاں اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی۔ پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب) بات ہوئی جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی کے تذکرہ کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا تذکرہ کرتا (اور وہ قصہ یہ ہوا کہ) کہ اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ علیہ السلام نے (یہ شکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے پاؤں لوٹے سو وہاں پہنچ کر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا ○

قصہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ خدا کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ میں ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا کہتے ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب شہروں کے آخر میں ہے واللہ اعلم۔ تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرنوں چلنا پڑے کوئی حرج نہیں کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو حقب کہتے ہیں عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں حقب سے مراد اسی برس ہیں۔ مجاہد ستر برس کہتے ہیں ابن عباس طویل زمانہ بتلاتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا یہ دونوں مچھلی کو ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹے اس نہر کے پانی کے چھینٹے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے جلنے لگ گئی آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی رکھی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کے لئے جست لگائی اور حضرت یوشع کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے دیکھتے پانی میں چلی گئی اور پانی سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا پس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ بن جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا رہا پتھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی وہ مچھلی گئی وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا محمد بن اسحٰق مرفوعاً لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی اس طرح ابتدائے دنیا سے نہیں جما سوائے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے اردگرد کے پانی کے یہ نشان مثل سوراخ زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے واپس پہنچنے تک باقی رہی رہے اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

مایا اسی کی تلاش میں تو ہم تھے جب مچھلی کو بھول کر ہم دونوں آگے بڑھے یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے بھولنے والے صرف یوشع تھے جیسے فرمان ہے: یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (رحمن ۲۲) یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں جب وہاں سے ایک مرحلہ اور طے کر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوئی اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے اس وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا ابن مسعودؓ کی قرأت اَنْ اَذْكُرَلَهٗ فرماتے ہیں کہ مچھلی نے تو عجیب و غریب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لو اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے تو وہ دونوں اپنے اسی راستے اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ حضرت نوف کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام نہ تھے ابن عباسؓ نے فرمایا وہ دشمن خدا جھوٹا ہے ہم سے ابی بن کعبؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے آپ نے جواب دیا کہ میں تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ پسند نہ آیا اسی وقت وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر پروردگار میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشہ دان میں ڈال لو جہاں وہ مچھلی کھو جائے وہیں وہ مل جائیں گے تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے پتھر کے پاس پہنچ کر اپنا سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے مچھلی اس توشہ دان میں تڑپی اور کود کر اس سے نکل گئی سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو پانی کا چلنا بہنا اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر کرنا آپ سے بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکان و بھوک معلوم ہوئی خدا نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے تکان کا نام تک نہ تھا اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام کیا تھا وہیں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کا ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکالی مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس لوٹے اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں آپ نے سلام کیا اس نے کہا تعجب ہے آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں انہوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو خدا کی طرف سکھائی گئی ہے آپ نے فرمایا موسیٰ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ مجھے نہیں خدائے تعالیٰ نے دونوں کو جدا گانہ علم عطا فرما رکھا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود تمہیں اس کی

بابت خبردار نہ کر دوں اتنی باتیں کر کے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کر لگے انہوں حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلہاڑے سے توڑ رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوشگوار کام کرنے لگے اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمایئے اور سختی نہ کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں واقعی پہلی غلطی بھول سے ہی تھی فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میرے اور تیرے علم نے خدا کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی کے اس سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر کی نگاہ چند کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک کا سر پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی گردن اس طرح مروڑی کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے بغیر کسی وجہ کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے اس سے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری نبھ نہیں سکتی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمایئے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انہوں نے نہ دیا اور مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام کیا تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے[1] حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی اب میں تمہیں ان کاموں کا سبب بتا دوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں وَكَانَ وَرَاءَهُمْ کے بدلے وَكَانَ اِمَامُهُمْ ہے اور سَفِيْنَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ کا لفظ بھی ہے اور اَمَّا الْغُلَامُ کے بعد فَكَانَ كَافِرًا کے لفظ بھی ہیں اور سند سے بھی یہ حدیث روایت ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر علیہ السلام کا قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلہ میں صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے میں

---

[1] بس یہی فرق ہے ایک نبی اور غیر نبی میں کہ نبی تمام معاملات کے حدود قائم کرتا ہے وہ ہر امر اور معاملہ میں ان جانے سمجھے ضابطوں کو نہیں توڑتا جو شریعت نے اخلاق نے اور صالح معاشرہ نے قائم کر دیئے۔ شریعت نے، اخلاق نے اور صالح معاشرہ نے قائم کر دیئے۔ شریعت محبت پر اجرت کو جائز کہتی ہے اخلاق اور معاشرہ بھی اس کی اجازت دیتا ہے ناحق خون شرعی نقطہ نظر سے اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی مکافات ہی نہیں اور حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے ایک شریف انسان کا طبعی اقتضاء ہے۔ موسیٰ علیہ السلام شریف و معاشرہ کے ضابطوں پر عمل کرنے کے خوگر تھے اور خضر علیہ السلام ان حدود سے ماورا عالم کے اوامر کی تعمیل میں مصروف تھے اس لیے نہ موسیٰ علیہ السلام کے عمل پر اعتراض اور نہ خضر کے اقدامات غلط کہے جا سکتے ہیں ۱۲

نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کوفے میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گذری اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبے سے آنکھیں بہہ نکلی تھیں[1] اور دل نرم پڑ گئے تھے جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوگی چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انہوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے ان کا نام یوشع بن نون تھا فَتٰهُ سے مراد یہی ہے یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی تھی اور حضرت یوشع علیہ السلام جاگ رہے تھے جو مچھلی کود گئی انہوں نے خیال کیا جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی ذکر کر دوں گا اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے واپسی پر حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے سبز گدی بچھائے ملے ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے اس کا ایک سرا تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا اس میں یہ بھی ہے کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ لے ہاتھ میں تورات موجود ہے وحی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ کیا بس نہیں؟ اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ توڑ کر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا یہ پہلی دفعہ آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا اس میں ہے کہ لڑکوں میں لڑکا تھا کافر ہوشیار اسے حضرت خضر علیہ السلام نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا ایک قرأت میں زَاكِيَةً مُّسْلِمَةً بھی ہے وَرَآءَهُمْ کی قرأت اِمَامَهُمْ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں ہدد بن بدد ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام حیسور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا..... یہ نوف کعبؒ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ علیہ السلام کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن میشا تھے اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری سے سوال کیا کہ خدایا اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو تو مجھے آگاہ کر فرما اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل میں ہی مشغولیت ہے اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز اطلاع ہوتی ہے چنانچہ شرط ہو گئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضر علیہ السلام خود نہ بتلائیں کہتے ہیں یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیارا بے گناہ بچہ اس بے دردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضر علیہ السلام نے جان سے مار ڈالا دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرا دیا اور پھر بآرام چننے بیٹھے

[1] یعنی لوگوں پر اس کا وعظ کا شدید اثر ہوا تا آنکہ شرکا بے اختیار روتے دھاڑیں مارتے چلاتے اور دل نرم ہو کر عمل پیرا ہو گئے تھے ۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکتا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا دھندا لے بیٹھے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کا خزانہ صرف علم تھا
روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب ہوگئی اور یہاں آ کر وہ بآرام رہنے سہنے لگے تو حکم خدا ہوا
انہیں خدا کے احسانات یاد دلاؤ آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ یہ نعمتیں
عطا فرمائیں آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا
تمہارے نبی سے باتیں کیں اسے اپنے لئے پسند فرمالیا اس پر اپنی محبت ڈال دی تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں تمہارے نبی تمام زمین
والوں سے افضل ہیں اس نے تمہیں توراۃ عطا فرمائی الغرض مؤثر الفاظ میں خدا کی بیشمار اور ان گنت نعمتیں انہیں یاد دلائیں اس پر ایک
بنی اسرائیلی نے کہا کہ فی الواقع بات یہی ہے؟ اے نبی اللہ! کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا
کہ نہیں ہے اسی وقت جناب باری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا
ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ
السلام ہیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں
تمہیں ایک مچھلی ملے گی اسے لے لو اپنے ساتھی کو سونپ دو پھر کنارے کنارے چل دو جہاں تو مچھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے
جاتی رہے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جوان کا غلام تھا
مچھلی کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہیں میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا
شیطان نے بالکل بھلا دیا میں نے دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بنائی ہوئی دریا میں جارہی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر بڑا
تعجب ہوا جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لکڑی سے پانی
چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیے مچھلی جہاں سے گذرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی نبی اللہ
متعجب ہوئے اب مچھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی......

ابن عباسؓ اور حر بن قیس میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے حضرت ابن عباسؓ کا فرمان تھا کہ یہ خضر علیہ
السلام تھے اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب گذرے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلا کر اپنا اختلاف بیان کیا انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تقریباً پوری اوپر گذر چکی ہے اس میں سائل کے سوالوں کے الفاظ یہ ہیں کہ
آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ
لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِۦ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ
سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِي
فَلَا تَسْـَٔلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰٓ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

موسیٰ علیہ السلام نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کر سکیں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا کہ (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو (اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کر دوں ۞

مکالمہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام:

یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان ہوئی تھی حضرت خضر علیہ السلام اس علم کے ساتھ مخصوص کیے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر علیہ السلام بے خبر تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو مہربان کر لیں ان سے سوال کرتے ہیں شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے پوچھتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں حضرت خضر علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں سکھایا پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر صبر کر سکیں اور واقع میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے خدائے تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے تو اس پر حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے میں صبر سے اسے برداشت کرتا رہوں گا کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا پھر حضرت خضرؑ نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتدا نہ کرنا ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے پوچھا کہ تمام بندوں میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلے کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے دریافت کیا کہ سب سے بڑا اعلم کون ہے؟ فرمایا وہ جو عالم ہو کر جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون ہے؟ فرمایا خضر عرض کیا میں کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ نکلے پس حضرت موسیٰؑ انکی جستجو میں چلے پھر وہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی اس روایت میں یہ بھی ہے سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں چڑیا نے چونچ میں پانی لیا تھا۔

فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

پھر دونوں (کسی طرف) چلے یہاں تک کہ دونوں کشتی پر سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہوگا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی بھاری (خطرہ کی) بات کی ہے ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا سو) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے ○

پہلی بھول:

دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تم سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گذر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو خضر علیہ السلام نے ایک تختہ اس کا اکھاڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا واہیات (حرکت) ہے لِتُغْرِقَ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں جیسے شاعر کے اس قول میں لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے اِمْرًا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کے خلاف کیا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے کچھ نہ کہنا نہ سوال کرنا ان کاموں کی مصلحت وحکمت خدا مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

پھر دونوں کشتی سے (اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کم سن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام (گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بے شک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی ○

دوسری لغزش:

فرمان ہے اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی نہایت ہی خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا اسے پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر توڑ دیا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا یہ کیا واہیات (حرکت) ہے چھوٹے بے گناہ بچے کو بے کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا کون سی بھلائی ہے بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

اوران بزرگ نے فرمایا کیامیں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہیں ہوسکے گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیے بے شک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں ○

موسیٰ علیہ السلام کا مکرر وعدہ:

حضرت خضر علیہ السلام نے اس مرتبہ اور زیادہ تاکید سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو اب اگر میں آپ پر اعتراض کروں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی اب اگر قصور کروں تو سزا پاؤں۔ ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آجاتا اور اس کے لئے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ علیہ السلام پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور بھی بہت سی حیرت انگیز باتیں معلوم ہوتیں لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر بات مختصر کر دی کہ اگر اب دریافت کروں تو مجھ کو اپنی رفاقت سے علیحدہ کر دیجئے گا میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے اشارے سے) سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت ہی لے لیتے ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ○

سفر کی ایک اور منزل:

دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے ایک بستی میں پہنچے نقل ہے کہ وہ بستی ایک تھی یہاں لوگ بڑے ہی بخیل

تھے انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار ہی جا ہتی ہے جگہ چھوڑ چکی ہے جھک پڑی ہے دیوار کی ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے اسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور ہی دیکھتے اسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا دیا[1] خم ہو گیا اور دیوار درست بن گئی اس وقت پھر کلیم خدا علیہ السلام بول اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ ما پر بھی دینے کے لئے تیار نہ ہوئے اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کر دی اس پر کچھ اجرت کیوں نہ لی؟ جو بالکل ہمارا حق تھا اس وقت وہ خدا بول اٹھے کہ لو صاحب اب مجھ میں اور آپ میں حسب اقرار جدائی ہو گئی کیونکہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب نے آپ کو غلطی پر متنبہ کیا تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں تو مجھے اپنے سے الگ کر دینا اب سنو جن باتوں پر آ نے تعجب سے سوال کیا اور تحمل نہ کر سکے ان کی حکمت آپ پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعے سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا○

پردہ اُٹھنے کے بعد:

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر علیہ السلام کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ انہوں نے کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس راز کا علم نہ تھا اس لئے بہ ظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے تھے لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام اب اصل معاملہ سمجھا دیا[2] فرمایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا جب اسے وہ ٹوٹی چھوٹی دیکھے گا تو وہ چھوڑ دے گا اگر یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا نقل ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم تھے ابن جریج کہتے ہیں اس بادشاہ کا نام عدد بن بدو تھا بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گذر چکی ہے تورات میں ہے کہ یہ عیص بن اسحٰق کی نسل سے تھا تورات میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے واللہ اعلم۔

[1] بہت ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے گارے، مٹی اور چونے وغیرہ سے کام لے کر دیوار حد کی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ مطالبہ کہ اجرت کا تقاضہ کر وا احتمال کی مانند کرتا ہے کیونکہ اگر خرق عادت کے طور پر درست کرتے تو بظاہر کوئی محنت نہ ہوتی اور نہ بستی والے اجرت دینے کے لیے تیار ہوتے اور یہ بھی ہے کہ کرامت کے طور پر بغیر اسباب ظاہری کے ٹھیک کر دیا ہو لیکن اس فقیر کے خیال میں پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے

[2] یقیناً اگر خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان سے ایک زیادہ واقف کار کی شخصیت ثابت نہ کرنا چاہتا تو قیامت تک بھی خضر ان امور کی حکم اور مصالح پردہ نہ اٹھائے کیونکہ یہ امور ہیں ہی ایسے کہ ان پر سے پردہ نہیں اٹھایا جاتا گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جس مقصد کے لیے یہ سفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس مقصد تکمیل کے لیے خضر علیہ السلام کی یہ تفصیل نہایت ضروری تھی ۱۲

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو ○

مقتول لڑکے کا راز:

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام حیثور تھا حدیث میں ہے کہ اس کی جبلت میں ہی کفر تھا حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے قتادہؒ فرماتے ہیں اس کے ماں باپ اس کی پیدائش سے بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے حالانکہ اس کی زندگی ان کے لئے ہلاکت تھی پس انسان کو چاہئے کہ خدا کے فیصلے پر راضی رہے کیونکہ خدائے تعالیٰ انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے غافل ہیں مومن جو کام اپنے لئے پسند کرتا ہے اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو خدا اس کے لئے پسند کرتا ہے صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کے لئے جو خدا کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی والے ہوتے ہیں قرآن کریم میں ہے: وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لئے برا اور ضرر والا سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لئے بھلا ہو اور مفید ہو حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ خدا انہیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس سے ماں باپ کو زیادہ پیار ہو یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے خدا نے ان کے ہاں ایک لڑکی دی نقل ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل میں ایک مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور یہ سارے کام میں نے الہام الٰہی سے کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ○

گرتی ہوئی دیوار:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ : حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ فرمایا تھا اور یہاں فِی

الْمَدِينَةِ فرمایا اسی طرح مکہ شریف کو بھی قریہ کہا گیا ہے فرمان ہے: فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ
آیت میں ہے مکہ اور طائف دونوں شہروں کو قریہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ
الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست کر دینے میں مصلحت خداوندی یہ تھی کہ یہ شہر کے دو یتیموں کی تھی اس کے
نیچے ان کا مال دفن تھا ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گو یہ بھی نقل ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا بلکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جس خزانے کا ذکر کتاب
اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت و مشقت
میں ڈال رہا ہے اور رنج و غم برداشت کر رہا ہے تعجب ہے کہ جہنم کے عذاب کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے تعجب ہے
موت کا یقین رکھتے ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ عبارت ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی لیکن اس میں ایک راوی
بن منذر ہیں کہا گیا ہے کہ یہ مصیصیہ کے قاضی تھے ان کی حدیث میں وہم ہے سلف سے بھی اس سلسلہ میں آثار منقول ہیں حسن بصری
فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد قریب قریب مندرجہ بالا نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا عمر مولیٰ غفرہ
سے تقریباً یہی نقل ہے امام جعفر بن محمدؒ فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں[1]...... مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم اپنے
ساتویں دادا کی نیکیوں کی وجہ سے محفوظ رکھے گئے تھے جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں بھی ہے
کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم کی چیز ہے واللہ اعلم۔ اس آیت
سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں خدا کی مہربانی حاصل کر لیتے ہیں جیسے
قرآن حدیث میں صراحتہً مذکور ہے دیکھئے آیت میں ان کی صلاحیت کوئی بیان نہیں ہوتی ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور نیک عملی بیان
ہوئی ہے اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ باپ جس کی نیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی یہ ان بچوں کا ساتواں دادا تھا واللہ اعلم۔ آیت میں ہے
تیرے رب نے چاہا یہ اسناد خدا کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ جوانی پہ پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں دیکھئے بچے کے بارے میں
اور کشتی کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی فَاَرَدْنَا اور فَاَرَدْتُّ کے لفظ ہیں واللہ اعلم۔ پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں
باتیں جنہیں تم نے خطرناک سمجھا سراسر رحمت تھیں کشتی والوں کو گو قدرت نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی بچے کے مرنے کی وجہ
سے گو ماں باپ کو رنج ہوا لیکن ہمیشہ کے رنج اور عذاب خدا بچ گئے اور پھر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا
بھلا ہوا یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کئے بلکہ احکام خدا بجا لایا[2] اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر استدلال
کیا ہے اور پوری بحث پہلے گذر چکی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ رسول تھے ایک قول ہے یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کی رائے ہے کہ یہ ایک
ولی اللہ تھے امام ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد ابن سام بن نوح علیہ

[1] یہ سب قیاسی باتیں ہیں اور قرآن فہمی کے لیے ان میں سے کوئی بھی ضروری نہیں ۱۲

[2] اس تمام تفصیل سے ایک خاص نکتہ جو حاصل ہوتا ہے اس سے غفلت نہ کیجئے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے تو یقیناً خالی نہیں ہے ساتھ ہی یہ بھی
ہے کہ ہر ایک اقدام میں انسان کے فائدے ہیں نقصان نہیں ہاں بظاہر ہم کبھی اپنی ناقص عقل سے کسی کام کے غلط ہونے اور نقصان رساں ہونے کا حکم کر دیتے
ہیں حالانکہ اس میں بھی ہماری مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں ایک کافر لڑکے کا قتل جس سے آئندہ چل کر ماں باپ کو شدید تکلیف پہنچنے والی تھی بظاہر ظلم لیکن یہ باطن ماں
باپ کے لیے رحمت تھا اور اسی طرح کشتی کو معمولی نقصان ظاہر میں نقصان لیکن درحقیقت اسی کشتی والے کے مال کا تحفظ تھا تو ہمیشہ کے لیے یقین رکھئے کہ خدا
تعالیٰ کا کوئی فعل نہ مصلحت سے خالی ہے اور نہ انسان کے نفع سے تہی دامن ۱۲

سلام تھا ان کی کنیت ابوالعباس ہے لقب خضر علیہ السلام ہے امام نو دی نے تہذیب الاسما میں لکھا ہے کہ یہ شہزادے تھے یہ اور ابن صلاح قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے گو بعض حدیثوں میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح ہیں سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے یہاں آپ تشریف ئے تھے لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے اکثر محدثین وغیرہ اس کے خلاف ہیں چنانچہ حیات خضر علیہ السلام کے قائل نہیں ان کی ایک یل آیت قرآنی: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو ہمیشگی کی زندگی نہیں دی اور ایک دلیل نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدر میں یہ فرمانا ہے کہ الٰہی! اگر میری یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت پھر نہ کی جائے ی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ضرور حاضر ہوتے اور اسلام ول کرتے اور آپ صحابہ میں ملتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس کی طرف خدا کے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں آپ صلی اللہ لیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ (زمین پر) ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے ارہ نہ تھا آپ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ آج جو زمین پر ہیں ان میں سے ایک بھی آج سے لے کر سو سال پر باقی نہیں ہے گا ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لئے کہا گیا کہ وہ سفید رنگ سوکھی ھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے سبزہ اُگ آیا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ خشک زمین پر بیٹھ گئے تھے ور پھر وہ لہلہانے لگی الغرض حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گتھی سلجھادی اور ان کاموں کی اصل حکمت یان کردی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکارا کرنے کے لئے آپ جلدی کر رہے تھے چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی اس لئے فظ لَمْ تَسْتَطِعْ کہا اور اب یہ بیان کر دینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لئے لفظ لَمْ تَسْطِعْ کہا یہی صفت آیت: فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ ظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا میں ہے یعنی یاجوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے پس چڑھنے مں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لئے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیف کا مقابلہ خفیف سے کیا گیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کردی واللہ اعلم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ذکر ابتداء قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لئے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا تھا حدیثوں میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون تھے یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا اس لئے انہیں ایک کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر کے چھوڑ دیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ۭ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ۙ

ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ سے آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے کرتا ہوں ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامنا (کافی) دیا تھا۝

[1] حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ اختلافی ہے ابن کثیر نے جو سرسری دلائل پیش کیے ہیں ان سے خضر علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حیات خضر کے قائلین نے ان دلائل کے کافی اور معتبر جواب دیئے ہیں ۱۲

ذوالقرنین:

پہلے گذر چکا کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی دوسرا سوال ان سے ان نوجوانوں کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہو گئے ہیں اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت یعنی سورہ کہف نازل ہوئی یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ لیکن اس میں بہت طول ہے اور نکارت ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں تعجب ہے کہ امام ابوزرعہ رازی جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے فی الواقع یہ بیان ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز ہی ہے اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں اسکندر ثانی رومی تھا وہ فیلبس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور سکندر یہ اول تو بقول ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا اس نے

۱: ذوالقرنین کی شخصیت متعین کرنے کے لیے ابن کثیر نے جو کچھ اقوال ذکر کیے ہیں کیونکہ ان سے ذوالقرنین کی شخصیت متعین نہیں ہوتی اس لیے ہم اس موقع پر ایک مختصر تفصیل ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جس سے اُن کو معلوم ہو سکے گا کہ یہ ذوالقرنین کون ہے۔

سب سے پہلے تو اس سلسلے میں یہ خاص طور پر ملحوظ رکھیے کہ ذوالقرنین کے بارے میں آنحضور ﷺ سے سوال اگر چہ قریش نے کیا تھا لیکن صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ سوال انہوں نے خود نہیں بلکہ یہودیوں کے ایماء پر کیا تھا اور تورات میں کیونکہ ایک موقع پر ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے اس لیے قرآن مجید نے الٰہی کتاب کے مطابق اس لفظ کو دہرا دیا جیسا کہ آیت کے ظاہر سے بھی یہی ظاہر ہے یعنی یسئلونك عن ذی القرنین پر غور کرنے سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض مفسرین کو بڑا سخت دھوکہ ہوا اور انہوں نے سکندر مقدونی ہی کو ذوالقرنین قرار دے دیا حالانکہ اس سے زیادہ واہی اور غلط بات کوئی ہو سکتی نہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ سکندر مقدونی کافر، جابر و قاہر اور نہایت ظالم بادشاہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں قرآن کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت متقی، پاکباز اور مؤمن انسان تھا اس لیے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہنا ظلم ہے۔ اس ظلم کی ابتدا محمد بن اسحاق نے کی ہے اسی نے سب سے پہلے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیا۔ کیونکہ ان کی تصنیف مقبول اور رائج تھی اس لیے ان کا یہ مغالطہ عام اور شائع و ذائع ہو گیا بادشاہ سکندر مقدونی کو، ذوالقرنین قرار دینے کی وجہ یہ ہوئی کہ عرب میں جس بادشاہ کے حدود سلطنت وسیع تر ہوتے اس کو بالعموم ذوالقرنین کہہ دیا جاتا چنانچہ یمن کے بعض تبابعہ کو بھی ان کی سلطنت کے وسیع ہونے کی بنا پر عرب ذوالقرنین کہتے چلے آئے ہیں۔ امرؤالقیس مشہور شاعر نے حمیر کے بعض بادشاہوں کو اپنے اشعار میں ذوالقرنین کہا ہے اسی طرح اہل عرب، ایران کے بعض بادشاہوں مثلاً کیقباد اور فریدوں کو بھی ذوالقرنین کہتے ہیں۔ اہل عرب کی یہ وہ ایجاد تھی جس کی بنا پر بعض لوگوں نے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہہ دیا۔ حضرت العلامہ سید انور شاہ نے فرمایا ہے کہ بعض کا خیال ہے کہ ذوالقرنین فغفور چین تھا، حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مشرقی ہوتا اور قرآن مجید اس کے سفر مغرب کے بعد کہتا کہ ذوالقرنین پھر مشرق کی طرف لوٹ گیا حالانکہ قرآن مجید نے ایسا نہیں کہا اور نہ وہ اہل مغرب میں سے تھا۔ بلکہ مشرق و مغرب کے درمیانی علاقہ کا وہ باشندہ تھا جس کا نسب قدیم سامی عرب تک پہنچتا ہے۔

ابن کثیر نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ جو کچھ بیان کی ہے اہل تحقیق کے یہاں ان کی وقعت نہیں بعض توجیہات کا منشا صرف سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دینا ہے اور بعض تخمینی آراء یا غلط روایات کی بنا پر گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

قَالَ اَلَمْ ⑯

آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بنا کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے آپ پر ایمان لایا تھا آپ کا تابعدار بنا تھا انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے اور سکندر یہ ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فیلسوفی تھا واللہ اعلم۔ اسی نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں تھا جیسے کہ ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور خدا کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دیئے ہیں وہب کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یہ بھی وجہ بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اس قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا ہے ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی ساتھ ہی قوت لشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب وعجم سب اس کے ماتحت تھے ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیئے تھے تمام زبانیں جانتے تھے جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے ایک مرتبہ حضرت کعب احبارؒ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہے اس لئے بھی کہ حضرت کعب کو جو کچھ کہیں لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ غلط ہی ہو اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کعب کا کذب تو بارہا سامنے آ چکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایت جھوٹ سے خرافات سے تحریف سے تبدل سے محفوظ نہ تھیں بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایات کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جبکہ ہمارے ہاتھوں میں خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور صحیح حدیثیں موجود ہیں افسوس انہی بنی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائیاں مسلمانوں میں ڈال دیں اور بڑا فساد پھیل گیا حضرت کعب نے اس بنی اسرائیلی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ میں ذکر کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو خدائے تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں: وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اس کو ہر چیز دی گئی تھی اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو خدا نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دیئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت قائم کریں ان کاموں میں اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مشرق ومغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا اور تمام

اسباب انہیں مہیا کر دیئے تھے اور پوری قوت وطاقت دے دی تھی۔[1]

فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

چنانچہ مغرب کی ایک راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب ان ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی دوں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا جائے گا پھر وہ اس کو دوزخ کی سزا دے گا اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم (دنیا میں بھی) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان اور نرم بات کہیں گے ○

ذوالقرنین کی دوسری منزل:

ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گئے یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے نہیں کیونکہ وہاں تک تو کسی کا جانا ناممکن ہے ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بھی آپ تجاوز کر گئے اور سورج مدتوں ان کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی بہت بددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض

[1] اول تو ابن کثیر نے خود ہی ذوالقرنین کے اس طویل سفر کے سلسلہ کی واہی روایات غلط قرار دے کر کسی حد تک بات صاف کر دی مزید عرض ہے کہ قرآن مجید نے: ذوالقرنین کے اس سفر کے سلسلہ میں مغرب الشمس اور مطلع الشمس کے لفظ ذکر کیے ہیں ان سے یہ نہ سمجھنا کہ ذوالقرنین تمام دنیا کا بادشاہ ہو گیا تھا اور اپنے اس سفر میں سورج کے ڈوبنے اور طلوع ہونے کے مقامات تک کی سیاحت کی تھی قطعاً غلط ہے۔ قرآن نے ان دو تعبیرات کو اختیار فرما کر صرف اتنا بتانا چاہا ہے کہ: ذوالقرنین اپنے مرکز حکومت سے چل کر اقصائے مغرب اور اقصائے مشرق تک پہنچا ہے۔ مغرب میں وہ اس حد تک پہنچا کہ جہاں خشکی کا سلسلہ ختم ہو کر سمندری علاقہ شروع ہو گیا تھا اور مشرق میں اتنا سفر کیا کہ وہاں خانہ بدوش قبائل کے سوا اور کوئی آبادی نہ تھی یہ توجیہ اتنی بے تکلف ہے کہ اس کے بعد کسی کنج کاوی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ۱۲

دروغ بے فروغ ہیں الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا تو بظاہر یہی منظر اس کے سامنے ہو گا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا حَمِئَةٍ یا تو مشق ہے حماۃ سے یعنی چکنی مٹی آیت قرآنی اِنِّی خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں اس کا بیان گذر چکا ہے یہی مطلب ابن عباسؓ سے سن کر حضرت نافع نے سنا کہ حضرت کعبؓ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا ایک قرأت میں فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہوتا پایا یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قرأت پڑھے اور ان کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کی مٹی سیاہ رنگت کی وجہ سے اس پانی کی کیچڑ اسی رنگت کی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا خدا کی بھڑکتی آگ میں اگر خدا کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا لیکن اس روایت کا صحیح ہونا محل نظر ہے یا کہ مرفوع ہونے میں بھی بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو کا اپنا کلام ہو کہ اور ان دو تھیلیوں کو کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے لی تھیں واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے سورہ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے عَيْنٍ حَامِيَةٍ پڑھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم ایک تو حَمِئَةٍ پڑھتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تورات میں اس کے متعلق کچھ ہے حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھا چاہئے وہی اس کے پورے عالم ہیں ہاں تورات میں تو میں یہ بات ہی پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ خدائے حکیم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہو رہا ہے ابن عباسؓ نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں خلب ثاط اور حرمدان کے کیا معنی ہیں؟ مٹی کیچڑ اور سیاہ اسی وقت حضرت عبداللہؓ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا جو کہتے ہیں لکھ لو ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے سورہ کہف کی تلاوت حضرت کعب نے سنی اور جب آپ نے حَمِئَةٍ پڑھا تو کہا کہ واللہ جس طرح تورات میں ہے اس طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تورات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور وغل نہ ہو تو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج کے غروب ہونے کی آواز تک آئے وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا خدائے تعالیٰ نے اس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر وظلم کریں یا ان میں عدل وانصاف کریں اس پر ذوالقرنین نے اپنے عدل وایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر وشرک پر مصر رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل وغارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے واللہ اعلم۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے سخت اور دردناک عذاب کرے گا اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے خدا کے سوا دوسروں کی عبادت چھوڑ دے اسے اللہ اپنے بہترین بدلے دے گا اور خود ہم

بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

پھر ایک دوسری راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب (مسافت طے کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب کے اوپر کوئی آڑ نہیں رکھی یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے ○

مطلع الشمس:

ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے راستے میں جو قومیں ملتیں خدا کی عبادت اور اس کی توحید کی انہیں دعوت دیتے اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور خدا کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں اپنا ماتحت کر کے وہاں کے مال و مویشی اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے بنی اسرائیلی خبروں میں ہے کہ یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے[1] اور برابر زمین پر دین خدا کی تبلیغ کرتے رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہی جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ نیم وحشی ہیں نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت سورج کی تک پہنچے وہاں دیکھا ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی ہیں نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک ان کی مچھلی تھی حضرت حسن فرماتے ہیں سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر ادھر ہو جایا کرتے تھے قتادہ کا قول ہے کہ وہاں کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کی وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتیوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے سلمہ کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ایک بچھا لیتے قتادہ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے[2] ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کے وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو سورج نکلتے وقت باہر نہ ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ بتلاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ یہیں ٹھہرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے[3] پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی اس کے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی گو اس کا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے پر پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

---

[1] معاذ اللہ روایت کی بے یقینی خود پکار کر بول رہی ہے ۱۲

[2] تمام واہی اقوال ہیں ایک بھی قول صحیح نہیں

[3] سب باطل ہے خدا تعالیٰ محقق اور انصاف پسند مفسرین کو جزاء خیر دے کہ ان لغویات کی خوب تردید کر گئے ہیں ۱۲
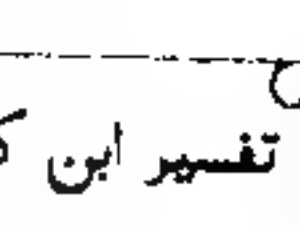
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰٓی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

پھر (مشرق مغرب فتح کر کے) اور راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے انہوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج ماجوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی بڑا فساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کریں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنا دیں (کہ وہ پھر نہ آنے پاویں) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی تو مجھے ضرورت نہیں البتہ ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو تو میں تمہارے لئے اور ان کے درمیان میں مضبوط دیوار بنا دوں (اچھا تو تم) لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (ردے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہو گیا) یہاں تک کہ جب لال انگارا کر دیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس سے پگھلا ہوا تانبا لاؤ (جو پہلے سے تیار کیا گیا ہے) کہ اس پر الٹ دو ○

یاجوج ماجوج:

اپنے مشرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج[1] نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت اور باغات تباہ کرتے

[1] حافظ ابن کثیر نے اس موقع پر جو کچھ تفصیلات، یاجوج و ماجوج سے متعلق پیش کیں ان سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یاجوج ماجوج کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں بلکہ وہ بھی انسانوں ہی کی طرح انسان ہیں اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یاجوج و ماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کا نام ہے جن کو یورپ اور روسی اقوام کی ابتدائی نسل ہونے کا تاریخی ثبوت حاصل ہے ان کی ہمسایہ قوم ان کے دو بڑے قبیلوں کی موگ اور یوجی کہتے تھے اس لئے ان کی تقلید میں یونانیوں نے ان کو میگ اور یوگاگ کہا جو کہ عربی اور عبرانی میں تصرف کے ساتھ یاجوج اور ماجوج ہو گیا، ابن کثیر علامہ، علامہ ابن حجر اور طنطاوی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے۔

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ وہ دیوار جو ذوالقرنین نے بنائی تھی کہاں ہے اور آج جب کہ دنیا کا نقشہ اس طرح تیار ہو گیا کہ کوئی بھی

ہیں بال بچوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے آدم! آپ لبیک سعدیک کے ساتھ جواب دیں گے حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر پوچھیں گے کتنا حصہ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسوننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی میں یعنی یاجوج ماجوج۔ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کیے گئے ہیں گویا وہ حضرت حوا اور حضرت آدمؑ کی نسل سے نہیں بلکہ صرف نسل آدم علیہ السلام سے ہیں لیکن یہ یادر ہے کہ یہ قول بالکل ہی غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ہاں کے ایسے ہی قصے گھڑے ہوئے ہوتے ہیں واللہ اعلم مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں انہیں ترک اس لئے کہا گیا ہے کہ انہیں بہ وجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا امام ابن جریر نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں ان کی شکلوں ان کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں ان پہاڑوں کے درے میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اور ان کی اپنی مخصوص زبان

= اور تاریخ چیزیں اس اٹیلس کے خانوں سے چھوٹ نہ سکیں تو سد ذوالقرنین کہاں ہے اور کس حالت میں ہے؟

اس دیوار کی تعیین سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یاجوج وماجوج کی لوٹ مار کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ کیشیا کے نیچے بسنے والے بھی ان کے ظلم وستم سے ناتوان ہو رہے تھے اور دوسری جانب تبت وچین کے باشندے بھی ان کے لگائے ہوئے زخموں سے چور چور تھے۔ اس لیے انہیں یاجوج وماجوج کے تاخت وتاراج سے محفوظ رہنے کے لیے مختلف زمانوں میں بہت سی دیواریں کھڑی کی گئیں جن میں سے ایک دیوار وہ ہے جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے یہ دیوار تقریباً ایک ہزار میل لمبی ہے۔ دوسری وسط ایشیاء میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے اور جہاں یہ واقع ہے اس کو دربند کہتے ہیں یہ دوسری دیوار مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں تھی۔ تیسری دیوار روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے یہ بھی دربند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے کیونکہ یہ سب دیواریں شمال ہی میں بنائی گئی ہیں اور سب کا مقصد ایک ہی تھا یعنی یاجوج وماجوج کی لوٹ مار سے حفاظت اس لیے اب سد ذوالقرنین تعیین میں دشواری ہوگی بعض محققین کی رائے ہے کہ بخارا اور ترمذ کے قریب جو دربند حصار کے علاقہ میں دیوار ہے وہی ذوالقرنین کی بنائی دیوار ہے

لیکن علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابوحیان اندلسی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سد ذوالقرنین اس دربند بحر قزوین میں نہیں بلکہ اس سے اوپر قفقاز کے آخری کناروں پر پہاڑ کے درمیان ہے اور یہی تحقیق واقعی اور قرآن مجید کے بیانات کے مطابق ہے کیونکہ واثق باللہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں نے روم کو فتح کیا ہے تو اس نے ایک کمیشن تحقیقاتی اس دیوار کا کھوج لگانے کے لیے روانہ کیا تھا۔ یہ کمیشن مدت کے بعد مکمل تحقیق کر کے واپس ہوا تو اس نے قفقاز کے پہاڑوں کے کناروں پر جو دیوار دیکھی تھی اس کا بعینہ وہی حال بتایا جو قرآن مجید نے ذوالقرنین کی تیار کردہ دیوار کا ذکر کیا ہے، بہر حال قرآنی بیانات اور ریسرچ کے آخری لفظوں سے جس دیوار کو سد ذوالقرنین کہہ سکتے ہیں وہ اس قفقاز کے علاقہ میں واقع دیوار کے علاقہ میں واقع دیوار کے علاوہ اور کوئی نہیں ۱۲

کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت وطاقت عقل وہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تا کہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں خدا دیا ہوا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے یہی جواب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت وطاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں زبر جمع ہے زبرۃ کی ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرا دی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہو گئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی اس کے طول وعرض اور موٹائی کی نپان میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اس کے چہار جانب آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہو گئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہاؤ چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہو گئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھاری دار چادر ہو ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسی ہے؟ انہوں نے کہا دھاری دار چادر جیسی جس میں سرخ وسیاہ دھاریاں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر اس دیوار تک پہنچا دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں کے وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب وغرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آ کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کئے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

جو پہلے سے تیار کرا لیا ہو گا کہ اس پر ڈال دو سو نہ تو ماجوج موجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقب دے سکتے ہیں ذوالقرنین نے کہا کہ یہ (تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آوے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آئے گا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے ○

یہ صرف خدا کا فضل ہے:

اس دیوار پر نہ چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں چونکہ چڑھ
نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے اس لئے چڑھنے میں مَااسْطَاعُوْ الفظ لائے اور توڑنے میں مَااسْتَطَاعُوْا کا لفظ لائے غرض نہ
چڑھ کر آ سکتے ہیں نہ سوراخ کر کے مسند احمد میں حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھود
تے یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع انہیں نظر آ جائے چونکہ دن گذر جاتا ہے اس لئے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب
کر دو کل آ کر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں قیامت کے قریب جب ان
نکالنا خدا کو منظور ہوگا تو یہ کھودتے ہوئے جب چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے
انشاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسے چھوڑ گئے تھے ویسے ہی پائیں گے فوراً گرا دیں گے اور باہر نکل پڑ
گے تمام پانی چاٹ جائیں گے لوگ تنگ آ کر قلعوں میں پناہ گزین ہو جائیں گے یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلو
تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے اب ان کی گردنو
میں گلٹیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم خدا اسی وبا سے ہلاک کر دیئے جائیں گے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جا
ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم وخون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے ابن ماجہ میں بھی روایت
ہے امام ترمذیؒ نے بھی اسے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں اس کی سند بہت قوی ہے لیکن اس
کا متن نکارت سے خلی نہیں اس لئے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار نہایت
مضبوط بہت پختہ اور سخت ہے کعب احبارؒ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے
ہیں چلو کل توڑ دیں گے دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی تھی ویسی ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بہ الہام خدا جاتے وقت انشاء اللہ کہیں گے
دوسرے دن جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے وہ توڑ ڈالیں گے بہت ممکن ہے کہ انہی کعب سے حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہم ہو گیا ہو اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کر
دیا ہو واللہ اعلم۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند
سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے لا الہ الا اللہ عرب کی خرابی کا وقت قریب آ گیا آج یاجوج ماجوج کی
دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا پھر آپ نے انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے سوال کیا کہ یارسول
اللہ کیا نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو
جائے یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری مسلم دونوں میں ہے ہاں بخاری شریف میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر
نہیں۔ مسلم میں ہے اور بھی اس کی سند میں بہت سی باتیں ہیں جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں
بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہؓ پھر ان میں بھی دو حضور علیہ السلام کی
بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ تعالیٰ عنہن بزار میں یہی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین
اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور خدا کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لو گو یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے
مخلوق کو اب امن دے دیا ہاں جب خدا کا وعدہ آ جائے گا تو اس کا ڈھیر ہو جائے گا یہ زمین دوز ہو جائے گی مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی اونٹ

کا کوہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہوا ہو تو عرب میں اسے نَاقَةٌ دَكَّاءُ کہتے ہیں قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو پہاڑ زمین دوز ہو گیا وہاں بھی لفظ جَعَلَهٗ دَكًّا ہے پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ ہو جائے گا خدا کے وعدے اٹل ہیں قیامت کا آنا یقینی ہے اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھس جائیں گے یگانوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی یہ واقعہ دجال کے آجانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگا اس کا پورا بیان آیت: حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ کی تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ اس کے بعد صور پھونکا جائے گا اور سب جمع ہو جائیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہو جائیں گے بنی خزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن انسان آپس میں گتھ جائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں یہ کیا بات ہے؟ مشرق کی طرف بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتوں کو دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن ہر طرف سے فرشتوں کو محاصرہ دیکھ کر نا امید ہو کر چیخ پکار شروع کر دے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا اپنی ساری ذرّیات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا کہ اے موذی خبیث! کیا اللہ نے تیرا مرتبہ بڑھایا نہیں تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا؟ یہ کہے گا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کرتے ہو؟ آج تو چھٹکارے کا راستہ بتلاؤ میں عبادت خدا کے لئے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کی روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو۔ داروغہ فرمائے گا خدائے تعالیٰ تیرے لئے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پوری مستعدی سے موجود ہوں حکم ہوگا کہ یہی کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ اب یہ خبیث ہکا بکا رہ جائے گا وہی فرشتہ اپنے پر سے اسے اور اس کی ذرّیت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا جہنم انہیں لے کر دبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ جھلائے گی کہ تمام مقرب فرشتے اور تمام رسول بھی گھٹنوں کے بل خدا کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔[1] طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دیئے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل مارس اور منسلک یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ہیں ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا حدیث میں ہے کہ وہ ایک قرن ہے جس میں پھونکا جائے گا پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے ایک طویل حدیث اس سلسلہ کی بیان ہو چکی ہے اور بھی بہت سی حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور کو منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں لوگوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کے لئے جمع کریں گے سب کا حشر ہمارے سامنے ہوگا جیسے سورہ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقرر دن کے وقت پر اکٹھے کئے جائیں گے اور آیت میں ہے: وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ رہے گا۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝۱۰۰ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۤءٍ عَنْ

[1] روایت نا قابل اعتبار ہے ۱۲

ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق کے دیکھنے سمجھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور سن بھی نہ سکتے تھے سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز (معبود و حاجت روا) قرار دیں ہم نے تو کافروں کی دعوت کے دوزخ تیار کر رکھا ہے ○

جہنم:

کافر جہنم میں جائیں اس سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم و رنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم قیامت کے دن گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بے کار کئے بیٹھے رہے نہ حق کو دیکھا نہ حق کو سنا نہ مانا نہ عمل کیا شیطان کا ساتھ دیا اور رحمان کے ذکر سے غفلت برتی خدا کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کر دیں گے یہ محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کھڑے ہوں گے ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۰٦﴾

آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کرائی محنت سب گئی گذری ہوئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیتوں کا (یعنی کتاب الہیہ کا) اور اس کے ملنے کا (یعنی قیامت کا انکار کر رہے ہیں) سو اس لئے ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے بلکہ ان کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا ○

بدترین عمل:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں ہاں خارجیوں نے خدا کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا پس حضرت سعدؓ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کو شامل ہے اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ اس آیت عام ہے جو بھی خدا کی عبادت واطاعت اس طریقے سے بجالائے جو طریقہ خدا کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہوا اور سمجھ رہا ہو کہ میں آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کرلیا ہے میرے نیک اعمال خدا کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر وثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان رکھتا ہے آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکے میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں جیسے سورہ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل وخوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوئے تھے آج وہ باوجود ریاضت و عبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور آیت میں ہے: وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بےکار کر دیا اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو دور سے پانی سمجھ رہا ہو لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت ریاضت تو کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے کہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور پسندیدہ خدا ہیں لیکن چونکہ وہ خدا کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہوگئیں اور بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہوگئے اس لئے کہ وہ خدا کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انہوں نے آنکھیں بند کرلیں اور مان کر ہی نہ دیا ان کا نیکی کا پلڑا خالی رہے گا بخاری شریف کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بڑا بھاری آدمی آئے گا لیکن خدا کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اگر چاہو اس آیت کی تلاوت کرلو: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن خدا کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے سے گذرا تو آپ ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن خدا کے پاس نہ ہوگا مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب کا قول بھی ہے یہ بدلہ ہے انکے کفر کا اور خدا کی آیتوں اور اسکے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا اور) نہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے ○

نیک عمل:

اللہ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے صحیح میں ہے کہ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں ہیں یہیں ان کا مہمان خانہ ہوگا یہ یہاں ہمیشہ کے لئے رہیں گے نہ نکالے جائیں نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت ومحبت انس والفت بڑھتی جاتی ہے اس لئے نہ طبیعت اکتاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بڑھتا ہے اور نئی نعمت ملتی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ (اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی روشنائی کی جگہ) ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور باتیں احاطہ میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لئے ہم لے آویں ○

کلماتِ رب:

حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے پھر خدائی کلمات خدائی قدرتوں کے اظہار خدائی باتیں حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن خدا کی تعریفیں ختم ہوگی گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ خدا کی قدرتیں اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی روئے زمین کے درختوں کے قلم بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی بن جائے پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات خدا پورے لکھ لئے جائیں خدا کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے تمام انسانوں کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ تمام درختوں کے قلم گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے لیکن کلمات خدا ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں بے شمار ہیں کون ہے جو خدا کی صحیح اور پوری قدرت وعزت جان سکے؟ کون ہے جو ان کی پوری ثنا وصف بجا لا سکے؟ بے شک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بے شک ہم جو تعریف اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلہ پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

(اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر ہیں:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری[۱] حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں تم بھی انسان ہو اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قرآن تم بھی بنا کر پیش کر دو دیکھو میں کوئی غیب دان تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دیئے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس خدا کی وحی نہ آتی تو میں ان گذشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو تمام تر وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم موحد بن جاؤ شرک چھوڑ دو میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے خدا سے مل کر اجر و ثواب لینا چاہتا ہے اسے شریعت کے مطابق عمل کرنے چاہئیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے ان دو رکنوں کے عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود مرضی خدا کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری یہ حدیث مرسل ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز روزہ صدقہ خیرات حج زکوٰۃ کرتا ہے خدا کی رضامندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کل عبادت اکارت ہے اللہ تعالیٰ شرک سے بے زار ہے جو اس کی عبادت میں اور اس کی نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دے دو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے رات گذارتے کبھی آپ کو کوئی کام ہوتا تو فرما دیتے ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا چپ چاپ باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا رسول اللہ ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشت ناک بات بتلاؤں؟ وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں کہ میں اور ابو درداء جابیہ کی مسجد میں گئے وہاں ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ملے بائیں ہاتھ سے تو انہوں نے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداء کا بایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے نکلے آپ فرمانے لگے دیکھو اگر تم دونوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سیکھا ہوا بھلا آدمی حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت لوگوں میں ایسی ہو جیسے مردہ گدھے کے سر کی ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک بھی آ گئے اور بیٹھتے ہی حضرت شداد نے فرمایا لوگو! مجھے تو تمہارے بارے میں سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش

[۱] یہ قول صحیح نہیں ہے افسوس کہ ابن کثیر اس کی تردید نہیں کرتے اور باتردید نقل کر دیتے ہیں ۱۲

اور شرک کا اس پر حضرت عبادہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ معاف فرمائے ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے ہاں پوشیدہ شہوات تو یہی خواہش کی عورتیں وغیرہ ہیں لیکن یہ شرک ہماری سمجھ تو نہیں آیا جس سے آپ ڈرا رہے ہیں حضرت شداد فرمانے لگے اچھا بتلاؤ تو ایک آدمی دوسرے کو دکھانے کے لئے نماز روزہ صدقہ خیرات کرتا ہے اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کیا اس نے شرک کیا؟ سب نے جواب دیا بے شک ایسا شخص مشرک ہے آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو دنیا دکھاوے کے لئے نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا دکھاوے کے لئے روزے رکھے وہ مشرک ہے جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لئے صدقہ خیرات کرے وہ بھی مشرک ہے[1] اس پر حضرت عوف بن مالک نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے اور جو دوسرے کے لئے ہوا سے رد کر دے حضرت شدادؓ نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہونے کا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہے کہ میں سب سے بہتر حصے والا ہوں جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں اور نہایت بے پروائی سے جز وکل سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک دن رونے لگے ہم نے پوچھا حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آ گئی اور اس نے رلا دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سنو! وہ سورج چاند پتھر بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا (ابن ماجہ و مسند احمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی کو دے دیتا ہوں اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ پورا عمل اس غیر کے لئے ہی ہے اور حدیث میں ہے مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ خطرہ چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری قیامت کے دن ریاکاروں کو جواب دے گا کہ جاؤ جن کے لئے اعمال کئے تھے ان ہی کے پاس جزا مانگو دیکھو پاتے بھی ہو؟ ابو سعید بن ابی فضالہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو اس دن جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں یہ نہیں اس دن پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو ملایا ہوا سے چاہئے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ خدائے تعالیٰ شرکت سے بہت ہی بے نیاز ہے ابو بکرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ریاکار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہو گا اور نیک اعمال لوگوں کے سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہو گا (مسند احمد) حضرت سعید خدریؓ سے یہ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے نیک اعمال اچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہو گا یہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے (مسند احمد) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے خدا کے سامنے پیش ہوں گے جناب باری عزوجل فرمائے گا اسے پھینک دو اسے قبول کرو اسے پھینک دو اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ

[1] لیکن ظاہر ہے کہ ایسا مشرک نہیں جو خدا تعالیٰ کا منکر، آپ کی رسالت کا منکر، اور غیر خدا کا پرستش کرنے والا یا اسکی خدائی میں دوسروں کو شریک کرنے والا ہے

رک وتعالیٰ جہاں تک ہمارا علم ہے ہم اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں جواب ملے گا جن کو میں پھینکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں
میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریاکاری تھی آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے
لئے کئے گئے ہوں گے (بزار) ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو وہ جب تک نہ بیٹھے خدا کے غصے اور غضب میں
رہتا ہے ابویعلی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کو دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح نماز پڑھے اور
تنہائی میں جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے پروردگار عزوجل کی توہین کی۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی آخری آیت بتلاتے ہیں لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورہ کہف پوری کی پوری مکہ شریف میں
نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اترتا رہا تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلا نہیں گیا اس
کے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو اس میں تبدیلی اور تغیر کرے واللہ اعلم۔ ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی
کتاب میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آیت: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا...... کو رات کے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے
اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکہ شریف تک پہنچے۔

سورۃ مریم

اس سورت کے شروع کی آیتیں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے شاہِ حبش کے دربار میں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں۔ (مسند احمد وسیرت محمد بن اسحٰق)

سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَتِسْعُونَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

کل رکوع: ۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کل آیات: ۹۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ⑥

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ ذکریا پر جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بوجہ پیری کے کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس کے قبل کبھی میں) آپ کے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں (کی طرف) سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے اور (میرے جد) یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے ○

قصہ زکریا علیہ السلام:

اس سورہ کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروف مقطعہ کہا جاتا ہے اس کا تفصیلی بیان ہم سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر جو لطف خداوندی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے ایک قرأت میں زکریا ہے یہ لفظ مد سے بھی ہے اور قصر سے بھی دونوں قرأتیں مشہور ہیں آپ بنو اسرائیل کے زبردست پیغمبر تھے صحیح بخاری شریف میں ہے۔ آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے رب سے دعا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے کہ یہ لوگوں کے نزدیک انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی تمنا ہوئی ہے اور یہ وجہ تھی کہ پوشیدہ دعا خدا کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ متقی دل و

قَالَ اَلَمْ ⑯

خوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص ایسے وقت اٹھے جبکہ سونے والے سو رہے ہوں اور پوشیدگی سے خدا کو پکارے کہ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اے میرے رب اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں میں تیرے پاس موجود ہوں دعا میں کہتے ہیں کہ خدایا میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کے بالوں کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں ضعف نے گھیر لیا ہے میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا جب تجھ کریم سے کچھ مانگا تو نے عطا فرمایا مَوَالِیَ کو کسائی نے مَوَالِیَ پڑھا ہے مراد اس سے عصبہ ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ سے خِفَّتُ کو خَفَّتْ پڑھنا منقول ہے یعنی میرے بعد میرے گھر والے بہت کم ہیں پہلی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتہ دار ہیں ان سے مجھ کو خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی بڑا معاملہ کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔ انبیا علیہم السلام اس سے بہت پاک ہیں۔ ان کا مرتبہ اس سے بہت زیادہ ہے وہ اس لئے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا مال دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ پالتے رہے ان کے پاس ایسی کون سی رقم تھی کہ جس کے ورثے کے لئے اس قدر پس و پیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نکل نہ جائے انبیا علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور زاہد ہوتے ہیں تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ صحیحین میں کئی سندوں سے حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ عرض کرنا کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ اسی لئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو جیسے فرمان ہے کہ ورث سلیمان داؤد سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یعنی نبوت کے وارث ہوئے نہ کہ مال کے ورنہ مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے تخصیص نہیں ہوتی چوتھی وجہ یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا اپنی دعا میں یہ وجہ بیان فرماتے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہم جماعت انبیا کا ورثہ نہیں بٹتا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے مجاہد فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے حضرت زکریا علیہ السلام نسل یعقوب علیہ السلام سے تھے ابو صالح فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے حسنؒ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے سدی کا قول ہے میری اور آل یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وارث بنے زید بن اسلم بھی یہی فرماتے ہیں ابو صالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وہ وارث ہو عبد الرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام پر رحم کرے بھلا انہیں وارث مال سے کیا غرض تھی؟ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے ابن جریر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بھائی زکریا پر خدا کا رحم ہو کہنے لگے خدایا مجھے اپنے پاس سے والی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے لیکن یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح حدیثوں کا معارضہ نہیں کر سکتیں واللہ اعلم۔ اور اے اللہ! اسے اپنا پسندیدہ غلام بنا لے اور ایسا دیندار بنا کہ تیری محبت کے علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیار کی نظر سے دیکھے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷

اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا ○

بشارت:

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحییٰ ہے جیسے اور آیت میں ہے: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ...... وہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ خدایا مجھے اپنے پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت نماز کی جگہ میں نماز میں کھڑے تھے کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورے نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہو یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا یہی معنی سَمِيًّا کے آیت: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا میں ہیں یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی حضرت زکریا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی بلکہ بہت بڑھاپے میں اولاد کا ہونا تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں تو اب تک کوئی اولاد ہوئی ہی نہ تھی اسی لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اس بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ اس بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی جبکہ میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں یہ تو سخت ترین تعجب خیز بات ہے یہ سن کر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر خدا سے تعجب ہے اے ابراہیم کے گھرانے والو! تم پر خدا کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں خدا تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۞ قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۞

زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یوں ہی رہے گی اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش سے قبل) کچھ بھی نہ تھے ○

حیرت:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت سے دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے دونوں جانب سے حالت ناامیدی کی ہے بیوی بانجھ جس سے اب تک اولاد نہیں ہوتی میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا خشک ٹہنی کی جیسا ہو گیا ہوں پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب وخوشی دریافت کی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ

معلوم نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو عِتِيًّا پڑھتے تھے یا عَسِيًّا (احمد) فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی قدرت والا کام تو تم خود دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بنا دیا پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے جیسے فرمان ہے: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گذرا ہے جس میں وہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱

جب زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین دن اور تین رات تک آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے پس حجرے میں سے برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۝

کوئی نشانی:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے مزید اطمینان اور تشفی قلب کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مردوں کے جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لئے ظاہر فرمائی تھی تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہوگا بیمار نہ ہوگا لیکن اس کے باوجود تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی یہی ہوا کہ تسبیح استغفار حمد وثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ سَوِيًّا کے معنی پے درپے کے ہیں یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری زبان دنیوی باتوں سے رکی رہے گی پہلا قول بھی آپ ہی سے منقول ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح چنانچہ آل عمران میں اس کا بیان بھی گذر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن رات تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو ہاں اپنے رب کی یاد بکثرت کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کیا کرو پس ان تین دن رات میں آپ کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے ہاں اشاروں سے اپنا مطلب سمجھا دیا کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں اب آپ اپنے اس حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت خدا نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح وذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم ہوا لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لئے انہیں اشاروں سے سمجھایا زمین پر لکھ کر انہیں سمجھا دیا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵ۧ

ع ۴

اے یحییٰ کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی اور بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ (خلق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے ○

یحییٰ علیہ السلام:

بمطابق بشارت خداوندی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات سکھادی جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاء دوسروں کو بتلاتے تھے اس وقت ان کی عمر تھوڑی ہی تھی اسی لئے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن ہی سے کر دیا اور حکم دے دیا کہ کوشش اور استقلال کے ساتھ کتاب خدا سیکھ لے ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم و علم قوت و عزم دانائی اور حلم عطا فرمایا نیکیوں کی طرف بچپن ہی سے جھک گئے اور کوشش و خلوص کے ساتھ خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے بچے آپ سے کھیلنے کو کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لئے نہیں پیدا کئے گئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا وجود حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا جس پر بجز ہمارے کوئی قادر نہیں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ حنان کا مطلب کیا ہے لغت میں محبت شفقت رحمت وغیرہ کے معنی میں آیا ہے بہ ظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے بچپن سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت و رحمت اور پاکیزگی عطا فرمائی مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا آپ گناہوں سے اور خدا کی نافرمانیوں سے یکسو تھے ساتھ ہی ماں باپ کے فرماں بردار اطاعت گذار اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوئے کبھی ان کی ممانعت کے بعد کسی کام کو نہیں کیا کوئی سرکشی کوئی نافرمانی آپ میں نہ تھی ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو خدا کی طرف سے امن و امان اور سلامتی ملی یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا محشر والے دن بھی علیٰ ہذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے پس ان تینوں وقتوں میں خدا کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ[1] لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصداً گناہ بھی کبھی نہیں کیا یہ حدیث مرفوعاً اور دو سندوں سے بھی روایت ہے لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ حضرت حسن فرماتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت یحییٰ سے فرمانے لگے آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو آپ ہی اپنے اوپر سلام کہا اور آپ پر خود خدا نے سلام کہا اب ان دونوں نبی اللہ کی فضیلت ظاہر ہے۔

[1] گناہ سے یہاں وہ گناہ مراد نہیں جو عام انسان کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہوتے ہی نہیں۔ کچھ بھول چوک ہوتی ہے جس پر انبیاء علیہم السلام با خود عند اللہ نہیں ہوتے اس کے علاوہ بات وہی صحیح ہے جو ابن کثیرؒ نے کہی کہ یہ روایت ہی ضعیف ہے ۱۲

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لئے) گئیں پھر ان (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے جبرائیل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خداترس ہے تو یہاں سے ہٹ جاوے گا فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں وہ (تعجباً) کہنے لگیں کہ بھلا میرے لڑکا کس طرح ہو جائے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتہ نے کہا کہ یوں ہی (اولاد) ہو جاوے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر بات مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تا کہ اس فرزند کو ہم لوگوں کے لئے نشانی (قدرت) بنا دیں اور باعث رحمت بنا دیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے جو ضرور ہو گی ○

قصہ مریم علیہا السلام:

اوپر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی ہمیشہ کی بانجھ تھیں جس پر خدائے تعالیٰ نے اس عمر میں ان کے ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نیک کار اور وفاشعار تھے اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا مظہر پیش کرتا ہے حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں کسی مرد کا ہاتھ تک اُنہیں نہیں لگا تھا اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے بچہ عطا فرمایا' عیسیٰ علیہ السلام جیسا فرزند انہیں دیا جو خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لئے یہاں بھی اور سورہ آل عمران میں بھی اور سورہ انبیا میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا تا کہ بندے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معائنہ کر لیں حضرت مریم علیہا السلام عمران کی صاحبزادی تھیں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں بنو اسرائیل میں یہ گھرانا طیب و طاہر تھا سورہ آل عمران میں آپ کی پیدائش وغیرہ کا مفصل بیان گذر چکا ہے اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ نے

آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لئے دینوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا خدائے تعالیٰ نے یہ نذر قبول فرمالی اور حضرت مریم کی نشوونما بہترین طور سے کی اور آپ خدا کی عبادتوں میں ریاضتوں میں اور نیکیوں میں مشغول ہوگئیں آپ کی عبادت وریاضت زہد وتقویٰ کی شہرت تھی آپ اپنے خالو حضرت زکریاؑ کی پرورش وتربیت میں تھیں جو اس وقت کے بنی اسرائیلی نبی تھے تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے حضرت زکریا علیہ السلام پر حضرت مریم علیہا السلام کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے قسم قسم کے بے موسم کے پھل وہاں موجود پاتے دریافت کیا کہ مریم یہ کہاں سے آئے ہیں جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے ایک ہیں آپ مسجد قدس کی مشرقی جانب گئیں یا تو اس لئے کہ ان کو ماہواری آرہی تھی یا کسی اور سبب سے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا لیکن چونکہ مریم صدیقہؒ بیت المقدس مشرق کی طرف گئی تھیں جیسے فرمان خدا ہے اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرقی رخ نمازیں شروع کر دیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنالیا منقول ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں وہ یہاں سے کافی دور اور غیر آباد تھی کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا جسے پانی دینے کے لئے آپ گئی تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں حجرہ بنالیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت خدا میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں واللہ اعلم۔ جب یہ لوگوں سے دور ہوگئیں تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں جیسے آیت قرآن: نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ...... میں ہے ابی ابن کعب کہتے ہیں کہ روز ازل میں جبکہ ابن آدم کی تمام روحوں سے خدا کی خدائی کا اقرار لیا گیا تھا ان روحوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی اسی روح کو بصورت انسان خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی روایت ہو آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی بڑا آدمی نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو خوف خدا کر میں خدا کی پناہ چاہتی ہوں اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرہ سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو خدا کا ڈر اور خوف کافی ہے فرشتے نے آپ کا خوف وہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ کوئی گمان نہ کرو میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں کہتے ہیں کہ خدا کا نام سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آ گئے اور کہہ دیا کہ میں خدا کا قاصد ہوں اس لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے لِأَهَبَ کی دوسری قرأت يَهَبَ ہے ابو عمر بن علاء جو ایک مشہور معروف قاری ہیں ان کی یہی قرأت ہے دونوں قرأتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے اور دونوں میں استلزام بھی ہے یہ سن کر مریم صدیقہ کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ نہیں لگا میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی؟ بَغِيًّا سے مراد زناکار ہے جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ مَهْرُ الْبَغِيِّ زانیہ کی خرچی حرام ہے فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر ٹالا کہ سب سچ ہے لیکن خدا اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دے دے وہ جو چاہے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ اس بچہ کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنادے گا یہ قدرت خدا کی ایک نشانی ہوگی تا کہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے آدم علیہ السلام کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا
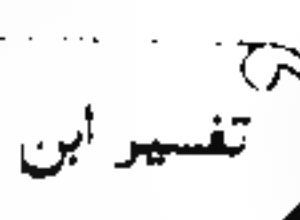
حوا علیہ السلام کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا باقی تمام انسانوں کو مرد عورت سے پیدا کیا باقی تمام انسانوں کو مرد عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار اور یہ بچہ خدا کی رحمت بنے گا رب کا پیغمبر ہوگا خدا کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری سنا تا ہے جس کا نام مسیح علیہ السلام ہوگا جو دنیا اور آخرت میں عزت والا ہوگا اور ہوگا بھی خدا تعالیٰ کا مقرب وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور ہوگا بھی صالح لوگوں میں سے یعنی بچپن اور بڑھاپے میں خدا کے دین کی دعوت دے گا منقول ہے کہ حضرت مریم نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور مجمع میں خدا کی تسبیح بیان کرتے تھے یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے[1] پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم خدا میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی مریم! عصمت بی بی تھیں ہم نے اس میں روح پھونکی تھی اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا خدا تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی اور جگہ میں الگ چلی گئیں پھر درد کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی ○

دردِ زہ اور رسوائی کا خطرہ:

منقول ہے کہ جب آپ فرمان خدا سن چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری جس سے انہیں بحکم خدا حمل ٹھہر گیا اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسوسنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی برأت پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون ماننے لگا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی خدا کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گذرا اور میں بھی اپنے تئیں اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانا نبی کا گھرانا تھا وہ قدرت خدا پر اور صداقت مریم پر ایمان لائیں اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھابی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے

[1] یہ روایت واہی اور قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔

ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا
نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص
اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہو گیا کیونکہ یہ تعظیم خدا کے خلاف ہے[1] اس کی جلالت کے شایان شان نہیں امام مالکؒ فرماتے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے دونوں ایک ہی وقت حمل میں تھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی وا
اکثر حضرت مریم سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے امام مالک فرماتے ہیں
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ خدا نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادر زاد اندھ
اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے عکرمہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہ
رہتا ابن عباسؓ فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا یہ قول غریب ہے ممکن ہے آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو کیونکہ
حمل کے الگ ہونے کا اور دردزہ کا ذکر ان آیتوں میں ''ف'' کے ساتھ ہے اور ''ف'' تعقیب کے لئے آتی ہے لیکن تعقیب ہر چیز کی اس
کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسانوں کی پیدائش کا حال آیت قرآن: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ...... میں ہوا ہے کہ
نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اسے بصورت نطفہ رحم میں ٹھہرایا پھر نطفے کو پھٹکی بنائی پھر اس پھٹکی کو لوتھڑا بنایا پھر ا
لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کیں یہاں بھی دو جگہ ''ف'' ہے اور بھی تعقیب کے لئے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ان دونوں حالتوں میں
چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے قرآن کریم کی اور آیت میں ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ
مُخْضَرَّةً..... کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے
بہت بعد سبزہ اگتا ہے حالانکہ ''ف'' یہاں بھی ہے پس تعقیب ہر چیز کی اس چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ عورتوں
کی عام عادت کے مطابق آپ نے حمل کا زمانہ پورا گزارا مسجد میں ہی مسجد کے خادم ایک صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا
انہوں نے مریم علیہا السلام کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریم علیہا السلام کے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت
نہ اتری اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ وسوسہ دل سے دور کرنا چاہا لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا
اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا
ہونا بغیر دانے کے کھیت کا ہونا بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کا مطلب سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے سب
سے پہلے جو درخت خدائے تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا سب سے پہلے جو کھیتی خدا نے اگائی وہ بغیر دانے کے تھی سب سے پہلے خدا
نے آدم کو پیدا کیا وہ بے باپ کے تھے بلکہ بے ماں کے بھی ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریم کو اور خدا کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے اب
صدیقہ نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں امام محمد بن اسحٰق
فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہو گئے تو قوم نے پھبتیاں اور آوازے کسنی اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار
جیسے صالح شخص پر یہ تہمت لگائی[2] تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں جب دردزہ اٹھا تو آپ
ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کا حجرہ تھا یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر

[1] افسوس کہ جس مذہب میں یہ سجدہ حرام ہو گیا اس کے نام لیوا زندوں کو بھی نہیں بلکہ مردوں کو سجدہ کر رہے ہیں ۱۲

[2] حالانکہ ابھی ذکر ہوا کہ ان کو خود حضرت مریم کے اس حمل پر شبہ تھا۔

کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کا درد ہونے لگا اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں اس بستی کا نام بیت لحم تھا پہلے معراج کے واقعہ کے بیان میں ایک حدیث ہے واللہ اعلم۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے![1] جانتی تھیں کہ کوئی انہیں سچا نہ کہے گا ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص غلط سمجھے گا دنیا آپ کو پریشان کر دے گی اور عبادت واطمینان میں خلل پڑے گا ہر شخص برائی سے یاد کرے گا اور لوگوں پر برا اثر پڑے گا تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اٹھالی جاتی بلکہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ کی جاتی اس قدر شرم وحیا دامن گیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کاش کہ میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اتری ہوئی چیز ہو جاتی کہ نہ کوئی یاد کرے نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے۔ حدیثوں میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے ہم نے ان روایتوں کو آیت: تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا...... کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کے (اس) پائیں (مکان) سے پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں سے ایک نہر جاری کر دی ہے اور اس کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تروتازہ جھڑیں گے پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہہ دینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی ○

خدائے قادر کی طرف سے تسلی آمیز ارشاد:

مِنْ تَحْتِهَا کی دوسری قرأت مَنْ تَحْتَهَا بھی ہے یہ خطاب کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو پہلا کام وہی تھا جو آپ نے اپنی والدہ کی برأت و پاک دامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ تشفی دی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہی تھی آواز آئی کہ غمگین نہ ہو تیرے قدموں تلے تیرے رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم پی لو ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن یہ قول زیادہ صحیح ہے چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس میں سے تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی وہ کھاؤ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ

[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ تاویل کر رہے ہیں کہ شریعت میں موت کی تمنا اور دعا ہرگز نہیں صرف کسی دینی فتنے سے بچنے کے لیے موت کی دعا جائز ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پریشانی کے اوقات میں اس طرح کی بات بے اختیار زبان پر آ ہی جاتی ہے۔

پھلدار تھا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس سے قدرت خدا سے کھجور
جھڑنے لگیں کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دے دی فرمایا کھاپی اور دل کو مسرور رکھ حضرت عمرو بن میمون کا فرمان ہے
نفاس والی عورتوں کے لئے تر کھجوروں اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ایک حدیث میں ہے کھجور کے درخت کا اکرام کرو
اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس کے سوا اور کوئی درخت نر مادہ مل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کو ولادت
وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی کوئی درخت اس سے بڑھ کر خدا کے نزدیک مرتبے والا نہیں اسی لئے اس کے نیچے حضرت
مریم کو اتارا یہ حدیث بالکل منکر ہے تُسَاقِطْ کی دوسری قرأت تَسَّاقَطْ اور تُسْقِطْ بھی ہے مطلب تمام قرأتوں کا ایک ہی ہے پھر ارشاد
ہوا کہ کسی سے بات نہ کرنا اشارے سے سمجھا دینا کہ میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا
کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس دو شخص آئے ایک نے تو سلام کیا دوسرے نے نہ کیا آپ
نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام
کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم کے لئے ہی تھا کیونکہ خدا کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنی منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا
دیا تھا حضرت عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا
کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟ میں لوگوں کے سامنے
جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسیاً منسیاً ہو گئی ہوتی
وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں! آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں خود ان سب سے نمٹ لوں گا۔ آپ تو انہیں
یہ سمجھا دیں کہ آج آپ نے چپ رہنے کی نذر کر لی ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَ...
وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْ...
صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ڜ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَ...
اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ...
وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْ...
اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن

تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں پس مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنادے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور مجھ کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا اور مجھ پر اللہ کی جانب سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مرونگا اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا ○

دُنیا میں سب سے پہلا بولنے والا بچہ:

حضرت مریم نے خدا کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا اور اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریم تو نے تو بڑا ہی برا کام کیا نوف بکالی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم کی جستجو میں نکلے تھے لیکن خدا کی شان کہیں انہیں کھوج ہی نہ ملا راستے میں ایک چرواہا ملا اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں لیکن میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں اور میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ اس طرف ایک نور نظر آ رہا تھا وہ اس کی نشان دہی پر جا رہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو لئے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے بیٹھ گئیں ان سبھوں نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی جیسی عبادت و ریاضت حضرت مریمؑ صدیقہ کی تھی اس لئے انہیں ہارون کی بہن کہا گیا کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لئے لوگوں نے طعن کی راہ سے انہیں اس کی بہن کہا ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ہارون علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی وہی سگی بہن ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گزرے یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے آپ کے بعد صرف ختم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہوئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لئے کہ مجھ میں اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں گزرا پس اگر محمد بن کعب قرظی کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی سگی بہن تھیں ہو تو ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ...... ان آیتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے انہیں جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کی وجہ تورات کی وہ عبارت ہے جس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب مرا اس وقت مریم بنت عمران نے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی بہن تھیں دف پر خدا کے شکر کے ترانے بلند کئے آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں اس عبارت سے قرظی نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلط

۱؎ یہ روایت غلط ہے ۱۲

ہے ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم ہو لیکن یہ کہ یہی مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ناممکن ہے ہو سکتا ہے کہ نام دونوں کا ایک ہو ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں بنی اسرائیل میں عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں ولیوں کے ناموں پر اپنے نام رکھتے تھے مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیجا وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم یٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گزرے ہیں مجھ سے تو کوئی جواب نہ بن پڑا جب میں مدینے واپس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے انہیں اسی وقت کیوں نہ جواب دے دیا کہ وہ لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولاد کے نام رکھا کرتے تھے صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت کعب نے کہا تھا کہ یہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون نہیں اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہو گئیں اس تاریخ میں ہمیں قدرے تامل ہے قتادہ فرماتے ہیں حضرت مریم کا گھرانا ہی نیک صالح اور دیندار تھا اور دینداری برابر گویا وراثتاً چلی آ رہی تھی بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض گھرانے اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ نکلا تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہو گئی تم نیک باپ کی بیٹی ہو ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانا پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ تلخ اور تیز باتیں سن کر آپ نے حسب فرمان اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیسا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے بھلا گود کے بچے سے ہم پوچھیں گے اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اٹھے کہ لوگو! میں خدا تعالیٰ کا ایک غلام ہوں سب سے پہلا کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی ہے خدا کی تنزیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا خدا کی ذات کو اولاد سے پاک بتلایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے ایک کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے اس میں اپنی والدہ کی برأت بیان کی بلکہ دلیل بھی دے دی کہ میں تو خدا کا پیغمبر ہوں رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرما دی ہے کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں کر رہے تھے آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر ان کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا کہتے ہیں اس کلام کے وقت آپ کی انگلی اٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا عکرمہ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا حضرت انسؓ کہتے ہیں اسی وقت آپ کو یاد تھی سنی سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا انہیں نفع پہنچانے والا ہوں ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کس عمل کے اعلان کی اجازت ہے؟ فرمایا بھلی بات کہنے اور بری بات کے روکنے کی اس لئے کہ یہی اصل دین ہے اور یہی انبیاء اللہ کا ورثہ ہے یہی کام ان کے سپرد ہوتا رہا پس اجتماعی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا ہے جہاں بیٹھتے اٹھتے آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا کبھی خدا کی باتیں پہنچانے سے نہ رکتے فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز و زکوٰۃ کا پابند رہوں یہی حکم ہمارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو ملا ارشاد ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری لمحے تک لکھ دیئے ہیں (اس سے تقدیر کا ثبوت اور منکرین تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے) رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ملا ہے عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں جیسے آیت: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور آیت: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (سورہ لقمان:۱۴) میں اس نے مجھے گردن کش نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بدبخت بن جاؤں کہتے ہیں جبار وشقی وہ ہے جو غصے میں آ کر خونریزی کر دے فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بدبخت اور گردن کش ہو بدخلق وہی ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور بننے والا ہو مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی مبارک ہے وہ پیٹ جس میں تو نے پرورش پائی اور مبارک ہے وہ سینہ جس نے تجھے دودھ پلایا آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی اور سرکش اور بدبخت نہ بنا پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کے دن میری موت کے دن اور میرے دوبارہ جی اٹھنے کے دن مجھ پر سلامتی ہے اس سے بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوق خدا ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے پھر موت کا مزہ بھی چکھیں گے پھر قیامت کے دن دوبارہ اٹھیں گے بھی لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور کٹھن ہیں آپ پر آسان اور سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سراسر سلامتی ہی سلامتی صلوٰت اللہ و سلامه علیه۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾

یہ ہیں عیسیٰ بن مریم' میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو صرف اس کی عبادت کرو یہی دین کا سیدھا راستہ ہے (پھر بھی) مختلف گروہوں نے اس (بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے ○

عیسیٰ بن مریم:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جن لوگوں کا اختلاف تھا ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرما دی قَوْلَ کی دوسری قرأت قَوْلُ بھی ہے ابن مسعودؓ کی قرأت میں قَالَ الْحَقَّ ہے قول کا رفع زیادہ صحیح ہے جیسے: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ...... (سورہ بقرہ:۱۴۷) میں یہ بیان فرما کر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی تھے اور اس کے بندے

پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ خدا کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو یہ جاہل ظالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے خدائے تعالیٰ پاک اور دور ہے وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے ادھر حکم ہوا ادھر موجود جیسے فرمان ہے: اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ‌ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (سورہ آل عمران: ۵۹-۶۰) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال خدا کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور خدا کا فرمان تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو سیدھی راہ جسے میں خدا کی جانب سے لے کر آیا ہوں یہی ہے اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے گفتگو بھی آپ ماں کی گود میں ہی کر رہے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں خدا کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے خدا کے ایک بہترین رسول علیہ السلام پر بدترین تہمت رکھی اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود خدا ہے یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے کسی نے کہا یہ خدا کا لڑکا ہے کسی نے کہا تین خداؤں میں سے ایک ہے ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہ قول صحیح ہے اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم خداوندی ہے کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل جمع ہوئے اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے یہ لوگ آپس میں مختلف ہوئے ایک کہنے لگا یہ خود خدا تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ خدا کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا دو جوڑہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے پھر ان دو سے ایک نے کہا تم کہو اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں ایک تو اللہ جو معبود ہے دوسرے یہی جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں یہ اسرائیلیہ کا گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے علیہم لعائن اللہ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور رسول تھے خدا ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہ سچے تھے ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب اختلاف اور جھگڑے ہوئے چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبا لیا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علما جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف الخیال تھے سو کچھ کہتے تو ستر اور ہی کچھ کہتے تھے پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا ہر ایک کا خیال دوسرے کے خلاف تھا سب سے بڑی جماعت تین سو ساٹھ کی تھی بادشاہ نے اس طرف کثرت دیکھ کر اکثریت کا ساتھ دیا مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرف داری کی جائے پس اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا اور اس نے باقی سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو دراصل سب سے زیادہ خیانت ہے اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں ان میں داخل کر لیا بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے

لوگوں میں قانو نا رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب ہر طرف کنیسے، گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علما کو بٹھانے اور ان کے ذریعہ سے ان اپنی نوزائیدہ مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا شام میں جزیرہ میں روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہوگئی اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا قول غلط ہے خدا نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب سے آسمان پر اٹھا لیا ہے یہ ہے عیسائی مذہب کے اختلاف کی ہلکی سی مثال ایسے لوگ جو خدا پر جھوٹ افترا باندھیں اس کی اولاد اور شریک وساجھی ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پالیں لیکن اس عظیم الشان دن ان کی ہلاکت انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو جلدی عذاب نہ کرے لیکن بالکل چھوڑنا بھی نہیں صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی پکڑ شروع ہوتی ہے تو تو پھر کوئی پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآن: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (سورہ ہود: ۱۰۲) تلاوت فرمائی یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے جب وہ کسی ظلم سے لبریز بستی کو پکڑتا ہے یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ناپسندیدہ باتوں کو سن کر صبر کرنے والا خدا سے زیادہ کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتلاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی خود قرآن فرماتا ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ (سورہ حج: ۴۸) بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے خدا کو غافل نہ سمجھیں انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن تک آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہوگی صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہی ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

جس روز یہ لوگ (حساب وجزاء کے لئے) ہمارے پاس آویں گے کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جاویں گے لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں) کیسی صریح غلطی میں ہیں اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ (جنت ودوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ (آج دنیا میں) ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے (لیکن آخر ایک دن مریں گے اور) تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی) آخر مالک رہ جائیں جاویں گے ۝

کوئی باقی نہ رہے گا:

ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بدن کئے ہوئے اور کان بند کئے ہوئے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی اور کان بھی خوب کھل جائیں گے جیسے فرمان خدا ہے: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا...... (سورہ سجدہ:۱۲) کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ خدایا ہم نے دیکھا سنا...... پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا نہ حسرت وافسوس کرنا نہ واویلا کرنا اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لے کر دین خدا کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت وافسوس کرنا پڑتا اس دن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے جبکہ تمام کام فیصل کر دیئے جائیں گے جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے اس حسرت وندامت کے دن سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں بلکہ ایمان و یقین بھی نہیں رکھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑیئے کی شکل میں لایا جائے گا او جنت دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہو گا اور وہ یہی جواب دیں گے اب حکم ہو گا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت تمہارے لئے ہیشگی ہے موت نہیں اور اے اہل جہنم تمہارے لئے بھی ہیشگی ہے اور موت نہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت: وَأَنذِرْهُمْ...... تلاوت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اور فرمایا اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں (مسند امام احمد) ابن مسعودؓ نے ایک واقعہ طویل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہو گا وہ دن ہی حسرت وافسوس کا ہے جہنمی اپنے جنتی گھر کو دیکھ رہا ہو گا اور اس سے کہا جاتا ہو گا کہ اگر تم عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی حسرت وافسوس کرنے لگیں گے اور جنتیوں کو ان کا جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب ہیشگی کی آواز لگا دی جائے گی اس وقت جنتی تو اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر خدا نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اس قدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں پس اس آیت کا یہی مطلب ہے یہ وقت حسرت بھی ہو گا اور کام کے خاتمے کا وقت بھی یہی ہو گا پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے چنانچہ اور آیت میں ہے: أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ...... (سورہ زمر:۵۶) پھر بتلایا کہ خالق مالک متصرف اللہ ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب فنا ہے باقی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ ہی ہے کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعویدار بجز اس کے نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے شاہ اسلام امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو کوفے میں خط لکھا جس میں لکھا حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر فنا لکھ دی ہے سب کو اس کی طرف پہنچنا ہے اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کرا رہا ہے لکھ دیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں ان کا وارث[1] وہی ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

[1] وارث وہی ہوتا ہے جو مرنے والے کے بعد زندہ رہتا ہے اور مرنے والے کی تمام چھوڑی ہوئی چیزوں کا مالک ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کے وارث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب ختم ہو جاؤ گے اور دنیا یوں ہی چھوڑ کر چلے جاؤ گے ہم ہی باقی رہیں گے اور ہمارے سوا کوئی نہ ہو گا ۱۲

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝۴۱ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝۴۲ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝۴۳ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝۴۴ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝۴۵

اور اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا (قصہ) ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے نہ کچھ دیکھے اور نہ کچھ تمہارے کام آسکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا تو تم میرے کہے پر چلو میں تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ ○

قصہ ابراہیم علیہ السلام:

مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل خدا کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پروانہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرتی سے روکا صاف کہا کہ کیوں بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نہ نفع پہنچا سکیں نہ ضرر فرمایا کہ میں بے شک آپ کی اولاد ہوں لیکن خدائی علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو راہ راست دکھاؤں گا برائیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا ابا جی یہ بت پرتی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سمجھاتا ہے اور وہی اس سے خوش ہوتا ہے جیسے سورہ یٰسین میں ہے: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ...... (سورہ یٰسین: ۶۰) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے انسانوں کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے: اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ...... (سورہ نساء: ۱۱۷) یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور خدا کو چھوڑتے ہیں دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں آپ نے فرمایا شیطان خدا کا نافرمان ہے مخالف ہے اس کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے اس وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے اگر تو نے بھی اس کی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر تجھ بھی پہنچا دے گا ابا جان! آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر خدا کا کوئی عذاب نہ آجائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور خدا کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ نہ جائے دیکھو شیطان خود بے کس بے بس ہے اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچا دے گی جیسے فرمان باری ہے: تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ نحل: ۶۳) یعنی یہ یقینی اور قسمیہ بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی

بداعمالیاں انہیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کام کچھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ ؗ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

باپ نے جواب دیا کیا تم معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم علیہ السلام اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے سنگسار کر دوں گا اور ہمیش ہمیش کے لئے مجھ سے برکنار ہوا (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا ○

آذر کی بدنصیبی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم تو میرے معبودوں سے بیزار ہے ان کی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا اور انہیں برا کہتا رہا اور ان کی عیب جوئی کرنے اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جا ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لئے الگ ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے مؤمنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے بھڑتے نہیں جیسے قرآن میں ہے: وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورہ فرقان: ۶۳) جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام[1] ہم جاہلوں کے در پے نہیں ہوتے پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان و اخلاص کی ہدایت کی مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے اسی وعدے کے مطابق آپ ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہے شام کی ہجرت کے بعد بھی مسجد حرام بنانے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ خدایا میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب کے قائم ہونے کے دن بخش دے آخر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو آپ ہی کی اقتداء میں پہلے پہلے مسلمان بھی ابتدا اسلام کے زمانے میں اپنے قرابت دار مشرکوں کے لئے طلب بخشش کی دعائیں کرتے رہے آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام قابل اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں اور آیت میں فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ...... (سورہ توبہ: ۱۱۳) یعنی نبی کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنا چاہیے اور فرمایا کہ ابراہیم کا یہ

[1] یعنی بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولنے کے بجائے سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں اور اس طرح مناظرہ اور مجادلہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ گویا کہ یہ رخصتی سلام ہوتا ہے مسلمانوں کا باہمی سلام دعائیہ نہیں ہوتا

= حاشیہ اگلے صفحہ پر

استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے ابراہیم علیہ السلام تو بڑے ہی خدا دوست اور علم والے تھے [1] پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں میں صرف خدائے واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا میں فقط اسی سے دعا میں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا واقعہ بھی یہی ہے اور یہاں پر لفظ عسٰی یقین کے معنوں میں ہے اس لئے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سید الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہو گئے ہم نے ان کو اسحٰق علیہ السلام (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے (ان دونوں میں سے ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور آئندہ نسلوں میں ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا ○

خلیل اللہ علیہ السلام پر انعام و اکرام:

خلیل خدا ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم و ملک کو دین خدا پر قربان کر چکے سب سے یک سو ہو گئے اپنی برأت اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو خدا نے ان کی نسل جاری کر دی آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے جیسے فرمان ہے: وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ط (سورہ انبیاء:۷۲) اور آیت میں ہے: وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (سورہ ہود:۷۱) یعنی اسحٰق کے پیچھے یعقوب پس حضرت اسحٰق حضرت یعقوب کے والد تھے جیسے سورہ بقرہ کی آیت: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ ...... میں صاف الفاظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسی خدا کی جس کی عبادت آپ کرتے رہے اور آپ کے والد ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق۔ پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نسل جاری رکھی بیٹا دیا بیٹے کے ہاں بیٹا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی بنائے گئے تھے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے وقت خلیل الرحمٰن علیہ السلام زندہ نہ تھے یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی اس لئے اس احسان کا ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ بن اسحٰق نبی اللہ بن ابراہیم نبی اللہ و خلیل اللہ اور حدیث میں ہے

حاشیہ بر صفحہ گزشتہ

[2] استغفار کسی کے لیے کرنا گویا کہ اس کے لیے دعا متغیر کرنا ہے اور یہ اسی کے لیے ہوتی ہے جس سے دلی تعلق ہو اور کافر سے مسلمان کا دلی تعلق تو درکنار بلا ضرورت شرعی رسمی تعلق بھی نہ ہونا چاہئے

[1] اور ظاہر ہے کہ ان خصوصیات والے انسان سے کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک خدا کے دشمن سے تعلق رکھے ۱۲

کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ہم نے انہیں اپنی بہت ساری رحمتیں دیں اوران کا ذکر خیر اور ثنا جمیل کو دنیا میں ان کے بعد عظمت کے ساتھ باقی رکھا یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں فَصَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

اور اس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے اور وہ رسول نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب فرمایا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر عطا کیا ○

موسیٰ علیہ السلام وفرعون ...... سعادت کی دعوت اور شقی کا انجام:

اپنے خلیل علیہ السلام کا بیان فرما کر اب اپنے کلیم علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے مُخْلَصًا کی دوسری قرأت مُخْلِصًا بھی ہے یعنی وہ باخلاص عبادت کرنے والے تھے منقول ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ ہمیں بتلایئے مخلص شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو محض اللہ کے لئے عمل کرے اسے اس بات کی خواہش نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں دوسری قرأت میں مُخْلَصًا ہے یعنی خدا کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جیسے فرمان باری ہے: اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ (سورہ اعراف:۱۴۴) آپ خدا کے نبی اور رسول تھے پانچ بڑے بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں یعنی نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور محمد صلوات الله وسلامه عليهم وعلى سائر الانبياء اجمعين۔ ہم نے انہیں مبارک پہاڑ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کر لیا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ آگ کی تلاش میں طور کی طرف یہاں آگ دیکھ کر بڑھے تھے ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں اس قدر قریب ہو گئے کہ قلم کی آواز سننے لگے مراد اس سے توراۃ لکھنے کی قلم ہے سدی کہتے ہیں آسمان میں گئے اور کلام باری سے مشرف ہوئے کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام جبکہ میں تیرے دل کو شکر گزار اور تیری زبان کو اپنا ذکر کرنے والی بنا دوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر ان کی امداد کے لئے ان کے ساتھ کر دیا جیسا کہ آپ کی تمنا اور تھی فرمایا تھا: وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ ...... (سورہ قصص:۳۴) اور آیت میں ہے: قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (سورہ طٰہٰ:۳۶) موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کر دیا آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں: فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ...... (سورہ شعراء:۱۳) ہارون کو بھی رسول بنا ...... کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اس سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام سے بڑے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمَا۔

ذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

اوراس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز کا اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے ○

ذکرہ اسمٰعیل علیہ السلام:

حضرت اسماعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہورہا ہے آپ سارے حجاز ہیں جونذر خدا کے نام کی مانتے تھے جو
ادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے ہر حق ادا کرتے تھے ہر وعدہ وفا کرتے تھے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ
پ کو ملوں گا وہاں آجانا حسب وعدہ حضرت اسماعیل وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا آپ اس کے انتظار میں وہیں ٹھہرے رہے یہاں
ت کہ ایک دن رات پوری گزر گئی اب اس شخص کو یاد آیا اس نے آکر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں
ں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر میں آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا تھا اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا
فیان ثوری تو کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گزر چکا تھا ابن شوزب کہتے ہیں وہیں مکان لے لیا تھا عبداللہ بن
الحما کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور کہہ گیا کہ آپ
یہیں ٹھہریئے میں ابھی واپس آتا ہوں مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری پھر ایک اور دن بھی گزر گیا تیسرے دن مجھے خیال آیا
دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں آپ نے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا میں آج تین دن سے یہیں انتظار کرتا رہا (خرائطی) یہ
بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے بوقت ذبح کیا تھا کہ اباجی آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے چنانچہ فی الواقع آپ
نے وعدہ وفا کیا اور صبر و تحمل سے کام لیا ایفاء عہد نیک کام ہے ایمان والو وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ
کے نزدیک یہ بات نہایت ہی بری اور ناگوار ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں
میں جھوٹ' وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت ان برائیوں سے مؤمن الگ تھلگ ہوتے ہیں یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل علیہ
السلام میں تھی اور یہی پاک صفت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھی کبھی کسی وعدے کا خلاف آپ نے نہیں کیا آپ نے ایک مرتبہ
ابوالعاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ اس نے مجھ سے کیا پورا کیا حضرت
صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے
لئے تیار ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لئے موجود ہوں چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ تشریف
لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپیں بھر کر دوں گا حضرت
صدیق اکبرؓ کے پاس جب بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابر کو بلوا کر فرمایا لو لپ بھر لو آپ کی لپ میں پانچ سو درہم آئے حکم دیا کہ
تین لپوں کے پندرہ سو درہم آئے حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ سو درہم لے لو پھر حضرت اسمٰعیل کا رسول و نبی ہونا بیان فرمایا حالانکہ

حضرت اسحق کا صرف نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے چنانچہ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے خدا نے حضرت اسماعیل کو پسند فرمایا؟ پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ خدا کی اطاعت پر صابر تھے اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے یہی فرمان خدائے تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کو ہے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ...... (سورہ طٰہٰ: ۱۳۲) اپنی اہل وعیال کو نماز کا حکم کرتا رہ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ اور آیت میں ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا...... (سورہ تحریم: ۶) اے ایمان والو اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب دینے والے فرشتے رحم سے خالی زور آور بڑے سخت ہیں ناممکن ہے کہ خدا کے حکم کا وہ خلاف کریں بلکہ ان سے کہا گیا ہے اسی کی تعمیل میں مشغول ہیں پس مسلمانوں کو حکم خدا ہے کہ اپنے گھربار کو خدائی باتوں کی ہدایت کرتے رہیں گناہوں سے روکتے رہیں یوں ہی بے تعلیم نہ چھوڑ دیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس مرد پر خدا کا رحم ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے اور اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر اسے بیدار کرتا ہے اس عورت پر بھی خدا کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتی ہے پھر اپنے میاں کو بلاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی چھینٹا ڈالتی ہے (ابوداؤد وابن ماجہ) آپ کا فرمان ہے کہ جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی نماز کی ادا کرلیں تو خدا کے ہاں اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں عورتوں میں دونوں کے نام لکھ لئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم ان کو (کمالات میں) بلند درجہ تک پہنچایا ○

نبی صادق (علیہ السلام):

حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان ہے کہ آپ سچے نبی تھے خدا کے خاص بندے تھے آپ کو ہم نے بلند مکان پر اٹھالیا صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریرؒ نے ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت کعبؒ سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریس کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے نیک اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال ہیں جنہیں میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں اس پر آپ کو کیا خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا کہ میرے پاس یوں وحی آئی ہے اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں پر بٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا آپ پہنچے تو ملک الموت کو دیکھا فرشتے نے آپ سے حضرت ادریس کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مجھے ابھی حکم ہوا کہ ادریس کی روح چوتھے آسمان پر قبض کر میں فکر مند تھا کہ وہ زمین پر ہیں اور مجھے یہاں اس آسمان پر ان کی روح کے قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی یہ ہیں اس آیت کے معنی لیکن یہ یاد رہے کہ کعب کا بیان اسرائیلیات میں سے ہے اور یہ تمام قصہ قابل اعتبار نہیں واللہ اعلم۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتے کے دریافت کیا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے کہ فرشتے کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ

ں دیکھ کر فرمایا صرف ایک آنکھ کی پلک کے جھپکنے کے برابر اب جو فرشتہ اپنے پر تلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح پرواز کر چکی تھی ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ درزی تھے سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر سی کے نہ چڑھتے مجاہدؒ تو کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پر چڑھا لئے گئے آپ مرے نہیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے موت اٹھا لئے گئے ہیں ابن عباسؓ سے بروایت عوفی منقول ہے کہ چھٹے آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے حسن بصری کہتے ہیں بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے خاص انعام فرمایا ہے منجملہ دیگر انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گرا تے ہوئے ○

گروہ انبیاء علیہم السلام:

فرمان خدا ہے کہ یہ ہے جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورت میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا یہ لوگ خدا کے انعام یافتہ ہیں پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف استطراد ہے یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس علیہ السلام اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کرا دیئے گئے تھے اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ علیہ صلوٰت اللہ ہیں اور ذریت ابراہیم سے مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب حضرت اسماعیل ہیں اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام یہی قول ہے حضرت سدیؒ اور ابن جریرؒ کا اسی لئے ان کے نسب جداگانہ بیان فرمائے گئے کہ گو اولاد آدم میں سب ہیں مگر ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان بزرگوں کی نسل سے نہیں جو حضرت نوح کے ساتھی تھے کیونکہ حضرت ادریس تو حضرت نوح کے دادا تھے میرا خیال ہے بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اور ان کے نسب میں خدا کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس بھی بنی اسرائیل کے نبی ہیں یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی حضور سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہم السلام نے کہا تھا نقل ہے کہ حضرت ادریس حضرت نوح سے پہلے کے ہیں آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا ہم نے اس آیت کو جنس انبیاء کے لئے قرار دیا ہے اس کی دلیل سورہ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب' حضرت نوح' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا'

حضرت یحیٰی، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یونس علیہم السلام وغیرہ کا ذکر اور تعریف کرنے کے فرمایا: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (سورہ انعام:۹۰) یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت دی تو بھی ان کی ہدایت اقتدا کر اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ کیا سورہ صٓ میں سجدہ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی کو ان کی اقتداء کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی مقتدا نبیوں میں سے ہیں فرمان ہے کہ ا پیغمبروں کے سامنے جب کلام شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین کو سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعا شکر و احسان مانتے ہوئے روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علما کا متفق علیہ مسئلہ ہے تا ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتداء ہو جائے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے سورہ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو س کیا پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن حاتم اور ابن جریر)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾

پھر ان کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور یمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا ○

ناخلف اولاد:

نیک لوگوں کا خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جو حدود خداوندی کے محافظ نیک اعمال کے نمونے تھے اور بدیوں سے بچے تھے اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نمازوں تک سے بے پرواہ بن گئے اور جب نما جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واجبات کی وہ کیا پرواہ کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے اور تمام اعمال سے افضل بہتر ہے یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہو گا بڑے گھاٹے میں رہیں گے نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے اسی لئے امام احمد اور بہت سے سلف خلف کا مذہب ہے کہ نماز تارک کافر ہے یہی ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے[1] کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے کے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے دوسر حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں نماز فرق ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا اس مسئلہ کو بسط سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں یا نما کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ

[1] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر نہیں بلکہ فاسق ہے خدا کا شکر ہے کہ ابوحنیفہ کے اس مذہب کی بنا پر لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں و مسلمان جو کبھی بھی نماز نہیں پڑھتے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے۔

قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے کہیں نمازوں میں سستی کرنے والوں کے عذاب کا بیان ہے کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے کہیں محافظت کا آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کا چھوڑ دینا اور نہ چھوڑنا ہے آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے حضرت مسروق فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا ان کا ضائع کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے اور ان کا ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جبکہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے عطا بن ابی ریاح بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہوں گے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں ہی اچھل کود کریں گے اور خدائے تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کی حلق سے نیچے نہ اترے گا یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں مؤمن' منافق اور فاجر۔ راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کرے گا ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ اصحاب صفہ کے لئے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد و عورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں یہ نشے پینے والے نمازیں چھوڑنے والے شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے عشاء کی نمازوں کے وقت سو جانے والے کھانے پینے میں مبالغہ اور تکلف کر کے بہت زیادہ کھانے والے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں ابو اشہب عطاروی فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کی گرفت میں رہتے ہیں میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ دیں گے دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مؤمنوں سے لڑیں گے غیّاً کے معنی خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ غیؔ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت ہولناک عذاب والی اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں تا کہ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلیؓ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنایئے آپ نے کہا کہ سنو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک تو جہنم کی تہ میں بھی نہیں پہنچ سکتا پھر وہ غی اور اثام میں پہنچے گا غی اور اثام کے جہنم کے نیچے دو کنویں ہیں جہاں جہنمیوں کا لہو

پیپ جمع ہوتا ہے غی کا ذکر آیت: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (سورہ مریم:۵۹) میں ہے اور اثام کا ذکر آیت: يَلْقَ اَثَامًا (سورہ فرقان:۶۸) میں ہے اس حدیث کو فرمان رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے پھر فرماتا ہے ہاں جوان کامو سے توبہ کر لے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اس کی عاقبت سنوار اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے وا ایسا ہے جیسے بے گناہ یہ لوگ جو نیکیاں کریں گے ان کے اجر انہیں ملیں گے کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا توبہ سے پہلے کے گناہوں کوئی پکڑ نہ ہوگی یہ ہے کرم اس کریم کا اور یہ ہے حلم اس حلیم کا توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے سورہ فرقان میں گناہوں کا ذکر کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استثنا کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

اور ہمیشہ رہنے کے باغ کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے اور اس کے وعدے کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس (جنت) میں وہ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنا دیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو ○

بہشت بریں:

جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشگی والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے ان جنتوں کو انہوں نے دیکھا نہیں لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انہیں ان پر ایمان و یقین ہے بات بھی یہی ہے کہ اللہ کے وعدے یقینی ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آ کر ہی رہیں گے نہ خدا وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے مَاْتِيًّا کے معنی اٰتِيًا کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آ ہی گیا جیسے کہتے ہیں کہ مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے صرف مبارک سلامتی کی دھوم ہوگی ہر طرف سے اور خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی جیسے سورہ واقعہ میں ہے: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا (سورہ واقعہ:۲۵-۲۶) وہاں کوئی بیہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے یہ استثناء منقطع ہے صبح شام پاک طیب عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلا تکلف تکلیف بے مشقت و زحمت چلی آئیں گی لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جنتی پہچان لیں گے جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں چنانچہ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے نہ وہاں انہیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا بخور خوشبودار اگر کی طرح ہوگا ان کے پسینے مشک جیسے ہوں گے ہر ایک جنتی مرد کی دو

ویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی نلی کا گودا تک باہر سے نظر آئے ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہو گی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے کوئی اختلاف باہم گر نہ ہو گا صبح شام خدا کی تسبیح میں گزرے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شہید اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سرخ رنگ قبوں میں ہیں صبح و شام روزی پہنچائے جاتے ہیں (مسند) پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہو گا یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں موجود پائیں گے چنانچہ ایک غریب منکر حدیث میں ہے کہ صبح شام کی کیا پابندی ہے رزق تو بے شمار ہر وقت موجود ہے لیکن خدا کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جن میں ادنیٰ درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کی گئی ہیں یہ نعمتوں والی جنتیں انہیں ملیں گی جو ظاہر و باطن خدا کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے جن کی صفتیں: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ مؤمنون: ۱-۱۱) کے شروع میں بیان ہوئی ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارث فردوس بریں ہیں جن کے لئے دوامی طور پر جنت الفردوس خدا نے لکھ دی ہے (اللہ اے اللہ! ہمیں بھی آپ اپنی رحمت کاملہ سے فردوس بریں میں پہنچا دیجئے آمین)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

اور ہم (یعنی فرشتے) بدون آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آ سکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں سو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے ○

اس کی عبادت:

صحیح بخاری شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا آپ جتنا اب آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ہے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں بہت تاخیر ہو گئی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے پھر آپ یہ آیت لے کر نازل ہوئے روایت میں ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے جب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے اس پر یہ آیت اتری پس گویا یہ آیت وَالضُّحٰی کی آیت جیسی ہے کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی جب ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا میرا شوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے زیادہ شوق خود

مجھے آپ کی ملاقات کا تھا لیکن میں خدا کے حکم کا مامور اور پابند ہوں وہاں سے جب بھیجا جاؤں تب ہی آ سکتا ہوں ورنہ نہیں اسی پر وحی نازل ہوئی لیکن یہ روایت غریب ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنے میں دیر لگائی پھر جب آپ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کترائیں مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آئیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی مسند امام احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کرلو آج وہ فرشتہ آرہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی خدا کی ہیں یعنی آخرت اور اس کے درمیان کی یعنی دونوں نفخوں کے درمیان کی چیزیں بھی اس کی ملکیت ہیں آنے والے امور آخرت اور گزر چکے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں تیرا رب بھولنے والا نہیں اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش کیا نہ اس کی یہ صفت ہے جیسے فرمان ہے: وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (سورہ ضحیٰ: ۱-۳) قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لے نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہوا ہے نہ ناخوش ابن ابی حاتم میں ہے آپ فرماتے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم خدا کی عافیت کو قبول کرلو وہ کسی چیز کا بھولنے والا نہیں پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا آسمان وزمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک مدبر متصرف وہی ہے کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو ٹال سکے تو اسی کی عبادت کر اور اسی پر جما رہ اس کا مثیل شبیہ ہمنام ہم پلہ کوئی نہیں وہ بابرکت ہے وہ بلندیوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں۔ جل جلالہ۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْــًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا کیا یہ انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اس سے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت میں) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی پھر ان کو دوزخ کے گردا گرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ سرکشی کیا کرتا تھا پھر ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اول) مستحق ہیں ○

انکارِ قیامت اور انسان کی بھول:

بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا وہ قیامت اور اس دن کی دوسری زندگی کا حال سن کر سخت تعجب کرتے تھے جیسے قرآن کا فرمان: وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ...... (سورہ رعد: ۵)

اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر ہم از سر نو پیدا کئے جائیں گے؟ سورہ یٰسین میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سڑ گل گئی ہیں کون زندہ کر دے گا؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ خالق حقیقی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر؟ جب کچھ نہ تھا تب تو خدا اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا تو اب جبکہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا کیا خدا قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتداء آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کرے گا جو بہ نسبت ابتدا کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ لائق نہ تھا مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جس طرح خدا نے میری ابتدا کی اعادہ نہ کرے گا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتدا بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اس کا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ میرے لئے اولاد ثابت کرتا ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی اور مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انہیں بھی میں جمع کروں گا پھر انہیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے جیسے فرمان ہے: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (سورہ جاثیہ: ۲۸) ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا جب تمام اول آخر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیں گے ان کے رئیس و امیر اور بدیوں اور برائیوں کے پھیلانے والے ان کے پیشوا انہیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انہیں خدا کے گناہوں کی طرف مائل کرنے والے علیحدہ کر لئے جائیں گے جیسے فرمان ہے: حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا..... (سورہ اعراف: ۳۸) جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ خدایا انہیں لوگوں نے ہمیں بہکا رکھا تھا تو انہیں دگنا عذاب کر...... پھر خبر کا خبر پر عطف ڈال کر فرماتا ہے کہ خدا تو خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ عذاب کا اور جہنم کی آگ کا مستحق کون کون ہے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا: لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (سورہ اعراف: ۳۸) ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے ○

جہنم پر سے:

مسند احمد بن حنبل کی غریب حدیث میں ہے ابو سمیہ فرماتے ہیں جس ورود کا اس آیت میں ذکر ہے اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مومن اس میں داخل نہ ہوں گے کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے لیکن پھر بہ سبب اپنے تقوے کے نجات پا جائیں گے

میں نے حضرت جابرؓ سے مل کر اس بات کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وارد تو سب ہوں گے اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں نیک بھی اور بد بھی اور مومنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ پر تھی یہاں تک کہ ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگے گی پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہو جائے گا خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے کہیں گے کہ خدا نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور ہمارا درود تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائے کہ تم وہیں سے تو گزر کر آرہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت آگ ٹھنڈی کر دی تھی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے روئیں انہوں جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر آپ نے فرمایا مجھے تو آیت: وَاِنْ مِّنْکُمْ...... یاد آ گئی اور رونا آ گیا مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں اس وقت آپ بیمار تھے حضرت ابو میسرہؒ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں پھر ہمارے لئے ہنسی خوشی کیسی یہ سن کر جب سے لے کر موت کی گھڑی تک ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی نافع بن ارزق حضرت ابن عباسؓ کا اس بارے میں مخالف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن: اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ اَنْتُمْ لَھَا وٰرِدُوْنَ (سورہ انبیاء: ۹۸) پیش کر کے فرمایا دیکھو یہاں مراد داخل ہونا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی: یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ (سورہ ہود: ۹۸) فرمایا بتلا و فرعون اپنی قوم کو جہنم میں لے جائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کرو کہ ہم اس میں داخل تو ضرور ہوں گے اب غور کرو کہ ہم اس میں داخل تو ضرور ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالے گا اس لئے کہ تو اس کا منکر ہے یہ سن کر نافع کھسیانا ہو کر ہنس دیا یہ نافع خارجی تھا اس کی کنیت ابو راشد تھی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت: وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ وِرْدًا (سورہ مریم: ۸۶) بھی پڑھی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْنِیْ مِنَ النَّارِ سٰلِمًا وَّاَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ غَانِمًا خدایا مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں عکرمہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے یہ بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اور گنہگاروں کے لئے بھی ورود لفظ دخول کے معنی میں خود قرآن کریم کی دو آیتوں میں موجود ہے ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وارد تو سب ہوں گے پھر گزر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پل صراط سب کو گزرنا ہوگا یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے اب بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے بعض ہوا کی طرح بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا گرتا پڑتا نجات پائے گا۔ پل صراط پھسلنی چیز ہے جس پر ببول جیسے اور گوکھرو جیسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہوں گے جن سے وہ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے...... حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ تلوار کی دھار سے تیز ہوگا پہلا گروہ تو بجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا دوسرا گروہ ہوا کی طرح جائے گا تیسرا تیز رفتار گھوڑوں کی طرح چوتھا تیز رفتار جانور کی طرح فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ خدایا سلامت رکھ الٰہی بچا لے صحیحین کی بہت سی مرفوع حدیثوں میں بھی یہ مضمون ہے حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ جہنم اپنی پیٹھ پر لوگوں کو جما لے گی جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے اب جہنم سب برے برے لوگوں کو نوالہ بنا لے گی وہ برے لوگوں کو اس طرح جانتی پہچانتی ہے جس

طرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ مؤمن صاف بچ جائیں گے سنو جہنم کے داروغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں ایک مارتے ہیں تو سات لاکھ آدمیوں کا چورا ہو جاتا ہے مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا یہ سن کر حضرت حفصہؓ نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس وارد ہونے والا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس سے نجات پا جائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے صحیحین میں ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر اس سے مراد یہی آیت ہے ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابیؓ کو بخار چڑھا ہوا تھا جس کی عیادت کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف لے چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جناب باری عزوجل کا فرمان ہے کہ یہ بخار بھی ایک آگ ہے میں اپنے مؤمن بندوں کو اس میں اس لئے مبتلا کرتا ہوں کہ یہ جہنم کی آگ کا بدلہ ہو جائے تو حدیث غریب ہے حضرت مجاہدؒ نے بھی یہی فرما کر پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص سورہ قل ہو اللہ احد دس مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو ہم بہت سے محل بنا لیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا خدا کے پاس کوئی کمی نہیں وہ بہتر سے بہتر اور بہت دینے والا ہے اور جو شخص خدا کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور صالحوں میں لکھ لے گا فی الواقع ان کا ساتھ بہترین ساتھیوں کا ساتھ ہے اور جو شخص کسی تنخواہ کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا کی خوشی کے لئے مسلمان لشکروں کی ان کی پشت کی طرف سے حفاظت کرنے کے لئے پہرہ دے وہ اپنی آنکھ سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری کرنے کے لئے کیونکہ خدا کا فرمان ہے تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے خدا کی راہ میں اس کا ذکر کرنا خرچ کرنے سے بھی سات سو گناہ اجر رکھتے ہیں اور روایت میں ہے سات ہزار گنا۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز روزہ اور ذکر اللہ خدا کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا درجہ رکھتے ہیں قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس آیت سے گزرنا ہے عبدالرحمٰن کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس دن بہت سے مرد عورت اس پر سے پھسل پڑیں گے اس کے دونوں کنارے فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو خدا سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہوں گے یہ خدا کی قسم ہے جو پوری ہو کر رہے گی اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور خدائے تعالیٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے پل صراط پر جانے کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائیں گے ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم میں جھڑ جھڑ جائیں گے مؤمن بھی اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائے گی پھر یہ نجات یافتہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیاء بھی پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ آگ انہیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کے سجدہ کی جگہ بچی ہوئی ہوگی پھر اپنے اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلیں گے پھر اس سے کم والے پھر اس سے کم والے یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے پھر اس سے کم والے بھی پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر ہمیشگی اور دوام لکھا جا چکا ہے یہ تمام خلاصہ ہے ان حدیثوں کا جو صحت کے ساتھ آ چکی ہیں پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو جائیں گے اور بدلوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾

اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کیے ہیں جو سامان اور نمود میں ان میں سے بھی (کہیں) اچھے تھے ۞

خدا کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انہیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پر تکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سجی ہوئی ہیں اور آباد اور بارونق ہیں پس ہم جو کہ مال و دولت شان و شوکت عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم خدا کے پیارے ہیں یا یہ جو کہ چھپتے پھرتے ہیں کھانے پینے کو نہیں پاتے کہیں ارقم بن ابو ارقم کے گھر میں چھپتے ہیں اور کہیں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ (سورہ احقاف:۱۱) اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ: اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (سورہ شعراء:۱۱۱) تیرے ماننے والے تو سب غریب اور محتاج لوگ ہیں ہم تیرے تابعدار بن نہیں سکتے اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انہیں دھوکہ لگ رہا ہے اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی خدا کے پیارے بندے ہیں جنہیں خدا نے ہم پر فضیلت دی ہے پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے بھی ظاہر داری میں بڑھے ہونے اور مالداری میں آگے نکلے ہوئے لوگ تھے لیکن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انہیں تہس نہس کر دیا ان کی مجلسیں ان کے مکانات ان کی قوتیں ان کی مالدایاں ان سے سواتھیں شان و شوکت میں ٹیپ ٹاپ میں تکلفات میں امارت اور شرافت میں ان سے کہیں زیادہ تھے ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا بھس اڑا دیا غارت اور برباد کر دیا۔

فرعونیوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں ان کے شاندار مکانات اور عالیشان محلات اب تک موجود ہیں لیکن وہ خود غارت کر دیئے گئے مچھلیوں کا لقمہ بن گئے مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں ندی سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کو نادی اور ندی کہتے ہیں جیسے آیت: وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (سورہ عنکبوت:۲۹) میں ہے یہی ان مشرکین کا قول تھا کہ ہم باعتبار دنیا کے تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں لباس میں مال و متاع میں صورت و شکل میں ہم تم سے افضل ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) رحمن ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ برا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو (دنیا میں تو) ہدایت بڑھاتا ہے اور (آخرت میں ظاہر ہوگا کہ) جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب بھی میں بہتر ہیں ○

ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے تئیں حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوشحالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہیں ان سے دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا ان کی ت نہ آ جائے اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون ہے اور کس کے ساتھی کمزور تھے دنیا تو ڈھلتی پھرتی چھاؤں نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان واسباب کا یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے جیسے دیوں سے سورہ جمعہ میں مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی مباہلے کا ذکر ہے جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر ت خدا تعالیٰ پڑنے کی دعا کریں پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اسی طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی رت اترتی ہے بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کسے اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟...... باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لوں کی تشریح میں سورہ کہف میں گزر چکی ہے یہاں فرمانا ہے کہ یہ پائیدار نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ ے نیکیوں کے لئے بہتر ہیں عبدالرزاق میں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی سوکھے پتے جھڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ کہنے سے ہڑ جاتے ہیں اے ابو درداء ان کا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے باقیات صالحات ہیں یہی جنت کے خزانے ں اس کو سن کر حضرت ابو درداء کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں واللہ میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے ہاں نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

فَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم وارث رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آئے گا ○

حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا قرض عاص بن وائل کے ذمے کچھ تھا میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کر دوں گا تو آ جانا اس پر یہ آیت اتری (بخاری و مسلم) دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اس کی تلوار بنائی تھی اس کی اجرت اُدھار تھی فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے خدائے رحمان سے کوئی قول قرار لے لیا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے اس نے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس پر یہ آیتیں اتریں اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمانوں کا قرض اس کے ذمے تھا ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا' چاندی' ریشم' پھل' پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا پس یہ آیتیں فَرْدًا تک اتریں وَلَدًا کی دوسری قرأت واؤ کے پیش سے بھی ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنی میں ہے قیس قبیلے کا یہی لغت ہے واللہ اعلم۔ اس مغرور کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام کی خبر ہے؟ جو یہ قسم کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے خدا کوئی قول قرار عہد و پیمان لیا ہے؟ یا اس نے خدا کی توحید مان لی ہے کہ اس کی وجہ سے اسے دخول جنت کا یقین ہو؟ چنانچہ آیت: قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا (سورہ بقرہ: ۸۰) میں خدا کی وحدانیت کے کلمے کا قائل ہو جانا ہی مراد لیا گیا ہے پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کی جاتی ہے اور اس کے خلاف موکد بیان ہو رہا ہے کہ اس کا پر غرور کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے دار آخرت میں تو اس کے لئے عذاب ہی عذاب ہے جو ہر وقت بڑھتا رہے گا اسے مال و اولاد بھی وہاں ملنا تو کجا اس کے برعکس دنیا کا مال و متاع اور اولاد کنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا وہ تن تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا ابن مسعودؓ کی قرأت میں وَنَرِثُهٗ مَا عِنْدَهٗ ہے اس کا جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تا کہ ان کے لئے وہ (عند اللہ) باعث عزت ہوں (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ) وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاء) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں سو آپ ان کے لئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں ○

کافروں کا خیال ہے کہ ان کے خدا کے سوا کے اور معبود ان کے حامی مددگار ہوں گے غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور بالکل برعکس ہے ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کر

کھڑے ہوں گے جیسے فرمایا اس سے بڑھ کر بد راہ گم کردہ راہ کون ہے جو خدا کو چھوڑ انہیں پکار رہا ہے؟ جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اوران کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں کَلَّا کی دوسری قرأت کلّ بھی ہے خود یہ کفار بھی اس دن خدا کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے یہ سب عابد و معبود جہنمی ہوں گے ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا ایک دوسرے کو برا کہے گا سخت تر جھگڑے میں پڑیں گے سارے تعلقات کٹ جائیں گے ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے نہ مدد تو کہاں؟ مروت تک نہ ہوگی معبود عابدوں کے لئے اور عابد معبودوں کے لئے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں' آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں' طغیان سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمان سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں تو جلدی نہ کر ان کے لئے کوئی بددعا نہ کر ہم نے خود عمداً انہیں ڈھیل دے رکھی ہے انہیں بڑھتا رہنے دے آخر وقت مقررہ پر دبوچ لیے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے انہیں تو کچھ یوں ہی سی ڈھیل ہے جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں آخر سخت عذابوں کی طرف پے بہ پے کے ساتھ جا پڑیں گے تم فائدہ حاصل کر لو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصلی ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں ان کے سانس بھی ہمارے گنے ہوئے ہیں مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

(اور) جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دارالنعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں اور مجرموں کو (دوزخ کی طرف (پیاسا) ہانکیں گے (وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت لی ہے ○

جو لوگ خدا کی باتوں پر ایمان لائے پیغمبروں کی تصدیق کی خدا کی فرمانبرداری کی گناہوں سے بچے رہے پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ خدا کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے نورانی سانڈنیوں کی سواری پر آئیں گے اور خدا کے مہمان خانے میں بعزت داخل کیے جائیں گے ان کے برخلاف ناخدا ترس گنہگار رسولوں کے دشمن دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کیے جائیں گے اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہے پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آئیے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بعزت و اکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں پس مومن خدا کے پاس سواری پر سوار ہو کر جائے گا ان کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے یہ سب ہنسی خوشی آبرو عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے حضرت علیؓ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی ان کے پالان سونے کے ہوں گے یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی ایک مرفوع روایت میں ہے لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علیؓ فرماتے

ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی پر دار اونٹنیاں اپنی سواری کے لئے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے جن کے پیروں سے نور بلند ہو رہا ہوگا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھیں گے ایک کا پانی پئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے اور یہاں جم جائیں گے اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں ان کے چہرے چمک اٹھیں گے اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے خازن جنت آئیں گے دروازے کھولیں گے جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا کہ میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے ان کی حویں تاب نہ لا سکیں گی اور خیموں سے نکل ان سے چمٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں میں ہمیشگی والی ہوں جو موت سے دور ہوں میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوں گی یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں لولو اور موتیوں پر زرد سرخ سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں ہر دیوار ایک دوسرے کی ہم شکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں ہر تخت پر ستر حوریں ہیں ہر حور پر ستر جوڑے ہیں تاہم ان کا جسم جھلک رہا ہے ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی صاف شفاف پانی کی خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا بہترین خوشذائقہ بے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا بہہ رہی ہوں گی پھلدار درخت میووں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے چاہیں کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہیں کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہیں بیٹھے بیٹھے چاہیں لیٹے لیٹے سبز و سفید پرند اڑ رہے ہیں جس کا گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا اور پھر وہ قدرت خدا سے زندہ چلا گیا چوطرف فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبریاں دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے ہو یہ ہے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو جیسے کہ حضرت علیؓ کے قول سے بھی مروی ہے واللہ اعلم ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے کھا کر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہوگا مؤمن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں یہ خود کہیں گے کہ: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے ہاں جنہوں نے خدا سے عہد لے لیا ہے یہ استثنا منقطع ہے مراد اس عہد سے خدا کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے یعنی صرف خدا کی عبادت دوسروں کی پوجا سے برأت مدد کی اس سے امید تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان موحدین نے خدا کا وعدہ حاصل کر لیا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے لوگوں نے کہا حضرت ہمیں بھی وہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا یوں کہو: **اللّٰھم فاطر السمٰوٰت و الارض عالم الغیب و الشھادة فانی اعھد الیك فی ھذہ الحیٰوة الدنیا انك ان تکلنی الی عمل یقربنی من الشر ویباعدنی من الخیر**

انی لا اثق الا برحمتك فاجعل لی عندك عهدًا تو دیه الی یوم القیمة انك لا تخلف المیعاد۔ (حاکم) اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے خِئفا مستجیرا مستغفرا راھبا راغبا الیك۔ (ابن ابی حاتم)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے ○

اس مبارک سورت کے شروع میں اس بات کا ثبوت گزر چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا کیا ہے اس لئے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں جس سے ذات خدا پاک ہے اِدًّا اور اَدًّا اور اَدًا تینوں لغت ہیں لیکن مشہور اِدًّا ہے ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان تھرتھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے کر پھٹ جائے اس لئے کہ زمین و آسمان خدا کی عزت وعظمت جانتی ہے ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان بدکار بے سمجھ انسانوں نے خدا کی ذات پر تہمت باندھی ہے نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی مخلوق تمام اس کی وحدانیت کی شاہد ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل خدائے تعالیٰ معاف فرما دے جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی صحابہؓ نے کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس نے زندگی میں کہہ لیا فرمایا اس کے لئے اور زیادہ واجب ہو گئی قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے واللہ اعلم۔ پس ان کا یہ مقولہ اتنا بد ہے کہ آسمان بوجہ اللہ کی عظمت کے کانپ اٹھیں اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑوں کا چورا ہو جائے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ کا ذکر کیا ہو دوسرا خوشی سے جواب دیتا

ہے کہ ہاں پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹی بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور کلام نہیں سنتے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا مگر جب زمین پر رہنے والے لوگوں نے خدا کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے کعب کہتے ہیں ملائکہ غضب ناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ایذا دہندہ باتوں پر خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس کی اولاد میں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے روزیاں پہنچا رہا ہے برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے پس ان کی اس بات سے کہ خدا کی اولاد ہے زمین و آسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں خدا کی عظمت وشان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے اس کی جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں زمین و آسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا سب کا پالنہار سب کا خبر گیر ہے سب کی گنتی اس کے پاس ہے سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے اس کا کوئی مددگار نہیں نہ شرک اور ساجھی ہر ایک بے یار و مددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں وہی وحدہ لاشریک لہ سب کا حساب کتاب چکائے گا۔ جو چاہے گا کرے گا وہ عادل ہے ظالم نہیں کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر دیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں ○

فرمان ہے کہ جن کے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا نور ہے ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ خدا کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو چنانچہ کل آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے اور جب کسی بندے سے خدا تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اس سے میں ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں دشمن خدا ہے تم سب اس سے بیزار رہنا چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں پھر

وہی غضب وناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے (بخاری مسلم وغیرہ) مسند احمد میں ہے کہ جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ عز وجل جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر رحمت خدا ہو گئی پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے پھر زمین پر اس کی مقبولیت اترتی ہے یہ حدیث غریب ہے ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ یہ آسمانوں سے خدا کی جانب سے اترتی ہے ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی مروی ہے پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنے والے ایمانداروں سے خدا خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے مؤمن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں ان کا ذکر خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں حضرت عثمان بن عفان کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی یا برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے اب وہ عبادت خدا کی طرف جھک پڑا جب دیکھو نماز میں مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں صرف خدا کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ کا بندہ بن گیا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ قول درست نہیں اس لئے کہ یہ پوری سورت مکے میں نازل ہوئی ہے ہجرت کے بعد اس سورت کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں اور جو اثر امام صاحب نے وارد کیا ہے وہ سنداً بھی صحیح نہیں واللہ اعلم۔ ہم نے اس قرآن کو اے نبی تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کر کے نازل فرمایا ہے جو فصاحت بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ تو انہیں جو خدا کا خوف رکھتے ہیں دلوں میں ایمان ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں خدائی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل پر مٹے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں مخمور جھگڑالو جھوٹے اندھے بہرے فاسق فاجر ظالم گنہگار بدکردار ہیں انہیں خدائی پکڑ سے اور اس کے عذابوں سے متنبہ کر دے جیسے قریش کے کفار وغیرہ بہت سی امتیں جنہوں نے خدا کے ساتھ کفر کیا تھا نبیوں کا انکار کیا تھا ہم نے ہلاک کر دی ہیں جن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا ایک کی آواز بھی دنیا میں باقی نہیں رہی رِکزًا کے لفظی معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔

سُوْرَۃُ طٰہٰ

امام الائمہ حضرت محمد بن اسحق بن خزیمہؒ اپنی کتاب التوحید میں حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور یٰسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارک باد ہیں جن سے کلام خدا کے یہ الفاظ ادا ہوں گے یہ روایت غریب ہے اور اس کی نکارت بھی ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

سُوْرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّثَمَانُ رُکُوْعَاتٍ

کل رکوع: ۸ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کُل آیات: ۱۳۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝٣ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝٤ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝٨

طٰہٰ کے معنی تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے (اُتارا ہے) جو اللہ سے ڈرتا ہو یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (اور) وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اور اس کی شان ہے کہ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ مخفی کو جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں ○

یہ مقدس صحیفہ:

سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں گو یہ بھی منقول ہے کہ مراد طٰہٰ سے "اے شخص" ہے کہتے ہیں کہ یہ قبطی کلمہ ہے کوئی کہتا ہے معرب ہے یہ بھی منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹیکتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طٰہٰ۔ یعنی زمین پر دونوں پاؤں رکھ

کر۔ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت وتکلیف میں ڈال دیں کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہؓ نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو ہم نے نہیں اتارا بلکہ یہ نیکوں کے لئے عبرت ہے یہ خدائی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ خدا کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے حافظ ابوالقاسم طبرانی ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لئے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اس لئے عطا فرمائی تھی کہ تمہارے گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ پہلے لوگ خدا کی عبادت کے وقت خود کو رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام پاک کے ذریعہ آسان کر دی اور فرمایا کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو یہ قرآن شقاوت اور سختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت ونور ودلیل جنت ہے یہ قرآن نیک لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں خوف خدا ہے تذکر وعظ وہدایت ورحمت ہے اسے سن کر خدا کے نیک بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہان سنوار لیتے ہیں یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے جس نے زمین نیچی اور کثیف بنائی ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی جسامت پانچ سو سال کی راہ ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے حضرت عباس والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہے وہ رحمان خدا اپنے عرش پر مستوی ہے اس کی پوری تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سلامتی بھرا طریقہ یہی ہے کہ آیات واحادیث صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف وتشبیہ اور تعلیل وتمثیل کے تمام چیزیں خدا کی ہیں اسی کے قبضے اور ارادے اور مرضی تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الہ اور رب ہے کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کعب کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے پانی کے نیچے پھر زمین ہے پھر اس کے نیچے پانی ہے اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں اس کے نیچے ہوا خول اور ظلمت ہے یہیں تک انسان کا علم ہے باقی خدا جانے حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں ساتویں میں دوزخ ہے وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے جب چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کا فرمان رسول سے ہونا بھی غور طلب ہے[1] مسند ابو یعلی میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے گرمی سخت پڑ رہی تھی دو دو چار چار آدمی منتشر ہو کر چل رہے تھے میں لشکر کے شروع میں تھا اچانک ایک شخص آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے محمد کون ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں اس کے لگ گیا میرے ساتھی آگے بڑھ گئے جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ اونٹنی پر سوار ہیں سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں وہ آپ کی سواری کے پاس گیا اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ

[1] بلکہ واہی روایت اور موضوع داستان ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہی محمد ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں جنہیں زمین والوں میں سے بجز ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو اس نے کہا بتلایئے انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے اس نے کہا بجا ارشاد ہوا اب یہ فرمایئے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباہت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا سنو مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے اور عورت کا پانی پتلا ہے جو پانی غالب آ گیا اسی پر شبیہ جاتی ہے اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا اچھا یہ بھی فرمایئے بچے کے کون سے اعضاء مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کون سے عورت کے پانی سے؟ فرمایا مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا اچھا یہ بتلایئے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ایک مخلوق ہے کہا ان کے نیچے کیا ہے فرمایا زمین کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اندھیرا کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ہوا کہا ہوا کے نیچے فرمایا تر مٹی کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی آپ نے فرمایا اسے پہچانا بھی؟ لوگوں نے کہا خدا اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے آپ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے اس کے راویوں میں قاسم بن عبدالرحمٰن کا تفرد ہے جنہیں امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں امام ابو حاتم رازی بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں اور اس نے حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے خدا ہی جانتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے[1] خدا وہ ہے جو ظاہر و باطن اونچی نیچی چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں زمین کی چھپی اور ظاہر چیز وں سے واقف ہے جو غفور و رحیم ہے ابن آدم خود جو چھپائے اور جو اس پر خود پر بھی چھپا ہوا ہو خدا کے پاس کھلا ہوا ہے اس کے عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کا علم سب کی پیدائش اور مار کر جلانا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے اور اسے تو کل کیا کرے گا ان کا علم بھی ہے ارادے ہی نہیں بلکہ وسوسے بھی اس پر ظاہر ہیں کئے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل سب اس پر ظاہر ہیں وہی معبود برحق ہے اعلیٰ صفتیں اور بہترین نام اسی کے ہیں سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسماء حسنٰی کے متعلق حدیثیں گزر چکی ہیں۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْٓا إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰

اور کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس

[1] یہ بے اصل روایت اور موضوع داستان ہے

رستہ کا پتہ مجھ کو مل جائے ○

حدیثِ موسیٰ:

یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس مدت کو پورا کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی اور آپ اپنے اہل وعیال کو لے کر دس سال سے زیادہ عرصے کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے سردی کی رات تھی راستہ بھول گئے تھے پہاڑیوں کی گھاٹیوں کے درمیان تھے اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا ہر چند چقماق سے آگ نکالنا چاہی لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تا کہ تم تاپ لو اور کچھ روشنی بھی ہو جائے اور شاید کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتلا دے بہر صورت راستے کا پتہ یا آگ مل ہی جائے گی۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾

سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو نبی بنانے کے لئے منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو (دوسری بات یہ سنو) کہ بلا شبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ ○

اَنَا رَبُّكَ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے یا تو اس لئے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں یا اس لئے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں یا اس لئے کہ اس بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں اور بھی وجوہ بیان کئے گئے ہیں طویٰ اس وادی کا نام تھا یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں

برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے جیسے اور آیت میں ہے: اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (سورہ نازعات: ۱۶) میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کر لیا ہے دنیا میں میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے اور تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے شرف ہمکلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا خدایا مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا اب تو میری وحی کو کان لگا کر دھیان سے سن میں ہی معبود ہوں کوئی اور نہیں یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا میری یاد کے لئے نمازیں قائم کرنا میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے جب میں یاد آؤں نماز پڑھو جیسے حدیث میں ہے کہ تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان خدا ہے میری یاد کے وقت نماز قائم کرو صحیحین میں ہے جو شخص سو جائے میں یا بھول کر نماز کا وقت گزار دے اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آتے ہی نماز پڑھ لے اس کے سوا اور کفارہ نہیں قیامت یقیناً آنے والی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں ایک قرأت میں اَخْفِیْهَا کے بعد مِنْ نَّفْسِیْ کے لفظ بھی ہیں کیونکہ خدا کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقرر وقت معلوم ہو یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے انبیاء اس سے بے علم ہیں جیسے فرمان ہے: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورہ نمل: ۶۵) زمین آسمان والوں میں سے سوائے خدائے واحد کے کوئی اور غیب دان نہیں[2] اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ اچانک آ جائے گی یعنی اس کا علم کسی کو نہیں ایک قرأت میں اُخْفِیْهَا ہے ورقہ فرماتے ہیں مجھے حضرت سعد بن جبیرؒ نے اسی طرح پڑھایا ہے اس کے معنی ہیں اَظْهَرَهَا اس دن ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا خواہ ذرا برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو اپنے کئے کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں قیامت کے منکر دنیا کے مفتون مولا کے نافرمان خواہش کے غلام کسی بندہ خدا کے اس کے پاک عقیدے میں اسے ڈل مل نہ کرنے پائیں اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے تو یہ غارت ہوا اور نقصان میں پڑا۔

وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۷﴾ قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ﴿۲۱﴾

اور تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اپنی بکریوں پر

[1] اگرچہ نبوت پھر بھی عطیہ الٰہی ہے اور عبادت و ریاضت سے یہ مقام ہرگز نہیں ملتا۔ ہاں بات یہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نبوت کے لیے منتخب فرما دیتا ہے اس کے تمام کام ہی قدرتی طور پر اچھے ہو جاتے ہیں ۱۲

[2] افسوس ان مسلمانوں پر جو نجومیوں اور کاہنوں کو قیافہ شناسوں اور ہاتھ کے دیکھنے والوں کو یا پیر و مرشد کو قبر میں سونے مردوں کو، عالم الغیب جانتے اور تصور کرتے ہیں ۱۲

پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال (اے موسیٰ) سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکا یک وہ خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ پکڑ واور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو پہلی حالت پر کر دیں گے ○

عصاء موسوی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے جو چیز خدا کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے یہ جیسی ہے تجھے معلوم ہے اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا اس سوال کے جواب میں کلیم خدا عرض کرتے ہیں یہ ایک لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں یعنی چلنے میں مجھے سہارا دیتی ہے اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں ایسی لکڑیوں میں ذرا بلدار دہا لگایا کرتے ہیں تاکہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں اور بہت سے فوائد اس میں ہیں ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی آپ اسے گاڑ دیتے یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ قول بنی اسرائیل کا فسانہ معلوم ہوتا ہے ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر کیوں گھبراتے؟ کہ وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے ہی چلے آتے تھے پھر بعضوں کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تھی کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب دابۃ الارض کی صورت میں ظاہر ہو گی کہتے ہیں اس کا نام ماشا تھا۔ خدا ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے[1]۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر ڈال دو زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدہے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھر ادھر چلنے پھرنے لگی بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی ایسا خوفناک اژدھا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا ایک چٹان پتھر کی راستے میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا لیا[2] یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگے آواز دی گئی کہ موسیٰ پکڑ لے لیکن ہمت نہ پڑی پھر فرمایا موسیٰ ڈر نہیں پکڑ لے پھر بھی جھجک باقی رہی تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا کہتے ہیں فرمان خدا کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی اب جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدہا دکھائی جو اس طرح چل پھر رہا ہے جیسے کسی کی جستجو میں ہو گیا پھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں اس ہیبت ناک خونخوار اژدہے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے پھر خدائے تعالیٰ کی ہمکلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھہر گئے وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو ہم اسے اس کی اسی اصلی حالت میں لوٹا دیں گے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صوف کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدہے کو پکڑنا چاہا

---

[1] تمام اقوال واہی افسانہ اور حقیقت سے دور ہیں

[2] یہ باتیں بھی محققین کی نظر میں اسرائیلی افسانے ہیں

فرشتے نے کہا موسیٰ اگر خدا اسے کاٹنے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں لیکن یہ حرکت سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہوگئی میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں اب دلیری کے ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھایا اور کے سر کو تھام لیا اسی وقت وہ اژدہا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا اس وقت جبکہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

اور تم اپنا داہنا ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی کسی مرض برص وغیرہ کے) نہایت روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت) کی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ افزا کر دیجئے اور میرا یہ کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبے میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے یعنی ہارون علیہ السلام کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے (تبلیغ کے کام میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم دونوں کی خوب کثرت سے (شرک ونقائص سے) پاکی بیان کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں بے شک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں ○

کچھ اور معجزات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو چراغ کی طرح روشن نکلا جس سے آپ کا یقین کہ آپ خدائے تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا یہ دونوں معجزے یہاں اسی لئے ملے کہ آپ خدا کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے اس کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ۔ وہبؒ کہتے ہیں خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت تنے سے لگ کر کھڑے ہو گئے دل مطمئن ہو گیا خوف وخطر دور ہو گئے دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر ٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے باادب ارشاد خداوندی سننے لگے تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ وہیں سے تم بھاگ کر تم آئے ہو اس سے کہو کہ وہ ہماری
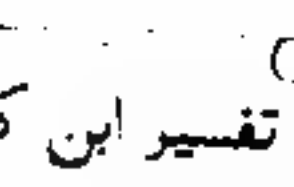
دت کرے کسی کو شریک نہ بنائے بنی اسرائیل کے ساتھ سلوک واحسان کرے انہیں تکلیف وایذا نہ دے فرعون بڑا باغی ہو گیا ہے دنیا کا
تون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا میرے کان
میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں میں تجھے دیکھتا بھالتا اور تیری باتیں سنتا سناتا رہوں گا میری مدد تیرے ساتھ ہو گی میں نے اپنی طرف
ے تجھے حجتیں عطا فرمادی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا
ں جو میری نعمتیں پا کر پھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے دنیا میں پھنس گیا اور غرور وتکبر میں مبتلا ہو گیا ہے میری ربوبیت سے بیزار
ہے میری الوہیت سے برسر پیکار ہے مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا ہے
ھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے زمین اسے نگل جاتی دریا اسے ڈبو دیتے لیکن چونکہ وہ
رے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے اسے ڈھیل دیئے ہوئے ہوں اور اس سے بے پروائی برت رہا ہوں میں ہوں بھی
اری مخلوق سے بے پرواہ حق تو یہ ہے کہ بے پروائی صرف میری ہی صفت ہے تو میری رسالت ادا کر اسے میری عبادت کی ہدایت کر اسے
حید واخلاص کی دعوت دے میری نعمتیں یاد دلا میرے عذاب سے ڈرا میرے غضب سے ہوشیار کر دے جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو
ن نہیں ملتا اسے نرمی سے سمجھا تاکہ نہ ماننے کا عذر ختم ہو جائے میری بخشش کی میرے رحم وکرم کی اسے خبر دے کہہ دے کہ اب بھی اگر
ری طرف جھکے گا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے خبردار اس کا دنیوی
ٹھاٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آ جانا اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے اس کی زبان چل ہی نہیں سکتی اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے اس کی آنکھ پھڑک
ہیں سکتی اس کا سانس چل نہیں سکتا جب تک میری اجازت نہ ہو اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا چار سو
سال اسے سرکشی کرتے میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی نہ
پیداوار روکی نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا نہ مغلوب کیا میں اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے تو اپنے بھائی کے
ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کر اور میری مدد پر بھروسہ رکھ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں لیکن اس
بے بودے بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک فرد بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے مدد میرے اختیار میں ہے
دنیاوی جاہ وجلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ بھی نہ آ
سکے لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تاکہ ان کی آخرت سنوری رہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ میرے نزدیک قابل
اکرام نہیں بلکہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ دونوں جہاں کی نعمتیں آنے والے جہان میں جمع مل جائیں میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنی
وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع وخضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں ان کے چہرے بدوں
کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہئے اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع
رکھنا چاہئے سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھ سے لڑائی کا اعلان کرتا ہے تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز
ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر سے اسے دیکھا اور اس کا تہس نہس ہوا میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے میرے مخالف میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکتے میں اپنے دوستوں کی آپ مدد کرتا ہوں انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا دنیا آخرت میں انہیں سرخرو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا
ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گود میں گزارا تھا جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت
میں ٹھہرے رہے تھے پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھوں سے مر گیا تھا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تھے تب سے لے کر آج

تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی فرعون ایک سخت دل بدخلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں خدا کو جانتا ہی نہیں اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا خدا میں ہی ہوں ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے اگر آپ میری مدد نہ کریں گے تو یہ سخت بار میرے کندھے نہیں اٹھا سکتے اور میری زبان کی گرہ کھول دے چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے آپ نے انگارا لے کر منہ میں رکھ لیا تھا اس لئے زبان میں لکنت ہوگئی تھی تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے تا کہ لوگ میری بات سمجھ لیں انبیاء علیہم السلام خدا سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے چنانچہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایک گرہ کھلنے کی دعا تھی جو پوری ہوئی اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی جیسے فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فرومایہ ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا آپ کی زبان ایسی کر دی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں ابن عباسؓ فرماتے ہیں ڈرتا کہ کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کر دیں اس کی دعا کی جو قبول ہوئی زبان میں لکنت تھی اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں یہ دعا بھی پوری ہوئی دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا دیا جائے یہ بھی پوری ہوئی حضرت محمد بن کعبؒ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہیں آپ نے فرمایا بھتیجے کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آجاتی ہے کہا بس یہی کافی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی خدا سے یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لئے میرا وزیر بنا دے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی حضرت عائشہ صدیقہ عمرے کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں اس نے کہا خدا کی قسم مجھے اس کا علم ہے صدیقہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا خدا نے سچ فرمایا کہ موسیٰ اللہ کے پاس بڑے آبرودار تھے اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری مشاورت میں رہے میرے کام میں اسے بھی میرا ساتھی بنا دے تا کہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان کریں ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں اور تیری یاد بکثرت کریں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے تو ہمیں دیکھ رہا ہے یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ

أَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيٓ ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِيٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ

ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو (جلادوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈال دو پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا کے کنارے تک لے آئے گا کہ (آخر کار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ قصہ اس وقت کا ہے) جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے (غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی غرض ہم نے تم کو اچھی طرح آزمالیا ○

دعائیں مقبول اور لطف و کرم کی بارش:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرما دیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا کیونکہ اس سال وہ بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنا کو دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں ایک رسّی اُس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ لیتی تھیں ایک مرتبہ باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہا لے چلیں اب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر ناممکن تھا راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا آل فرعون نے اسے اٹھا لیا کہ جس غم سے وہ بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آ جائے جس کی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بے گناہ معصوموں کا قتل عام کر رہے تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہو اور خدا کے ارادے پورے ہو جائیں ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے یہاں تربیت پائے خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے جب بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سما گئی لے کر پرورش کرنے لگے آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے شہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے

لگے شاہی دربار میں رہنے لگے خدا نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون بدلے؟ خدا کے ارادے کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ اور شیدا بن جاتا یہ اس لئے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو شاہی کھانے کھا عزت و وقعت کے ساتھ رہ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھالیا کھولا بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ لیتے ہی نہیں بہن جو صندق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آ رہی تھی وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئی کہنے لگیں کہ آپ اگر اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں اور معقول اُجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے سب نے کہا ہم تیار ہیں آپ انہیں لئے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا آپ نے جھٹ سے منہ لگا کر دودھ پینا شروع کر دیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا گیا تنخواہ مقرر ہو گئی اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت و اکرام بھی پائیں دنیا بھی ملے اور دین بھی اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کو کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم و رنج جاتا رہے پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعون قبطی مار ڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچالیا فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا راز فاش ہو چکا تھا تمہیں یہاں سے نجات دی تم بھاگ کھڑے ہوئے مَدْیَنْ کے کنوئیں پر جا کر تم نے دم لیا وہیں ہمارے ایک نیک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں ان ظالموں سے تم نے نجات پالی تجھے ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ خدا کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر انہیں مل جائے گی پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جبکہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ان میں ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں آخر اس جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دیا جائے لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگار ان سے وصول ہو رہی ہے سب موقوف ہو جائیں گی اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکیں جتنے بڈھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی ایک فتنہ تو یہ تھا چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جبکہ خدا کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے چنانچہ بحکم خدا آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس

اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے خود کفناتی دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے خود ہی اسے مچھلیوں کا شکار بنایا یہ صندوق یوں ہی بہتا ہوا خاص فرعون گھاٹ سے جالگا وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں انہوں نے اس صندوق کو اٹھا لیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ ایسا نہ ہو کوئی چوری لگے یوں ہی مقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچا دیا وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت سے جوش سے اُچھلنے لگا۔ ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہوگئی سوائے اپنے اس پیارے بچے کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تا کہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں اے ابن جبیر یہ دوسرا فتنہ تھا آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں اگر وہ مجھے دے دیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا یہ بچہ تو میری آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ حلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بے شک وہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو خدائے تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا خدا نے بھی اسے محروم کر دیا۔ الغرض فرعون کو جوں توں راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن خدائے تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت برا ہوا یہ پیارا بچہ یوں ہی ہلاک ہو جائے گا آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرے تو اسے بہ منت سونپ دو باہر بازاروں میں میلہ سا لگ گیا ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ وہ اس مجمع میں موجود تھیں اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ لیکن خدا نے لڑکی کو سمجھ دے دی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھتے کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہو کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تا کہ انعام واکرام سے اس کا گھر بھر جائے یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کون سی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوشخبری سنائی والدہ صاحبہ بہ شوق وامید آئیں اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا اپنا دودھ منہ میں دیا بچے نے پیٹ بھر کر پیا اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں تم یہیں محل میں رہو اور اس بچے کی پرورش کرو لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے خدا کا وعدہ تھا انہیں یقین کامل تھا اس لئے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر ... اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں اس بچہ کی وجہ

سے اس محلے کے بنی اسرائیلی بھی فرعون مظالم سے رہائی پا گئے جب کچھ زمانہ گزر گیا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ ایک دن مقرر ہو گیا تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے لے کر محل سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیے پیش ہوتے رہے اور بڑے ہی عزت واکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی خوشی منائی گئی پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام و اکرام دیں گے چنانچہ لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی داڑھی پکڑ کر زور سے کھینچی فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب نہیں کہ یہی وہ لڑکا ہو۔ آپ اسے فوراً قتل کر دیجئے اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ ملکہ بے تاب ہو کر بول اٹھیں اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے تو آتے ہی داڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور مجھے تاخت وتاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو پھر دیکھو یہ کیا اٹھاتا ہے؟ اگر موتی اٹھا لے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں جب عقل وتمیز نہیں تو اس کے داڑھی پکڑ لینے پر ایسا خیال کر کے اس کی جان کے دشمن بن جانا کہاں کی عقل مندی ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھی گئیں آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اٹھا لئے اسی وقت وہ چھین لئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہاتھ جل جائیں اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بدلا ہوا رخ ٹھیک ہو گیا حق تو یہ ہے کہ خدا کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے ان میں بھی کمی ہو گئی تھی سب امن وامان سے تھے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ کو سخت غصہ آیا اس لئے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبا چکے ہوئے تھا آپ نے اسے ایک مکا مارا خدا کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی طرفداری کرتے ہیں لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے اس لئے ان کی طرفداری کرتے ہیں اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا اور ممکن ہے خدائے تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے پھر خدائے تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما پروردگار نے بھی آپ کی اس خطا سے درگزر فرما لیا وہ تو غفور ورحیم ہے ہی چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو قاتل کو تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا[1] اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا

[1] ظاہر ہے کہ فرعون جیسے جابر وقاہر بادشاہ کے حکم پر پورے ملک کی فوج۔ سی۔ آئی۔ ڈی جاسوسی کے محکمہ کس طرح حرکت میں آ گئے ہوں گے اور قاتل کو معلوم کرنے کے لیے انہوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اس لیے یہ شبہ تو بے کار ہے کہ کل ایک دن میں یہ تمام تحقیقات کیسے ممکن ہیں ۱۲

رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا یہ بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں حالانکہ اس کا یہ صرف بزدلانہ خیال تھا آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے لیکن خوف وہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعون اسے چھوڑ بھاگا دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقع کی اطلاع کر دی فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دو یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آ کر موسیٰ علیہ السلام کو خبر کر دی اے ابن جبیر یہ ہے پانچواں فتنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی مصر سے فرار ہو گئے نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے شہزادوں کی طرح لاڈ پیار میں پلے تھے نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق ہوا تھا رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ خدایا مجھے سیدھی راہ لے چلنا چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں وہیں دولڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتے ہیں آپ فوراً آگے بڑھے اور ان جانوروں کو پانی پلا دیا چونکہ بہت جلد پانی کھینچا آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئیں اور آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور خدا سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آ گئیں اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلا لائے وہ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا تو آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جی انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے اور امانتدار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لایا کریں باپ کو غیرت اور غضب آ گیا اور پوچھا بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور سبکی سے امانتداری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سن کر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے واللہ آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا یہ بھی دلیل ہے ان کی خدا ترسی اور امانتداری کی باپ کی غیرت وحمیت بھی رہ گئی بچی کی طرف سے بھی دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت دل میں سما گئی اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے ہاں کام کاج کرتے

رہیں اور اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور خدا کے پیغمبر نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں پہلے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا پھر جب میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں میں نے کہا ہاں ہیں ہی اب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پورا کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لئے ہوئے یہاں سے چلے پھر وہ واقعات ہوئے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے آگ دیکھی گئے خدا سے کلام کیا لکڑی کا اژدہا بننا ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا نبوت پائی فرعون کی طرف بھیجے گئے تو قتل کے واقعہ کے بدلے کا اندیشہ ظاہر فرمایا اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی دعا کی اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون کی ہمدردی اور شرکت کار چاہی یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لئے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے ادھر حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے اطلاع کرائی بڑی دیر میں اجازت ملی تو گئے اور فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم خدا کے رسول بن کر تیرے پاس آئے ہیں اب جو سوال و جواب ہوئے وہ قرآن میں موجود ہیں فرعون نے کہا اچھا تم چاہتے کیا ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا جس کا عذر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تو ایمان لا اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست اور خوفناک اژدہے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپکا مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ خدارا اسے پکڑ لو آپ نے ہاتھ لگایا وہ اسی وقت اپنی اصلی حالت میں آ گئی پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا جسے دیکھ کر حیران ہو گیا آپ نے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹا دیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلہ کے لئے بلا رہے ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آ جائیں گے چنانچہ یہ لوگ اپنی کوشش میں مشغول ہو گئے تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا لکڑی کا سانپ بنا دیتا ہے انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کے رسیوں کے وہ سانپ بنائیں گے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے لیکن ہمارے لئے انعام مقرر ہو جانا چاہئے فرعون نے ان سے قول قرار کئے کہ انعام کیا ہیں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنا لوں گا اور تمہیں نہال کر دوں گا جو مانگو گے پاؤ گے چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ عید کے روز دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہو گا روایت ہے کہ ان کی یہ عید عاشورا کے دن تھی اس دن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چل کر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے؟ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے اور ہم انہی کی مانیں گے مذاق سے اس بات کو بدل کر کہتے ہیں کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بن جائیں گے اگر وہ غالب رہیں میدان میں آ کر جادوگروں نے انبیاء اللہ سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تا کہ تمہارے حوصلے نکل جائیں اب انہوں اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بن کر خدا کے نبیوں کی طرف دوڑیں جس سے خوفزدہ ہو کر آپ پیچھے ہٹنے لگے اسی وقت خدائی وحی آئی کہ آپ اپنی لکڑی

زمین پر ڈال دیجئے آپ نے ڈال دی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم الشان اژدہا بن کران کی طرف دوڑا یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہو گئیں اوران سب کونگل گیا جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف کا نشان ہے جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لائے اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے ہم اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں فرعون اور فرعونیوں کی کمر ٹوٹ گئی رسوا ہوئے منہ کالے پڑ گئے ذلت کے ساتھ خاموش ہو گئے خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئے ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بےقرار بیٹھی تھیں اور خدا سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو غالب کرے فرعونیوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے خیال کیا کہ اپنے بچے کی طرف داری میں ان کا یہ حال ہے یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بےایمانی پر کمر باندھ لی خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے جب کبھی کوئی پکڑ آ جاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آ جاتا اور کہتا تیرا رب اس کے سوا کچھ اور کر سکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا ٹڈیاں آئیں مینڈک آئے خون آیا اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں جہاں آفت آئی دوڑا وعدہ کیا جہاں وہ ٹل گئی منکر ہو گیا اور اکڑ گیا اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ آپ راتوں رات انہیں لے کر روانہ ہو گئے صبح فرعونیوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں فرعون سے کہا اس نے سارے ملک میں احکام بھیج کر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا راستے میں جو دریا پڑتا تھا اس کی طرف خدا کی وحی پہنچی کہ تجھ پر جب میرے بندے موسیٰ کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دے دینا تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارے قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعونی آ جائیں تو تو مل جانا اور ان میں سے ایک کو بھی بےڈبوئے نہ چھوڑنا موسیٰ علیہ السلام جب دریا پر پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے پانی چڑھا ہوا ہے شور اٹھ رہا ہے گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے دریا بےقراریوں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی مار دیں اور اسے خبر نہ ہو تو عذاب خدا میں یہ بہ سبب خدا کی نافرمانی کے پھنس جائے اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل پر جا پہنچا یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے لو موسیٰ علیہ السلام ہم تو پکڑ لئے گئے اب آپ وہ کیجئے جو خدا کا آپ کو حکم ہے یقیناً نہ تو خدا جھوٹا نہ آپ آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا وہ تجھے بارہ راستے دے دے گا تو گزر جانا اسی وقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے چنانچہ لکڑی ماری ادھر فرعونی لشکر کا اوّل حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آ چکا تھا کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے اور آپ اپنی قوم کو لئے ہوئے اس میں بےخطر اتر گئے اور باآرام جانے لگے جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمان خدا کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا اے رسول اللہ ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں؟ آپ نے دعا کی اور دریا نے فرعون کی بےجان لاش کو کنارے پر پھینک دیا جسے دیکھ کر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بن کر بیٹھی ہے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہمارے لئے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو...... تم نے اتنی بڑی عبرتناک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت یہاں سے آگے بڑھ کر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی

فرمانبرداری کرتے رہنا میں اپنے رب کے پاس جارہا ہوں تیس دن کا اس کا وعدہ ہے چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچ کر تیس دن رات کے روزے پورے کر کے خدا سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا لیکن یہ سمجھ کر کہ روزوں کی وجہ سے منہ سے بھبکا نکل رہا ہو گا تھوڑی سی گھاس لے کر آپ نے چبالی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو مجھے مشک وعنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے قوم پر جب تیس دن گزر گئے اور حسب وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ لوٹے تو وہ غمگین رہنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقمیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں اسی طرح ان کی امانتیں بھی تمہارے پاس رہ گئی ہیں یہ ہم انہیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھود دو اور جو اسباب برتن بھانڈا زیور سونا چاندی وغیرہ ان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو پھر آگ لگا دو چنانچہ یہی کیا گیا ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہ تھا لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھالیا تھا حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے اس نے جواب دیا کہ یہ تو اس کے اثر سے ہے جو تمہیں دریا سے پار کرا لے گیا خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بن جائے جو میں چاہتا ہوں آپ نے دعا کی[1] اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا اور کہا میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بن جائے قدرت خدا سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا اس میں روح نہ تھی لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا یہی تمہارا سب کا رب ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دیئے ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے ممکن ہے یہی خدا ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں؟ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰ کے آتے ہی حقیقت کھل جائے گی دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے نہ یہ ہمارا رب نہ ہمارا اس پر ایمان ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا اور سامری کی بات پر ایمان لائے مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلا دیا حضرت ہارون علیہ السلام نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو یہ خدا کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمہارا رب تو رحمان ہے تم میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو انہوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے کو آئے لیکن اب تک لوٹے نہیں بعض بے وقوفوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے ادھر دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ آپ اسی وقت رنج وافسوس اور غم وغصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آ کر قوم سے بہت کچھ کہا سنا اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے[2] غصے کی زیادتی کی وجہ سے تختیاں بھی ہاتھ سے پھینک دیں پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے

---

[1] واقعہ یہ بزنی تنبیہ میں نظر سے نہیں گذرا اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کے جز کو تسلیم نہ کیا جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی نبی کو شعوری اور غیر شعوری کسی طرح بھی فتنہ کا باعث نہیں بنایا ۱۲

[2] یہ قول اامیون کا دین میں پیدا شدہ کسی رخنہ پر غصہ اور غضب کا یہی حال رہا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ اپنے ذاتی معاملہ......=

پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی ان کے لئے استغفار کیا اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈال دی تھی میری رائے میں یہی بات آئی آپ نے فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ ہاتھ لگانا نہیں پھر ایک وعدے کا وقت ہے جس کا خلاف ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے ہوئے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہا دیں گے چنانچہ آپ نے یہی کیا اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ خدا نہ تھا اب وہ بڑے نادم ہوئے اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی اور کہا کہ اے نبی اللہ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجا لائیں گے تاکہ ہماری یہ زبردست خطا معاف ہو جائے آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر آدمیوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا اور توبہ کے لئے لے چلے وہاں زمین پھٹ گئی اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دیئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فکر لاحق ہوئی کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا آپ نے گریہ زاری شروع کی اور دعا کی کہ اے خدایا اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بے وقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور خدا کی نظریں ان کے باطن پر تھیں ان میں سے ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن دراصل دلی عقیدہ ان کا اس بچھڑے کے رب ہونے پر تھا انہی منافقین کی وجہ سے سب کو تہ زمین کر دیا گیا تھا نبی اللہ کی اس آہ وزاری پر رحمت خدا جوش پر آئی اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے لیکن میں اسے ان کے نام ہبہ کروں گا جو متقی پرہیزگار ہوں زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں میری باتوں پر ایمان لائیں اور میرے اس رسول و نبی کی اتباع کریں جس کے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں یعنی توراۃ وانجیل میں حضرت کلیم اللہ علیہ صلوۃ اللہ نے عرض کی کہ بار الٰہی میں نے اپنی قوم کے لئے توبہ طلب کی تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنے والے ہیں پھر خدا مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا رب العالمین نے فرمایا سنو ان کی توبہ اس وقت قبول ہوگی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے آپس میں کٹ جائیں اور دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا اور جو منافق لوگ تھے انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی جو بچ گئے تھے وہ بھی بخشے گئے جو قتل ہوئے وہ بھی بخش دیئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اب یہاں سے بیت المقدس کی طرف چلے توراۃ کی تختیاں اپنے ساتھ لیں اور انہیں احکام خدا سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا انہوں نے اب اقرار کیا اور توراۃ لے لی پہاڑ ہٹ گیا اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم خدا انہیں لے جانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہایت بزدلی سے کہا کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے ہم میں ان سے مقابلے کی طاقت نہیں یہ نکل جائیں تو ہم اس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں یہ تو یوں ہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے ادھر خدا تعالیٰ نے ان سرکشوں میں سے دو شخصوں کو ہدایت دے دی وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں آ ملے اور انہیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسموں اور تعداد سے

= میں بھی کسی پر ناراض نہ ہوتے تھے لیکن اگر کوئی حدود اللہ کو توڑتا تو پھر آپ ﷺ کا غضب بے حد بڑھ جاتا اس لیے موسیٰ علیہ السلام کا اپنا یہ غضب مطعون بھی نہیں اور نہ بھائی کی داڑھی پکڑنا قابل مواخذہ ہے۔

مرعوب نہ ہو جاؤ یہ لوگ بہادر نہیں ان کے دل گردے کمزور ہیں تم آگے تو بڑھو ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے یقیناً تم ان پر غالب آ جاؤ گے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ دونوں شخص جنہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انہیں دلیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے واللہ اعلم۔ لیکن ان کے سمجھانے بجھانے خدا کے حکم ہو جانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعدے نے بھی ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انہوں نے صاف کورا جواب دے دیا کہ جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں موسیٰ علیہ السلام تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا اور ان سے لڑ بھڑ لے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے حق میں بددعا نکل گئی اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا خدا کی طرف سے بھی ان کا یہی نام مقرر ہو گیا اور انہیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا چالیس سال انہیں یہیں گزر گئے کہیں قرار نہ تھا اسی بیابان میں پریشانی کے ساتھ بھٹکتے پھرتے تھے اسی میدان میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا اور من و سلویٰ اتار دیا گیا کپڑے نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے ایک چوگوشہ پتھر رکھا ہوا تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں ہر طرف سے تین تین یہ لوگ چلتے تھے چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے تھک کر مقام کر دیتے صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے حضرت معاویہؓ نے جب یہ روایت ابن عباسؓ سے سنی تو فرمایا کہ اس میں جو ہے کہ اس فرعونی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسانی کی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ قبطی کے قتل کے وقت سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قبطی سے لڑ رہا تھا وہاں کوئی اور نہ تھا اس پر حضرت ابن عباسؓ بہت بگڑے اور حضرت معاویہؓ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعد بن مالکؓ کے پاس لے گئے اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے راز کو کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعونی؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعونی نے سنا پھر اسی نے جا کر حکومت سے کہا اور خود اس کا شاہد بنا۔ (سنن کبریٰ نسائی) یہی روایت اور کتابوں میں بھی ہے حضرت ابن عباسؓ کے اپنے کلام سے ہے بہت تھوڑا سا حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنو اسرائیل میں سے کسی سے روایت لی ہو کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہے یا تو آپ نے حضرت کعب احبار سے ہی یہ روایت سنی ہو گی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو واللہ اعلم۔ میں نے اپنے استاد و شیخ حافظ ابوالحجاج مزیؒ سے بھی یہی سنا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

اور ہم نے تم کو خوب محنتوں میں ڈالا پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم (یہاں) آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا (سو اب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (بہ رغبت) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جائے○

مدین میں قیام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جناب باری تعالیٰ عزوجل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ کر مدین پہنچے یہاں سسرال مل گئی اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کی مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے اس رب کا کوئی ارادہ پورے ہوئے بغیر نہیں رہتا کوئی فرمان نہیں ٹوٹتا اس کے وعدے کے مطابق اس کے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و عزت کو پہنچے یعنی رسالت و نبوت ملی میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنالیا صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے انہیں جنت سے نکال دیا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ کو خدا نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لئے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی کیا اس میں آپ نے یہی نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں الغرض حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا گئے میری دی ہوئی دلیلیں اور معجزے لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا تھک کر بیٹھ نہ رہنا چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ میرا پورا اور سچا بندہ وہ ہے جو پوری عمر میری یاد کرتا رہے فرعون کے پاس تم میرا پیغام لے کر پہنچو اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے خدا کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے بہت پھول گیا ہے اور اپنے خالق و مالک کو بھول گیا ہے اس سے گفتگو نرم کرنا دیکھو فرعون کس قدر برا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا حضرت یزید رقاشیؒ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں یَا مَنْ یَّتَحَبَّبُ اِلٰی مَنْ یُّعَادِیْهِ فَکَیْفَ مَنْ یَّتَوَلَّاهُ وَیُنَادِیْهِ یعنی اے وہ خدا جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے تیرا کیسا کچھ برتاؤ ہو گا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور تجھے پکارا کرتا ہو حضرت وہب فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا کہ میرے غضب و غصے سے میری مغفرت و رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے خدا کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہو جائے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے تجھے مر کر خدا کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اسے میرے دروازے پر لا کر کھڑا کرو الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تاکہ اس کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں جیسے فرمان خدا ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط (سورہ نحل: ۱۲۵) یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے اور نہیں بہترین طریقے سے سمجھا دے تاکہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت و ہلاکت سے ہٹ جائے یا اپنے خدا سے ڈرنے لگے اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے جیسے فرمان ہے: لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (سورہ فرقان: ۶۲) یہ نصیحت اس کے لئے ہے جو عبرت حاصل کر لے یا ڈر جائے پس عبرت حاصل کرنے سے مراد ہے برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جب تک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں زید بن عمرو بن نفیل .... شعروں میں ہے کہ اے خدا تو وہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور تو نے ہی اسے بنایا ہے اور کیا تو نے ہی اس کے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے؟ جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے

ادھر صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی بھلا بتلاؤ تو کہ مٹی میں سے دانے نکالنے والا کون ہے پھر اس میں بالیں پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانیوں سے بھی تو خدا کو نہیں پہچان سکتا؟

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں سو تم اس کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کی تکلیفیں مت پہنچا تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور ایسے شخص کے لئے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا (جو حق کو) جھٹلا دے اور (اس سے) روگردانی کرے ○

موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ:

خدا کے ان دونوں پیغمبروں نے خدا کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کا اظہار رب کے سامنے کیا کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے ہماری آواز کو دبانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دے اور ہمارے ساتھ ناانصافی سے پیش نہ آئے خداوند عالم کی طرف سے ان کی تشفی کر دی گئی ارشاد ہوا کہ اس کا خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا میری حفاظت و نصرت تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرما جائے جو میں فرعون کے پاس جاتے ہوئے پڑھ لیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی: هیا شر اهیا جس کے معنی عربی میں اَنَا الْحَیُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَ الْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ فرعون سے کیا کہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ گئے دروازے پر ٹھہرے اجازت مانگی بڑی دیر کے بعد اجازت ملی محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح و شام فرعون کے ہاں جاتے رہے دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو لیکن فرعون کے خوف کی وجہ سے کسی نے خبر نہ کی دو سال کے بعد ایک روز اس کے ایک بے تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپ کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا اس کا کوئی

اور رب ہے اور اس کے رب نے اسے آپ کی طرف اسے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے کہا کیا میرے دروازے پر وہ ہے؟ اس نے کہا ہاں حکم دیا کہ اندر بلا لو چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ علیہ السلام ہے سدی کا بیان ہے کہ آپ مصر میں اپنے ہی گھر ٹھہرے تھے ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لا رکھا اس کے بعد پہچانا سلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ کی طرف بلاؤں اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا پھر بسم اللہ کیجئے رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے فرعون آگ بگولہ ہو گیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آ گیا؟ جو یوں بے ساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے؟ درباریوں نے کہا حضرت کچھ نہیں یوں ہی ایک مجنون آدمی ہے کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو لئے ہوئے آپ اس کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے انہیں سزائیں نہ دے ہم رب العالمین کی طرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے لے کر آئے ہیں اگر تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر خدا کی طرف سلامتی نازل ہو گی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ مضمون تھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو اس کے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔ مسیلمہ کذاب نے صادق مصدوق ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط خدا کے رسول مسیلمہ کی جانب سے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہے آپ پر سلام ہوں میں نے آپ کو شریک کار کر لیا ہے شہری آپ کے لئے اور دیہاتی میرے لئے یہ قریشی تو بڑے ظالم لوگ ہیں اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں سن لے زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کے لحاظ سے پہلے لوگ وہ ہیں جن کے دل خوف سے پر ہوں الغرض پیغمبر خدا کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلامتی ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں پھر فرماتا ہے کہ ہمیں بذریعہ وحی خدا تعالیٰ یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو خدا کے کلام کو جھٹلائیں اور خدا کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں جیسے ارشاد ہے: **فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی** جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر ریجھ کر اسی کو پسند کرے اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے اور آیت میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بدبخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ مال سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کئے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾

وہ کہنے لگا پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ (ہمارا سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے ○

فرعون کے سوالات:

چونکہ یہ نابنجار یعنی فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا پیغام خدا کلیم اللہ کی زبانی سن کر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا کوئی نہیں خدا کے سچے رسول نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے انسان کو بصورت انسان گدھے کو اس کی صورت پر بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے انسانی پیدائش کا طریقہ الگ ہے چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں ہر ایک کا انداز مقرر کر کے پھر اس کی ترکیب اسے بتلا دی ہے۔ عمل، اجل، رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے یہ سب سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو ہم سے پہلے تھے اور خدا کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا لیکن خدا کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا فرمایا ان سب کا علم میرے رب کو ہے لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں جزا سزا کا دن مقرر ہے نہ وہ غلطی کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے اس کی ذات بھول چوک سے پاک ہے نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝۵۳ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝۵۴ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝۵۵ وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ۝۵۶

وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی (بھی) چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے اور ہم نے اس کو اپنی وہ سب ہی نشانیاں دکھلائیں سو وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکار کرتا رہا اور کہنے لگا کہ ○

کچھ نشانیاں:

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف خدا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی خدا نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش بنایا مَهْدًا کی دوسری قرأت مِهَادًا ہے زمین خدائے تعالیٰ نے بطور فرش کے بنادی ہے کہ تم اس پر قرار کئے ہوئے ہو اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو اس نے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لئے راہیں بنادی ہیں تا کہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک بہ آسانی پہنچ سکو وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھالو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارہ خشک اور تر سب اسی سے خدائے تعالیٰ پیدا کرتا ہے جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لئے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے تمہاری ابتدا اسی سے ہے اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے اسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے مر کر اسی میں دفن ہونا ہے اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی مر کر بھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی دیتے ہوئے پہلی بار فرمایا: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا: فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ تیسری بار فرمایا: وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آ چکیں اس نے معجزے اور نشان دیکھ لئے لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا کفر سرکشی ضد اور تکبر سے باز نہ آیا جیسے فرمان ہے: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط (سورہ نمل: ۱۴) یعنی باوجودیکہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا لیکن تاہم ازراہ ظلم وزیادتی انکار سے باز نہ آئے۔

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو (کہ) ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو سو اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کا نہ ہم خلاف کریں گے اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تا کہ سب دیکھ لیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے (مقابلہ) کے وعدے کا وہ وقت وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور جس میں دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں ○

حق واضح ہونے کے بعد معاندت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے تو تو مغرور نہ ہو جا ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو

جائے ہم بھی اس دن اس جگہ آ جائیں اور تو بھی ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھ منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لئے تمہاری عید کا دن مناسب ہے کیونکہ وہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب جائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہیے تا کہ کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورہ کا دن تھا یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پر کھل جائے اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتلایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کر دیا پھر آیا (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا ارے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے بس جادوگر (یہ بات سن کر) باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخر کار سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں سو اب تم مل کر اپنی تدبیری انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا○

موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت:

جبکہ مقابلہ مقرر ہو گیا دن وقت اور جگہ بھی متعین ہو گئی تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا تھا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیج دو وقت تک تمام جادوگر جمع ہو گئے فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت نکلوایا اس پر بیٹھا تمام امراء وزرا اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے رعایا سب جمع ہو گئی جادوگروں کی صفیں پرا باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں فرعون نے ان کی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا

ں یادگار رہ جائے جادوگروں نے کہا اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ کہا کیوں نہیں میں تمہیں اپنا خاص درباری بنا
وں گا ادھر سے کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ شامت اعمال برباد کردے گی
گوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو کہ درحقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھا دو خدا کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی
چیز کو پیدا کر سکے یاد رکھو جھوٹے لوگ فلاح نہیں پاتے یہ سن کر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے یہ
کلام جادوگروں کا نہیں یہ تو سچ مچ خدا کے رسول ہیں بعضوں نے کہا نہیں بلکہ جادوگر ہے مقابلہ کرو یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور پوشیدگی
سے کی گئیں اِن هٰذٰن کی دوسری قرأت اِنَّ هٰذَيْنِ بھی ہے مطلب اور معنی دونوں قراتوں کا ایک ہی ہے اب باآواز بلند کہنے لگے کہ یہ
دونوں بھائی پہنچے ہوئے جادوگر ہیں اس وقت تک تو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہے بادشاہ کا قرب نصیب ہے مال و دولت قدموں تلے لوٹ
رہا ہے لیکن آج اگر یہ بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست انہی کی ہو جائے گی تمہیں ملک سے نکال دیں گے عوام ان کے ماتحت ہو
جائیں گے ان کا زور بندھ جائے گا بادشاہت چھین لیں گے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیا میٹ کر دیں گے بادشاہت عیش و آرام
سب چیزیں تم سے چھن جائیں گی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آ جائے گی تم یوں ہی رہ جاؤ گے تمہارے اشراف
ذلیل ہو جائیں گے امیر فقیر بن جائیں گے ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی بنی اسرائیل جو تمہارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب
ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور تمہاری حکومت پاش پاش ہو جائے گی تم سب اتفاق کر لو ان کے مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن
باقی نہ رکھو جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبا لو ایک ہی دفعہ ہر استاد اپنی کاریگری دکھا دے تاکہ میدان
ہمارے جادو سے پُر ہو جائے دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اس کی ہو جائے گی اور اگر ہم غالب آ گئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں
اپنے مقرب اور دربار خاص کے اراکین بنا دے گا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

پھر انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو
پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی
طرح) چلتی دوڑتی ہوں سو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی
صورت یہ ہے کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل

جائے گا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سا تنگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدے میں گر گئے ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ○

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے:

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتلاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں خدا کے نبی نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لوتا کہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا؟ اور پھر خدا نے تمہارے کئے کو کس طرح مٹا دیا اسی وقت انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں بھاگ رہی ہیں کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے زبردست کرتب دکھا دیئے تھے بھی یہ لوگ بہت زیادہ ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارا کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا وہ آپس میں گڈمڈ کر کے اوپر تلے ہونے لگے اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوفزدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں اسی وقت جناب باری نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہراساں نہ ہو آپ نے حکم برداری کی خدا کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدہا بن گئی جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے اس نے سب کے دیکھتے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا اس میں جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا اب سب پر حق واضح ہو گیا معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی حق و باطل میں پہچان ہو گئی سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں لیکن اس میں غالب نہیں آ سکتے مجموعہ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً اور مرفوعاً موجود ہے کہ جادوگروں کو جہاں پکڑو مار ڈالو پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے جادوگروں نے جب یہ دیکھا انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے وہ جادو کے فن کے ماہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس خدا کا کام ہے جس کے فرمان اٹل ہیں جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہو جاتا ہے اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا انہیں کامل یقین ہو گیا کہ اسی وقت اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہم السلام کے پروردگار پر ایمان لائے سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مؤمن اور راہ خدا کے شہید تھے کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسی ہزار کی تھی یا ستر ہزار کی یا کچھ اوپر تیس ہزار کی یا انیس ہزار کی یا پندرہ ہزار کی یا بارہ ہزار کی تھی یہ بھی منقول ہے کہ یہ ستر تھے صبح جادوگر شام کو شہید۔ مروی ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں خدا تعالیٰ نے انہیں جنت دکھا دی اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُ قَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ

فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۷۳﴾

فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے واقعی (وہ سحر میں) تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ علیہ السلام میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے پس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ ہمارے پچھلے گناہ (کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو (کے مقدمہ) میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ (تجھ سے) بدرجہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں ○

کھسیانی بلی:

شان خدا دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا جن کو اس نے مقابلے کے لئے بلوایا تھا وہ عام مجمع میں ہار سے انہوں نے اپنی ہار مان لی اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو خدا کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا خود وہ ایمان لائے جو مقابلے کے لئے گئے تھے مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین حق کو قبول کر لیا لیکن یہ اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا اور لگا اپنی قوت وطاقت دکھانے لیکن بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا کہ جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے استاد ہیں انہیں سے تم نے جادو سیکھا ہے تم سب آپس میں ایک ہو مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انہیں بھیجا پھر اس کے مقابلے میں خود آئے اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے اور اسے جتا دیا اور پھر اس کا دین قبول کر لیا تا کہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا بھی اس چکر میں پھنس جائے مگر تمہیں اپنی اس سازباز کا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا میں الٹی سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو اس بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے تم جو اپنے تئیں ہدایت پر اور مجھے اور میری قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا خدا کے ان ولیوں پر الٹا اثر ہوا وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت ویقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب خدا کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی چیز سمجھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس خدا کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے کہ ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنایا ہوا ہے تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر تو تو ہمیں اسی وقت تک سزائیں دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی خوشی ومسرت نصیب ہو گی ہم اپنے رب پر ایمان

لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمائے گا بالخصوص یہ قصور جو ہم سے خدا کے سچے نبی کے مقابلے پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انہیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انہیں جادو کی پوری تعلیم دو۔ اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سے جب جادوگری کی خدمت لی حضرت عبدالرحمٰن بن زیدؒ کا قول بھی یہی ہے پھر فرمایا ہمارے لئے بہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر نہ تیرے انعام کا لالچ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت واطاعت کی جائے اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ یہ کیا کہ سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا وہ جماعت جو سورج کے نکلنے کے وقت کافر تھی وہی جماعت سورج ڈوبنے سے پہلے مؤمن اور شہید تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہو گا سو اس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا اور جو شخص رب کے پاس مؤمن ہو کر حاضر ہو گا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر و معصیت سے) پاک ہو اس کا یہی انعام ہے ○

فردوس بریں:

بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں اسے اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی لالچ دلا رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی ومت سے بدتر ہو گی جیسے فرمان ہے: لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا...... (سورہ فاطر:۳۶) یعنی نہ تو موت ہی آئے گی نہ عذاب ہلکے ہوں گے کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیتوں میں ہے: وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى...... (سورہ اعلیٰ:۱۱) یعنی خدا کی نصیحتوں سے بے فیض وہی رہے گا جو ازلی بدبخت ہو جو آخر کار بڑی سخت آگ میں گرے گا جہاں نہ تو موت آئے نہ چین کی زندگی نصیب ہو اور آیت میں ہے کہ جہنم میں جھلستے ہوئے کہیں گے کہ اے داروغہ دوزخ تم دعا کرو کہ خدا تعالیٰ ہمیں موت ہی دے دے لیکن وہ جواب دے گا کہ نہ تو تم مرنے والے ہو نہ نکلنے والے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اصلی جہنمی تو جہنم میں پڑے رہیں گے نہ وہاں انہیں موت آئے نہ آرام کی زندگی ملے ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے جان نکل جائے گی پھر شفاعت کی اجازت کے بعد ان کا چورا نکالا جائے گا اور جنت کی نہروں

کے کناروں پر بکھیر دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو تو جس طرح تم نے نہر کے کنارے کے کھیت کے دانوں کو اگتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح وہ اگیں گے یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ چھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا اور جو خدا سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جاملا اسے اونچے بالا خانوں والی جنت ملے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کے سو درجے ہیں ہر درجے میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان میں سب سے اوپر جنت الفردوس ہے اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو (ترمذی وغیرہ) ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان وزمین میں ان میں یاقوت اور موتی ہیں اور زیور بھی ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو لوگوں نے کہا پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کے لئے ہی مخصوص ہوں گے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو سچا جانا سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر وعمر انہی میں سے ہیں اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں ان جنتوں میں اقامت دائمی ہوگی جہاں یہ ہمیشہ ابد الآباد رہیں گے جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں گناہوں سے خباثت سے گندگی سے شرک وکفر سے دور رہیں اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں رسولوں کی اطاعت میں زندگی گزاردیں ان کے لئے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صد مبارکباد انعام ہیں رزقنا اللہ ایاھا۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں (یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (عصا لاکر) خشک رستہ بنا دینا نہ تو تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی کا خوف ہوگا پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا تو دریا ان پر جیسا ملنے کو تھا آملا اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی ○

حکم الٰہی:

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی فرعون نے ٹال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دے اس لئے جناب باری نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ راتوں رات ان کی بے خبری میں تمام بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے چلے جائیں جیسا کہ اسکا تفصیلی بیان قرآن کریم میں بہت سی جگہ پر ہوا ہے چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے ہجرت کی صبح جب فرعونی جاگے اور سارے شہر میں ایک بنی اسرائیلی نہ دیکھا فرعون کو اطلاع دی وہ غصہ کی وجہ سے چکر کھا گیا اور ہر طرف منادی دوڑا دیئے کہ لشکر جمع ہو جائیں اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہمارا

ناک میں دم کر رکھا ہے آج ان سب کو تہ تیغ کردوں گا سورج نکلتے ہی لشکر آموجود ہوا اسی وقت خود سارے لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے جو فرعونی لشکر انہیں دکھائی دے گیا گھبرا کر اپنے نبی سے کہنے لگے تو حضرت اب کیا ہوتا ہے پیچھے فرعونی ہیں آپ نے جواب دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راہ دکھا دے گا اسی وقت وحی خداوندی آئی کہ موسیٰ دریا پر اپنی لکڑی مارو وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دے گا چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر لکڑی ماری کہ اے دریا بحکم خدا تو ہٹ جا اسی وقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے ادھر ادھر پانی مثل بڑے بڑے پہاڑوں کے کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں کی طرح کر دیا نہ تو فرعون کا خوف رہا نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا فرعون اور اس کے لشکری یہ حال دیکھ رہے تھے فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار ہو جاؤ چنانچہ خود مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا ان کے اترتے ہی پانی کو بہنے کا حکم ہو گیا اور چشم دن میں تمام فرعونی ڈبو دیئے گئے دریا کی موجوں نے انہیں چھپا لیا یہاں جو فرمایا کہ انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا یہ اس لئے کہ یہ مشہور معروف ہے نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے اسی جیسی آیت: وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى (سورہ نجم: ۵۴) ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے پٹکا تھا پھر ان پر جو تباہی آئی سو آئی عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور راہ راست انہیں نہ دکھائی جس طرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم جا جھونکے گا جو بدترین جگہ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾

اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور (نیز) اس کے ساتھ یہ بھی کہ) میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم (بھی) رہیں ○

بنی اسرائیل پر خدا کے احسانات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں کا یہاں ذکر ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی اور یہ ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا جیسے

فرمان ہے: وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (سورہ بقرہ: ۵۰) یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس دن کے روزے کا حکم دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی جس کا بیان ابھی آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من وسلویٰ کھانے کو دیا اس کا پورا بیان سورہ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اتری تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جو بحکم خدا ان کے سامنے آجاتے تھے ایک دن کی خوراک کے موافق انہیں لے لیتے تھے ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ اس میں حد سے نہ گزر جاؤ حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو ورنہ میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب ہو یقین مانو کہ وہ بد بخت ہو گیا حضرت ابن مانع فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس میں پہنچتا ہے یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد خدائے تعالیٰ نے انہیں بھی بخش دیا غرض جس کفر وشرک گناہ ومعصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف خدا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو اور ہو بھی راہ راست پر سنت رسول اور جماعت صحابہ کی روش پر ہو اس میں ثواب جانتا ہو یہاں پر ثُمَّ کا لفظ خبر کی خبر پر ترتیب کرنے کے لئے آیا ہے جیسے فرمان ہے: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (سورہ بلد: ۱۷)۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰى فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوۡنَ اَلَّا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا وَّلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ﴿۸۹﴾

اور اے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے (آرہے ہیں) اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے چلے آنے کے بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا غرض موسیٰ (بعد القضاء میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر (میعاد مقررہ سے کچھ) زمانہ گزر گیا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا لیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز بھی سو وہ (احمق) لوگ (ایک دوسرے) کہنے لگے کہ تمہارا موسیٰ کا معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے ○

ایک سوال اور اس کا جواب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بن کر بیٹھے ہوئے تھے بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ان کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی غلط ہے پھر خدائے تعالیٰ نے آپ کو تیس روزوں کا حکم دیا پھر دس بڑھا دیئے گئے پورے چالیس ہو گئے دن رات روزے سے رہتے ہیں اب آپ جلدی سے طور کی طرف چلے بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا وہاں جب پہنچے تو جناب باری نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں میں نے جلدی کی کہ تیری رضامندی حاصل کرلوں اور اس میں بڑھ جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے آنے کے بعد تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے اس بچھڑے کو سامری نے بنایا اور انہیں اس کی عبادت میں لگا دیا ہے اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمانے کے لئے توراۃ کی تختیاں لکھ لی گئی تھیں جیسے فرمان ہے: وَكَتَبۡنَا لَهٗ فِى الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡعِظَةً وَّتَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ...... (سورہ اعراف: ۱۴۵) یعنی ہم نے اس کے لئے تختیوں میں ہر بات کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہہ دیا کہ اسے مضبوطی سے تھالو اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر مضبوطی سے عمل کریں میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھادوں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا اور غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کہ دیکھو ان لوگوں نے خدا کے ان انعامات کے باوجود ایسے احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا غم و اندوہ رنج و غصہ آپ کو بہت آیا واپس آتے ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کیے تھے تمہارے ساتھ بڑے بڑے سلوک و انعام کیے لیکن ذرا سی دیر میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے خدا کا غضب تم پر اتر پڑا تم نے مجھ

سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا بات یہ ہے کہ جو زیور فرعونیوں کے ہمارے پاس مستعار تھے ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں چنانچہ ہم نے سب کے سب پھینک دیئے ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور یکجا ہو جائیں اور پگھل کر ڈلا بن جائے پھر جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے خدا کے قاصد کے نشان سے بھری تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری خواہش قبول فرما لے آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے چنانچہ بن گیا اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہو گیا پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا حضرت ہارون علیہ السلام ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گزرے وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے آپ نے دعا کی کہ خدایا خود اسے ایسا ہی کر دے اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا اور آواز نکالنے لگا بنی اسرائیل بہکانے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل خدا یہی ہے موسیٰ علیہ السلام بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چل دیئے ہیں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے یہ لوگ مجاور بن کر اس کے اردگرد بیٹھ گئے ان کے دلوں میں اس کی محبت قائم ہو گئی یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے خدا کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اسے اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گزر کر منہ کے راستے نکلتی تھی اسی کی آواز آتی تھی اس بچھڑے کا نام انہوں نے بہموت رکھ چھوڑا تھا ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کے لئے بڑا گناہ کر لیا فرعونیوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کے لئے شرک شروع کر دیا یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر مچھر کا خون لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عراقیوں کو دیکھو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر کو تو قتل کر دیں اور مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتے پھریں۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾

اور ان لوگوں سے ہارون علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ کے) سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس (ہو کر) آئیں اسی کی عبادت میں جمے بیٹھے رہیں گے ○

ہارون علیہ السلام کی تذکیر ونصیحت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اس سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں ہر چند سمجھایا بجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو خدائے رحمان کے سوا اور کے سامنے نہ جھکو وہ ہر چیز کا مالک ہے سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے وہی عرش مجید کا مالک ہے وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو جو میں کہوں وہ بجا لاؤ جس سے روکوں رک جاؤ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے تب تک ہم اس کی پرستش چھوڑتے نہیں چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا ہارون علیہ السلام جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہو گئے تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر کے بال پکڑو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا ○

مباحثہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے اور بھرے غم میں لوٹے تھے تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی ہارون کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے اس کا تفصیلی بیان سورہ اعراف میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے کیوں خبر نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی صرف اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ رحم ومحبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آ کر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں کہیں آپ مجھ پر نہ بگڑ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ اولاد یعقوب میں جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگرانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ

ضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ
نَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى
هِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾
اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

(پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے اس نے کہا مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور اپنے معبود (باطل) کو دیکھ جو پر تو جما ہوا بیٹھا ہوا تھا (دیکھ) ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے بس تمہارا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے ○

مری پر ڈانٹ ڈپٹ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا؟ یہ شخص باجرو کا رہنے والا تھا اس کی قوم گائے پرست تھی ۔ کے دل میں بھی گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ ایمان کا اظہار کیا تھا اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا ایک ۔یت میں ہے یہ کرمانی تھا ایک روایت میں ہے اس کی بستی کا نام سامرا تھا اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لئے حضرت ۔ائیل علیہ السلام آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے ۔رت علیؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا ۔ نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے کھر تلے کی مٹی اٹھالی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ ۔نے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے ۔اس بچھڑے کو جلا دیا لیکن اس اثر کی سند غریب ہے اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے ۔ت ان میں ڈال دی جو خوبصورت بچھڑا بن گئے اور چونکہ بیچ میں خلا تھا وہاں سے ہوا گھستی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی حضرت جبرائیل ۔یہ السلام کو دیکھتے ہی اس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اس کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھالوں میں جو چاہوں گا وہ اس مٹی کے ۔النے سے بن جائے گا اس کی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھیں جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے ۔ور فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہو سکتے تو غمزدہ ہونے لگے سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ۔ہے اسے جمع کر کے آگ لگا دو جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنالے چنانچہ یہی ہوا اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب یہی ہے یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں

نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھا دی کلیم خدا نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا
یہی ہے کہ اب نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے ان کے
اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا اب تو اپنے خدا حشر بھی دیکھ لے جس کی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیتے
چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا
ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لئے ان کا بچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام
پھونک دیا اور دریا میں اس کی خاک بہادی جس نے بھی اس کا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو
اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو اس کا
بیان پہلے گزر چکا ہے پھر آپ نے فرمایا تمہارا معبود یہ نہیں بلکہ مستحق عبادت تو صرف خدا تعالیٰ ہے باقی تمام جہان اس کا محتاج ہے اور
کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے اس کے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے ایک ذرہ بھی اس کے علم
باہر نہیں ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے بلکہ اس کے پاس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہ
پہنچاتا ہے سب کی جگہ اسے معلوم ہے سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے علم خدا محیط کل اور سب کو حاوی ہے اس مضمون کی اور
بہت سی آیتیں ہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ
اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۗ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
حِمْلًا ﴿١٠١﴾

(جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گزشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں
اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن) جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا
بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے بڑا
بوجھ ہوگا ○

امم سابقہ کی خبریں:

فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ واقعاتی رنگ میں آپ کے سامنے بیان ہوا ہے ایسے ہی اور بھی حالت گزشتہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم بیان فرما رہے ہیں ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس بھی باطل
نہیں پھٹک سکتا کیونکہ ہم حکمت وحمد والے ہیں کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال والی اور اس سے زیادہ جامع اور اس سے زیادہ
بابرکت نہیں ملی ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ شریف ہے جس میں گزشتہ کی خبریں آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور
ہیں اسے نہ ماننے والا اس سے منہ پھیرنے والا اس کے احکام سے بھاگنے والا اس کے سوا کسی اور میں ہدایت تلاش کرنے والا گمراہ ہے
جہنم کی طرف جانے والا ہے قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے کیا

ہو یا غیر کتابی عجمی ہو یا عرب اس کا منکر جہنمی ہے جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے پس اس کا متبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت وشقاوت والا جو یہاں برباد ہوا اور وہاں دوزخی بنا اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہوگا۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس روز ہم مجرم لوگوں کو جمع کریں گے کہ (آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہو گے جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر ہے) جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو○

نفخ صور:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قرن ہے جو پھونکا جائے گا اور حدیث میں ہے کہ اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام اسے پھونکیں گے اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنالیا ہے پیشانی جھکا دی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے لوگوں نے کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہوگا ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے گنہگاروں کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہوں گی ایک دوسرے سے پوشیدہ پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گزرے ہوں گے ہم ان کی اس رازداری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جبکہ ان میں کا بڑا عاقل اور کامل انسان کہے گا کہ میاں دس بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے غرض کفار کو دنیا کی زندگی ایک خواب کی طرح معلوم ہوگی اس وقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں ہم تو ٹھہرے ہوں گے چنانچہ اور آیت میں ہے: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ...... (سورہ فاطر: ۳۷) ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی پھر ہوشیار کرنے والے بھی تمہارے پاس آچکے تھے اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گزار آئے؟ ان کا جواب ہے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم فی الواقع دنیا بھی آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے لیکن اگر اسی بات کو پہلے سے باور کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر اس تھوڑی کو اس بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى

فِيهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝۱۰۷ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝۱۰۸

اورلوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک میدان ہموار کر دے گا کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا اس روز سب کے سب (خدائی) بلانے والے کے کہنے پر ہولیں گے اس کے سامنے (کسی کا) کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے (مارے ہیبت کے) دب جائیں گی سو تو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا ○

پہاڑوں سے متعلق:

لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ ان کا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائیں گے چلتے پھرتے نظر آئیں اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل ہموار میدان کی صورت میں ہو جائے گی قاع کے معنی ہموار صاف میدان صَفْصَفًا اسی کی تاکید ہے اور صفصف کے معنی بغیر روئیدگی کی زمین کے بھی ہیں لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں اور دوسرے معنی مرادی اور لازمی ہیں نہ اس میں کوئی وادی رہے گی نہ ٹیلہ نہ نشیب وفراز رہے گا ان وحشت ناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دے گا جس کی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جارہی ہوگی نہ ادھر ادھر ہوگی نہ ٹیڑھی بانکی چلے گی کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے اور خدا کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتے لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے اس دن تو خوب دیکھتے سنتے بن جائیں گے اور آواز کے ساتھ حکم برداری کریں گے اندھیری جگہ حشر ہوگا آسمان لپیٹ لیا جائے گا ستارے جھڑ جائیں گے سورج چاند مٹ جائیں گے آواز دینے والے کی آواز پر سب چل کھڑے ہوں گے اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ ذات خداوندی کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھے گی بالکل سکون وسکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا پھوسی چل کر جارہے ہوں گے تو پیروں کی چاپ تو لامحالہ ہوتی ہی ہے اور باجازت خدا کبھی کبھی کسی کسی حال میں بولیں گے بھی لیکن چلنا بھی باادب اور بولنا بھی باادب جیسے ارشاد ہے: يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ (سورہ ہود: ۱۰۵) یعنی جس دن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھول لے بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝۱۰۹ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝۱۱۰ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝۱۱۱ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ

ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا اور (اس روز) تمام چہرے اس حی قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو گا سو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہو گا اور نہ کمی کا ○

وہ دن ایسا ہوگا:

قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے ہاں جسے خدا اجازت دے نہ آسمان کے فرشتے بے جازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ سب کو خود خوف لگا ہو گا بے اجازت کسی کی سفارش نہ ہو گی فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے خدا کی اجازت کے بغیر کوئی لب نہ کھول سکے گا خود سید الناس اکرم الناس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرش تلے خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اللہ کی خوب حمد وثنا کریں گے دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے پھر حد مقرر ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے پھر لوٹیں گے پھر یہی ہو گا چار مرتبہ یہی ہو گا صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء اور حدیث میں ہے حکم ہو گا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال ایمان ہو پس بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا جس کے دل میں بقدر ایک ذرّے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ جس کے دل میں اس سے بھی کم اس سے بھی کم ایمان ہو اسے بھی جہنم سے آزاد کرو...... اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی جیسے فرمان ہے اس کے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی ذلت ونرمی کے ساتھ اس کے سامنے پست ہیں اس لئے کہ وہ موت سے پاک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے نہ وہ سوئے نہ اونگھے خود اپنے آپ قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے بغیر رب کی مرضی کے پیدا نہ ہو سکے نہ باقی رہ سکے جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہو گا کیونکہ ہر حقدار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر آئے گا اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ ہو گا جو خدا سے شرک کرتا ہوا ملا وہ تباہ و برباد ہوا اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے ظالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

یُقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُهٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾

اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تا کہ وہ (سننے والے) لوگ رہ جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالی شان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے O

قرآن عربی:

چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے اور اس دن نیک بد اعمال کا بدلہ یقیناً ملے گا لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا پاک کلام عربی صاف زبان میں اتارا تا کہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں ہر طرح سے لوگوں کو ڈرایا تا کہ لوگ برائیوں سے بچیں بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں یا ان کے دلوں میں غور وفکر نصیحت و پند پیدا ہو۔ اطاعت کی طرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ جو حقیقی معبود ہے دونوں جہان کا تنہا مالک ہے وہ خود حق ہے اس کا وعدہ حق ہے اس کی وعید حق ہے اس کے رسول حق ہیں جنت دوزخ حق ہے اس کے سب فرمان اور اس کی طرف سے جو ہو سراسر عدل وحق ہے اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر کسی کو سزا دے وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کھول دیتا ہے پھر سرکشوں کو عدل کے ساتھ سزا دیتا ہے اور اے رسول جب ہماری وحی اتر رہی ہو اس وقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کرو پہلے پوری طرح سن لیا کرو جیسے سورہ قیامہ میں فرمایا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ...... (سورہ قیامہ:۱۶) یعنی جلدی کر کے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے ذمے ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے والے کے تابع ہو جائیں پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمے ہے حدیث میں ہے کہ پہلے آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے جس میں آپ کو دقت ہوتی تھی جب یہ آیت اتری آپ اس مشقت سے چھوٹ گئے اور اطمینان ہو گیا کہ وحی خداوندی جتنی نازل ہو گی مجھے یاد ہو جایا کرے گی ایک حرف بھی نہ بھولوں گا کیونکہ خدا کا وعدہ ہو چکا یہی فرمان یہاں ہے کہ فرشتے کی قرأت سنو جب وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو چنانچہ آپ نے دعا کی خدا نے قبول کی اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث میں ہے کہ وحی برابر پے در پے آتی رہی یہاں تک کہ جس دن آپ فوت ہونے کو تھے اس دن بکثرت وحی اتری ابن ماجہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے: **اللّٰهم انفعنی بما علمتنی و علمنی ما ینفعنی وزد علما والحمد لله علی کل حال** ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں **اعوذ بالله من حال اهل النار**۔

وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ﴿۱۱۵﴾ وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی ﴿۱۱۶﴾ فَقُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَ لِزَوۡجِکَ

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ ﴿۱۱۷﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿۱۱۸﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿۱۲۰﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿۱۲۲﴾

اوراس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدم علیہ السلام کوایک حکم دے چکے تھے سوان سے غفلت (اور بے احتیاطی ہوگئی اورہم نے ان میں پختگی نہ پائی اوروہ وقت یادکرلوہم نے فرشتوں سے ارشادفرمایا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ (تحیت) کروسوسب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ اس نے انکارکیا) پھرہم نے (آدم علیہ السلام سے) کہا کہ اے آدم علیہ السلام (یادرکھو) یہ بلاشبہ تمہارااورتمہاری بی بی کا دشمن ہے سوکہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے پھرتم مصیبت میں پڑجاؤ یہاں جنت میں توتمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہوگے نہ ننگے ہوگے اورنہ یہاں پیاسے ہوگے اورنہ دھوپ میں تپو گے پس ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا اے آدم علیہ السلام کیا تم کو ہمیشگی (خاصیت) کا درخت بتلاؤں اورایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو(اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھالیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانپنے کو) دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اورآدم علیہ السلام سے اپنے رب کا قصور ہوگیا سوغلطی میں پڑگئے پھران کوان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا سوان پرتوجہ فرمائی اورراہ (راست) پر (ہمیشہ) قائم رکھا○

آدم علیہ السلام کی بھول:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں انسان کوانسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے جوحکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا اورمجاہد حسن فرماتے ہیں اس حکم کو حضرت آدم علیہ السلام نے چھوڑدیا پھرحضرت آدم علیہ السلام کی شرافت وبزرگی کا بیان ہورہا ہے سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ الحجر اورسورہ کہف ان سب میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر ہوچکی ہے اورسورہ ص میں بھی اس کا بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ان تمام سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا پھران کی بزرگی کے اظہار کے لئے فرشتوں کوانہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اورابلیس کی عداوت کا بیان ہوا ہے اس نے تکبر کیا اورحکم خدا سے انکار کردیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کوسمجھا دیا گیا کہ دیکھ یہ تیرااور تیری بیوی حضرت حوا علیہا السلام کا دشمن ہے اس کے بہکانے میں نہ آجانا اورنہ محروم ہوکر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اورسخت مشقت میں پڑجاؤ گے روزی کی تلاش کی محنت سرپڑجائے گی یہاں توبے محنت ومشقت روزی پہنچ رہی ہے یہاں توناممکن ہے بھوکے رہو ناممکن ہے کہ ننگے رہو اوراس اندرونی اوربیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہوپھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی باہر سے پریشان کرے اگرشیطان کے بہکانے میں آگئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اوران کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آجائیں گی لیکن شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اورمکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا قسمیں کھا

کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا پہلے ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلایا آخرش یہ وہی درخت کھا بیٹھے اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان کہ کہا کہ جو درخت کو کھالیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے صادق مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس سایہ تلے سوار سال تک چلا جائے گا لیکن تاہم وہ ختم نہ ہوگا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ (مسند احمد وابوداؤد طیالسی) دونوں نے درخت میں کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضا ظاہر ہو گئے ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت علیہ السلام کو گندمی رنگ کا لمبے قد وقامت والا زیادہ بالوں والا بنایا تھا کھجور کے درخت جتنا قد تھا ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن آپ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے ایک درخت میں بال الجھ گئے جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے خدا تعالیٰ نے آواز دی کہ آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمٰن سن کر ادب سے عرض کیا کہ خدایا مارے شرمندگی کے سر چھپاتا ہوں ا یہ تو فرما دے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں یہی معنی ہیں خدا کے اس فرمان کے کہ آدم نے ا رب سے چند کلمات کے لئے جس کی بنا پر خدا تعالیٰ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا یہ روایت منقطع ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم چپکانے لگے ابن عباسؓ فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے خدا کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے لیکن آ کار خدائے تعالیٰ نے پھر ان کی رہنمائی کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ہے حضور اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام میں گفتگو ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے آپ اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اے موسیٰ آپ کو اللہ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی اور مقرر کر لی تھی پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا اور روایت میں حضرت موسیٰ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ کو خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں آپ کی روح اس نے پھونکی تھی اور آپ سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کی اپنی جنت میں بسایا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے اس جواب میں یہ منقول ہے کہ خدا آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا بتلاؤ اللہ نے تورات کب لکھی تھی؟ جواب چالیس سال پہلے پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا کہا ہاں فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الز کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ

وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿١٢٦﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے (جاؤ) کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ (نہ دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں شقی ہوگا اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا ○

ایک حکم:

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ سورہ بقرہ میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی اولاد آدم علیہ السلام اور ابلیس تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے ہاں حکموں کے مخالف میرے رسولوں کی راہ کے تارک اور راہوں کے سالک دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر ہوگی اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگیوں میں رہیں گے گو بہ ظاہر کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین و ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک شبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے بدنصیب رحمت خدا سے محروم خیر سے خالی کیوں کہ خدا پر ایمان نہیں اس کے وعدوں کا یقین نہیں مرنے کے بعد کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں خدا کے ساتھ بدگمان ہیں گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے خبیث روزیاں ہیں گندے عمل ہیں قبر تنگ و تاریک ہے وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی دائیں طرف میں گھس جائیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مؤمن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے ستر ہاتھ کی کشادگی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو اس آیت کا شان نزول معلوم ہے کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے؟ اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے خدا کی قسم اس پر ننانوے اژدھے مقرر کئے جاتے ہیں ہر ایک کے سات سات سر ہوتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے ایک قابل اعتبار سند سے بھی یہ بھی نقل ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی نابینا ہو گا اور میدان حشر کی طرف چلا جائے گا اور جہنم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا جیسے فرمان ہے: وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ (سورہ بنی اسرائیل: ۹۷) یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے بنا کر حشر میں لے جائیں گے ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے یہ کہیں گے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خوب دیکھتا بھالتا تھا پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے خدا کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا جیسے فرمان ہے: فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا (سورہ اعراف ۵۱) آج ہم انہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کے عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں

اس کیلئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (مسند احمد)

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل کے سزا دیں گے جو حد (اطاعت سے) گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور دیرپا ○

جزا و سزا:

جو حدود خداوندی کی پرواہ نہ کریں خدا کی آیتوں کو جھٹلائیں انہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (ان میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے پھرتے ہیں اس میں تو اہل فہم کے (کافی) دلائل موجود ہیں اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی (کہ وہ قیامت کا دن ہے) تو عذاب لازمی طور پر ہوتا سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور رب کی حمد کے ساتھ (اس کی تسبیح کیجئے (اس میں نماز بھی آ گئی) آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب وعشا) اور دن کے اول و آخر میں تاکہ (آپ کو جو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں ○

قرونِ اولیٰ:

جو لوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ طریقے نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا؟ آج ان کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی

کوئی باقی نہیں بچی ان کے بلند وبالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد ورفت ہوتی ہے اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لئے بہت کچھ تھا کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور فکر نہیں کرتے کیا کانوں سے ان کے دردناک فسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا ان کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں سورہ الم السجدۃ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے خدا تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی حجت ختم نہ کر دے انہیں عذاب نہیں کرتا ان کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لئے جاتے تو ان کی تکذیب پر صبر کر ان کی بے ہودہ باتوں پر تحمل کر تسلی رکھ یہ میرے قبضے سے باہر نہیں سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے اور سورج ڈوبنے سے پہلے سے مراد نماز عصر ہے بخاری مسلم میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف کے دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائے گا مسند اور سنن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا سب سے دور کی چیز بھی اس کے لئے ایسی ہی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار خدا کریں گے پھر فرماتا ہے رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر بعض کہتے ہیں اسے مراد مغرب عشاء کی نماز ہے اور دن کے وقتوں میں بھی خدا کی پاکیزگی بیان کیا کرتا کہ خدا کے اجر وثواب سے تو خوش ہو جا جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا خدا تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! وہ کہیں گے لبیک ربنا و سعدیک اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم بہت ہی خوش ہیں تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں پھر کیا وجہ کہ ہم راضی نہ ہوں جناب باری ارحم الراحمین فرمائے گا لو میں تمہیں ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں پوچھیں گے باری الٰہی اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہوں گا اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ خدا نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنے والا ہے کہیں گے خدا کے سب وعدے پورے ہوئے ہمارے چہرے روشن ہیں ہماری نیکیوں کا پلہ گراں رہا ہمیں دوزخ سے ہٹا دیا گیا جنت میں داخل کر دیا گیا اب کون سی چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب اٹھ جائیں گے اور دیدار خدا ہوگا خدا کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہوگی یہی زیادتی ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا

ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے ہم آپ سے معاش (کموانا نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے O

چندروزہ بہار:

ان کفار کی دنیوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے نہ تک یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے انہیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر و تواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گزاروں کی کمی ہے ان کے مالداروں کو جو ملا ہے اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرما رکھا ہے پس اپنی نظریں ان کے دنیاوی ساز و سامان کی طرف نہ ڈال اسی طرح اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے خدا کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے تجھے تیرا پروردگار اس قدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائے گا خدا کا دین بہتر اور باقی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا تھا اور ایک بالا خانہ میں مقیم تھے حضرت عمرؓ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھردرے بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں چمڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا ہوا تھا اور کچھ مشکیں لٹک رہیں تھیں یہ بے سروسامانی کی حالت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیسے رو دیئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و عشرت میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری مخلوق میں سے خدا کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کیا اب تک تم شک میں ہی ہو؟ ان لوگوں کو اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے جو ہاتھ لگتا اسے راہ للہ دے دیتے اور اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہ اٹھا رکھتے ابن ابی حاتم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تو تم پر سب سے زیادہ خوف اس وقت کا ہے کہ دنیا تمہارے قدموں میں اپنا تمام ساز و سامان ڈال دے گی اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی الغرض کفار کو زینت زندگی صرف ان کی آزمائش کے لئے دی جاتی ہے اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تاکید کرو تا کہ وہ عذاب خدا سے بچ جائیں خود بھی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی کرو اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچالو حضرت عمر فاروقؓ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہم تجھ سے رزق کے طالب نہیں نماز کی پابندی کرلو خدا ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب و خیال میں بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے لئے نجات کر دیتا ہے اور بے شان و گمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے تمام جنات اور انسان صرف عبادت خدا کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں رزاق اور زبردست قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں ہم تمہیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے حضرت ہشام کے والد صاحب جب امیر امرا کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھاٹھ دیکھتے تو واپس اپنے مکان پر آکر اسی آیت کی تلاوت فرماتے اور کہتے میرے کنبے والو نماز کی حفاظت کرو نماز کی پابندی کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تنگی ہوتی تو اپنے گھر کے سب لوگوں کو فرماتے اے میرے گھر والو نمازیں پڑھو نمازیں قائم رکھو انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کر دیتے ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کردوں گا تیری فقیری اور حاجت کو دور کردوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرا دل

شغال سے بھردوں گا اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گ ابن ماجہ شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اپنی تمام غور وفکر اور قصد وخیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا اور اسی میں مشغول ہو گیا اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کرے گا اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں یہاں کے غم مول لے لئے اللہ کو اس کی مطلقا پرواہ نہ رہے گی خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے اور روایت میں ہے کہ دنیا کے غموں میں ہی اس کی فکروں میں ہی گھٹ جانے والے کے تمام کاموں میں خدا تعالیٰ پریشانیاں ڈال دے گا اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنا لے گا اپنی نیت وہی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر کام کا اطمینان نصیب فرما دے گا اس کے دل کو سیر اور شیر بنا دے گا اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی پھر فرمایا دنیا آخرت میں نیک انجام پرہیزگار لوگ ہی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں وہاں ہمارے سامنے ابن طالب کے باغ کی تر کھجوریں پیش کی گئی ہیں میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کے لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی اور ہمارا دین پاک صاف طیب وطاہر کامل و مکمل ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿١٣٥﴾ ع

اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ بطور عذر کے) یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو (بھی) معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے (جو منزل) مقصود تک پہنچا ○

صحائفِ آسمانی:

کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی امی پر اتارا ہے جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو خدا کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں قرآن ان سب کا نگہبان ہے چونکہ اگلی کتابیں کمی بیشی سے پاک نہیں رہیں اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت کو ممتاز کر دے سورہ عنکبوت میں کافروں کے

اس اعتراض کے جواب میں فرمایا: قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَاللّٰہِ (سورہ عنکبوت: ۵۰) یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کرنے پر قادر ہے میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں لیکن کیا ان کے لئے یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے لئے برابر اتلاوت کی جا رہی ہے جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت وعبرت ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے دیا ہے یعنی اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی کے مجھ پر اتری ہے پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کے معجزے اور تھے ہی نہیں علاوہ اس پاک اور معجز قرآن کے آپ کے ہاتھوں اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ کر آپ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے اگر اس محترم ختم المرسلین آخری پیغمبر علیہ السلام کو بھیجنے سے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا کوئی وحی خداوندی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری کرتے اور حکم برداری میں لگ جاتے اور ذلت ورسوائی سے بچ جاتے اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا رسول بھیج دیا کتاب نازل فرما دی انہیں ایمان نصیب نہ ہوا عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہو گئے ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انہیں ایمان نہیں آنے کا ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے جیسے فرمان ہے ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرمادی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی حکم برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائے گا یہی مضمون آیت: وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ...... (سورہ انعام: ۱۰۹) میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مؤمن بن جائیں گے معجزے دیکھ کر ایمان قبول کرلیں گے لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ادھر ہم ادھر تم منتظر ہیں ابھی حال کھل جائے گا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لو گے کہ کذاب شریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَتَا عَشَرَةَ اٰيَةً وَسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۷ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کُل آیت: ۱۱۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت میں (پڑے) ہیں (اور) اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال) آ گئی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ ظالم اور کافر (آپس میں) چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک (معمولی) آدمی ہیں تو تم کیا پھر بھی جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس) جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) آسمان میں (ہو اور خواہ) زمین میں (ہو) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے بلکہ یوں (بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں بلکہ انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہئے ایسی کوئی (بڑی) نشانی لاویں جیسے پہلے لوگ بنائے گئے ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے ○

محاسبہ کی گھڑی:

اللہ تعالیٰ عز وجل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں آڑے وقت کام آئے بلکہ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں جیسے اور آیت میں ہے: اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (سورہ نحل:۱) امر خدا آ گیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ...... (سورہ قمر:۱) قیامت آ گئی اور چاند پھٹ گیا...... ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

الناس في غفلاتهم ☆ ورحى المنية تطحن

موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کر آئے انہوں نے ان کا بہت اکرام اور احترام کیا اور ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفارش کی ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں وادی عطا فرمادی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کریں حضرت عامر بن ربیعہؓ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے پھر آپ نے یہی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ کی تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام خدا اور وحی خدا کی طرف کان ہی نہیں لگاتے یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں ہنسی کھیل میں مشغول ہیں بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کتاب خدا میں بہت کچھ ردوبدل کر لیا تحریف اور تبدیلی کر لی کمی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو خدا کی ابھی کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں ہونے پائی یہ لوگ کتاب اللہ سے بے پرواہی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہکاتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے ہی آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اسکے جادو میں آ جاتے ہیں۔

ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو بہتان باندھتے ہیں ان سے کہئے کہ جو خدا آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے پھر کفار کی ضد' ناسمجھی اور کٹ حجتی بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر جم نہیں سکتے کبھی کلام خدا کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از خود گھڑ لیا ہوا بتلانے لگتے ہیں خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر چڑھے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح علیہ السلام کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا بے شک خدا ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر

ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت خداوندی کی طرح عذاب خدا میں پکڑ لئے جائیں گے اور پیس دیئے جائیں گے عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیئے گئے اسی طرح یہ بھی ایسے معجزے طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے :اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِم...........(سورہ یونس:۹۶) جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں اور ایمان قبول نہ کریں گے ہاں عذاب الیم کے دیکھنے کے بعد فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن اس وقت ایمان لانا بے سود ہے بات بھی یہی ہے کہ انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزے روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معجزے دیگر انبیاء سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک مجمع مسجد میں تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلول منافق آیا اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا' تھا بھی گورا چٹا' بڑھ بڑھ کر فصاحت کی باتیں کرنے والا۔ کہنے لگا ابوبکر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ کوئی نشانی ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء نشانیاں لائے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام تختیاں لائے' داؤد زبور لائے' صالح علیہ السلام اونٹنی لائے' عیسیٰ علیہ السلام انجیل لائے اور آسمانی دستر خوان حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ سن کر رونے لگے اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ حضور کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اس منافق کی فریاد دربار رسالت میں پہنچاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو میرے لئے کھڑے نہ ہو جایا کرو صرف اللہ ہی کے لئے کھڑے ہوا کرو صحابہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کا اظہار کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو خدا نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام خدا پہنچا دوں مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ میں محض بے پڑھا ہوں میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں میرا نام اذان میں رکھا ہے میری مدد فرشتوں سے کرائی ہے مجھے اپنی امداد و نصرت عطا فرمائی رعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام اور حوضوں سے بڑا ہوگا مجھے خدائے تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے مجھے خدا نے اس پہلے گروہ میں کیا ہے جو لوگوں سے نکلے گا میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالاخانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہوگی میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو خدائے تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے میرے اور میری امت کے لئے غنائم کے مال حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہ تھے۔[1]

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

[1] ہو سکتا ہے کہ یہ راوسند کے اعتبار سے غریب ہو ورنہ جو مضامین اس روایت میں موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر دوسری مشہور اور قوی احادیث میں بھی موجود ہیں ۱۲

اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کرلو اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہیں بنایا تھا) اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہو ہم نے نجات دی اور حد (اطاعت) سے گزرنے والوں کو ہلاک کیا○

پوچھ لو:

چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان خدا کا رسول ہو اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید ہے فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى (سورہ یوسف:۱۰۹) یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے انسان ہی تھے اور آیت میں ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (سورہ احقاف:۹) یعنی کہہ دے کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں نہیں ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے نہ ماننے کا یہی حیلہ کیا تھا جیسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا: اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (سورہ تغابن:۶) کیا ایک انسان ہمارا رہبر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرانیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے یا فرشتے یہ بھی خدا کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگ ان کے پاس بیٹھ اٹھ سکیں ان سے تعلیم حاصل کرسکیں اور ان کی باتیں سمجھ سکیں وہ اگلے پیغمبر سب کے سامنے ایسے جسم نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے جیسے فرمان ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (سورہ فرقان:۲۰) یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور کام کاج خرید وفروخت اور تجارت کے بازاروں میں بھی آنا جانا رکھتے تھے پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا: مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ...... (سورہ فرقان:۷) یعنی یہ رسول کیا ہے؟ جو کھاتا پیتا ہے بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے دین کی تبلیغ کرتا اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں بنا دیا جاتا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ بافراغت کھا پی تو لیتا...... اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (سورہ انبیاء:۳۴) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں کی ان کے پاس البتہ وحی خدا آتی رہی فرشتہ خدا کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان مخالفین اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور نجات پا گئے ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گزر جانے والوں کو یونی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ

مِّنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ﴿١٥﴾

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے (اور نہیں مانتے) اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کر دیا بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے وہ لوگ (نزول عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم لوگ ظالم تھے سو ان کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست ونابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو ○

جب وہ گھڑی آ پہنچی تو:

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر ومنزلت پر رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا دین تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں ہیں پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے اور اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو جیسے اور آیت میں ہے : وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ...... (سورہ زخرف:۴۴) تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے اور تم سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کو برباد کر دیا ہے اور آیت میں ہے ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کی ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا بھس اڑا دیا آبادی ویرانی سے اور رونق سنسانی سے بدل گئی ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یوں ہی آتی رہیں سب ان لوگوں نے عذاب کو آتا دیکھ لیا تو یقین ہوگیا کہ خدا کے نبی کے فرمان کے مطابق خدا کے عذاب آ گئے تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش وعشرت کے سامانوں میں پھر آ جاؤ تا کہ تم سے سوال جواب تو ہو جائے کہ تم نے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل وحقیر کرنے کے ہوگا اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع ہے پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبا دی جائے اور یہ ختم کر دیئے جائیں ان کا چلنا پھرنا آنا جانا بولنا چالنا سب ایک قلم بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿١٦﴾ لَوْ أَرَدْنَا أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ مِن لَّدُنَّا إِن كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْ

مَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ⑳

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس کو اس طور نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اور اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس باطل کو بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (مغلوب ہو کر) دفعتہً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو اور حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک (بڑے مقبول و مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح کرتے ہیں کسی وقت موقوف نہیں کرتے ○

یہ سب کچھ بے کار نہیں:

آسمان و زمین کو خدائے تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تا کہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا اور آیت میں اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اسے بنا لیتے ایک معنی یہ ہیں کہ ہم عورت کرنا چاہتے لہو کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں یعنی ہم اگر بیوی بنانا چاہتے تو حور عین میں سے جو ہمارے پاس ہیں کسی کو بنا لیتے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم اگر اولاد چاہتے لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم و ملزوم ہیں بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے جیسے فرمان ہے: لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا...... (سورہ زمر:۴) یعنی اگر خدا کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام اس کا بیٹا ہے نہ عزیر نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں یہودیوں اور کفار مکہ کی اس لغویات اور تہمت سے خدائے واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے: اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ میں ان کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ مجاہد کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ اِنْ نفی کے لئے ہی ہے ہم حق کو واضح کرتے ہیں اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے وہ ہے بھی اسی لائق وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے خدا کے لئے جو لوگ اولاد ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس واہی قول کی وجہ سے ان کے لئے تباہی ہے انہیں پوری خرابی ہے پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم خدا کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور خدا کی عظمت دیکھو آسمان و زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیح کو بندہ خدا ہونے سے شرم نہ فرشتوں کو خدا کی عبادت سے عار نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے نہ عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آ رہا ہے کہ وہ خدا کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں گھبراتے نہیں سستی ان کے قریب نہیں پھٹکتی دن رات اللہ کی فرمانبرداری میں اس کی عبادت میں اس کی تسبیح و

اطاعت میں لگے ہوئے ہیں نیت اور عمل دونوں موجود ہیں خدا کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے مجمع میں تھے کہ فرمایا لوگو جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آسمانوں کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چرچرانا ہی چاہئے اس لئے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو عبداللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں میں حضرت کعب احبار کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چالنا خدا کا پیغام لے کر جانا عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونکنے ہو کر آپ نے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبدالمطلب میں سے ہے؟ آپ نے میری پیشانی چوم لی اور فرمایا پیارے بچے تسبیح ان فرشتوں کے لئے ایسی ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا دیکھو چلتے پھرتے بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾

کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے سو ان تقریرات سے ثابت ہوا) کہ اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں اور جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جائے گی ○

ربّ العرش:

شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم خدا کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کے برابر ماننا یا ان کی عبادت کرنا کس قدر ناانصافی ہے پھر فرماتا ہے سنو! اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے خدا ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں جیسے فرمان ہے: مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ...... (سورہ مومنون: ۹۱) خدا کی اولاد نہیں نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرا اور منزہ ہے یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے اسی طرح شریک اور ساجھی سے مثل اور ساتھی۔ سے بھی بلند و بالا ہے ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے خدا کی ذات برتر ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے اس پر کوئی حاکم نہیں سب اس کے غضب اور قہر تلے ہیں نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے اس کی کبریائی اور عظمت و جلال اور حکومت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے کسی کی اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں کوئی نہیں جو چوں کر سکے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چرا کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا؟ ایسا کیوں

ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی وہ باز پرس کرے گا جیسے فرمان ہے: فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ...... (سورہ حجر: ۹۲) تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل سے جو انہوں نے کیا وہی اس کی پناہ میں آ گیا سب شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہئے کہ تم اپنی دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ) موجود ہیں بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ اعراض کر رہے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری ہی عبادت کیا کرو ○

لا الہ الا اللہ:

ان لوگوں نے خدا کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس خدا کی عبادت کر رہے ہیں اس میں سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام خدا موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام خدائی کتابیں بھی اسی کی دلیل میں با آواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف میں ہے جو کتاب جس پیغمبر پر اتری اس میں یہ بیان موجود تھا کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور خدائی باتوں کے منکر ہیں تمام رسولوں کو توحید خدا کی ہی تلقین ہوتی رہی فرمان ہے: وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا...... (سورہ زخرف: ۴۵) تجھ سے پہلے جو انبیاء گزر رہے ہیں تو آپ پوچھ لے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں اور آیت میں ہے: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سورہ نحل: ۳۶) ہم نے ہر امت میں اپنا پیغامبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو پس انبیاء کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاہد ہے اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں ان کی ساری حجتیں بے کار ہیں اور ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ

الْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور یہ (مشرک) لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کی) اولاد بنا رکھا ہے وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اس کے بندے ہیں وہاں) معزز وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اس کے جس کے لئے شفاعت کرنے کی خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو شخص (فرضا) یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ○

کتنی غلط بات:

کفار مکہ کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ان کے خیال کی تردید کرتے ہوئے خدائے پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں قولاً اور فعلاً ہر وقت اطاعت خداوندی میں مشغول ہیں نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں نہ کسی بات میں اس کے فرمان کا خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوڑ کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں آگے پیچھے دائیں بائیں کا اسے علم ہے ذرے ذرے سے وہ دانا ہے یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ خدا کے کسی مجرم کی خدا کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لئے لب ہلا سکیں جیسے فرمان ہے: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورہ بقرہ: ۲۵۵) وہ کون ہے جو اس کی بے اجازت کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے اور آیت میں ہے: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سورہ سبا: ۲۳) یعنی اس کے پاس کسی کی شفاعت بے اس کی اپنی اجازت کے چل نہیں سکتی اس مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت خدا سے ہیبت رب سے لرزاں وترساں رہا کرتے ہیں ان میں سے جو بھی خدائی کا دعویٰ کرے ہم اسے جہنم واصل کر دیں ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں یہ بات شرط ہے اور کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان خدا میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے اسی طرح کی آیت: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (سورہ زخرف ۸۱) اور لَئِنْ اَشْرَكْتَ...... (سورہ زمر: ۶۵) ہے پس نہ تو رحمٰن کی اولاد نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک ممکن۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ

تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآ
سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَا
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیاان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے پھر ہم نے دونوں (اپنی قدرت سے) کھول دیا اور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا (ان باتوں کو سن کر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس زمین میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تا کہ وہ لوگ (ان کے ذریعے سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں اور ہم نے اپنی قدرت سے آسمان کو (مثل) ایک چھت کے بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس آسمان کے اندر کی موجودہ نشانیوں سے اعراض لئے ہوئے ہیں (یعنی ان میں تدبر نہیں کرتے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے (وہ نشانیاں بھی ہیں) ہر ایک ایک ایک کے دائرے میں تیر رہے ہیں ○

کچھ نشانیاں:

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو؟ ابتداً زمین وآسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ اور خلا رکھا آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خودمختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟

ففی کل شیء له اية ☆ تدل علی انه واحد

یعنی ہر چیز میں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین وآسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی ابن عمر سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباسؓ سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا زمین وآسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی جب سائل نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباسؓ کی جرات بڑھ گئی ہو؟ لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔ مجاہد کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں

آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں حضرت سعیدؒ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا حضرت ابو ... نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آ... ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں آپ نے فرمایا ابوہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں او... روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آ... صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی ... کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل ... لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے تا کہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ با آسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں شان الٰہی دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں ... لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں فرماتا ہے قسم آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا ... ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سو... نہیں؟ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام کی بنا پانچ ہیں جیسے پانچ ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلند و بالا اونچا اور صاف ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے یہ روایت سنداً غریب ہے لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں جیسے فرمان ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا! کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آنا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹا لی ہو عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا فرمایا بس یہی سبب ہے پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو پھر ایک کے بعد دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک محض نور ہے اور

اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے حدود میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے وہی ذی عزت غلبے والا اور علیم و علام علم والا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں میں اچھی طرح آزماتے ہیں اور پھر (اس زندگی کے ختم پر) تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے ○

كُلُّ نَفْسٍ ......:

جتنے لوگ ہوئے سب کو موت ایک روز ختم کرنے والی ہے تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں ہاں رب کی جلال و اکرام والی ذات ہمیشگی اور دوام والی ہے اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر مر گئے یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہو یا رسول ہوں بہر حال تھے تو انسان ہی ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے کسی کو بجز ذات باری کے ہمیشگی نہیں کوئی آگے ہے کوئی پیچھے پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا حضرت امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزومند ہیں تو کیا اس بارے میں ہی اکیلا ہوں یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے پھر فرماتا ہے بھلائی برائی سے سکھ دکھ سے مٹھاس کڑواہٹ سے کشادگی تنگی سے ہم اپنے بندوں کو آزما لیتے تاکہ شکر گزار اور ناشکرا صابر اور ناامید معلوم ہو جائے سخت و بیماری تو نگری فقیری سختی نرمی حلال حرام ہدایت گمراہی اطاعت معصیت یہ سب آزمائشیں ہیں اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں تمہارا سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا بروں کو سزا نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور) آپس میں کہتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا بنا ہوا ہے ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی

مت مچاؤ○

ق بناتے ہیں:

ابو جہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے
کہتے کہ لو میاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہیں ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے
ے یہ کہ خود ذکر رحمٰن کے منکر ہیں خدا کے منکر رسول خدا کے منکر اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے: اِنْ كَادَ
لُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا (سورہ فرقان: ۴۲) یعنی وہ تو کہیے ہم جمے رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے پرانے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی
نہیں چھوڑی تھی خیر انہیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب
ان میں روح پھونکی گئی سر آنکھ اور زبان میں جب روح آ گئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے حضور
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں داخل جنت
ئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت ہوگی اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور خدائے
ٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت مختصر
ہے حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کون سی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے[1] اسی وقت اللہ
لیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی
ت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس
ئے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے لیکن عادت خداوندی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں اسی
ئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے میرے نبی کو مذاق میں اڑانے والوں کی کس
رح کھال ادھڑتی ہے تم ابھی ہی دیکھ لو گے جلدی نہ مچاؤ دیر ہے اندھیر نہیں مہلت ہے بھول نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آئے گا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب
کہ یہ لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ وہ آگ (تو)

[1] اس مقبول گھڑی کے تعین میں محدثین و علماء کا کافی اختلاف ہے ایک رائے یہ بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے علاوہ بعض علماء
کے خیال میں خطبہ کے وقت جب امام ایک خطبہ دے کر دوسرے خطبہ سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھتا ہے وہی وقت اس مقبول ساعت کا ہے بعض کی رائے ہے کہ
عین جمعہ کی جب اقامت کہی جاتی ہے اس وقت یہ مستجاب ساعت ہوتی ہے بہرحال تعین میں اختلاف ہے اور بعض مصالح کی بنا پر اس کے تعین کا علم خدا تعالیٰ
نے چھپا لیا ۱۲

بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ

ان کوایک دم سے آلے گی سوان کو بدحواس کردے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○

وہ وقت موعود:

عذاب خدا کو قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرأت سے کہتے تھے کہ بتلاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراو کب پورے ہوں گے انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے وقت عذاب خدا اوپر نیچے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے خدائی عذاب ہٹا سکو گندھک کا لباس گا جس میں آگ لگی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے جہنم اچانک دبو لے گی اس وقت ہلکے بکے رہ جاؤ گے مبہوت اور بے ہوش ہو جاؤ گے حیران پریشان ہو جاؤ گے کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اسے دفع کرو اس بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے (اور یہ بھی ان سے) کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے اور ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے ○

پہلی اُمتوں کی شقاوت اور اِس کی عبرتناک سزا:

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا رہا ہے مذاق اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا کافروں کی یہ پرانی عادت ہے اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخرش عذابوں میں پھنس گئے جیسے فرمان ہے: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا (سورہ انعام: ۳۴) تجھ سے پہلے کے انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انہوں اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں[1] ہمارے پاس رسولوں کی خبریں

[1] اور ایک طے شدہ امر یہی ہے کہ تکذیب کرنے والوں کو پہلے مہلت دی جاتی ہے۔ پھر ایک خاص وقت پر ان کو پکڑ لیا جاتا ہے سو اس طے شدہ معاملہ میں اب کوئی تبدیلی خدا کے علاوہ کرنے پر قادر ہی نہیں ۱۲

(رحمتی) ہیں پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی ان آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں۔ مِنَ الرَّحْمٰنِ کا معنی رحمان کے بدلے یعنی رحمان کے سوا ہیں عربی شعروں میں بھی مِنْ بدل کے معنی میں ہے اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو خدا کے ہر ہر احسان کی ناشکری کرتے بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو خدا کے سوا ہیں انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے بلکہ ان کے معبودان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے ہماری جانب سے کوئی خبران کے ہاتھوں میں نہیں ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ان کی زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں اور (ان کی عالی ہمتی کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطا کار تھے اور وہاں قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں ○

ایک ترازو:

کافروں کے کینے کی اور گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ انہیں کھانے پینے کو ملتا ہے لمبی لمبی عمریں ملیں انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوت خدا کو پسند ہیں اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیامیٹ کر دیں اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی بیان کئے گئے ہیں جو سورہ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی

یہی ہیں جیسے فرمایا: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى...... (سورہ احقاف: ۲۷) ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کر
اپنی نشانیاں بار بار تمہیں دکھادیں تا کہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں حسن بصریؒ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم
اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے دشمن
غالب کر رہا ہے اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیامیٹ کر دیا اور اپنے مومن بندوں کو نجات دے دی کیا اب بھی یہ
غلط لوگ خود کو غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں ذلیل ہیں رذیل ہیں نقصان میں ہیں بربادی کے ماتحت ہیں ہیں
کی طرف سے مبلغ ہوں جن جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ خدا کا کہا ہوا ہے ہاں جن کی آنکھیں
نے بند کر دی ہیں جن کے دل و دماغ بند کر دیئے ہیں انہیں یہ خدا کی باتیں سودمند نہیں پڑتیں بہروں کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو
ہی نہیں ان گنہگاروں پر ایک ادنیٰ سا بھی عذاب آجائے تو واویلا کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے
قیامت کے دن عدل کی ترازو قائم کی جائے گی یہ ترازو ایک ہی ہوگی لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں
اس اعتبار سے لفظ جمع لائے اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا اس لئے کہ حساب لینے والا خود خدا ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق
حساب کے لئے کافی ہے ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا فرمان
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ...... (سورہ نساء: ۴۰) اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا نیکی کو بڑھتا ہے اور اس کا اجر
پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے حضرت لقمان نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بچے ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل
خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی
علیہ وسلم فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں وزن دار ہیں خدا کو بہت پیارے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ
اللّٰهِ الْعَظِيْمِ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر
سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک ایک سو دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے
وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کیے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا
ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ جواب دے گا کہ خدایا نہ ان
گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظلماً لکھا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا ہوگا کہے گا
کوئی نہیں پروردگار عالم فرمائے گا کیوں نہیں بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اب ایک چھوٹا سا
نکالا جائے گا جس میں اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه و ان محمدا رسول اللّٰه لکھا ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو وہ کہے گا خدا
پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا کرے گا؟ جناب باری فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلڑے
رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچہ کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے یہ جھک جائے گا
اونچے ہو جائیں گے اور خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہ ہوگی ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی یہ روایت ہے مسند احمد میں
قیامت کے دن جب ترازو رکھی جائے گی پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ
رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی جو خدا کی طرف سے ایک
دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس پر لا الٰه الا اللّٰه ہوگا اور

شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں میری خیانت بھی کرتے ہیں میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور برا بھلا کہتا ہوں اب فرمایئے میرا ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی خیانت نافرمانی جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا پیٹنا برا بھلا کہنا بھی اگر تیری سزا ان خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے خدا کا فضل وکرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھ سے بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کیا ہوگیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا؟ : وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ...... یہ سن کر اس صحابیؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان معاملات کو سن کر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان تمام غلاموں کو آزاد کردوں آپ گواہ رہئے یہ سب راہ خدا میں آزاد ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے (آپ سے قبل) موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو (متقی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے بھی ڈرتے ہیں اور یہ قرآن بھی ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا سو کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو ○

ایمان بالغیب:

ہم پہلے اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے اور اسی طرح توراۃ اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے فرقان سے مراد کتاب یعنی تورات ہے جو حق و باطل حرام وحلال میں فرق کرنے والی تھی اسی سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو مدد ملی کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل ہدایت اور گمراہی بھلائی برائی حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں ان سے دلوں میں نورانیت اعمال میں حقانیت خدا کا خوف وخشیت ڈر اور رجوع خدا کی طرف حاصل ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے یہ کتاب خدا نصیحت و پند اور نور وروشنی ہے پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے خدا سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (سورہ ق ۳۳) جو

ا احادیث جو اس سلسلہ کی ابن کثیر نے نقل کیں ان کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ عام گنہگار مسلمانوں کے ساتھ ہوگا کسی خاص مسلمان کے ساتھ نہ ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ کسی خاص مسلمان کے ساتھ ہو اور اس نے یہ کلمہ اس اخلاص کے ساتھ ادا کیا ہو کہ اس کے گناہوں پر اس کلمہ کی حقیقت اور بخلوص ایمان غالب آ گیا ہو تو یہ مومن عاصی عام گناہ گار مسلمانوں کے مقابل میں صرف اپنے اخلاص کی وجہ سے ممتاز ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معاملہ کسی ایسے شخص کے ساتھ پیش آئے جس کی اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد تمام زندگی عصیان و نافرمانی میں گذری لیکن ایک اخلاص کے ساتھ ایمان اور کلمہ کی حقیقت پر خلوص یقین اس کے تمام گناہوں پر غالب آ جائے بہر حال یہ متعدد احتمالات ہیں صاف اور صحیح بات نظر سے نہیں گذری نہیں ۱۲

رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں وترساں رہتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے اترا ہے افسوس کیا اس قدر وضاحت وحقانیت اور صداقت ونورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے رہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے (ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا (واہیات) مورتیاں ہیں جن کی (عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو وہ لوگ جواب میں کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بے شک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں ہو وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کرتے ہو یا دل لگی کررہے ہو ابراہیم نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہی تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں ○

امام الموحدین:

فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے ان کے بچپن سے ہی ہدایت عطا فرمائی تھی انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سجھائی تھی جیسے اور آیت میں ہے: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ (سورہ انعام: ۸۳) یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تاکہ وہ اپنی قوم کو قائل کرسکیں یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کے والدہ نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات خدا پر خصوصاً چاند تاروں وغیرہ پر

کر ڈال کر خدا کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب وسنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو موافقت ومخالفت کچھ نہ ہو گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کہہ سکتے ہیں نہ غلط۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع کامل وشامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ نے تشریح کی ہے غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے بچپنے میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر خدا پرستی کو ناپسند فرمائی اور نہایت جرأت سے اس کا سخت انکار کیا اور قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے ارد گرد ڈھٹ لگا کر کیا بیٹھے ہو حضرت اصبغ بن نباتہ راہ گزر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں آپ نے یہی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتا ہوا انگارا لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے باپ دادوں سے چلی آتی ہے آپ نے فرمایا واہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ کوئی بھلائی بننے سے رہی میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادے بھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقلمندوں کی توہین دیکھی اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے کے کلمات سنے اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی آپ کو تبلیغ حق کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب ہی صرف خالق آسمان وزمین ہے تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک پھر معبود مسجود کیسے ہو گئے میری گواہی ہے کہ خالق ومالک خدا ہی لائق عبادت ہے نہ اس کے سوا کوئی رب نہ معبود۔

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ

إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿۶۳﴾

اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے تو (ان کے چلے جانے کے بعد)
انہوں نے ان بتوں کو (تیر وغیرہ سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف (دریافت
کرنے کے لئے) رجوع کریں کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی
غضب کیا بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی سے) تذکرہ کرتے سنا
ہے (پھر) وہ لوگ بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ وہ لوگ (اس اقرار کے)
گواہ ہو جاویں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی اے ابراہیم انہوں
نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی سو ان (ہی) سے پوچھ لو (تا) اگر یہ بولتے ہوں ○

خلیل اللہ علیہ السلام کا حکیمانہ اقدام:

اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور جذبہ توحید میں آ کر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لئے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں۔[1] عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے چنانچہ یہ آپ کو لے چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لئے آگے بڑھ گئے اور جو لوگ رستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟ جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے خداؤں کی مرمت کر دوں گا آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن قدرے علیل بھی تھے جبکہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال جائے کہ شاید اس بڑے خدا نے ان چھوٹے خداؤں کو غارت کر دیا ہوگا کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے چنانچہ اس خیال کی پختگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھ دیا تھا جیسے منقول ہے جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے خدا منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں اور اپنی حالت سے وہ بتلا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان بے نفع و نقصان ذلیل و حقیر چیز ہیں اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بے وقوفی پر وہ مہر

[1] ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں کہی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے سامنے اس ارادہ کا اظہار کیا ہے اور کیونکہ الفاظ درست کرتے تھے اس لیے قوم ابراہیم علیہ السلام کے اصل ارادہ پر مطلع نہ ہوئی ہو عید کے موقع پر اس مہم کو انجام دینے کا ارادہ دونوں احتمالات کی تائید کرتا ہے کیونکہ اگر پہلا احتمال لیا جائے یعنی انہوں نے دل ہی دل یہ بات سوچی تھی تو عید کے دن کا انتخاب اس لیے کیا کہ اس دن یہاں کوئی نہ ہوگا اور ابراہیم علیہ السلام بتوں کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے تھے با خوف و خطر کر سکیں گے اور اگر انہوں نے ان کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تھا تو عید کا انتخاب نہایت موزوں ہے کیونکہ عید ایسے مواقع پر عبادت خانوں کی صفائی وغیرہ کا اہتمام عام طور پر ہوتا ہی ہے

رہے تھے لیکن ان بے وقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟ اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا انہیں خیال آ گیا[1] اور کہنے لگے کہ وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے ان خداؤں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے حضرت ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان جو عالم بنا جوان شان خدا دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے قوم کے یہ لوگ مشہور کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کی سزا پر غور کرو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطی ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نقصان کے مالک نہیں اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے پوچھتے ہو؟ اپنے ان خداؤں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے؟ کہ تمہارے ٹکڑے کرنے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل خدا علیہ السلام کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل خدا پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خلیل خدا نے تین جھوٹ بولے ہیں دو تو راہ خدا میں ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں اور ایک مرتبہ آپ حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی کسی نے بادشاہ کو جا کر اطلاع دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے بادشاہ نے فوراً سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے[2] اس نے کہا اسے بادشاہ کے دربار میں بھیجو آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتلا چکا ہوں اگر تم سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں یہ کہہ کر آپ چلے آئے حضرت سارہ وہاں چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت خدا کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت خدا سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا وہیں پھر عذاب خدا آ پہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے بھی زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے در پے

---

[1] اس سے متعین ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تھا لیکن الفاظ محتاط تھے جس کی اس وقت مراد معلوم نہ ہو سکی ۱۲

[2] اور اس بادشاہ کا قانون سلطنت تھا کہ وہ کسی کی بیوی سے تو حرام کاری کرتا لیکن کسی شخص کی بہن وغیرہ سے اس طرح کا کام نہ کرتا۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً یہ فرمایا لیکن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں ایسی بلا کی حسین کہ وہ ظالم بادشاہ ابراہیم علیہ السلام کے اس بیان کے باوجود اپنے قانون سلطنت کا بھی احترام نہ کر سکا لیکن اس خاکسار محشی کا خیال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خود کو جو سارہ کا بھائی بتایا تھا تو وہ اس لیے کہ آپ سمجھے ہوں کہ اگر میں خود کو سارہ کا شوہر کہوں گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ سارہ کو حاصل کرنے کے لیے یہ ظالم بادشاہ مجھ کو قتل کرا دینا ضروری سمجھے جیسا کہ ایسے حالات میں عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اور اگر بہن کہوں گا تو سارہ رضی اللہ عنہا کو لینے کے لیے مجھ کو جان سے مار ڈالنے کو ضروری نہیں سمجھے گا اس کے علاوہ اس حدیث کی اور بہت سی توجیہات میں جن یہاں ذکر کرنا طوالت کا موجب ہوگا ۱۲

یہی ہوا تیسری دفعہ چھوٹتے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسانی عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ لایا ہے جا اسے نکال اور ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت ہاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ کہو کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹ دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لئے آ گئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ یہ ہیں تمہاری والدہ اے آسمانی پانی کے لڑکو۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر آپس میں کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ) جو ایسا عاجز ہے کیا معبود ہوگا پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (اور یہ بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو یہ معلوم ہی ہے) کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے ○

حیرت زدہ قوم:

بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام خدا کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا اپنے تئیں اپنی بے وقوفی پر ملامت کرنے لگے سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی اپنے خداؤں کے پاس کسی کو حفاظت کے لئے نہ چھوڑا اور چل دیئے پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بت بے زبان ہیں؟ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا اب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو خاصہ موقعہ مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی تم کیوں اسقدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور خدائے واحد کو چھوڑ دیا جائے یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

آپس میں وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (جب انہوں نے متفق ہو کر آگ میں ڈال دیا تو اس وقت) ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا○

کھسیانی بلی:

یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان خداؤں کی عزت نہ جائے اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگا دی اور روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا تو اب گھبرائے کہ خلیل خدا کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھلا کر پھینک دو منقول ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے[1] جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا: حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے بھی یہی پڑھا تھا یہ بھی منقول ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں منقول ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد و ثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک و ساجھی نہیں حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی واللہ اعلم بعض سلفؒ سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان و زمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے تیار تھا کہ کب خدا کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم خداوندی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا[1] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہیں لگی[2]۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل اللہ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرور پہنچاتی اس لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے

---

[1] اور یہ قول صحیح نہیں

[2] گویا کہ اشیاء میں خاصیت پیدا کردہ خدا کی ہے ان کی ذاتی نہیں جب چاہیں یہ خاصیت دیں اور جب چاہیں خاصیت چھین لیں ہزار مرتبہ دیکھا ہو گا کہ جوشاندہ پی کر ایک نزلہ و زکام کا مریض اچھا ہو گیا کبھی یہ بھی دیکھنے میں ضرور آیا ہو گا کہ برابر جوشاندہ کا استعمال ہے لیکن فائدہ خاک بھی نہیں کیونکہ خود جوشاندہ کی کوئی بھی خاصیت نہیں جو خاصیت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہے جب چاہے دیں جب چاہیں نہ دیں آگ سے چاہیں جلانے کا کام لیں اور چاہیں تو نہ لیں

اس میں خلیل خدا کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آگ بالکل ٹھنڈی کر دی مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کو تکلیف نہیں دی سدیؒ فرماتے ہیں سائے کا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا منقول ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فر کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت و سرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میری سار زندگی اسی میں نکلتی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جس ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہ علیہ السلام تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے قتادہؒ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوا گرگٹ کے حضرت زہری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے حضور کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے یہ اور پھونک رہا تھا پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا کافروں نے اللہ کے نبی کو نیچا کرنا چاہا خدا نے انہیں نیچا دکھایا حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا ادھر خلیل خدا کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آ پڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ہم نے ابراہیم کو اور (ان کے برادر زادے) لوط کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچا لیا جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کے واسطے (خیر و) برکت رکھی ہے اور (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو اسحٰق بیٹا اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو (اعلیٰ

درجہ کا) نیک کیا اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے وہ (خلق کو ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ (حضرات) ہماری عبادت (خوب) کیا کرتے تھے اور لوط علیہ السلام کو ہم نے حکمت اور علم (جو شان انبیاء کے مناسب ہوتا ہے) عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدذات بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے O

قوم لوط اور دُنیا کی سب سے بے ہودہ شناعت کاری:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے[1] قتادہؒ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے خدا نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا شام ہی انبیاء کا ہجرت کدہ رہا زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے شام ہی محشر کی سرزمین ہے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے یہیں دجال قتل کیا جائے گا بقول کعب آپ حران کی طرف گئے تھے یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان پر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس اقرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلیں انہی کا نام حضرت سارہ ہے یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلی آئی تھیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ ہجرت مکے شریف میں ختم ہوئی مکے ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ خدا کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے اس میں آ جانے والا امن و سلامتی میں آ جاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (سورہ ہود: ۷۱) چونکہ خلیل خدا کے سوال میں ایک ہی لڑکے کی طلب تھی دعا کی تھی کہ: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورہ صافات: ۱۰۰) اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیکو کار بنایا اور ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم خدا خلق خدا کو راہ خدا کی دعوت دیتے رہے ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے لوط بن ہاران بن آزر آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی جیسے کلام اللہ شریف میں ہے: فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ...... (سورہ عنکبوت: ۲۶) لوط علیہ السلام آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا اور سدوم اور اس کے پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا انہوں نے نہ مانا اور مخالفت پر کمربستگی کر لی جس کے باعث عذاب خدا میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیئے گئے جن کی بربادی کے واقعات خدائے تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دے دی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکوکار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔

[1] اور یہ روایت ناقابل اعتماد ہے ۱۲

وَنُوحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اورنوح علیہ السلام کے قصے کا تذکرہ کیجئے جو کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے (بھی) پہلے انہوں نے دعا کی سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اوران کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی کہ ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوح علیہ السلام لائے تھے) جھوٹا بتلایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت برے تھے اس لئے ان سب کو ہم نے غرق کردیا ○

نوح علیہ السلام اور کرب عظیم سے نجات:

نوح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم نے ستایا تکلیفیں دیں تو آپ نے خدا کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی اولاد بھی ایسی ہی فاجر کافر ہو گی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کی اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم تعداد تھی قوم کی سخت ایذا دہی اور تکلیف سے خدائے عالم نے اپنے نبی کو بچایا ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے کفر و شرک سے نہ ہٹے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو آپ کی ایذا دہی پر بھڑکاتے رہے ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت و آبرو کے ساتھ کفار کی ایذا رسانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیے گئے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

بٰرَکْنَا فِیْهَا ۭ وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِکَ ۚ وَکُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۲﴾

اور سلیمان اور داؤد علیہما السلام کے قصہ کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے اور ہم نے ان کو زرہ (بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی تاکہ وہ (زرہ) تم کو لڑائی (میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کرو گے بھی یا نہیں اور ہم نے سلیمانؑ کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (مراد ملک شام ہے) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور بعضے بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمان کے لئے (دریاؤں میں غوطہ لگاتے تھے تاکہ موتی نکال کر لائیں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے۔

داؤد اور سلیمان علیہما السلام:

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے نَفَشَتْ کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں ھَمَلْ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے خراب کر دیا حضرت داؤد نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے نبی اللہ علیہ السلام اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدے اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھے تو باغ والے کو یہ اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اس کی بکریاں سونپ دے یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا سامنہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا فیصلہ کرتے آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا حضرت مسروق فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھا لیے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اسی اصلی حالت پر آ جائے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ ان کا کل نفع باغ والوں کا پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے قاضی شریح کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا تب تو کوئی معاوضہ نہیں اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء ابن عازب کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ

باغ والوں پر دن کے وقت کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانوروں کے مالکوں پر ہے اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں اور ہم نے کتاب الاحکام میں خدا کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے منقول ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہؒ سے جبکہ قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسنؒ کے پاس آئے اور رو دیئے پوچھا گیا کہ اے ابوسعید آپ کیوں روتے ہیں فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا حضرت حسن یہ سن کر یہ فرمانے لگے سنو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قضاوت کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام حکم ہوتے ہیں ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤدؑ کی مذمت بیان نہیں فرمائی پھر فرمانے لگے سنو تین باتوں کا عہد اللہ تعالیٰ نے قاضیوں سے لیا ہے ایک تو یہ کہ وہ احکام شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں تیسرے یہ کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ خواہش کے پیچھے نہ پڑ کہ راہ خدا سے بہک جائے اور جگہ ارشاد ہے: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (سورہ مائدہ:۴۴) لوگوں سے نہ ڈرو مجھی سے ڈرتے رہا کرو اور فرمان ہے: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (سورہ بقرہ:۴۱) میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر بیچ نہ دیا کرو میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت میں اور ان کی منجانب اللہ ہر وقت تائید ہوتی رہنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے اور صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک بھی پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاسؒ کا جو خیال تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے واللہ اعلم۔ سنن کی اور حدیث میں ہے قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا اور جنتی اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بھی جہنمی قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعے کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے میرا بچہ ہے آخر یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں میں دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اس کو دے دیجئے حضرت سلمان علیہ السلام اس معاملے کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے امام نسائیؒ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ اپنے دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس کے خلاف کچھ کہے ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا۔ اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی اس پر وہ رؤسا بگڑ گئے اور اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر

لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر حکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ تیسرے نے کہا خاکی چوتھے نے کہا سفید آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا یہ غلط کر گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے اور خدا کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ ان کو تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دی گئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔ حضرت عثمان مہدیؒ فرماتے ہیں میں نے کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت ابو موسیٰؓ کی آواز میں تھا پس اتنی خوش آوازی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی پھر اپنا ایک اور احسان بتلاتا ہے کہ حضرت داؤد کو زرہیں بنانی ہم سکھا دی تھیں آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈوں اور بغیر حلقوں کی زرہیں بنتی تھیں کنڈوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں تھیں اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا کہ وہ بہترین زرہ تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں سنتے بنائیں یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو خدا کی شکر گزاری کرنی چاہئے ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی ہمیں ہر چیز کا علم ہے آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ (سورہ ص:۳۶) یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی صبح شام مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عمیرؒ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب بلند مکان پر فرش فروش کرنے کا حکم دیتے پھر پرواز گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور خدا کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی کیونکہ آپ اپنی فروتنی کا علم پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی اسی طرح سرکش جنات بھی خدائے تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے: وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ (سورہ ص:۳۷) ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں

میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے حافظ ونگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرمانبردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا آپ کی ان پر حکمرانی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور ایوب کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (بعد مبتلا ہونے مرض شدید) کے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بلا استدعا) ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے ○

صبر ایوب علیہ السلام:

حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد میں تھیں ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیوی لونڈی غلام جائیداد اور مال ومتاع بھی کچھ خدا کا دیا موجود تھا اب جو رب کی طرف سے آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جس میں بھی جزام پھوٹ پڑا دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا یہاں تک کہ آس پاس والے گھن کرنے لگے شہر کے ایک اجاڑ کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہؓ کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کر لیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر اس سے کم درجے والوں کا اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عوام ہے یزید بن میسرہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی آپ خدا کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے مال دیا اور اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی

طلب میں میں اپنی راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا پھر اللہ نے آپ پر رحم و کرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے سارا گوشت جھڑ گیا تھا صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ آپ خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے آپ فرمانے لگے بیوی صاحبہ سنو! ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و عافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں اب آپ شہر میں جاتیں لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں آپ کے دو دوست اور ولی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی۔ شراب ہے ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں یہ سنتے ہی آپ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے یہ دونوں آپ کے پاس چلے گئے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے۔ اچھے موقعہ پر پہنچی ٹکیا دے دی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں جب آپ حضرت ایوب کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام پلٹنے کے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا آپ نے کھا لیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت

کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتلا دے کہ یہ کیسے لائی؟
اب آپ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار دیا۔ دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا
کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط
تھا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ خدا سے دعا کرو لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک
دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھا کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس
وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے
ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آ سکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس
شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آپ کو کسی چیز
سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے خدایا کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو
پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن
رہے تھے پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیئے ہوں اگر میں اس
میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر
پڑے کہ اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئیں چنانچہ یہ دعا
قبول ہوئی اور آپ سر اٹھائیں اس سے پہلے وہ تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں ابن ابی حاتم میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے
کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں
سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے خدا کا نام ناحق لیا ہو آپ اپنی اس بیماری
میں اس قدر رنڈھال ہو گئے تھے کہ آپ بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لیے لے جاتی تھیں ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی
آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مار
اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ
کے لئے جنتی حلہ نازل فرما دیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں
کہ اے خدا کے بندے یہاں بیمار و بیکس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے
گئے ہوں۔ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور
مجھے بنا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے خدا نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا اولاد بھی آپ کو
واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو تیرے
لوگوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا
فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا تو آواز آئی کہ اے ایوب
کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے

ے اس کے اہل عطا فرمائے ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا یہ قول اگر آیت سے سمجھا یا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں یا بتلایا ہے یہ منشا بن یوسف بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت لیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں منقول ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت یں ہیں تو کہہ تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہہ تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند رمائی پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں کو ملا یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی آپ اہل بلا کے پیشوا تھے یہ باتیں اس لئے ہوئیں کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں خدا کے برے بندے نہ سمجھیں حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کی قدورات پر اس کے امتحان پر انسان کو صبر اور سہار کرنی چاہئے نہ جانے قدرت پوشیدہ پوشیدہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾

اور اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے (یہ) اب احکام الٰہیہ پر ثابت قدم رہنے والے لوگوں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کر لیا تھا بے شک یہ کمال صلاحیت والوں میں سے تھے ○

چند صابر انبیاء علیہم السلام:

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند تھے سورہ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے ذوالکفل بہ ظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور بامروت امام ابن جریر اس میں توقف کرتے ہیں واللہ اعلم ۔ مجاہد فرماتے ہیں یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے منقول ہے کہ جب حضرت یسع بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے؟ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے؟ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کروں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں کو روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں یسع نے فرمایا اچھا اب کل سہی دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کیا مگر کسی کی کچھ نہ چلی ابلیس خود چلا دوپہر کو قیلولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع

کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے میرے ساتھ اس نے یہ کیا وہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کروں گا اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک خود جا کر ادھر ادھر تلاش بھی کیا مگر اسے نہ پایا دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں دو پہر کو آپ دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے تو یہ خبیث آ گیا اور دروازہ ٹھوکنے لگا آپ نے کھلوا دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا منتظر رہا لیکن تم نہ آئے وہ کہنے لگا حضرت کیا بتلاؤں جب میں نے آپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور اب بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج کی نیند بھی کھوئی اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے نیند کی وجہ سے میری حالت غیر ہو رہی ہے آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آ گیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر کسی کو آنے دیا؟ اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا اور اس شخص کو اندر موجود پایا آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارا نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصے ہوا پس خدا نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا تھا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ سے بھی کچھ تفصیل کے ساتھ یہ منقول ہے[۱] اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا اس میں ہے کہ شیطان کو جب ان کے آرام کا وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے اٹھے ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا حضرت اشعری نے ممبر پر فرمایا ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس کی سی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی یہ منقول ہے ایک غریب حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں گیا بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی اس نے کہا میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ روز بد دکھایا - کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر رد دمیں ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا؟ اسی وقت اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے - قسم خدا کی آج سے میں کسی قسم کی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا شان خدا اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے صبح لوگ دیکھتے

[۱] اس روایت کے قبول کرنے میں محققین کو تامل ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو خدا تعالیٰ ظاہر و باطن کی کبھی ایسی بیماری نہیں دیتا جیسی کہ ایوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ نبی ایسی خوفناک اور گھناؤنی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو اس کے پاس آئے جائے کون اور جب لوگوں کی آمد و رفت رک گئی تو پھر تبلیغ وہ کس طرح کرے یہی کچھ وجوہات ہیں جن کی بنا پر اہل تحقیق کے یہاں یہ سب روایتیں واہی سمجھی گئی ہیں ۱۲

کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ خدا نے کفل کو بخش دیا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور مچھلی والے پیغمبر یعنی یونس کا تذکرہ کیجئے جب وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر اس چلے جانے میں کوئی داروگیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ (سب نقائص) پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور اسی طرح اور اہل ایمان کو (بھی کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں ○

قصہ حضرت یونس علیہ السلام:

یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورہ صافات میں بھی ہے اور سورہ نون میں بھی ہے یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کر خدائے تعالیٰ نے بھیجا تھا آپ نے خدا کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب خدا آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری میں فریاد شروع کر دی ادھر ان کی بین بکا ادھر جانوروں کی بھیانک صدائیں غرض رحمت خدا متوجہ ہو گئی عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے : فَلَوْ لَا كَانَتْ...... (سورہ یونس: ۹۸) یعنی عذاب کے فیصلہ کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا بجز قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دے دی حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہئے کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے : فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (سورہ صافات ۱۴۱) اب کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر احضر سے بحکم خدا ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی لیکن بحکم خدا نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں آپ کا غضب غصہ آپ کی قوم پر تھا خیال یہ تھا کہ خدا آپ کو تنگ نہ پکڑے گا پس یہاں فَقْدِرُ کے یہی معنی حضرت ابن عباس مجاہد ضحاک وغیرہ نے کئے ہیں امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اسی کی تائید آیت : وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ (سورہ طلاق ۷) سے بھی ہوتی ہے حضرت عطیہ عوفیؒ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے قَدَرَ اور قَدَّرَ دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند عربی کے شعر کے علاوہ آیت : فَالْتَقَى الْمَآءُ

عَلٰی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ (سورہ قمر:۱۲) بھی پیش کی جا سکتی ہے ان اندھیریوں میں پھنس کر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا سمندر تلے کا اندھیرا مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے آپ نے سمندر کی تہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود کرنی شروع کی آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مرگیا ہوں پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا کر یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بار الٰہی میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اسے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہوگا بصریؒ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب خدا نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹ نہ جسم پر خراش آئے آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح چنانچہ آپ نے بھی تسبیح خدا شروع کر دی اسے سن کر فرشتوں نے کہا بار الٰہی یہ آواز تو بہت کمزور ہے کس کی ہے ہم تو نہیں پہچان سکے جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی ہے[۱] میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ خود کو یونس بن متی سے افضل کہے اس کے اس بندے نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے اوپر جو روایت گزری ہے اس کی وہی ایک سند ہے ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے اس سے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جس کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں خدایا جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی ان اندھیریوں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دستگیری کر کے تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونسی کو پڑھیں سید الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسند احمد ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمانؓ وہاں تھے میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے آ کر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان کو بلوایا ان سے واقعہ کہا آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا ایسا نہیں کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمانؓ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی واللہ مجھے جب وہ یاد ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے حضرت سعدؓ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک اعرابی آ گیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا

[۱] یہ نافرمانی صرف اتنی تھی کہ خدا کے علم کے بغیر چل دیئے تھے اور کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی اتنی بھول چوک بھی گوارا نہیں اس لئے اس کو نافرمانی سے تعبیر کیا ورنہ معاذ اللہ انبیاء جیسا معصوم گروہ اور خدا تعالیٰ کی قصداً نافرمانی ناممکن ہے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ نہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحاق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ کو مشغول کر لیا آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سنو! جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے ابن حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی ابو سعید فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمائے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے، وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے حضرت سعد ابی وقاص فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا ان کے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی دعا کرے کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا؟ کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں پس جو بھی یہ دعا کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن سعید فرماتے ہیں مین نے امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ابو سعید خدا کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور زکریا علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیے (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید وبیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے ○

خدا کا ایک اور مقبول بارگاہ انسان:

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے سورہ مریم میں اور سوہ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا لوگوں کی پوشیدگی میں کی تھی مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولا د دعا کے بعد خدائے تعالیٰ کی ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے اور لالچ اور ڈر سے خدا سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن رب کی باتیں ماننے والے خدا کا خوف رکھنے والے لتواضع انکساری اور عاجزی کرنے والے خدا کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا وصفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع وخضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

اور اس بی بی (مریم) کا بھی تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں بواسطہ (جبریل) اپنی روح پھونک دی اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰ علیہ السلام) کو دنیا جہان والوں کے لئے قدرت کاملہ کی نشانی بنادی ○

عیسیٰ علیہ السلام جن کے نورِ نظر ہیں:

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہا السلام کے قصے کے ساتھ ہی ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے اس لئے کہ ان لوگوں میں پورا ربط ہے حضرت زکریا پورے بڑھاپے کے عالم میں آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئیں اور پوری عمر کی بے اولاد ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت کو بغیر شوہر کے اولد عطا فرمانا یہ اور قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں بھی یہی ترتیب رکھی ظاہر ہے کہ مراد عصمت والی عورت سے حضرت مریم علیہا السلام ہیں جیسے فرمان ہے :وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا...... (سورہ تحریم:۱۲) یعنی عمران کی لڑکی مریم جو پاکدامن تھیں انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی بے نظیر قدرت کا نشان بنایا کہ مخلوق کو خدا کی ہر طرح کی قدرت اور اس کے پیدائش پر وسیع اختیارات اور صرف اپنے ارادے سے چیزوں کا بنانا معلوم ہو جائے عیسیٰ علیہ السلام قدرت خدا کی ایک علامت تھے جنات کے لئے بھی اور انسان کے لئے بھی۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا

أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ (جس پر تم کو رہنا ہے) وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا (سو اس کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں ○

دین جس پر سب کو چلنا چاہئے:

فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے کرنے نہ کرنے کے احکام تم سب میں یکساں ہیں هٰذِهٖ اسم ہے اِنَّ کا اور اُمَّتُكُمْ خبر ہے اور اُمَّةً وَّاحِدَةً حال ہے یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے جس کا اعلیٰ مقصود توحید خدا ہے جیسے آیت: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ سے فَاتَّقُوْنِ (سورہ مومنون: ۵۱) تک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت گو احکام شرع گوناگوں ہیں جیسے فرمان قرآن ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (سورہ مائدہ: ۴۸) ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا نیکوں کو نیک بدلہ دیا جائے گا اور بروں کو بری سزا جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے جیسے فرمان ہے: اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (سورہ کہف: ۳۰) نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے تمام اعمال لکھ لیتے ہیں کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾

اور ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں یہاں تک کہ یاجوج ماجوج دیئے جاویں گے اور (غایت کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی سے (جیسے پہاڑ اور ٹیلہ) نکلتے معلوم ہوں گے اور (وہ رجوع و بعث کا) سچا وعدہ نزدیک آپہنچا ہوگا تو بس پھر ایک دن سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (اور یوں کہتے نظر آویں گے) کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس (امر میں) غفلت میں تھے بلکہ (واقعی یہ ہے کہ ہم ہی قصوروار تھے ○

غارتگران امن وامان یاجوج ماجوج:

ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں لیکن پہلا قول زیادہ بہتر ہے یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں بلکہ وہ حضرت نوح کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے خدا کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے...... یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچادیں گے ہر اونچی جگہ کو عربی میں حَدَب کہتے ہیں ان نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔ ابن عباسؓ نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے ہوئے ایک دوسرے کی چڈیاں لیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے بہت سی حدیثوں میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے اللہ عزوجل کا فرمان ہے: وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہیں سے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے گی اور ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانہ میں پانی ہوگا جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر زمین والوں سے ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں چنانچہ ان میں کا ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت خدا سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گلٹی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم مر جائیں گے ایک باقی نہ بچے گا اور شور وغل ختم ہو جائے گا مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے تئیں قتل شدہ سمجھ کر رضائے خدا میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانوں خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا ہے یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہوگا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے (۲) مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح پر کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب ہی نکلا ہی چاہتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے اور اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں آپ اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے میں تمہیں خدا کی امان میں دے رہا ہوں جوان عمر الجھے ہوئے بالوں والا کانی اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا۔ اے بندگان خدا تم ثابت قدم رہنا ہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کتنا ٹھہرے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن ایک مثل ایک برس کے ایک دن مثل ایک مہینے کے ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ

[۱] اور روس اور امریکہ نے آسمان کی طرف راکٹ چھوڑ کر یاجوج ماجوج کے اس تخیل کی کہ آسمانی دنیا پر بھی قبضہ ہونا چاہیے کہیے کہ گویا بنیاد رکھ دی، احادیث کی پیشگوئی ہی کہا جا سکتا ہے کہ مدبر یا بسویر پوری ہو کر نہ رہے گی ۱۲

وسلم جو دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا ہم نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہو ایک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہے گا کہ ان کے لئے پیداوار اگائے ان کے جانوران کے پاس موٹے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے ایک قبیلے کے پاس جا کر اپنے تئیں منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کرا دے گا اور ادھر ادھر دور دراز پھکوا دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آ جائے گا یہ اسی حال میں ہوگا جو اللہ عزوجل حضرت مسیح بن مریم کو اتار دے گا آپ دمشق کی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف خدا کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب و طاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا پھر جناب باری یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا: وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ ان سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جناب باری میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گٹھلی کی بیماری بھیجے گا جو ان کی گردن میں نکلے گی سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مر جائیں گے تب عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر خدا جانے کہاں پھینک آئیں گے کعبؓ کہتے ہیں مسیل میں وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر انہیں پھینک آئیں گے پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برسے گی زمین دھل دھلا کر ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی پھر بحکم خدا اپنی برکتیں اگا دے گی اس دن ایک جماعت ایک انار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کر لے گی ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں (۳) مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچھو نے کاٹ کھایا تھا تو آپ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں وہ چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ہیں ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں جیسے ہوں گے (۴) یہ روایت سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج والی رات میں ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے خدا نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے میرے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جبکہ وہ مجھے

دیکھے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سائے تلے کافر آ اور اسے قتل کر پس خدا انہیں ہلاک کر
گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے
پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے لوگ پھر تنگ آ کر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے شکایت کر
گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی ان
اُن کے سڑے ہوئے جسموں کو گھسیٹ کر دریا برد کر دے گا میرے رب نے مجھ سے فرما دیا ہے جب یہ سب کچھ ظہور میں آجائے گا پھر
قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں کے حمل کا ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا (ابن
ماجہ) اس کی تصدیق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں موجود ہے اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں کعب
قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھودیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز پاس والے بھی سنیں گے رات
ہو جائے گی ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسے کل تھی ویسی
ہی آج پائیں گے الغرض یوں ہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ خدا کو ان کا نکالنا جب منظور ہوگا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل
ان شاء اللہ اسے توڑ دیں گے اب جو آئیں گے جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی پائیں گے تو کھود کر توڑ دیں گے اور باہر نکل آئیں گے ان کا پہلا
گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کیچڑ بھی چاٹ جائے گا تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت
پانی ہوگا؟ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیر آسمان کی طرف
پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلود ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر آسمان والوں پر غالب آ گئے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر بددعا کریں گے کہ خدایا ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور زمین پر ہمارا چلنا پھرنا بھی ضروری ہے
ہمیں جس طریقے سے چاہ ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کر دے گا گلٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مر
جائیں گے پھر ایک قسم کے پرندے آئیں گے جو اپنی چونچ میں لے کر انہیں سمندر میں پھینک آئیں گے پھر اللہ تعالیٰ نہر حیات جاری کر
دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار ایک گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص
آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسویقتین نکل آیا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سات آٹھ سو لشکریوں کا طلایہ بھیجیں گے یہ ابھی
راستے میں ہی ہوں گے جو یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلے گی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر لے گی پھر روئے زمین پر ردی
کھدی لوگ رہ جائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہوگی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں
کی گھوڑی جننے کے قریب ہو اور گھوڑی والا اس کے آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو حضرت کعبؒ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو
شخص میرے اس قول اور اس علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا کعبؒ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت
صحیح حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہے حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ شریف کا حج بھی کریں
گے چنانچہ مسند امام احمد میں یہ حدیث مرفوعاً موجود ہے کہ آپ یاجوج ماجوج کے خروج کے یقیناً بعد بیت اللہ کا حج کریں گے یہ حدیث
بخاری میں بھی ہے جب ہولناکیاں واقع ہوں گی جب یہ زلزلے اور یہ بلائیں اور آفتیں آجائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل قریب آ

---

۱ اور پانی کے تمام ذخیروں کا ان کے سامنے ختم ہو جانا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تعداد میں کثیر ہوں گے لہٰذا ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مطابق پانی نہ
رہے گا۔ سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم کے خیال میں یاجوج ماجوج روسی اقوام ہیں اور وہ سب جو فکر و نظر میں ان کے شریک ہوں ۱۲

جائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے ہائے ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

بلاشبہ تم (اے مشرکین) اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھوکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے (اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر یہ ... واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے اور سب (عابدین و معبودین) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور ان کا اس میں شور ہو گا اور وہاں (اپنے غل شور میں کسی کی) کوئی بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا (اور) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور کئے جاویں گے (کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخ ثانیہ سے زندہ ہونے کی) غم میں نہ ڈالے گی اور قبر سے نکلتے ہی فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے ○

بت پرستوں کو تنبیہ:

بت پرستوں سے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے: وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورہ بقرہ:۲۴) اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنی لکڑیاں بلکہ ایک قرأت میں بجائے حَصَبُ کے حَطَبُ ہے تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے یہاں تو پرستار اور پرستش کئے جانے والے سب ابدی طور پر دوزخی ہو گئے وہ الٹی سانس میں چیخیں گے جیسے فرمان ہے: لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ (سورہ ہود:۱۰۶) وہ سیدھی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے تو انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر لیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہو گا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر) حُسْنٰی سے

مراد رحمت وسعادت ہے جہنمیوں اور ان کے عذاب کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کی جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے یہ لوگ باایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے :لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (سورہ یونس:۲۶) نیکوں کے لئے نیک اجر ہے اور زیادتی بھی فرمان ہے کہ :هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (سورہ رحمٰن:۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے یہ جہنم سے دور کر دیئے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ جہنمیوں کا جلنا وہ سنتے ہیں پل صراط پر دوزخیوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں ہائے ہائے کرتے ہی جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے ناآشنا رہیں گے اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا پسندیدہ چیزیں موجود ہمیشگی کی راحت حاضر حضرت علیؓ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں اور عمر اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن انہی لوگوں میں ہیں یا حضرت سعد کا نام لیا رضی اللہ عنہم اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹے :وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیر حضرت مسیح فرشتے سورج چاند حضرت مریم وغیرہ عبداللہ بن زبعری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال ہے کہ اللہ نے آیت :اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اتاری ہے اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج چاند فرشتے عزیر عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں آیت :وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ (سورہ زخرف:۵۷) اتری اور آیت :اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى نازل ہوئی سیرت ابن اسحٰق میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جو نضر بن حارث آیا اس وقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے نضر بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا تو آپ نے آیت :اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ سے لَا يَسْمَعُوْنَ تک تلاوت فرمائی جب آپ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ ابن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بے طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود عزیر کو نصرانی مسیح کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے سب کو یہ جواب بہت پسند آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا جس نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادتیں نہیں کراتے تھے[1] بلکہ یہ لوگ تو انہیں نہیں بلکہ شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے ان کی عبادت کی راہ بتلائی ہے آپ کے جواب کے ساتھ ہی قرآن میں جواب اس کے بعد کی آیت :اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ میں اترا تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے چنانچہ قرآن میں ہے :وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ..... (سورہ انبیاء ۲۹) یعنی ان میں سے جو

[1] یہاں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اگر بات یہی ہے تو پھر پتھر اور لکڑیوں نے بھی تو اپنی عبادت کے لیے کسی سے نہیں کہا تھا جواب اس کا یہ ہے کہ کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے زمانہ میں اور عزیر علیہ السلام کی ان کے وقت میں ان کے ہوتے ہوئے ہرگز پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ ان لوگوں کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے مجسمے پتھر وغیرہ کے بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں تو جہنم میں معاذ اللہ عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام یا ملائکہ وغیرہ نہیں جائیں گے بلکہ وہ مجسمے پتھر لکڑیوں کے ڈالے جائیں گے جو انہوں نے تیار کئے تھے اور مقصد صرف اتنا ہو گا کہ ان کو اپنی اور اپنے معبودوں کی آج بے بسی معلوم ہو جائے کہ سب جہنم میں ہیں اور کوئی وہاں سے نکل نہیں سکتا ۱۲

ں معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیت: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ
لًا...... (سورہ زخرف: ۵۷) اتری کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ یہ تو صرف دھینگا
تی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا اگر ہم چاہیں تو تمہارے
شین فرشتوں کو کر دیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نشان قیامت ہیں ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے وہ غلط چیزیں نہیں وہ
مت کی دلیل ہیں تجھے اس میں کچھ شک نہ کرنا چاہیے میری مانتا چلا جا یہی صراط مستقیم ہے ابن زبعری کی جرأت کو دیکھئے خطاب
ں مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے خدا کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ
لام وغیرہ پاک نفس موحدوں کے لئے جو غیر خدا کی عبادت سے روکتے تھے امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں لفظ مَا جو یہاں ہے وہ عرب
ں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں یہ ابن زبعری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ۔ یہ بڑے مشہور
عر تھے پہلے انہوں نے مسلمانوں کی دل کھول کر پھبتی اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی موت کی گھبراہٹ نفخے
ں گھبراہٹ لوگوں کی جہنم میں داخلے کے وقت کی گھبراہٹ اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکم ڈھک دیا جائے گا جبکہ موت کو
زخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا غرض کسی اندیشے کا درد ان پر نہ ہو گا وہ ہر غم و ہراس سے دور ہوں گے پورے مسرور ہوں
ے وہ پوری طرح خوش ہوں گے اور رنج و ناخوشی سے کوسوں دور ہوں گے فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے
ں گے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے
ظر رہو۔

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۰۴

جس روز ہم (نفخ اولیٰ کے وقت) آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے (اور) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم ضرور اس کو پورا کریں گے ○

وہ دن:

یہ قیامت کا دن ہو گا جبکہ ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ...... (سورہ زمر: ۶۷) ان لوگوں نے جیسی قدر خدا کی تھی جانی ہی نہیں تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں بخاری شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کو کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا وہ اس کے ہاتھ میں

ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ سِجِلّ سے مراد کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور سے لکھ لو یہ فرشتہ نامہ اعمال پر مقرر ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی کتاب کو اور کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے کہا گیا ہے کہ یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے لیکن یہ روایت ثابت نہیں اکثر حافظ حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحجاج مزیؒ نے میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے امام ابوجعفر ابن جریرؒ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی تردید کی اور فرمایا ہے کہ سجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں حضور ﷺ کے تمام منشیوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سجل نہیں فی الواقع امام صاحب نے صحیح اور درست فرمایا یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اسی حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر وہ مذکور سرتا پا غلط ٹھہرا صحیح یہی ہے کہ سجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لغتاً بھی یہی ثابت ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے بالکل جیسا کہ خط لکھنے کے بعد لپیٹ دیا جاتا ہے لام یہاں پر معنی میں علیٰ کے ہے جیسے : تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (سورہ صافات: ۱۰۳) میں لام معنی میں علیٰ کے ہے لغت میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں واللہ اعلم۔ یہ یقیناً ہو کر رہے گا اس دن اللہ تعالیٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے طرح پیدا کرے گا جو ابتدا پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ نہ کبھی بدلیں نہ ان میں خلاف ہو وہ تمام چیزوں پر قادر ہے وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ خدا کے سامنے جمع ہونے والے ہو گے پیر ننگے بدن بے ختنے جیسے ہم کو پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے...... (بخاری) سب چیزیں نیست ہو جائیں گی پھر بنائی جائیں گی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں اور ہم نے (ایسے مضامین نافع دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی متقین پر مہربانی کرنے کے لئے ۝

زبور میں ایک ناقابل تغیر حقیقت کا اظہار:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت میں دیتا ہے اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک مال دیتا ہے یہ خدا کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے جیسے فرمایا: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ...... (سورہ اعراف: ۱۲۸) زمین اللہ کی ہے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث

تا ہے انجام کار پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور
ان ہے تم میں کے ایمانداروں اور نیک لوگوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ تمہیں زمین پر غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان
لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے یقیناً ہو کر ہی رہے گا زبور
مراد بقول سعید بن جبیرؒ توراۃ انجیل اور قرآن ہے مجاہد کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے
حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی ذکر سے مراد یہاں پر توراۃ ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے سعید فرماتے ہیں ذکر
ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ یہ بھی منقول ہے کہ زبور وہ آسمانی
تابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ فرماتے ہیں توراۃ زبور اور علم خدا میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا
امت محمد یہ زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے ابو دردا
ماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں مراد اس سے باایمان لوگ ہیں اس قرآن میں جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے پوری
احت وکفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کر دیتے ہیں
فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پاس اس نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا آخرت میں شادماں ہے
رنا قدری کرنے والا دونوں جہاں میں برباد و ناشاد ہے۔

جیسے ارشاد ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت خدا کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا اس قرآن کی نسبت فرمایا
۔ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے ہاں بے ایمان بہرے اندھے ہیں صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کے لئے بددعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر
میں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں اور
وایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے طبرانی میں ہے کہ ابو جہل نے کہا
ے قریشیو! محمد یثرب میں چلا گیا ہے اپنے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے دیکھو ہشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ
ار کھائے ہوئے۔ ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادو بے مثال ہیں میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو
یکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے
اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابو الحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے میں نے تو کسی کو زیادہ سچا اور
عدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اسے چھوڑ دو تمہیں چاہئے اس سے بالکل الگ
تھلک رہو اس پر ابو سفیان بن حارث کہنے لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہئے یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں
کے نہ رہو گے نہ وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہئے کہ یا تو وہ محمد کو نکال دیں اور وہ بیک
بنی دو گوش تن تنہا رہ جائیں یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہئے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور
انہیں پریشان کر دوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا خدا ہے وہ مجھے اس

دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھائے گا جب تک اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے میرے میرے پانچ نام ہیں محمد احمد ماحی کہ میری
اللہ کفر کو مٹا دے گا حشر کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے بسا
احدیث رسول کا مذاکرہ کرتا تھا ایک دن حضرت حذیفہ حضرت سلمانؓ کے پاس آئے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے حذیفہؓ ایک دن
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیس
انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے ہاں البتہ میں چونکہ رحمت للعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ خدا میرے ان الفاظ
ان لوگوں کے لئے موجب رحمت بنا دے رہی یہ بات کہ کفار کے لئے آپ رحمت تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریرؒ میں حضرت
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ مومنوں کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنو
لئے آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے اگلی امتوں کے منکر
پر یہ عذاب آئے تھے۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

ع ۱۹ / ۱۷

(بطور خلاصہ کے مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر (بھی) اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو (بطور اتمام حجت کے) آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا ہوں کہ جس (سزا کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے البتہ وقوع ضرور ہوگا) کیونکہ اللہ کو تمہاری پکار پر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃ) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو پیغمبر نے (باذن الٰہی) کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا رب ہم پر) بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو حدیث

وہ خدا ایک ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرما دیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ تعا

ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کرلو اور اگر تم میری بات باور نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔

جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر یہ جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں اور آیت میں ہے: وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (سورۂ انفال:۵۸) یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے ہو اس کا خود مجھے علم نہیں ظاہر و باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کے کل اعمال ظاہری اور پوشیدہ اس پر آشکارا ہیں چھوٹا بڑا کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ممکن ہے اس کی تاخیر میں بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگی تک نفع دینا ہو انبیاء علیہم السلام کو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب تو سچا فیصلہ فرما ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹ افترا کو ہم سے ٹالے اس میں ہمارا مددگار وہی ہے۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۱۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کُل آیات: ۷۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت) اپنے دودھ پیتے کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہی سخت چیز ○

زلزلہ قیامت:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے دہشتناک امور سے ڈرار ہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہوتے ہوئے اٹھے گا جیسے فرمان ہے: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ...... (سورہ زلزال: ۱) زمین خوب اچھی طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور فرمایا: وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (سورہ حاقہ: ۱۴) یعنی زمین اور پہاڑ آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے اور فرمان ہے: اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ...... (سورہ واقعہ: ۴) یعنی جبکہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان وزمین کی پیدائش کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے منہ میں لئے ہوئے آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم خدا ہو اور وہ صور پھونک دیں ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے بہت بڑی جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نفحہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بے ہوشی کا تیسرا خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا حضرت اسرافیل علیہ السلام کا حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین وآسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں خدا چاہے بغیر رکے بغیر سانس لئے بہت دیر تک

برابر اسے پھونکتے رہیں گے اسی پہلے صور کا ذکر وَمَا يَنظُرُ هٰؤُلَاءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّالَهَا مِنْ فَوَاقٍ (سورہ ص:۱۵) میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین کپکپانے لگے گی جیسے فرمان ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ...... (سورہ نازعات:۶) جبکہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگرے زبردست جھٹکے لگیں گے زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں ہر طرف جھلا رہی ہوں آہ یہی وقت ہو گا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے ادھر ادھر حیران پریشان بھاگتے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے اسی لئے اس دن کا نام قرآن نے یوم التناد رکھا اسی وقت زمین ایک طرف سے دوسری طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھڑنے لگے گی زندہ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے آیت قرآن: فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (سورہ زمر:۶۸) میں جن لوگوں کا استثنا کیا گیا ہے کہ وہ بے ہوش نہ ہوں گے اسے مراد شہید لوگ ہیں یہ گھبراہٹ زندوں پر ہو گی شہداء خدا کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا یہ عذاب خدا صرف بدترین مخلوق کو ہو گا اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے یہ حدیث طبرانی ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت طویل ہے اس حصے کو وارد کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہو گا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے جیسے کہا جاتا ہے اشراط الساعۃ وغیرہ۔ اللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیام قیامت کے بعد میدان محشر میں ہوں گے جبکہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب تیز تیز چل رہے تھے جو آپ نے با آواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی صحابہ کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے کہ شاید آپ کچھ اور فرمائیں گے آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کونسا دن ہو گا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائے گا کہ آدم جہنم کا حصہ نکال وہ کہیں گے خدایا کتنوں میں سے کتنے فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے یہ سنتے ہی صحابہ کے دل دہل گئے چپ لگ گئی آپ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ غم نہ کرو خوش ہو جاؤ عمل کرتے رہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہو اسے بڑھا دے یعنی یاجوج ماجوج اور بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے اور ابلیس کی اولاد اب اصحاب کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم تو اور لوگوں کے مقابلے پر اتنے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری اس میں ہے کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپ نے فرمایا قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت کے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی اس گنتی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہو گی اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے یہ سن کر صحابہ نے اللہ اکبر کہا ارشاد ہوا کیا عجب کہ تم تہائی ہو اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ہی نصف نصف ہو گے انہوں نے پھر تکبیر کہی راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں؟ اور روایت میں ہے

کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپ نے تلاوت آیت شروع کی ایک اور روایت میں ہے کہ جو ہلاک ہوئے جن اور انسانوں میں سے اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزا میں سے ایک جز ہی ہو صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا وہ جواب دیں گے لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ پھر آواز آئے گی کہ اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اولاد میں سے جو جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے کہ خدایا کتنا؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے بوڑھے ہو جائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ خدا کے عذاب کی سختی کی وجہ سے یہ سن کر صحابہ کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے نوسو ننانوے اور تم میں سے ایک تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے چند سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں یا مثل چند سفید بالوں کے جو سیاہ رنگ کے پہلو میں ہوں پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی میں تمہاری چوتھے حصے کی ہوگی ہم نے اس پر تکبیر کہی پھر فرمایا آدھی تعداد میں سب اور آدھی تعداد صرف تمہاری اور روایت میں ہے صحابہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا جبکہ حالت یہ ہے اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ جمع کئے جاؤ گے حضرت عائشہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرد عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظریں پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا عائشہؓ وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا (صحیحین) مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا عائشہ تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا اعمال کے تول کے وقت جب تک کمی زیادتی معلوم نہ ہو جائے اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آ جائیں اس وقت جبکہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ وغضب میں ہوگی اور کہے گی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے تیسرے سرکش ضدی متکبر پر پھر انہیں سمیٹ لے گی اور چن چن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی جہنم پر پل صراط ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے جسے خدا چاہے پکڑ لیں گے اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی ہوں گے اور مثل آنکھ جھپکنے کے اور مثل ہوا کے اور مثل رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے فرشتے ہر طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بہت سی حدیثیں ہیں جن کو دوسرے مواقع پر ہم نے بھی ذکر کیا ہے یہاں فرمایا کہ قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل ہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا زلزلہ رعب وگھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت جھنجوڑ دیئے گئے جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اس لئے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے لوگ بدحواس ہو جائیں گے ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ خدا کے عذاب کی سختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی ذات باصفات میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی نسبت خدا کے یہاں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا یعنی اس کا اتباع کرے گا تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب کا رستہ دکھا دے گا ○

یہ بڑی حماقت ہے:

جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور خدا کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان خدا سے ہٹ کر نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی اختیار کرتے ہیں ان کی جناب باری تردید فرما رہا ہے آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں خدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں ان کی رائے خواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں اس لئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا یہ جس کی مانتے ہیں وہ ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکا تا رہتا ہے اور آخرش انہیں عذاب میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کے جلانے والے آگ کے ہیں یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری ہے اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا بتلاؤ تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا اس کے سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا اسی وقت آسمانی کڑا کے نے اسے ہلاک کر دیا۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَ تَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۶ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ

مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ⑦

اے لوگو! اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے سے شک (وانکار) میں ہو تو ہم نے ہی (اول) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے (جو کہ غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی تا کہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وقت وضع) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنی) زیادہ بڑھاپے تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی) ہے پھر ہم جب اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اُگاتی ہے یہ (سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور ان پر اس سبب سے ہوا کہ قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا ○

حشر ونشر پر کچھ دلائل:

مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری بار کی زندگانی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل سے تم سب ہو پھر تم سب کو حقیر پانی کے قطرہ سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم خدا اس میں خون کی سرخ پھٹکی پڑتی ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت وشبیہ نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضا بنتے ہیں کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اسے کے بعد بچہ گر پڑتا ہے یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے خدا کی منشاء ہو خوبصورت بدشکل مرد عورت بنا دیا جاتا ہے رزق اجل نیکی بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے رزق عمل اجل اور شقی یا سعید ہونا یہ لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے عبداللہ فرماتے ہیں نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ خدایا یہ مخلوق ہوگا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جمتا ہی نہیں خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ نیک ہوگا یا بد؟ اجل کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے مقدر رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آئی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقدر ہے پھر حضرت عامرؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور ذی روح بنتا ہے حضرت حذیفہ بن اسید کی مرفوع روایت میں

ہے کہ چالیس پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے پھر عمل اور اثر اور رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے جس میں کی ممکن ہے نہ زیادتی پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ عنفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تنومند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے ہو جاتے ہیں کہ پھر سے عقل وخرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں حافظہ فہم فکر سب میں فتور پڑ جاتا ہے علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ...... (سورہ روم: ۵۴) اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس وقت وطاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے مسند حافظ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ ان پر بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو خدائے تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنوں سے جذام سے اور برص سے جب اسے خدا کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاوز فرما لیتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اس کے گھرانے والوں کے لئے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے وہ خدا کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں خدا کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے جب بالکل ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جبکہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں اور اگر کوئی برائی اس سے ہوگئی تو وہ نہیں لکھی جاتی یہ حدیث بہت غریب ہے اور میں سخت نکارت[1] ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی حضرت انسؓ سے موقوفاً روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے از فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت انسؓ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی

[1] یہی صحیح ہے کہ یہ حدیث نہایت منکر اور بے حد غریب ہے اور اسی کے تمام مضامین بظاہر عقل کے خلاف ہیں لیکن امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو کیونکہ مرفوعاً بھی نقل کیا ہے تو اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہے اور یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال ان سعید اور نیک لوگوں کا بیان کیا ہے جن کا ہر لحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور نیک وصالح زندگی میں گذرتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ خدا کے ابرار وصالحین بندے بالعموم اس طرح کی بیماریوں یعنی جنون جذام وبرص وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں کو سمجھ لیجئے کہ انکار حدیث کا فتنہ اسی طرز کی احادیث سے کھڑا ہوا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث تو خلاف عقل بھی ہیں اور خلاف مشاہدہ بھی لیکن یہ اُن کی کجروی اور گمراہی ہے اول تو امت کے محققین نے اس طرح کی احادیث پر خود ہی بے اطمینانی کا اظہار کر دیا جیسا کہ ابن کثیر نے بھی لکھا ہے اور ساتھ ہی اگر کوئی نیک عمل ڈھونڈنا چاہے تو ضرور مل جاتا ہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آخر تک اسی مستعدی سے کام کرتے رہے جو ان کا زمانہ جوانی میں طریقہ تھا کسی نے حیرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ علم حدیث کی برکت ہے خود ہم نے بھی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آخر تک اسی طرح پایا کہ ایک بھی قویٰ کمزور نہ ہونے پایا تھا یہاں تک کہ اسی سے زیادہ کی عمر تھی مگر بینائی اور دانت تک کام کرتے تھے بلاشبہ یہ نیکی اور صالح زندگی کا نتیجہ تھا اور اس حدیث میں ایسے ہی لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے ۱۲

حدیث وارد کی ہے حافظ ابو بکر بن بزارؒ نے بھی اسے بہ روایت انس بن مالکؓ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین مردوں کے زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تر و تازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھول پھل میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے مردہ زمین یک زندگی کے کشادہ سانس لینے لگی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحت روح اور نور عین اور سرور قلب موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے کھٹے میٹھے خوشذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میووں سے لادے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے دماغ کو طبلہ عطار بنا دیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوش گوار معلوم ہوتے ہیں فسبحان اللہ وبحمدہ۔ سچ ہے خالق مدبر اپنی منشاء کے مطابق کرنے والا خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جا پھر نا ممکن ہے کہ وہ کہتے ہی نہ ہو جائے یاد رکھو قیامت قطعاً بلا شک وشبہ آنے والی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدیر خدا زندہ کر کے اٹھانے والا ہے وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور رہے گا سورہ یٰسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یاد دلا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا ہے اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں حضرت لقیط بن عامر جو ابو رزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے ہم نے کہا ہاں فرمایا پھر اللہ تو بڑی عظمت والا ہے آپ نے پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں خاک اڑ رہی ہو خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نو پید ہو جاتا ہے رونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں بھی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے (ابو داؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں جو اسباب کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقینی جنتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع۸

اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدوں دلیل (یعنی استدلال عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب (یعنی استدلال نقلی) کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں اور ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تجھ کو بلا جرم سزا نہیں دے گا)○

یہ اور حماقت لیجئے:

چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے خدا کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں حق سے اعراض کرتے ہیں تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں حق کو قبول کرنے سے بے پرواہی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پرواہی کی اور نہ مانا اور آیت میں ہے جب ان سے خدا کی وحی کو تسلیم کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تو دیکھے گا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ منافق تجھ سے رک جایا کرتے ہیں سورہ منافقون میں ان سے خدا کی وحی کو تسلیم کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور اپنے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کراؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آکر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (سورہ لقمان: ۱۸) لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلا دیا کر یعنی خود کو بڑا سمجھ کر ان سے تکبر نہ کر اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے لِیُضِلَّ کا لام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا اور ممکن ہے اس سے مراد معاندت اور انکار ہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ ہم نے اسے ایسا بد خلق اس لئے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار ہو جائے اس کے لیے دنیا میں بھی ذلت و خواری ہے جو بدلہ ہے اس کے تکبر کا یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے اور چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی خواہش میں ناکام اور بے مراد رہے گا اور آخرت کے دن بھی آگ جہنم کا لقمہ ہو گا اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے خدا کی ذات ظلم سے پاک ہے جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کی دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور بڑائی کا بدلہ لیتا جا یہی وہ ہے جس سے عمر بھر شک و شبہ میں رہا حضرت حسن فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا۔ اعاذنا اللہ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ

الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴿١٣﴾

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا) ہو پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچے گا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پالیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش آگئی ہو تو منہ اٹھا کر (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا اور آخرت دونوں کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان کہلاتا ہے خدا کی عبادت کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اس کو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے (اور) ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا ○

یہ نفاق ہے:

حرف کے معنی شک کے ایک طرف کے ہیں گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو تو پھولے نہیں سماتے نقصان دیکھا بھاگ کھڑے ہوئے صحیح بخاری شریف میں ہے بعض لوگ ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوتے تو کہتے یہ دین تو نہایت برا ہے ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے روایت ہے کہ اعراب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اسلام قبول کرتے واپس جا کر اگر اپنے ہاں مینہ پانی پاتے جانوروں میں گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں اس پر یہ آیت اتری بروایت عوفی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے یہاں آ کر اگر ان کے ہاں لڑکا یا ان کی اونٹنی کو بچہ آیا انہیں صحت ہوئی تو خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا مصیبت آگئی مدینے کی ہوا موافق نہ آئی گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں مرتد کافر ہو جاتے ہیں یہ پورے بدنصیب ہیں دنیا اور آخرت برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی جن ٹھاکروں اور بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں جن سے فریاد کرتے ہیں جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں جن سے روزی مانگتے ہیں وہ تو محض عاجز ہیں نفع نقصان ان کے ہاتھ ہی نہیں سب سے بڑی گمراہی ہی ہے دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے یہ بت تو ان کے نہایت برے ولی اور بہت برے ساتھی ثابت ہوں گے یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی برے ہیں لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرما دیں گے جن کے نیچے نہریں

جاری ہوں گی اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے ○

اور حال مؤمنین:

برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں کے خواہاں برائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند محلات میں مقیم ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ حواس باختہ ہیں اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کر کے) اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اس کے ذریعے سے آسمان پر پہنچ کر اگر ہو سکے اس وحی کو موقوف کرا دے تو پھر (اب) غور کرنا چاہئے آیا اس کی (یہ) تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کر سکتی ہو اور ہم نے اس (قرآن) کو اس طرح اتارا ہے جس میں کھلی کھلی دلیلیں حق کی ہیں اور بات یہ ہی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے (حق کی ہدایت کرتا ہے) ○

ایک خیال خام:

یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی گو یہ اپنے غصے میں مر جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندہ ڈال کر خود کو ہلاک کر دے ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی خدا کی مدد اس کے نبی کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر رہیں گی یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کے خلاف ہو کر رہے گا خدائی امداد آسمان سے نازل ہو گی ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسّی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری عاجزی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی کو ترقی دے گا چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لئے نہیں چاہتے کہ یہ مر جائیں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں جیسے فرمان ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... (سورہ مؤمن: ۵۱) ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہیں دنیا میں بھی یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کسی طرح بجھا سکتا ہے اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے ہدایت گمراہی خدا کے ہاتھ ہے اس کی حکمت وہی جانتا ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب کا حاکم ہے وہ رحمتوں والا عدل والا غلبے والا حکمت والا عظمت والا اور علم والا ہے کوئی اس پر مختار نہیں جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان یہود اور صائبین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عمل) فیصلہ کر دے گا (مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو دوزخ میں) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ○

بروزِ قیامت:

صائبین کا بیان مع اختلاف سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم میں داخل کرے گا سب کے اقوال وافعال ظاہر و باطن خدا پر عیاں ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾ السجدۃ

اے مخاطب کیا تجھ کو (عقل سے یا مشاہدے سے) یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (تو) آدمی بھی اور بہت سے ایسے ہیں جن پر بوجہ منقاد نہ ہونے کی عذاب ثابت ہو گیا ہے (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل اور اس کو توفیق ہدایت نہ اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو چاہے کرے ○

کائنات سجدہ ریز:

مستحق عبادت صرف وہی لاشریک خدا ہے اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ مجبور ہو کر ہر چیز کا سجدہ اپنے اپنے مطابق چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں خدا کے سامنے سر بسجود ہونا بھی آیت: اَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ...... (سورہ نحل: ۴۸) میں بیان فرمایا ہے آسمانوں کے فرشتے زمین کے حیوان انسان جنات پرند چرند سب اس کے سامنے سر بسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں سورج چاند ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خدا کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسی لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرو اسے سجدے کرو جو ان کا خالق ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے فرمایا یہ عرش کے تلے جا کر خدا کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اس سے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا وہیں واپس چلا جا سنن ابی داؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد

گہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے ابو العالیہ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور خدا سے اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑتا ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا: اللھم اکتب لی بھا عندك اجرا وضع عنی بھا وزرا وجعلھا بی عندك ذخرو تقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدك داؤد یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ) تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنا لیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت خدا بجالاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں خدا جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کرسکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو خدا کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا آپ نے اس سے فرمایا اے شخص بتلا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری خواہش کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی مشیت کے مطابق فرمایا یہ بھی بتلا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے پوچھا پھر تجھے شفا تیری تمنا سے ہوتی ہے یا خدا کے ارادے سے؟ جواب دیا خدا کے ارادے سے فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے گا؟ فرمایا اب تو کہہ کہ پھر کیا بات رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جولب دیتا تو میں واللہ تیرا سر اڑا دیتا مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم فرمایا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا جہنمی بن گیا حضرت عقبہ بن عامرؓ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور جو ان دونوں پر نہ کرے اسے چاہئے کہ اسے پڑھے ہی نہیں (ترمذی وغیرہ) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحبؒ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہؒ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے اور ان پر بڑی طرح تدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے ابو داؤد میں فرمان رسالت مآب ہے کہ سورہ حج کو قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں امام داؤد میں فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دوبارہ سجدہ کیا اور فرمایا ان دو سجدوں کی فضیلت دی گئی ہے (ابوبکر بن حدی) حضرت عمرو بن عاصؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ہیں تین سورہ مفصل میں دو سورۂ حج میں (ابن ماجہ وغیرہ) پس یہ روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کر دیتی ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

یہ (جن کا اوپر ذکر ہوا) دو فریق ہیں جنہوں نے دربارے اپنے رب کے (دین میں) باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے) لئے قیامت میں) آگ کے کپڑے قطع کئے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا (اور) اس سے ان کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرزہوں سے وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب ہمیشہ کے لئے چکھتے رہو ○

دو مقابل اور اُن کا حال:

حضرت ابوذر قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو دو کافر آئے تھے اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی بن ابو طالبؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے خدا کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا حضرت قیسؒ فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہؓ اور عبیدہ اور شیبہ اور عتبہ اور ولید اور یہ بھی قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لئے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں اور مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اس لئے تم سے اولیٰ ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس کی تصدیق کرنے والے اور جھٹلانے والے ہیں مجاہدؒ فرماتے ہیں اس آیت میں مؤمن و کافر کی مثال ہے جو قیامت کے بارے میں اختلاف کرتے تھے عکرمہ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے دوزخ کا سوال تھا کہ مجھے سزا کی چیز بنا اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا مجاہد کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آسکتا ہے مؤمن خدا کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجھانے حق کو پست کرنے اور باطل کے ابھارنے کی فکر میں تھے ابن جریر بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیئے جائیں گے یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم ابلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا جس سے آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا عبداللہ بن سریؒ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈولچے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں

پہنچے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے (مسند) آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیئے جائیں گے اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بد بو کے مارے ہلاک ہو جائیں (مسند احمد) ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے حضرت سلمان فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی حضرت زید کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گھن کھا کر تہ میں اتر جاتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزا چکھو جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اسی آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

(اور) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور سب انعام ان کے لئے اس لئے ہے کہ دنیا میں ان کو کلمہ طیبہ (کے اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس (خدا) کے رستہ کی ہدایت کی گئی جو لائق حمد ہے (وہ راستہ اسلام ہے) ○

لباس حریر:

اوپر جہنمیوں کا اور ان کی سزاؤں کا ان کے طوق وزنجیر کا ان کے جلنے جھلنے کا ان کے آگ کا لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہے ہیں اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات میں ہر طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہیں جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں گے متفق علیہ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے کعب احبار فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام بھی مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے لئے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اسی طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر

اوپر ہو چکا ہے یہاں بہشتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے جیسے سورہ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے چاندی کے کنگن ہوں گے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے[2] یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سعی کا نتیجہ صحیح حدیث میں ہے ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے ان کو پاک بات سکھا دی گئی جیسے فرمان ہے ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ (سورہ ابراہیم:۲۳) ایماندار بحکم خدا جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہو گا اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا ہی اچھا انجام ہوا اور جگہ فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا﴾ (سورہ واقعہ:۲۵) وہاں کوئی لغو بات اور رنجیدہ بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل لبھانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخیوں کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں جھڑکے جاتے ہیں اور سرزنش کی جا رہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو وغیرہ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے خدا کی حمد ادا ہونے لگی کیونکہ بے شمار بے نظیر رحمتیں پالیں صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح بہشتیوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہو گا بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور لا الہ الا اللہ سے حدیث کے اور دو اذکار ہیں اور صراط حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۵﴾

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے رستہ سے اور مسجد حرام (یعنی حرم سے روکتے ہیں جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے والا بھی یہ روکنے والے معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں کوئی خلاف دین کا قصد ظلم یعنی شرک و کفر کے ساتھ کرے گا تو ہم عذاب دردناک (کا مزہ) چکھائیں گے ○

[1] کعب احبار کی روایات اعتماد کے قابل نہیں۔

[2] خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جہنم کے عذاب، بہشت کی نعمتیں، قبر کے مصائب یا راحت سے متعلق احادیث میں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ ہماری ناقص عقلوں کے خلاف نظر آتا ہے ورنہ عین حقیقت اور بدلنے والی سچائی ہے۔ سو اپنی عقل کے فیصلوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ اللہ اور اس کے رسول سے جو کچھ صحیح اطلاعات پہنچیں ان پر کسی تردد کے بغیر یقین رکھنا ہی ایمان ہے۔ پھر کچھ ایسی بھی بات ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مومن کو جن چیزوں کے کرنے سے روک دیا تھا اور ان کے کرنے سے رک گیا تھا آخرت میں اسی طرح کی نعمتیں اس کے لئے مہیا کی جائیں گی مثلاً اسے حکم ہے کہ دنیا میں شراب نہ پیئے اگر نہیں پیتا تو آخرت میں ایک پاکیزہ شراب سے اس کے کام و دہن کی ضیافت کی جاتی ہے۔ یاد رکھو جیسا کہ دنیا میں بھی احوال اور مقامات کے بدل جانے پر احکام بدل رہے تو دنیا کے بعد آخرت میں احکام بدل جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔

مسجد حرام:

اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیا اللہ ہونے کے دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے جیسے سورہ بقرہ کی آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ...... (سورہ بقرہ: ۲۱۷) میں ہے یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ راہ خدا سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں یہی ترتیب اس آیت کی ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ...... (سورہ رعد: ۲۸) یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر خدا سے مطمئن ہو جاتے ہیں مسجد حرام جو خدا نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور باہر کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں اس مسئلے میں امام شافعیؒ سے امام اسحٰق بن راہویہ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی موجودگی میں اختلاف کیا امام شافعیؒ کو فرمانے لگے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جاسکتی ہیں دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کل آپ مکے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لئے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا اور دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں امام اسحٰق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ میراث میں نہیں بٹ سکتے نہ کرائے پر دیئے جاسکتے ہیں سلف میں ایک جماعت یہی کہتی ہے مجاہد اور عطار کا یہی مسلک ہے اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن فضلہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت کہی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اوروں کو بسنے کے لئے دے دیتے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نہ مکے شریف کے مکانوں کا بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا حضرت عطا بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے حضرت عمر بن خطابؓ مکے شریف کے گھروں میں دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ صحن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو نے بنایا حضرت عمرؓ نے اس وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا انہوں نے آکر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں منقول ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں مکے شریف کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے امام احمد نے ان دونوں باتوں کے درمیان مسلک پسند فرمایا ہے یعنی ملکیت کو اور ورثے کو جائز بتلایا ہاں کرائے کو ناجائز کہا ہے[1] اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ بِاِلْحَادٍ میں بے زائد ہے جیسے تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ میں اور اعشٰی کے شعر ضَمِنَتْ بِرِزْقِ عِيَالِنَا اَرْمَاحُنَا...... یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں...... اور شاعروں کے اشعار میں ب کا ایسے موقعوں پر زائد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس

[1] حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بھی حرم کے مکانات کرایہ پر دیئے بھی جاسکتے ہیں اور لیے بھی جاسکتے ہیں جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرایہ پر لے کر جیل خانہ بنایا تھا۔

سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل یَھُمَّ کے معنی کا متضمن ہے اس لئے ب کے ساتھ متعدی ہوا ہے الحاد سے مراد کبیر شرمناک گناہ ہے بِظُلْمٍ سے مراد قصداً ہے تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے اور معنی شرک کے غیر خدا کی عبادت کے بھی کئے گئے ہیں یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں خدا کے حرام کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ قتل بیجا ظلم وستم وغیرہ ایسے لوگ دردناک عذاب کے سزاوار ہیں حضرت مجاہدؒ فرماتے جو بھی یہاں برا کام کرے یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بدکام کا عزم کرلیں تو انہیں سزا ہوتی ہے گو اسے نہ کریں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد وظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں اس نے تو اسے مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع نہیں کرتا اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے عموماً قول ابن مسعود سے ہی روایت ہے واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن میں بیٹھ کر بھی یہاں کے کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں ہاں ناپر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے سعید بن جبیرؒ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے ابن عباسؓ کا قول ہے امیر شخص کا یہاں آ کر تجارت کرنا ابن عمرؓ فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا حبیب بن ابو ثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اناج کو یہاں روک رکھنا ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی منقول ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصاری کے ساتھ بھیجا تھا ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا اس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا تو مطلب یہ ہوگا کہ الحاد کر کے مکہ کی پناہ لے ان آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ عام ہے بلکہ اس میں تنبیہ ہے اس سے بڑی چیز پر اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ شریف کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول بھیج دیئے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنا دیئے گئے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ پہنچیں گے تو سب کے سب لشکری وہیں مع اول آخر کے دھنسا دیئے جائیں گے...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں گے دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا (مسند احمد) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اور جبکہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلادی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا (یہ ان کے مابعد والوں کو سنانا ہے) اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور نماز میں قیام کرنے والوں کے واسطے پاک رکھنا اور (ابراہیم علیہ

السلام سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی ○

معمار حرم:

یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے خدا کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا اس گھر کے بانی خلیل خدا ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوذر نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام۔ میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس میں کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا خدا کا فرمان ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا (سورہ آل عمران: ۹۶) دو آیتوں تک اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا...... بیت اللہ شریف کی بنا کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لئے جو موحد ہیں طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین پر بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا اس لئے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں یا نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلے کی طرف منہ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی واللہ اعلم اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کے لئے تمام انسانوں کو بلا ندکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے پس آپ مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا باآواز بلند لبیک پکارا بہت سے سلف سے یہ منقول ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدردانی کی گئی ابن عباسؓ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش میں پیدل حج کرتا اس لئے کہ فرمان خدا میں پیدل والوں کا ذکر ہے لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود قدرت وقوت کے پاپیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے خلیل خدا علیہ السلام خدا کی دعا بھی یہی تھی کہ: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (سورہ ابراہیم: ۳۷) لوگوں کے دلوں کو خدایا تو ان کی طرف متوجہ کر دے آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں (اللہ ہمیں نصیب فرمائے)۔

لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی

مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

تاکہ اپنے (دینیہ اور دنیویہ) فوائد کے لئے آ موجود ہوں اور (اس لئے آویں گے) تاکہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں سو ان قربانی کے جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع الاستحباب ہے کہ) کھایا کرو اور (مستحب یہ ہے) کہ مصیبت زدہ محتاج کو کھلایا کرو پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کردیں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں ○

مخصوص مدت میں مخصوص احکام:

دنیا آخرت کے فوائد حاصل کرنے کو آئیں خدا کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی لیں جیسے فرمایا: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ..... (سورہ بقرہ:۱۹۸) موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کسی دن کا عمل خدا کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں فرمایا جہاد بھی نہیں بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنی جان و مال راہ خدا میں کھپا دیا (صحیح بخاری) میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ بکثرت پڑھا کرو انہی دس دنوں کی قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورہ فجر ۲) کی آیت میں ہے بعض سلف کہتے ہیں وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (سورہ اعراف:۱۴۲) سے مراد بھی یہی دن ہے ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے اور بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں (صحیح مسلم شریف) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے یہ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے ان دس دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل جمع ہو جاتے ہیں واللہ اعلم۔ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں حضرت ابن عمرؓ اور ابراہیم نخعی سے یہی منقول ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی یہی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد دو دن اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد تین دن اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک صحیح ہے سدی بھی یہی کہتے

امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری: عَلٰی مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ۚ سے
ی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے
کا ایک دن ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے حضرت اسلم سے منقول ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں بہیمۃ الانعام سے
اد اونٹ گائے اور بکری ہیں جیسے سورہ انعام کی آیت: ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ۚ (سورہ انعام: ۱۴۳) میں مفصل موجود ہے پھر فرمایا اسے خود کھاؤ اور
جوں کو کھلاؤ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے لیکن یہ قول غریب ہے اکثر بزرگوں کا مذہب ہے
یہ رخصت ہے یا استحباب ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کے
وشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکا لیا جائے پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا امام مالک فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا
وشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ خدا کا فرمان ہے ابراہیم فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کو گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے
خلاف مسلمانوں کو اس گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے حضرت مجاہد اور حضرت عطا سے بھی
ی طرح منقول ہے مجاہد فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ؕ (سورہ مائدہ: ۲) کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ
جاؤ تو شکار کھیلو اور سورہ جمعہ میں فرمان ہے: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانۡتَشِرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ؕ (سورہ جمعہ: ۱۰) جب نماز پوری ہو جائے تو
مین میں پھیل جاؤ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لئے پھیل جانے کا
لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند
رماتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا فقیر فقرا کا
ض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہئیں تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لئے اور تہائی صدقہ کرنے کے لئے پہلے قول والے اوپر کی آیت کی
سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت: وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ ؕ (سورہ حج: ۳۶) کو پیش کرتے ہیں اس کا پورا بیان آئے گا انشاء
للہ تعالیٰ عکرمہ فرماتے ہیں: بَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ سے مطلب وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو مجاہد فرماتے ہیں جو
ست سوال دراز نہ کرتا ہو بیمار ہو کم بینائی والا ہو پھر وہ احرام کھول ڈالیں سر منڈوالیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوالیں وغیرہ احکام حج
پورے کر لیں نذریں پوری کر لیں حج کی قربانی کی اور جو ہو پس جو شخص حج کے لئے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ سعی صفا مروہ عرفات
کے میدان میں جانا مزدلفے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے ان تمام احکام کو پورے کریں اور صحیح طور پر بجالائیں
اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو کنکریاں ماریں سات سات پھر سر منڈوایا پھر لوٹ کر
بیت اللہ آکر طواف بیت اللہ کیا ابن عباسؓ سے صحیحین میں منقول ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو ہاں
البتہ حائضہ عورتوں کے لئے تخفیف کر دی گئی ہے بیت اللہ العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی
اپنے طواف کے اندر لے لینا چاہئے اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا میں یہ داخل تھا
گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کے
پیچھے سے طواف کیا اور فرمایا بھی کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ
وہ بنا ابراہیمی کے مطابق پورے نہیں اس آیت کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا پہلے اس طرح

کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لئے پرانا گھر کہا گیا یہی سب سے پہلا خانہ خدا ہے اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طوفان نوح میں سلامت رہا او
بھی وجہ ہے کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آسکا یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا خدا نے ا
سرکشوں کے تسلط سے آزاد کرلیا ہے ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسلا
موجود ہے۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ (۳۰) حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (۳۱)

یہ بات تو ہو چکی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان مخصوص چوپایوں کو باستثناء ان (بعض کے بعض) جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور سے کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو وہ گویا آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا ○

ان چیزوں سے بچو:

فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان اب اور سنو جو شخص حرمات خداوندی کی عزت کرے یعنی گناہو
سے اور حرام کاموں سے آزاد کرے بچے ان کے کرنے سے خود کو روکے اور ان سے بچتا رہے اس کے لئے خدا کے پاس بڑا ا
ہے جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے مکہ حج عمرہ بھی حرمات خداوندی ہیں تمہار
لئے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں جو مشرکوں نے بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑ
ہیں یہ خدا نے نہیں بتلائے خدا کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور بوقت ذبح بہا ہوا خون سور کا گوشت خدا کے سوا کسی دوسر
کے نام پر ذبح کیا ہوا اور گلا گھونٹا ہوا وغیرہ تمہیں چاہئے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو من یہاں پر بیان جنس کے لئے ہے اور جھو
بات سے بچو اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ...... (سورہ اعراف: ۳۳)
میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کردیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور گناہ اور سرکشی کو اور بے علمی[1] کے ساتھ خدا پر باتیں بنانے کو ا
میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے۔ صحیحین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتلاؤں؟ صحابہ
کہا ارشاد ہو فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر تکیے سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت د

[1] اگرچہ علم کے ساتھ خدا پر بہتان لگانا اور بھی جرم ہے لیکن کیونکہ علم بالعموم اچھے ہی خیالات کا عادی بناتا ہے اس لیے علم کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا

ے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ اب نہ فرماتے[1] مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں
ھڑے ہوکر تین بار فرمایا جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کردی گئی پھر آپ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا اور
یت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہوکر یہ فرمایا ابن مسعودؓ کا یہ فرمان بھی ہے خدا کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو
ل سے ہٹ کر حق کی طرف آجاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ ہو پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے
ئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندہ اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی چنانچہ کافر
روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور وہیں سے اسے پھینک دیا
نا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے یہ حدیث پوری بحث کے ساتھ سورہ ابراہیم علیہ السلام میں گزر چکی ہے سورہ انعام میں ان مشرکوں
ایک اور مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ مثل اس کی ہے جسے شیطان باولا بنادے۔

لِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا
مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۸

یہ بات بھی ہو چکی اور قربانی کے جانور کے متعلق اور سن لو کہ جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان
کا یہ لحاظ رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے تم کو ان سے ایک معین وقت تک جوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر یعنی بعد
ہدی بننے کے اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے ○

للہ کے شعائر:

خدا کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت وعزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام خدا پر عمل کرنا خدا کے فرمان کی
قیر کرنا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا سہل کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں
ربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا (بخاری شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں
کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون خدا کو زیادہ محبوب ہے (مسند احمد ابن ماجہ) پس گو اور رنگت کے جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے
جانور افضل ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے اپنی قربانی میں
ذبح کئے۔ ابو سعید فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھیڑ بڑے سینگ والا چتکبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور
پیروں پر سیاہ رنگ تھا (سنن) امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھیڑے بہت موٹے
تازے چکنے چتکبرے خصی ذبح کئے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور
خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے کی پیچھے سے کٹے ہوئے

[1] تکیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے ہٹ گئے کہ آپ اس آخری بات کو زیادہ اہتمام کے ساتھ فرمانا چاہتے تھے اور صحابہ نے جو یہ کہا کہ آپ خاموش ہو جاتے تو
اچھا تھا یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کے خیال سے کہ آپ کو مسلسل بولنے سے پریشانی ہوگی اور صحابہ آپ کی پریشانی سے گھبراتے تھے یا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
تکرار واعادہ سے حضرات صحابہ کی دہشت بڑھ گئی تھی لیکن پہلی توجیہ زیادہ بہتر ہے ۱۲

کان والے لمبائی میں چرے ہوئے کان والے کی سوراخ والے کان والے کی قربانی نہ کرے (احمد اہل سنن) سے امام ترمذیؒ صحیح
ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے اس کی شرح
حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں جبکہ آدھایا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانو
سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں قَصْمًا کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے غضب کہتے ہیں اور حدیث میں لفظ عضب
اور کان کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو اسے بھی عربی میں عضب کہتے ہیں امام شافعی فرماتے ہیں ایسے جانور کی قربانی گو جائز ہے لیکن کراہ
کے ساتھ امام احمد فرماتے ہیں جائز ہی نہیں بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے امام مالک فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری
جائز نہیں ورنہ جائز ہے واللہ اعلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور قربانی میں جائز نہیں وہ کانا جانور جس
کا بھینگا پن ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری خوب معلوم ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گود
بغیر کا ہو گیا ہو[1] (احمد واہل سنن) اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے اس کا گوشت ناقص ہو جا
ہے اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں اور یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا اسی لئے اس حدیث کے مطابق امام شافعیؒ وغیرہ
نزدیک اس کی قربانی ناجائز ہے ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی نہ ہو بہت کم ہو امام صاحب
دونوں قول ہیں ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور سے اور سینگ ٹوٹے جانور سے اور کا
جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ہی ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانو
سے پس ان کل عیوب والے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے ہاں اگر قربانی کے لئے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد ا
اس میں کوئی ایسی بات آ جائے مثلاً لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے امام ابوحنیفہؒ
کے خلاف ہیں امام شافعیؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابوسعیدؓ سے منقول ہے کہ میں نے قربانی کے لئے جانور خر
اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بوٹا توڑ لیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم ا
جانور کی قربانی کر سکتے ہو پس خریدتے وقت جانور فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہئے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ آنکھ کا
دیکھ لیا کرو حضرت عمر فاروقؓ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لئے نامزد کیا لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفیاں لگائی تو آ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت
اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ اللہ قربان کروں تو آپ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو ابن عبا
فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں محمد بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈ
اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ شریف ہے پھر فرماتا ہے ا
جانوروں کے بالوں میں اون میں تمہارے لئے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لئے کارآمد ہیں یہ سب ا
مقررہ وقت تک یعنی جب تک اسے راہ اللہ نہیں کیا ان کا دودھ پیو ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لئے مقرر کر دیا پھر وہ خدا
چیز ہو گیا اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری لے سکتا ہے صحیحین میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہو
دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی قربانی کی نیت کر چکا ہوں آپ ص

[1] یعنی جس میں چربی وغیرہ کا نام ونشان نہ رہا ہو

اللہ علیہ وسلم نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا صحیح مسلم شریف میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علیؓ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس کے بچے کو دونوں کو بنام خدا ذبح کر دے پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ شریف ہے جیسے فرمان ہے: هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (سورہ مائدہ ۹۵) اور آیت میں ہے: وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (سورہ فتح: ۲۵) بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ ابن عباس فرماتے ہیں بیت کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۗ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور جتنے اہل شرائع گزری ہیں (ان میں سے) ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے سو اس میں یہ بات نکل آئی کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موحد خالص رہو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ) کی خوشخبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں ○

ہر قوم را راست راہے دینے وقبلہ گاہے:

فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا ان کے لئے ایک دن عید کا مقرر تھا وہ بھی خدا کے نام ذبیحہ کرتے تھے سب کے سب مکے شریف میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں حضور علیہ السلام کے پاس بھی دو بھیڑ ے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا مسند احمد میں ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت پوچھا ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی دریافت کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کے ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی اسے امام ابن ماجہ بھی لائے ہیں تم سب کا خدا ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام ادل بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں خدا کی یگانگت میں کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا سب خدا کی توحید اور اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی پس تم سب اسی کی طرف جھک جاؤ اسی کے ہو کر رہو اس کے

احکام کی پابندی کرو اس کی اطاعت میں استحکام کرو جو لوگ مطمئن ہیں جو متواضع ہیں جو تقوٰی والے ہیں جو ظلم سے بیزار ہیں مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں مرضی مولا رضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبری سنا دیں وہ مبارکباد کے قابل ہیں جو ذکر خدا تعالیٰ سنتے ہیں دل نرم کر کے خوف خدا سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں واللہ اگر تم نے صبر و سہار کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیئے جاؤ گے وَالْمُقِيْمِي کی قرأت اضافت کے ساتھ تو جمہور کی ہے لیکن ابن سمیقع نے وَالْمُقِيْمِيْنَ پڑھا ہے اور صلوٰۃ کا زبر پڑھا ہے امام حسن نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن الصَّلٰوۃ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ تخفیف کے لئے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زیر لازم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو مطلب یہ ہے کہ فریضہ خداوندی کے پابند ہیں اور حق اللہ کے ادا کرنے والے ہیں اور خدا کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں اپنے گھرانے کے لوگوں کو فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں سب کے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں خدا کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں سورہ براۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بحمد اللہ ہم کر آئے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں سو تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا کرو پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو (اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو ○

قربانی کے اونٹ:

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا: لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ...... (سورہ مائدہ: ۲) نہ تو خدا کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو...... پس ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے وہ بُدْنَ میں داخل ہے گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی جابر بن عبد اللہؓ سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں مسند احمد اور سنن نسائی میں بھی ایسی حدیث آئی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اُخروی نفع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل خدا کے

یک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں جانور قیامت کے دن سینگوں کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا یاد رکھو
بانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرانے سے پہلے خدا ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ ترمذی) حضرت سفیان
ریؒ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی خرچ کا فضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا
ئے ہرگز نہیں۔ (دار قطنی) پس خدا فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار
سکتے ہو پھر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے عید الاضحیٰ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھیڑ لایا گیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ واللہ
بر پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا خدایا یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے (احمد ابو داؤد
مذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ کے پاس دو بھیڑ ے لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ
طَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ
لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهٖ پڑھ کر بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کر ڈالا حضرت ابو
افع فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بھیڑے موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چتکبرے خریدے
ب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا آپ وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور
رماتے اللہ تعالیٰ یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ اور آپ کے گھر والے
بھی کھاتے (ابن ماجہ احمد) صَوَآفَّ کے معنی ابن عباسؓ نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پڑھ کر اسے نحر کرنے کے لئے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو
قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر دے اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم
کی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے (ابو
داؤد) حضرت سالم بن عبداللہ نے سلیمان عبدالملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کر و حجۃ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت
جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ تھا جس سے آپ زخمی کر
رہے تھے ابن مسعودؓ کی قرأت میں صوافن ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر صواف کے معنی خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس
طرح جاہلیت کے زمانے میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو پھر جب یہ
زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ نیزہ مارتے ہی ٹکڑے کاٹنے شروع نہ کرو جب تک
روح نہ نکل جائے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر
چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت

ل یہ ان کا انفرادی فعل تھا دوسروں کے لیے حجت نہیں، قربانی اگر واجب ہو اور کرنے کے لیے روپیہ بھی تو کرنا واجب ہے اور اگر واجب ہی نہیں یا واجب ہے تو
لیکن اس وقت پیسے نہیں تو اس تکلیف کی ضرورت نہیں ۱۲

اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور
کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے (احمد ابوداؤد و ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ
مباح ہے امام مالک فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے اور مسکینوں کو بھی خواہ وہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں
در بدر سوال کرنے والے یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتر وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے
سوال نہ کرے یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی
اظہار کرے یہ بھی منقول ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانے والا اور معتر سے مراد وہ سب اور ناتوان لوگ اور وہ پڑوسی جو گو مال
ہو لیکن تمہارے جو کچھ مال آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں یہ بھی کہا
ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں امام ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے
معتر سے مراد وہ ہے جو ہیر پھیر کرے کہ کچھ مل جائے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں
تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کے دینے کو تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں
قربانی کے گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع فرما دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو اور
صدقہ کرو اور روایت میں ہے کھاؤ کھلاؤ اور راہ اللہ دو بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا
صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ جمع ذخیرہ کرو اور راہ اللہ دو اب جو
شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں بعض کہتے ہیں اس پر ویسی ہی قربانی یا اس
کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے بعض آدھا گوشت بعض کہتے ہیں اس کے اجزا میں سے چھوٹے سے چھوٹے
کی جز کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی سبیل اللہ دو اور اس کے
چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں
(مسئلہ) براء بن عازبؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر لوٹ کر
قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے گھر والوں
کے لئے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں (بخاری مسلم) اسی لئے امام شافعیؒ اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا
اول وقت اس وقت ہوتا ہے جس سورج نکل آئے اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں امام احمد کے نزدیک اس کے
بعد اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو امام ابوحنیفہ کے
نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک
امام نماز سے فارغ نہ ہو لے قربانی نہ کریں واللہ اعلم پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول یہ
کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں لیکن گاؤں والوں کے لئے عید کے دن اور اس کے بعد
کے ایام تشریق یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ سب کے لئے قربانی کی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن اور
یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق کے ہیں امام شافعی کا مذہب یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعمؓ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں (احمد بن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی

الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرمانبردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری کرلو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھالو جیسے سورہ یٰسین میں اَلَمْ يَرَوْا سے اَفَلَا تَشْكُرُوْنَ (سورہ یاسین:۳۱:۳۵) تک بیان ہوا ہے یہی فرمان یہاں ہے کہ خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری ناقدری نہ کرو۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اللہ کی راہ ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی توفیق دی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے ○

مطلوب تقویٰ ہے:

ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت خدا کا نام سرخی سے لیا جائے اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت وخون سے خدا کو کوئی نفع ہوتا ہو اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے جاہلیت کی بیوقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑکتے مسلمان ہو کر صحابہ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ خدا تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ خدائے تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں اور حدیث میں ہے کہ خیرات صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے خدا کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے خدا کے ہاں پہنچ جاتا ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ عامر شعبی سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا خدا کو گوشت اور خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو اگر چاہو خود رکھ لو اگر چاہو راہ اللہ دے دو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ جانور تمہارے قبضے میں کئے ہیں کہ تم خدا کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور نامرضی کے کاموں سے رک جاؤ اور اسی کی عظمت و کبریائی بیان کرو جو لوگ نیک کار ہیں حدود خدا کے پابند ہیں شریعت کے عامل ہیں رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں (مسئلہ) امام ابوحنیفہ مالک ثوری کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے ابوحنیفہ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد اسے منکر بتلاتے ہیں ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے (ترمذی) امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد کا مذہب ہے کہ قربانی واجب وفرض نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا حضرت ابوشریحہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ

کے پڑوس میں رہتا تھا یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے جبکہ محلہ میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی تو باقی سب پر سے ہٹ گئی اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم جبیہ کہتے ہو اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے حضرت ابوایوب فرماتے ہیں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ اللہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے اوروں کو بھی کھلاتے پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو (ترمذی ابن ماجہ) حضرت عبداللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے (بخاری) اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر مسنہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو زہری تو کہتے ہیں کہ جذعہ یعنی چھ ماہ کا ذی جانور قربانی میں کام ہی نہیں آ سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جذعہ کافی ہے لیکن یہ دونوں قول افراط و تفریط والے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو ثنی ہو اور بھیڑ کا نو ماہ کا بھی جائز ہے اونٹ تو اس وقت ثنی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں لگ جائے اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گزار کر چوتھے میں لگ گیا ہو اور بکری کا ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکا ہو اور جذعہ کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں جب تک کہ اس کی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذعہ کہا جاتا ہے واللہ اعلم۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

بلا شبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے عنقریب ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا ○

خدا تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا:

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے جیسے فرمان ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (سورہ زمر: ۳۶) یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ...... (سورہ طلاق: ۳) جو خدا پر بھروسہ رکھے خدا آپ اسے کافی ہے؟ دغاباز ناشکرے خدا کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے خدا کی نعمتوں کے منکر خدا کے پیار سے دور ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

(اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو اپنے اپنے زمانوں میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے قوت وغلبہ دے سکتا ہے) ○

یہ مظلوم:

ابن عباسؓ کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکے سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری اسی سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے شریف سے ہجرت کی ابو بکر کی زبان سے نکلا کہ افسوس ان کفار نے خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] یہ تباہ ہوں گے پھر یہ آیت اتری تو صدیق اکبرؓ نے جان لیا کہ جنگ ہو کر رہے گی خدا اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اس لئے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو...... اور آیت میں ہے فرمایا: قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ ... (سورہ توبہ:۱۴) ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کو حوصلہ نکالنے کا وقت دے گا کہ ان کے سینے ٹھنڈے ہو جائیں گے ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق توبہ دے گا اللہ علم وحکمت والا ہے اور آیت میں ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ...... (سورہ توبہ:۱۶) یعنی کیا تم نے سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک وہ نہیں کھلے جو مجاہد ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے سمجھ لو کہ خدا تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور آیت میں ہے کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین صابرین دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے اور آیت میں فرمایا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ (سورہ محمد:۳۱) ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں پھر فرمایا خدا ان کی امداد پر قادر ہے اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لئے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک تھا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد میں بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل بیٹھتا چنانچہ جب لیلۃ العقبہ میں انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اس وقت منیٰ میں جتنے مشرکین جمع ہیں ان پر شب خون ماریں لیکن آپ نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی سے کچھ اوپر تھے جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی جب وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم و

سخت ایذائیں دیتے دیتے اب آپ کے قتل کرنے کے در پے ہو گئے آپ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے گانٹھنے لگے اسی طرح صحابہ کرام پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے بیک بینی و دو گوش وطن مال واسباب اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جس کا موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے یہاں تک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے شریف میں ہوا اہل مدینہ محمدی جھنڈے تلے جوش وخروش سے جمع ہو گئے لشکری صورت مرتب ہو گئی کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے پس سب سے پہلے یہی آیت اتری اس میں بیان فرمایا گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں ان کے گھر باران سے چھین لئے گئے ہیں بے وجہ گھر سے بے گھر کر دیئے گئے ہیں مکے سے خارج کئے گئے مدینے شریف میں بے سروسامانی میں پہنچے ان کا کوئی جرم سوائے اس کے نہ تھا کہ صرف خدا کے پرستار تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے یہ استثنا منقطع ہے گویا مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں فرمان ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ...... (سورہ ممتحنہ:۱) تمہیں اور ہمارے رسول کو صرف اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ خندق والوں کے قصے میں فرمایا: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (سورہ بروج:۸) یعنی دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب مہربان ذی احسان پر ایمان لائے تھے مسلمان صحابہؓ خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے۔

لا ھم لو لا انت ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینة علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنة ابینا

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور ابَيْنَا کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین میں شر وفساد مچ جاتا ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں بِيَعٌ اُن سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسے ہیں صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں بعض کہتے ہیں مراد گرجا ہیں بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد فِيْهَا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع نصرانیوں کے بیع یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں نام خدا خوب لیا جاتا ہے بعض علما کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیت نیک عمل وصالح ہے وہ مسجدیں ہیں پھر فرمایا خدا اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے جیسے فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ...... (سورہ محمد:۷) یعنی اگر اے مسلمانو تم خدا کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا کفار پر افسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا عزت والا ہونا کہ سب اس

تحت ہر ایک اُسکے سامنے ذلیل وپست سب اس کی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر سے اس کی مدد جائے وہ مغلوب فرماتا ہے :وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ...... (سورہ صافات:۱۷۱-۱۸۲) ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا اور آیت ہے :كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ...... (سورہ مجادلہ:۲۱) خدا کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہیں بے شک اللہ تعالیٰ قوت و والا ہے۔

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کے انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے ○

کر غالب آ جائیں:

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے ہم ظلماً وطن سے نکالے گئے تھے پھر ہمیں خدا نے سلطنت دی ہم نماز وروزہ کی پابندی کے لئے بھلے احکام دیئے اور برائی سے روکا پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے عالیہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں خلیفہ رسول حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر یا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق خداوندی تم سے برابر لے خدا ق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے تم پر اس کا ن ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو عطیہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت :وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ مِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (سورہ نور:۵۵) میں ہے کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے عمدہ نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا ہر نیکی کا اسی کے ہاں ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

يَعْقِلُونَ بِهَآ أَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْ

الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

اور یہ (مجادل) لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ مغموم نہ ہو جایئے کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح علیہ السلام اور عاد او
ثمود علیہ السلام اور قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کر چکے ہیں اور مو
علیہ السلام کو بھی (قبط کی طرف سے) کاذب قرار دیا گیا سو (تکذیب کے بعد) میں نے ان کافروں کو (چند سے) مہلت دی پھ
میں نے (ان کو عذاب میں پکڑ لیا سو دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی
حالت یہ تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں
میں) بہت سے بے کار کنوئیں اور بہت سے قلعی چونے کے محل سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل
ایسے ہو جاویں کہ ان سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں جن سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں
اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں ۝

پہلی اُمتیں اور جرائم کی ایک طویل فرد:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں نوح علیہ السلام سے لے کر
علیہ السلام تک کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں دلائل سامنے تھے حق کھل چکا لیکن منکروں نے مان کر نہ دیا میں نے کا
کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کر لیں لیکن جب وہ اپنی نمک حرامی سے باز نہ آئے تو میرے عذاب میں گرفتار ہو
دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور خدا کی پکڑ
درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکا
ہوتا پھر آپ نے آیت: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (سورہ ہود: ۱۰۲) پھر فرمایا
ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کر دیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں اوند
گرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہو گئیں ان کی آبادیاں اجڑ گئیں ان کے کنوئیں خالی پڑے ہیں جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں
کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند و بالا اور پختہ تھے وہ آج اجاڑ پڑے ہیں وہاں الو بول رہا ہے ا
مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتیں اور پائیداری بیکار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے اسے تہس نہس کر دیا جیسے فرمان ہے:
تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ (سورہ نساء: ۷۸) یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت
بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں نہ سہی کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی؟ امام ابن ابی
کتاب التفکر والاعتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام کے
وحی بھیجی کہ اے موسیٰ لوہے کے نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ
لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے اسی کتاب میں بعض دانش مندوں کا قول ہے کہ وعظ
ساتھ اپنے دل کو زندہ کر اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اسے قو

لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ اس کی آنکھیں کھول
دے زمانے کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اسے بیدار کر دے گزشتہ واقعات سے اسے عبرتناک
اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ ان کے شہروں میں اور ان کی سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا اور دیکھ کہ گنہگاروں کے
تھ اس کا معاملہ کیسا کچھ ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں
سمجھ دار بنا دَان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے بڑا اندھیرا دل کا ہے
و آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں دل کے بے نور ہو جانے کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے ابو محمد بن جیارہ
سی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں اے وہ شخص جو گناہوں میں
ت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے انجام سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل
یں ہوتی؟ سن لے آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق نہ حاصل کیا جائے یاد رکھ نہ تو دنیا باقی
ہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند مگر جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب کیا شہری ہو
یا دیہاتی۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

ع ۱۰ ۱۱۳

اور یہ لوگ نبوت میں شبہ نکالنے کے لئے ایسے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (یعنی قیامت کا دن امتداد میں یا اشتباہ میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے (ان کی طرح) مہلت دی تھی اور وہ (ان ہی کی طرح) نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے ○

نی حماقت:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے فرما رہا ہے کہ یہ ملحد کفار خدا کو اس کے رسول کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے
تھ سے اب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان پر عذاب کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جس سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا
ہے چنانچہ وہ خدا سے بھی کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر یا اور کسی طرح کا دردناک عذاب
بھیج کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر یا اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج کہتے تھے کہ
حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاد رکھو خدا کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے
اولیاء اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور شدنی چیز ہے اصمعی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علا کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا
کہ اے ابو عمرو کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے اسی وقت عذاب کی آیت تلاوت کی اس پر آپ

نے فرمایا کیا تو عجمی ہے سن عرب میں وعدے کا یعنی اچھی بات کے وعدے کا خلاف بڑا سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے: فاني وان او عدته او وعدقه لمخلف ایعادی ومنجز موعدی میں کسی کو سزا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کا خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہرگز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں لیکن رحمت و انعام کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے۔ جس سے خدا کی ذات پاک ہے پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دنوں کے برابر ہے یہ باعتبار اس کے حلم اور بردباری کے ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لئے عجلت کیا ہے گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا اسی لئے اس کے بعد ہی فرمان ہوا ہے بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے حاضر ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فقرا مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا آدھے دن کی مقدار کیا ہے فرمایا کہ تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں تو یہی آیت سنائی یعنی خدا کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے ابو داؤد کی کتاب الملاحم کے آخر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور موخر رکھے گا حضرت سعد سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصہ کا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ سو سال کا ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (ابن جریر) بلکہ امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ...... (سورہ سجدہ: ۵) کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے امام محمد بن سیرینؒ ایک نومسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے ساتویں قیامت ہے اور ایک ایک دن مثل ہزار ہزار سال کے ہے پس چھ دن تو گزر گئے اور اب تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح جس کے دن پورے ہو جائیں نہ جانیں کب بچہ ہو جائے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

(اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تو صرف تمہارے لئے ایک ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں نبی کو اور اہل ایمان کو ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں ○

میرا کام تو صرف ڈرانا ہے:

چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جارہا ہے کہ لوگوں میں تو خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذاب سے چوکنا کر دوں تمہارا احساب میرے ذمے نہیں عذاب خدا کے بس میں ہے چاہے اب لائے یا دیر سے لائے مجھے کیا معلوم کہ تم میں سے کس کی قسمت میں ہدایت ہے اور کون خدا کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے چاہت خدا کی ہی پوری ہونی ہے حکومت اسی کے ہاتھ ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چرا کی مجال نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے والے کی ہے جن دلوں میں یقین وایمان ہے اور اس کی شہادت ان کے اعمال سے بھی ثابت ہے ان کے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدر دانی کے قابل رزق کریم سے مراد جنت ہے جو لوگ اوروں کو بھی راہ خدا سے اطاعت رسول سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں سخت عذاب اور تیز آگ کے ایندھن ہیں اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو ان کے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تب ہی) اس کے پڑھنے میں (کفار) کے قلوب میں شبہ ڈالا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کے (جوابات قاطعہ سے) نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب حکمت والا ہے اور یہ سارا قصہ اس لئے کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش (کا ذریعہ) بنا دے جن کے دل میں (شک) کا مرض ہے اور جن کے دل (بالکل ہی) سخت ہیں اور واقعی (یہ) ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں اور تا کہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجوبہ اور نور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر اسی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے ○

کچھ غلط تمنائیں:

یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ کر کہ مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے واپس مکے آ گئے لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے کسی صحیح سند سے مسند نہیں واللہ اعلم۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں آپ پڑھ رہے تھے: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (سورہ نجم:۱۹-۲۰) تو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالے کہ تلك الغرانیق العلی و شفاعتهم ترتجی پس مشرکین خوش ہو گئے کہ آج تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس سے پہلے آپ کبھی نہیں کی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گر پڑے اس پر یہ آیت اتری اسے ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے یہ مرسل ہے مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ متصلاً روایت ہے صرف امیہ بن خالدؒ اسے وصل کرتے ہیں وہ مشہور ثقہ یہ صرف طریق کلبی سے ہی منقول ہے ابن ابی حاتم نے اسے دو سندوں سے لیا ہے لیکن دونوں مرسل ہیں ابن جریر میں بھی مرسل ہے قتادہؒ کہتے ہیں مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی اور شیطان نے آپ کی زبان پر ڈالا: وان شفاعتها لترتجی وانها لمع الغرانیق العلی مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلا دی اس پر آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورۃ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود ونصاریٰ اور لوگ اس کی دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہدایت کی لالچ تھی جب سورہ نجم کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کی اور وَلَهُ الْاُنْثٰى (سورہ نجم:۲۱) پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے یہ کلمات ڈال دیئے وانهم لهن الغرانیق العلی وان شفاعتهن لهی التی ترتجی یہ شیطان کی مقفیٰ عبارت تھی ہر مشرک کے دل میں کلمے بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ آئے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین بھی سجدے میں گر پڑے ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اپنے ماتھے سے لگا لیا اب ہر ایک کو تعجب معلوم ہونے لگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے مسلمانوں کو تعجب تھا یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں یقین نہیں پھر ہمارے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں پھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل کھل رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز ملائی کہ مشرکین اس میں تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے وہ تو سب کو اسی یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی پہنچا عثمان بن مظعونؓ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اسی پر سر ٹکا لیا مسلمان اب پورے امن اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکہ پہنچے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک

تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیئے تھے یہ روایت بھی مرسل ہے بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ
میں بھی یہ روایت ہے امام محمد بن اسحٰق بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں لیکن یہ سندیں مرسلات اور منقطعات ہیں واللہ اعلم امام بغویؒ
نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرات ابن عباسؓ وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں پھر بہت سے جواب دیئے ہیں جن
میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
منہ سے نکلے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز[1] واللہ اعلم ۔ اور بھی اسی قسم کی بہت
سے جواب متکلمین نے دیئے ہیں قاضی عیاض نے بھی (کتاب) شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہ اسی طرح
ہے بہ سبب اس کے ثبوت کے اور فرمان خدا مگر جبکہ وہ آرزو کرتا ہے...... اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ اس
سے پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے بخاری میں ابن عباسؓ سے کہ اس کی آرزو میں جب وہ بات
کرتا ہے...... تو شیطان اس کی بات میں بول ڈال دیتا ہے پس شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر کے پھر خدائے تعالیٰ اپنی آیات کو محکم
کرتا ہے مجاہد کہتے ہیں تمنیٰ کے معنی قَالَ کے ہیں اُمْنِیَّتِہٖ کے معنی قِرَآءَتُہٗ کے ہیں اِلَّآ اَمَانِیَّ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں بغوی
اور اکثر مفسرین کہتے ہیں تَمَنّٰی کے معنی تَلَا کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ
حضرت عثمان کی مدح میں شاعر نے کہا ہے : تمنی کتاب اللہ اول لیلة واخرھا لاقی حمام المقادر یہاں بھی لفظ تَمَنّٰی پڑھنے
کے معنی میں ہے ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے نسخ کے حقیقی معنی لغۃ ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے اور مٹا دینے کے
ہیں یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے جبرائیل علیہ السلام بحکم خدا زیادتی شیطان کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں
مضبوط رہ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے کوئی مخفی بات بھی کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت
سے خالی نہیں یہ اس لئے کہ جن کے دلوں میں شک شرک کفر نفاق ہے ان کے لئے یہ فتنہ بن جائے چنانچہ مشرکین نے اسے خدا کی طرف
سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے پس مرض دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں یہ بھی قول ہے کہ
مراد یہود میں ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق و باطل میں
تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں
کہ بے شک یہ خدا کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت صیانت اور نگہداشت ہے کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اس میں باطل کی
آمیزش نہیں ہو سکتی حکیم وحمید خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے پس ان کے دل تصدیق سے پر ہو جاتے جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے
ہیں اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم سمجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذاب سے بچا کر

---

[1] جمہور محققین اور مفسرین اس بات پر بالاتفاق متفق ہیں کہ یہ روایت جس میں ذکر آتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی زبان مبارک پر شیطان نے کچھ ایسے الفاظ جاری کر دیئے تھے قطعاً غلط ہے کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ پر جب قرآن نازل ہوتا تو فرشتوں کا جم غفیر آپ ﷺ کا ہر طرف سے احاطہ کر لیتا تاکہ شیطان وحی میں کچھ خلط ملط نہ کر دے جب ملائکہ ہر طرف سے ہجوم کرتے تو شیطان کا کوئی ایسا حربہ کس طرح کامیاب ہو سکتا نیز قرآن مجید ہی میں ہے کہ شیطان نے خود خدا کے سامنے اظہار کیا کہ تیرے مخلص بندوں پر میری کوئی کاروائی کامیاب نہ ہوگی تو حضرات انبیاء سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا اس لیے خود شیطان کے اقرار و اعتراف سے ثابت ہے کہ انبیاء اس کے تصرف سے محفوظ ہیں اور جب ایسا ہے تو پھر عین نزول قرآن کے وقت میں شیطان کا تصرف اور وہ بھی افضل الانبیاء پر کیسے ہو سکتا تھا ان گوناگوں وجوہات کی بنا پر ائمہ مفسرین اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کرتے

بلند درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾

اور (رہ گئے) کافر لوگ (سووہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعتہً قیامت آجائے یا ان پر کسی بے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آ پہنچے بادشاہی اس روز اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان عملی فیصلہ فرمادے گا سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا وہ فیصلہ یہ ہوگا ○

اب کس چیز کے منتظر ہیں:

یعنی کافروں کو جو شک شبہ خدا کی اس وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جانے کا شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آجائیں گے یہ محض بے شعور ہوں گے اس وقت مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں جس قوم کے پاس خدا کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے خدا کے عذاب سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ مجرم ہوں یا انہیں نامبارک دن کا عذاب پہنچے دن ان کے لئے منحوس ثابت ہوگا بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہ آخری قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب خدا کا دن تھا اس دن صرف خدا ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے اور آیت میں ہے خدائے تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آیت میں ہے اس دن رحمٰن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا فیصلے خود خدا کرے گا جن کے دلوں میں خدا پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا جو حق کو جھٹلاتے تھے نبیوں کا خلاف کرتے تھے اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے جیسے فرمان ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (سورۂ غافر: ۶۰) جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا

حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

اور جن لوگوں کے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفر کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا دینے والا ہے (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے جر داخل کرے گا جس کو وہ بہت ہی پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر بات کی مصلحت کو) خوب جاننے والا ہے بہت علم والا (بھی) ہے یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن کو) اس قدر تکلیف پہنچا دے جس قدر اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے (اسے دقائق پر دارو گیر نہیں کرتا) ۝

ہجرت اور اس پر اجر:

یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل وعیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر خدا کی رضامندی کے لئے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول کی اور اس کے دین کی مدد کے لئے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا سے اپنے بستر پر اسے موت آجائے اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب خدا کی طرف سے ہے جیسے ارشاد ہے وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (سورہ نساء: ۱۰۰) یعنی جو شخص اپنے گھر اور وطن چھوڑ کر خدا رسول کی ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو چکا ان پر اللہ کا فضل ہوگا انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت ورزق اور جنت ملے گی اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ بڑے حلم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت کو قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے جو لوگ راہ خدا میں شریک ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں جیسے فرمان ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ..... ؕ (سورہ آل عمران: ۱۶۹) خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیئے جاتے ہیں اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر بذمہ خدا ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی حدیثوں سے بھی حضرت شرجیل بن سمطؒ فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسیؓ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص راہ خدا کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر خدا کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے اگر تم چاہو تو آیت : وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ...... پڑھ لو حضرت ابو قبیل اور ربیعہ بن سیف مغفری کہتے ہیں ہم رودس کے جہاد میں تھے

ہمارے ساتھ حضرت فضالہؓ بن عبید بھی تھے دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہ
کے جنازے پر جھک پڑے حضرت فضالہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم
آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو دونوں برابر ہیں خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی سنو کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت
تلاوت فرمائی اور روایت میں ہے کہ آیت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہئے جنت جگہ ا
روزی عمدہ اور روایت میں ہے اس وقت امیر تھے یہ آخری آیت صحابہ کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین
کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی خدا نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا دکھایا اللہ
تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾

(مؤمنین کا غالب کر دینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (نیز) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب احوال واقوال کو) خوب سننے اور دیکھنے والا ہے یہ (نصرت) اس سبب سے (یقینی) ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی ہے اور اللہ ہی عالی شان اور (سب سے) بڑا ہے ○

اُس کے سوا سب باطل ہے:

اللہ تعالیٰ بیان فرمارہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے فرمان ہے: اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ...... (سورہ آل عمران:۲۶) الٰہی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے جسے چاہے دَر دَر سے دُر دُر کرائے ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے دن کو رات میں رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے پس کبھی کے دن بڑے راتیں چھوٹی کبھی کی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے بندوں کی تمام باتیں خدا سنتا ہے اور ان کے تمام حرکات وسکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں بلکہ کوئی چون وچرا بھی ان کے سامنے نہیں کر سکتا وہی سچا معبود ہے عبادتوں کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں زبردست غلبے والا بڑی شان والا وہی ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ناممکن کہ ہو جائے ہر شخص اس

کے سامنے فقیر ہر ایک اس کے آگے عاجز اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں وہ بلندیوں والا عظمتوں والا ہے ہر چیز اس کے ماتحت اس کے زیر حکم اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی رب نہ اس سے کوئی بڑا نہ اس پر کوئی غالب وہ تقدس والا وہ عزت وجلالت والا ظالموں کی کہی ہوئی تمام نکمی باتوں سے پاک سب خوبیوں والا تمام نقصانات سے دور۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

اور (اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی بے شک اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہ سب کا مالک ہے) اور بے شک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کو وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اس کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ (کے حال پر) بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدرا○

یہ دلائل تم سے کیا کہتے ہیں:

اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں ابر کو لاتی ہیں جو پانی برساتا ہے اور وہی زمین آباد لہلہاتی ہوئی سرسبز ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے یہاں پر "ف" تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے نطفے کا علقہ ہونا پھر علقے کا مضغہ ہونا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی "ف" آئی ہے اور ہر دو صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاً سرسبز ہو جاتی ہیں فاللہ اعلم۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب اللہ کے علم میں ہے ایک ایک دانہ اس کی معلومات میں ہے پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اگ آتا ہے جیسے حضرت لقمانؒ کے قول میں ہے کہ اے بچے اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ بھی کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے اور آیت میں ہے زمین وآسمان کی پوشیدگیاں اللہ ظاہر کر دے گا اور آیت میں ہے ہر پتے کے جھڑنے کا' ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر وخشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے اور جگہ ہے کوئی ذرہ آسمان وزمین میں

خدا سے پوشیدہ نہیں کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو امیہ بن ابوصلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے۔

وقولا له من ينبت الحب في الثرى	فيصبح منه البقل يهتز رابيا
و يخرج منه حبه في رؤسه	ففي ذاك ايات لمن كان واعيا

اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھومنے لگتا ہے اور اس کے سر پر بال نکل آتی ہے عقل مند کے لئے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی ایک نشانیاں موجود ہیں تمام کائنات کا مالک وہی ہے وہ ہر ایک بے نیاز ہے ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے سب انسان اس کے غلام ہیں کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ کل حیوانات جمادات کھیتیاں باغات اس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں آسمان وزمین کی چیزیں تمہارے لئے سرگرداں ہیں اسی کا احسان وفضل وکرم ہے کہ اس کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں تمہارے مال ومتاع ان میں یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں پانی کو چیرتی ہوئی موجوں کو کاٹتی ہوئی بحکم خدا ہواؤں کے ساتھ کشتیاں تمہارے نفع کے لئے چل رہی ہیں یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی رہتی ہیں وہ آپ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ انسانوں کے گناہوں کے باوجود خدا ان پر رافت وشفقت بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے جیسے فرمان ہے: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ...... (سورہ رعد:۶) لوگوں کے گناہوں کے باوجود خدائے تعالیٰ ان پر صاحب مغفرت ہے ہاں بے شک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں فنا کرے گا وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا جیسے فرمایا: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ...... (سورہ بقرہ:۲۸) تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر دوبارہ زندہ کر دے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور آیت میں ہے: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ...... (سورہ جاثیہ:۲۶) اللہ ہی تمہیں جلاتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا اور جگہ فرمایا وہ کہیں گے کہ خدایا تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ جلایا پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خدا کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اوروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی روزی دینے والا صرف وہی مالک ومختار فقط وہی تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کر دیا پھر تمہاری موت کے بعد پھر سے پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن انسان بڑا ہی ناشکرا اور بے قدرا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

(جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں) ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے سو ان (معترضین) لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں جھگڑا نہ کریں اور آپ (ان) کو اپنے رب (یعنی

اس کے دین) کی طرف بلاتے رہیئے کیونکہ آپ یقیناً صحیح رستہ پر ہیں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے ہیں تو آپ اخیر بات یہ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عمل) فیصلہ فرمائے گا۔ جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (جو آگے اس کی تائید ہے کہ) ○

ہر قوم کا ایک طریقہ عبادت ہے:

اصل میں عربی زبان میں منسک کا لفظی ترجمہ اس جگہ کا ہے جہاں کے جانے آنے کی انسان عادت ڈال لے احکام حج کی بجا آوری کو اسی لئے مناسک کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں منقول ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لئے ہم نے شریعت مقرر کی ہے تو اس امر میں یہ لوگ نہ لڑیں سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان افعال کا مقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجا لانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ سب قدر خدا اور ارادہ اللہ سے کر رہے ہیں تو ان کے جھگڑنے سے تو بد دل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ جا اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور اپنی ہدایت و استقامت کے کامل یقین پر رہ یہی راستہ حق سے ملانے والا اور مقصود کو حاصل کرانے والا ہے جیسے فرمایا: وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ...... (سورہ قصص: ۸۷) خبردار کہیں یہ لوگ تجھے خدا کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی ان سے روک نہ دیں اپنے رب کے راستے کی دعوت عام برابر دیتا رہ اگر اس پر بھی کوئی ٹھہر جائے تو اس سے پلہ جھاڑ لے کہہ دے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دوہرایا ہے ایک جگہ ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے قیامت کے دن، ہم تم میں فیصلہ اللہ آپ کر دے اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر قائم رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کر دے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے......

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷۰

اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے یقینی بات ہے کہ یہ (جب ان کا قول و فعل) نامہ اعمال میں ہے (پس) یقیناً (ثابت ہو گیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہت ہی آسان ہے) ○

وہ علیم و علام:

رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین آسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیریں لکھیں سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلم بند کر لیا ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جبکہ اللہ

تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت تک کا ہے پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم خدا میں تھے اس نے لکھ لئے پس اسی کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے آیت میں فرمار ہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یوں ہی واقع میں ہونے والا ہے بندوں کے تمام اعمال کا علم انکے عمل سے پہلے خدا کو ہے وہ جو کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا ہر فرمانبردار اور نافرمان اسکے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر تھی اور کچھ یہ امر خدا پر مشکل بھی نہ تھا سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت پر) اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتاب میں نہیں بھیجی اور نہ اس کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر اب حملہ کر بیٹھیں گے جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں آپ ان مشرکین سے کہئے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے○

کیسی حماقت:

بغیر دلیل کے بلا سند کے خدا کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ عبادت و بندگی کرنے والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ سوائے شیطانی تقلید اور باپ دادوں کی دیکھا دیکھی کے نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی چنانچہ اور آیت میں ہے: وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ...... (سورہ مؤمنون: ۱۱۷) جو بھی خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے خدا خود باز پرس کرے گا ناممکن ہے کہ ایسے ظالم چھٹکارا پا جائیں یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ خدا کے کسی عذاب سے انہیں بچالے ان پر خدا کے پاک کلام کی آیتیں صحیح دلیلیں واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے خدا کی توحید رسولوں کی اتباع کو صاف طور پر بیان کیا کہ انہیں شدید ناگوار معلوم ہوا شکلیں بدل گئیں تیوریوں میں بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں

ایک لفظ حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں اسی وقت گلا گھونٹ دیں ان سچے خیر خواہوں کی خدا کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہوتو ہاتھ بھی ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے فرمان ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو کہ ایک طرف، تو تم جو دکھ ان خدا کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کر دوسری طرف اس دکھ کا وزن کرلو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر وانکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں اب تم بھی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے؟ کس قدر ہولناک ہے؟ کس قدر ایذا دہندہ ہے؟ اور کتنی مشکل والی جگہ ہے؟ وہ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے جہاں راحت وآرام کا نام بھی نہیں۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾

اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جاویں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی (کہ) اس کے سوا کسی عبادت نہ کرتے وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے) حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے ○

ایک مثال:

خدا کے ماسوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جن جن کی عبادت خدا کے سوا کرتے ہیں رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل مطابق واقعہ بیان ہو رہی ہے ذرا توجہ سے سنو کہ ان کے تمام کے تمام بت ٹھاکر وغیرہ جنہیں یہ خدا کے شریک ٹھہرا رہے ہیں جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور یک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان خدا ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ یا ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنا دیں صحیحین میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دیں اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھینے چلی جا رہی ہے یہ بے بس ہیں یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیز ہی واپس لے لیں بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور بودا ضعیف ناتواں بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہوسکتا

ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے امام ابن جریر بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی یہی واضح ہے دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد خدا کے سوا اور معبود خدا کی قدر و عظمت ہی ان دلوں میں نہیں رچی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا خدا کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے جسے مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہ ہو جیسے مشرکین قریش کے بت تھے خدا اپنی قدرت وقوت میں یکتا ہے تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں بلا اس کے کسی ایک سے بھی مدد لے مشورہ لے شریک کرے پھر سب کو ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بڑی مضبوط پکڑ والا ابتدا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے سب کچھ اس کے سامنے پست ہے کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں وہ واحد وقہار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے احکام پہنچانے والے مقرر فرما دیتا ہے) اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ ان سب فرشتوں اور آدمیوں کی آئندہ اور گزشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ ایک مستقل بالذات ہے)○

یہ خدا کے قاصد:

اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے مقرر کر لیتا ہے اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے بندوں کے اقوال سب وہ سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق منصب نبوت کون ہے جیسے فرمایا: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورہ انعام:۱۲۴) رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے؟ رسولوں کے آگے پیچھے کا خدا کو علم ہے کیا اس تک پہنچا اور کیا اس نے پہنچایا سب اس پر ظاہر و باہر ہے جیسے فرمان ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا...... (سورہ جن:۲۶) یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا[1] ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو نہیں کہا سنا جاتا ہے اس پر خود

[1] اور ظاہر ہے کہ جو دلیل بھی اس مدعا پر قائم کی جائے گی یقیناً غلط ہی ہوگی تو اول تو کوئی دلیل ہے نہیں اور اگر کوئی چالاک و ذہین آدمی دلیل لے بھی آئے تو اس کی ذہانت کا نتیجہ ہوگی حقیقت واقعہ کی سیدھی راہ نہ ہوگی گئیں جڑیں اس غلط تخیل کی کہ خدا کے علاوہ بھی کوئی علم غیب رکھتا ہے اور اگر بحث اس میں ہو کہ خدا تعالیٰ کسی کو علم غیب دیتا ہے تو سوال اس کا ہے کہ علم غیب اس کی ذاتی خصوصیت تو نہ ہوئی حالانکہ تم تو علم غیب کو رسول کی ذاتی خصوصیت کہتے تھے

گواہ ہے خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے جیسے فرمان ہے: يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ ...... (سورہ مائدہ ۶۷) اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچادے اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا اور تیری حفاظت اللہ کے ذمے ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸ ع

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور تم (ایسے) نیک کام بھی کیا کرو امید یعنی وعدہ ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبل) تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت تم کو حقیقتاً ضرر نہ کرے گی) سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے ○

بس اس کی عبادت کرو:

اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں پہلے سجدے کی آیت کے موقعہ پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو یہ سجدے نہ کرے وہ اسے پڑھے ہی نہیں پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے کہ اپنے مال اپنی جان اور اپنی زبان سے راہ خدا میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو جیسے حکم دیا ہے کہ خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے اور امتوں پر تمہیں شرافت و کرامت عزت و بزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سر برآوردہ کیا تمہیں آسان سہل اور عمدہ دین دیا وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لاسکو اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے پہلا

اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو رو بہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ کر اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری ساقط ہو جاتا ہے مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کر لے اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں سہل اور بالکل آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا کہ خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا آسانی کرنا سختی نہ کرنا اور بھی اس مضمون کو بہت سی حدیثیں ہیں حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی وسختی نہیں امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں مِلَّةَ کا نصب بہ نزع خفض ہے گویا اصل میں كَمِلَّةِ اَبِيْكُمْ تھا اور ہو سکتا ہے کہ اَلْزِمُوْا محذوف مانا جائے اور مِلَّةَ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائے گا: دِيْنًا قِيَمًا...... اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنادے لیکن امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا تو پہلے سے کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اس پاک اور آخری کتاب میں یہی قول حضرت مجاہدؒ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتلایا جارہا ہے کہ یہ وہ دین ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارا ذکر میری اگلی کتابوں میں بھی ہے مدتوں سے انبیاء کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آرہے ہیں اگلی کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود خدا کا رکھا ہوا نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے یعنی باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے اور دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے وہ جہنم کا ایندھن ہے کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ وہ روزے رکھتا ہو اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں اگر چہ وہ روزے دار اور نمازی ہو اللہ تعالیٰ نے جو نام تمہارے رکھے ہیں انہی ناموں سے پکارو اور خود کو بلاؤ مسلمین، مومنین اور عباد اللہ سورہ بقرہ کی آیت: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا...... (سورہ بقرہ:۲۱) کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو پوری بیان کر چکے ہیں پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہترین امت اس لئے بنایا ہے اور اس لئے تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو تمام اگلی امتیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت کی معترف ہوں گی اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے پیغام خدا انہیں پہنچا دیا ہے وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شہادت دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دین خدا پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا اس بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس سلسلے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورہ بقرہ کے سترہویں رکوع کی آیت: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا...... (سورہ بقرہ:۱۴۳) کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں اس لئے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہیں دیکھ لی جائے وہیں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو فرائض خدا تم پر ہیں تمہیں شوق سے دل کی خوشی سے بجالاؤ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو جو کچھ خدا نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس بھی نہ پھٹکو پس نماز جو خالص رب کی ہے اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے اس میں خدا کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کے کل احکام سورہ توبہ کی آیت زکوٰۃ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ...... (سورہ توبہ:۶۰) کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیئے ہیں وہیں دیکھ لئے جائیں پھر حکم ہوتا ہے کہ خدا پر پورا بھروسہ رکھو اسی پر توکل کرو اپنے تمام کاموں میں اسی سے امداد طلب کیا کرو اعتماد ہر وقت اسی پر رکھو اسی کی تائید پر نظریں رکھو وہ تمہارا مولیٰ ہے تمہارا حافظ ہے ناصر ہے تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے زیادہ قوی ہے ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد ؒ سے منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معاف فرما دیا کروں گا اور جن پر میرا عذاب نازل ہو گا میں تجھے ان میں سے بچالوں گا برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد کروں گا اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر وسہار سے کام لے مجھ پر نگاہیں رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ میری امداد پر راضی رہ یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے (اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین)۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کُل آیات: ۱۱۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (پس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ○

فلاح یاب مومنین:

نسائی ترمذی مسند احمد میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی آواز آپ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی تھوڑی دیر کے

جب وحی اتر چکی تو آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ خدایا تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ ہمیں دوسروں پر ترجیح دے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے عربی الفاظ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَ اَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَ اٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر قائم ہو گیا وہ جنتی ہو گیا پھر آپ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں امام ترمذی اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں نسائی میں ہے حضرت عائشہؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا پھر ان آیتوں کی آپ نے يُحَافِظُوْنَ تک تلاوت فرمائی اور فرمایا یہی اخلاق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا کچھ بول اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے...... فرشتے اس میں جب داخل ہوئے کہنے لگے واہ واہ یہ جگہ تو بادشاہوں کی ہے اور روایت میں ہے اس کا گارہ مشک کا تھا اور روایت میں ہے کہ اس میں وہ وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی دل میں ان کا خیال آیا اور روایت میں ہے کہ جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہو سکتا اور حدیث میں ہے کہ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دوسری سرخ یاقوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی اس کا گارہ مشک کا ہے اس کی گھانس زعفران ہے...... اس کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ حشر:۹) پڑھی الغرض فرمان ہے کہ مومن مراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پا گئے انہوں نے نجات پالی ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوف خدا رکھتے ہیں خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں دل حاضر رکھتے ہیں نگاہیں نیچی ہوتی ہیں بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں محمد بن سیرین کا قول ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ جانماز سے ادھر اُدھر ان کی نظر نہیں جاتی تھی اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کرتے تھے پس یہ خضوع خشوع اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل فارغ ہو خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے (نسائی) ایک انصاری صحابیؓ نے نماز کے وقت اپنی لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو ان کی یہ بات گراں گزری آپ نے فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ سے فرماتے تھے اے بلال اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ[1] پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل سے شرک سے گناہ سے اور ہر ایک بے ہودہ اور بے فائدہ قول و عمل سے بچتے ہیں جیسے فرمان ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (سورہ فرقان:۷۲) وہ لغویات سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں[2] وہ برائی اور بے سود کاموں سے خدا کی ممانعت کی وجہ سے رک جاتے ہیں اور وصف ان کا یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ مال ادا کرتے ہیں اکثر مفسرین

۱؎ تو گویا کہ صحابی نے آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کو نقل فرما کر ان کو یہ سمجھایا کہ میاں تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے حالانکہ آنحضور ﷺ کی تمام راحتیں اسی نماز میں تھیں

۲؎ حاشیہ اگلے صفحہ پر

یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی ہے پھر مکی آیت میں اس کا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں واجب ہو چکی تھی ہاں اس کی مقدار مال کا نصاب وغیرہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے دیکھئے سورہ انعام بھی مکیہ ہے اور اس میں زکوٰۃ کا حکم موجود ہے: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورہ انعام:۱۴۱) یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اس کی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو ہاں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک و کفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہو جیسے فرمان ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا...... (سورہ شمس:۹) جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس نے فلاح پالی اور جس نے اسے خراب کر لیا وہ نامراد ہوا یہی ایک قول آیت: وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ...... (سورہ حم سجدہ:۷) میں بھی ہے ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو کہ اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی زکوٰۃ دے واللہ اعلم۔ پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے دوسری عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں۔ زنا، لواطت وغیرہ سے خود کو بچاتے ہیں ہاں ان کی بیویاں جو خدا نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں ان کے ساتھ ملنے میں کوئی ملامت اور حرج نہیں جو شخص ان کے سوا اور طریقوں سے[1] یا اوروں سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا صحابہ نے فرمایا اس نے غلط معنی مراد لئے اس پر فاروق اعظم نے اس غلام کا سر منڈوا کر جلاوطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے لیکن یہ اثر منقطع ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے امام ابن جریر نے اسے سورہ مائدہ کی تفسیر کے شروع میں ذکر کیا ہے لیکن اس کو ذکر کرنے کی موزوں جگہ یہی تھی اسے عام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ اس کے ارادے کے خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھا واللہ اعلم۔ امام شافعیؒ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیونکہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گزر جانے والا ہے۔ امام حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جز میں ایک حدیث ذکر کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عالموں کے ساتھ جمع کرے گا اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کر لیں توبہ کرنے والوں پر خدائے تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشت زنی کرنے والا اور اغلام بازی کرنے والا اور نشے باز شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں[2] اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت

= حاشیہ بر صفحہ گزشتہ

[2] اور کریم النفس لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ برائی سے ایک حد تک چشم پوشی کرتے ہیں اس خیال سے کہ شاید یہ لوگ خود ہی اس برے عمل کو چھوڑ دیں اور نیکی کی راہ پر آ جائیں لیکن جب یہ توقع پوری نہیں ہوتی تو پھر اس پر تکبر کرتے ہیں اور ہر طرح اس کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ وہ خود اس برائی میں حصہ لیں

[1] اور ان طریقوں میں زنا لواطت کے علاوہ مشت زنی یا دوسروں کی مدد سے اخراج مادہ کی جتنی صورتیں اس وقت رائج ہیں یا بدقسمتی سے نئی نئی صورتیں قیامت تک رائج ہوں گی سب آ گئیں اور سب حرام ہیں

[2] یہ مطلب نہیں کہ جب وہ نہ چیخیں چلائیں تو اس وقت تک ان کو مارنا جائز ہے ہرگز نہیں ماں باپ کو مارنا تو درکنار سخت بات کہنا بھی عذاب کا باعث ہے اس حدیث میں تو صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اپنے ماں باپ کو مارے کہ وہ چیخنے چلانے لگیں

بھیجنے لگیں[۱] اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے واللہ اعلم ۔ اور وصف ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں وعدے پورے کرتے ہیں اس کے خلاف عادتیں منافقوں کی ہوتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت سپرد کی جائے خیانت کرے پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کے اوقات پر حفاظت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری ومسلم) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں وقت رکوع سجدہ وغیرہ کی حفاظت مراد ہے ان آیات پر دوبارہ نظر ڈالو شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخرت میں بھی نماز کا بیان ہوا جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے حدیث شریف میں ہے سیدھے سیدھے رہو اور تم ہرگز احاطہ نہ کرسکو گے جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے دیکھو وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کرسکتا ہے ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے خدا سے جنت مانگو وہ سب سے اعلیٰ اور بہتر جنت ہے وہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر خدا تعالیٰ کا عرش ہے (صحیحین) فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو دو جگہیں ہیں ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے مجاہد فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے کفار جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے انہوں نے عبادت ترک کردی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مومنوں کے حوالے کردیئے گئے اسی لئے انہیں وارث کہا گیا صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر ڈال دے گا اور انہیں بخش دے گا اور سند سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دے گا کہ یہ میرا فدیہ ہے جہنم سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو بردہ کو قسم دی انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرا دیا اسی جیسی آیت یہ بھی ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا...... (سورہ مریم: ۶۳) اور آیت میں ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا...... (سورہ اعراف: ۶۳) فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۶

۱ یہاں پر بھی وہی مراد ہے کہ پڑوسی کو ستانا ہی ناجائز ہے اور یہ تو بہت ہی ظلم ہے کہ اس کے طرز عمل سے تنگ آ کر پڑوس والے اس پر لعنت بھیجنے لگیں

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت) کی بوٹی بنا دیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزا کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح) کی مخلوق بنا دیا سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضروری مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے ○

انسان اور اس کی تخلیق:

اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جیسے فرمان ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جو تمام زمین پر سے لی گئی تھی پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ وروپ مختلف ہونے کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں: ثُمَّ جَعَلْنٰهُ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے جیسے ارشاد ہے: وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (سورہ سجدہ ۸) اور آیت میں ہے: اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (سورہ مرسلات: ۲۰) پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے پیٹھ کی ہڈی بنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم سڑ گل جاتا ہے سوا ریڑھ کی ہڈی کے اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت وسکون کی قدرت عطا فرماتا ہے وہ بابرکت خدا سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس میں روح کو پھونکتا ہے یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل نا سمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے پھر ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بالکل ہی بڈھا ہو جاتا ہے الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔ صادق مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے بحکم خدا چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں روزی اجل عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے

اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر
ر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے (بخاری و مسلم وغیرہ) حضرت عبداللہ بن
سعودؓ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل بنے ہوئے
ن جیسی ہو جاتی ہے مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے جو ایک یہودی آ گیا تو کفار
ریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں؟ اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا
پ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد و عورت کے نطفے سے مرد کا نطفہ
یظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے اس نے کہا
پ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک
شتہ آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ خدایا یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر
رزمی و سختی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے خدایا اب نطفہ ہے خدایا اب لوتھڑا ہے خدایا اب گوشت کا
ٹکڑا ہے جب جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے خدایا مرد ہو یا عورت شقی ہو یا سعید رزق کیا ہے اجل کیا ہے اس کا جواب
یا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں ان سب باتوں اور آپ کی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ وہ سب سے اچھی پیدائش
کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت
تری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ نکلا اور وہی پھر اترا زید
ن ثابتؓ انصاری کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک لکھوا چکے تو حضرت
معاذ نے بے ساختہ کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اسے سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے حضرت معاذؓ نے دریافت فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت کے خاتمہ پر بھی یہی ہے اس حدیث کی سند کا ایک
راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی مدینہ میں تھے نہ کہ مکہ میں حضرت
معاذؓ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینہ کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے واللہ اعلم۔ اس پہلی
پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن تم دوسری دفعہ پیدا کیے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہوگا خیر و شر کا بدلہ ملے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾

اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے ○

سات آسمان:

انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی تخلیق کا بیان ہو رہا ہے جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے سورہ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے پھر قیامت کا اور سزا جزا کا ذکر ہے وغیرہ سات

آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے جیسے فرمان ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ...... (سورہ بنی اسرائیل:۴۴) ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے اللہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے پہاڑوں کے ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر وخشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ہم نے آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو (مدت تک) زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس پانی کے معدوم کر دینے پر (بھی) قادر ہیں پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا ہے) جو کہ طور سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کے لئے ہوئے اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے (بھی) ہو ○

یہ میٹھے پانی کے ذخیرے:

اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت و ضرورت بارش برساتا ہے نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہوں بلکہ اس انداز سے کہ کھیتی سرسبز رہے باغات ہرے بھرے ہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی

یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی اور جہاں کم کی وہاں کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کے پانی سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھنچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقہ میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں سبحان اللہ اس لطیف وخبیر غفور ورحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے سے اور جذب کر لینے کی قابلیت خدائے تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تا کہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے پھر فرماتا ہے اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بے کار بنوں میں برسا دیں اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ پانی اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لئے بیکار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو یہ خاص خدا کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو فالحمد للہ۔ آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوش نما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور پھل والے ہیں کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیاں طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے (احمد) حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کا تیل کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی سے کیا ہے پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ...... (سورہ یٰسین: ۷۱) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اور اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم دوسروں کو معبود بنانے سے ڈرتے نہیں ہو پس نوح علیہ السلام کی یہ بات سن کر ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک معمولی) آدمی ہے اور کچھ نہیں (اس دعوے سے) ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی پس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس (کی حالت) کا اور انتظار کر لو ○

لیکن اس کے باوجود:

نوح علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے بشیر ونذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا آپ نے ان میں جا کر پیغام خدا پہنچایا کہ خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادتوں کا حقدار کوئی نہیں تم خدا کے سوا اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا کہ یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ خدا کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا ہمارے پاس یہ دیوانہ شخص ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے اچھا خاموش رہو دیکھ لو ہلاک ہو جائے گا۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ

مدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی ابلنا شروع ہو تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کرلو) باستثنا اس کے جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہو اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جائیں گے پس جس وقت تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ کر چلو تو یوں کہنا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال اور تکالیف سے) نجات دی اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو زمین پر برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم یہ نشانیاں معلوم کرا کر اپنے بندوں کو آزماتے ہیں ○

نوح علیہ السلام کی التجا:

جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار میں لاچار ہو گیا ہوں تو میری مدد فرما جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر اسی وقت فرمان خداوندی صادر ہوا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط وسیع و کشادہ اس میں ہر قسم کا ایک جوڑا رکھ لو حیوانات، نباتات، پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں مومنین اور اپنے ایمان رکھنے والے اعزہ و اقارب کو بھی بٹھا لو مگر جس پر خدا کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لائے جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی واللہ اعلم ۔ اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آتا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا اب پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہو گا اس کا پورا قصہ سورہ ہود کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس لئے ہم نہیں دہراتے جب تو اور تیرے ساتھی مومن کشتی پر سوار ہو جائیں تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی جیسے فرمان ہے کہ خدا نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو وہ خدا پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جائیں اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے پس شروع چلنے کے وقت بھی خدا کو یاد کیا اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی خدا کو یاد کیا اور دعا کی کہ خدایا مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیاء کی تصدیق کی نشانیاں ہیں خدا کی خدائی کی علامتیں ہیں اس کی قدرت اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے یقیناً رسولوں کو بھیج کر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّ
بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِ
تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِ
لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْ
وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جوان میں ہی کے تھے (ان پیغمبر نے کہا کہ) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود (حقیقی) نہیں کیا تم شرک سے ڈرتے نہیں ہو اور ان پیغمبر کی یہ بات سن کر ان کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے خدا اور رسول کے ساتھ کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں عیش ہی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں (چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہو جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بے شک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور (مرکر) مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی دنیوی زندگی ہے کہ ہم کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم تو ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے (یعنی عذاب) موافق وعدہ برحق کے آ پکڑا جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک کی طرح پامال سو خدا کی مار کافر لوگوں پر ○

پھر بہت اُمتیں:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت امتیں آئیں جیسے کہ عاد کہ ان کے متصل ہی تھے یا ثمود کہ ان پر چیخ کا عذاب آیا تھا جیسے کہ اس آیت میں ہے ان میں بھی اللہ کے رسول آئے خدا کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی لیکن انہوں

جھٹلایا مخالفت کی اتباع سے انکار کیا محض اس بنا پر کہ یہ انسان ہیں قیامت کو بھی نہ مانا جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دوراز قیاس ہے بعث ونشر وحشر وقیامت کوئی چیز نہیں اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں ہم ایسی غلط سلط باتوں کے ماننے والے نہیں نبی نے دعا کی اور ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ سے مدد طلب کی اسی وقت جواب ملا کہ تیرے ساتھ ان کی مخالفت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ پریشان ہو جائیں گے آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب ہلاک کر دیئے گئے اور اسی کے وہ مستحق بھی تھے تیز وتند آندھی اور پوری طاقت در ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل ہلانے والی خوفناک آواز نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے صرف مکانات کے کھنڈران کے گزرے ہوئے لوگوں کی نشان دہی کے لئے رہ گئے وہ کوڑے کرکٹ کی طرح ناچیز محض ہو گئے ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا پس لوگو! تمہیں بھی مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہئے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر ان (عاد یا ثمود) کے (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کے لئے) بھیجا جب کسی امت کے پاس اس امت کا خاص رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے میں) ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو انبیاء کے سمجھانے پر بھی ایمان نہ لاتے تھے ○

مسلسل پیغام خدا:

ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی وہ اس نے پوری کی نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر پھر ہم نے پے در پے لگاتار رسول بھیجے ہر امت میں پیغمبر آیا اس نے لوگوں کو پیغام خدا پہنچایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو بعض راہ راست پر آ گئے اور بعض پر کلمہ عذاب راست آ گیا[1] تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی جیسے سورہ یٰسین میں فرمایا: يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ (سورہ یٰسین: ۳۰) افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس جو رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اسی لئے ہم نے یکے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷) نوح علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیا انہیں ہم نے پرانے افسانے بنا دیئے تھے ان کے باقی رہ گئے

[1] یعنی ان کی تقدیر میں جو یہ لکھا ہوا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کریں گے اور اسی لیے ان پر عذاب آئے گا سو خدا تعالیٰ کا یہ لکھا پورا ہو کر رہا جیسا کہ حکیم کسی بیمار کو دیکھ کر کہہ دے کہ یہ ضرور مرے گا بچے گا نہیں اب اگر اس حکیم کے کہنے کے مطابق وہ مریض مر جائے گا تو یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ طبیب نے مار دیا۔ اسی طرح ان کو ہلاکت ان کے عناد و نافرمانی کی وجہ سے ہے خدا تعالیٰ کا ان پہ ظلم نہیں یہ مسئلہ تقدیر ہے اس پر زیادہ غور نہ کیجئے بلا چون و چرا ایمان لانا ہی اسلام ہے۔

اور وہ تہس نہس ہو گئے یاد رکھو بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰی فِرْ... وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِ... وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُ... الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے احکام اور کھلی دلیل دے کر فرعون اور اس کے درباریوں پاس (بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا سوان لوگوں نے (ان کی تصدیق واطاعت سے) تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ (باہم) کہ لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آئیں (اور ان کے مطیع بن جاویں) حالانکہ ان کی قوم لوگ (تو خود) ہمارے زیر حکم ہیں غرض وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے اور ان کے ہلاک ہونے کے بع ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگ (یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہدایت پاویں ○

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے پاس پوری دلیل زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے بھی اگلے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب ومخالفت کی اور اگلے کفار کی طرح کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں ہو سکتے ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے بالآخر ایک ہی دن ایک ساتھ سب تعالیٰ نے دریا برد کر دیا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی پھر سے مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلا گئے جہاد کے احکام اترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون قبط کے بعد ہلاک نہیں ہوئی اور آیت میں فرما اگلی امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ حاصل کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ

اور ہم نے مریم علیہ السلام کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور ان کی ماں (حضرت مریم) کو بڑی نشانیاں بنایا اور ہم نے ان دونو ایک بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی ○

ابن مریم علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کو خدا نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنایا آدم کو مرد اور عورت کے

کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا باقی تمام انسانوں کو مرد وعورت سے پیدا کیا ربوۃ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھانس پانی والی تروتازہ اور ہری بھری تھی جہاں خدائے تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو ان کی صدیقہ والدہ کو جو خدا کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ رَبْوَۃ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوۃ میں ہوگا وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہادی ہے پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہئے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِى غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِۦ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾

اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (یعنی عبادت) کرو (اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں اور ہم نے ان سب سے یہ بھی کہا کہ یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (اور حاصل طریقہ کا یہ ہے) کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو سو ان لوگوں نے اپنے دین اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے سو آپ ان کو (اسی) جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ اس کی وجہ نہیں جانتے ○

اپنے عقائد پر ہر ایک مطمئن ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتا ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں پس ثابت ہوا کہ لقمہ حلال عمل صالح کا مددگار ہے پس انبیاء نے سب بھلائیاں جمع کر لیں قول فعل دلالت نصیحت سب انہوں نے سمیٹ لیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سب بندوں کی طرف سے نیک بدلے دے یہاں کوئی رنگت مزہ بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حلال چیزیں کھاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے بننے کی اجرت میں سے کھاتے تھے صحیح حدیث میں ہے کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں لوگوں نے پوچھا اور آپ نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور حدیث میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کھایا کرتے تھے صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ کو سب سے زیادہ پسند روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے

زیادہ پسندیدہ قیام داؤد علیہ السلام کا قیام ہے آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے تھے اور چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے تھے میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہ دکھاتے ام عبداللہ بنت شداد فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ شام کے وقت بھیجا تا کہ آپ اس سے اپنا روزہ افطار کریں دن کا آخری حصہ تھا اور دھوپ کی تیزی تھی تو آپ نے قاصد کو واپس کر دیا کہ اگر تیری بکری کا ہوتا تو خیر اور بات تھی انہوں نے کہلوایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ دودھ اپنے مال سے خریدا ہے پھر آپ نے پی لیا دوسرے دن وہ صاحبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گرمی میں میں نے دودھ بھیجا بہت دیر سے بھیجا تھا آپ نے میرے قاصد کو واپس کیا آپ نے فرمایا ہاں مجھے یہی فرمایا گیا ہے انبیاء صرف حلال کھاتے ہیں اور صرف نیک عمل کرتے ہیں اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسولو پاک چیز کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے اعمال کا عالم ہوں یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایمان دارو جو حلال چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پھر آپ نے ایک اس شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ بالوں والا غبار آلود چہرہ والا ہوتا ہے لیکن کھانا پینا پہننا حرام کا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے امام ترمذی اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں پھر فرمایا اے پیغمبرو تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے یعنی خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا اسی لئے اسی کے بعد فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو سورہ انبیاء میں اس کی تفسیر وتشریح ہو چکی ہے : اُمَّةً وَّاحِدَةً پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے انہوں نے خدا کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے اسی پر نازاں و فرحاں ہو گئے اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے پس بطور ڈانٹ کے فرمایا انہیں ان کے بہکنے بھٹکنے ہی میں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے کھانے پینے دے مست و بے خود ہونے دے ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد انہیں دے رہے ہیں وہ ان کی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ تو انہیں دھوکا ہے اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ جیسے ہم یہاں خوشحال ہیں وہاں بھی ایسے ہی خوشحال رہیں گے یہ محض غلط ہے جو کچھ انہیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے لیکن ان کو سمجھ میں وہ واقعہ کی اصل تک پہنچتے ہی نہیں جیسے فرمان ہے : فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ...... (سورہ توبہ: ۵۵) یعنی تجھے ان کے مال واولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انہیں دنیا میں عذاب کرے اور آیت میں ہے یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور جگہ ہے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو...... اور آیتوں میں فرمایا ہے : ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا...... (سورہ مدثر ۱۱) یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بہ کثرت مال دیا ہے اور اطاعت گزار فرزند دیئے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے اور آیت میں ہے : وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا...... (سورہ سبا: ۳۷) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں مجھ سے ملا نہیں سکتی مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو...... اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم

فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے[2] ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے پوری محبت رکھتا ہو پس جسے خدا دین دے سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذا سے بے فکر نہ ہو جائیں[3] لوگوں نے پوچھا کہ ایذا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دھوکہ بازی ظلم وغیرہ سنو جو بندہ مال حرام حاصل کر لائے اس کے خرچ میں اسے برکت نہیں ہوتی اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ اس کا جہنم کا توشہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہاں برائی کو بھلائی سے دفع کرتا ہے خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ (اس ایمان میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ البتہ اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں ○

یہ نیکوکار:

فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے حضرت حسنؒ فرماتے ہیں مومن نیکی اور خوف خدا کا مجموعہ ہوتا ہے منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور پیدائشی آیتوں کو باور کرتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں خدا کی قدرت قضا اور شرع کا انہیں کامل یقین تھا اللہ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں خدا کے منع کردہ ہر کام کو وہ پسند رکھتے ہیں

[1] یعنی جس طرح بہت سوں کو بہترین روزی حاصل ہے اور بہت سے اس عمدہ روزی سے محروم ہیں ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اخلاق کی تقسیم فرمائی کہ کچھ تو اخلاق عمدہ رکھے ہیں اور کچھ بدقسمت ہیں کہ بہترین اخلاق سے قطعاً محروم ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام اچھے اخلاق پر جتنا زور دیتا ہے اتنا دنیا کا کوئی مذہب نہیں دیتا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تو بہترین اخلاق کی تکمیل اور ان کی تعلیم ہی دینے کے لیے نبی بنایا گیا ہوں، عمدہ اخلاق حاصل کرنا ایک مسلمان کا فریضہ ہے

[2] چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اگر دنیا کی کچھ حقیقت ہوتی تا آنکہ مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو خدا تعالیٰ یہ دنیا کافر کو ہرگز نہ دیتا

[3] یہاں تک کہ کفار بھی مسلمان کی ایذا سے محفوظ رہیں

خدا کی طرف سے ہر خبر کو سچ مانتے ہیں وہ موحد ہوتے ہیں شرک سے بیزار رہتے ہیں خدا کو واحد اور بے نیاز مانتے ہیں اسے بے اولاد اور بے بیوی کا مانتے ہیں بے نظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے خدا کے نام پر خیرات کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا، چوری، شراب خوری ہو جاتی ہے؟ لیکن ان کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی لڑکی یہ وہ نہیں بلکہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقے کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں (ترمذی) اس آیت کی دوسری قرأت یَاْتُوْنَ مَآ اَتَوْا بھی ہے یعنی کرتے ہیں لیکن دل ان کے ڈرتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ابو عاصم گئے آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو؟ جواب دیا اس لئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو اماں میں آج ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں یُؤْتُوْنَ ہے یا یَاْتُوْنَ مَآ اَتَوْا ہے؟ آپ نے فرمایا کون سے الفاظ تمہارے لئے زیادہ پسند ہیں؟ میں نے کہا آخر کے الفاظ اگر ہوں تو گویا میں نے ساری دنیا پالی بلکہ اسے زیادہ خوشی مجھے ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم خوش ہو جاؤ بخدا میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے اس کا ایک راوی اسماعیل بن مسلم ضعیف ہے ساتوں مشہور قرأتوں اور جمہور کی قرأت میں وہی ہے جو موجود قرآن میں ہے اور معنی کی رو سے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قرأت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ درمیانہ اور ہلکے ہو جاتے ہیں واللہ اعلم۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور ہم (تو) کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے (پس جو کام بتلا رکھے ہیں سب آسان ہی ہیں) اور ہمارے پاس ایک دفتر (نامہ اعمال کا محفوظ) ہے جو ٹھیک ٹھیک اس کا حال بتا دے گا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہو گا بلکہ ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت (اور شک) میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم جب ان کے ہاں کے خوش حال لوگوں کو عذاب (بعد الموت) میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اٹھیں گے اس (وقت ان سے کہا جائے گا کہ) اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہو گی میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبانی) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے (قرآن کا) مشغلہ بناتے ہوئے (اس قرآن کی شان میں) بے

ہودہ بکتے تھے ○

ایک قانون :

اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں پھر قیامت کے دن وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا جو سب کے سب لکھے ہوئے موجود ہوں گے یہ نامہ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دے گا کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائے گا کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مؤمنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں اس کے سوا بھی ان کی اور بداعمالیاں ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑ لے سے کر رہے ہیں تا کہ ان کی برائیاں انہیں جہنم سے در ے نہ رہنے دیں چنانچہ وہ حدیث گزر چکی جس میں فرمان ہے کہ انسان نیکی کے کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے جو اس پر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور بداعمالیاں شروع کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم واصل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب خدا آ پڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں سورہ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انہیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردناک سزا ہے اور آیت میں ہے : كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ (سورہ ص: ۳) یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیوں کو تباہ کر دیا اس وقت انہوں نے واویلا شروع کیا جبکہ وہ محض بے سود تھی یہاں فرماتا ہے آج تم کیوں شور مچا رہے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آ سکتا تم پر عذاب خدا آ پڑے اب چیخنا چلانا سب بے سود ہے کون ہے؟ جو میرے عذاب کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے انہیں نہ سنتے تھے اور ٹال جاتے تھے بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے توحید کا انکار کرتے تھے شرک پر عقیدہ کرتے تھے حکم تو بلند و برتر خدا ہی کا چلتا ہے مُسْتَكْبِرِيْنَ دال ہے ان کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے اس معنی کی رو سے بہ کی ضمیر کا مرجع یا تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بیہودہ بکواس بکتے تھے یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے کبھی شاعری کہتے تھے کبھی کہانت وغیرہ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ راتوں کو بے کار بیٹھے ہوئے گپ شپ میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی جھوٹا کہتے کبھی جادوگر کہتے کبھی مجنون بتلاتے حالانکہ حرم خدا کا گھر ہے قرآن خدا کا کلام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے مدد کی اور مکے پر قابض کیا ان مشرکوں کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھے حالانکہ نہ اسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے امام ابن حاتم نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے حاصل سب کا یہی ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

تو کیاان لوگوں نے اس کلام الٰہی میں غور نہیں کیا یاان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جوان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی یا یہ لوگ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف نہ تھے اس کے منکر ہوئے یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں (سوان میں تو کوئی بھی وجہ معقول نہیں) بلکہ (ان کی تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اوران میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں اور (بفرض محال) اگر دین ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ان کے پاس ہم نے ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے بہتر ہے اور خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ آپ تو ان کو سیدھے رستہ کی طرف (جس کو اوپر حق کہا ہے) لا رہے ہیں اوران لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) رستہ سے ہٹتے جاتے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی فرمادیں اوران پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں ○

غور وفکر سے کام نہ لیا:

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر انکار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس میں غور وفکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی یہ سب سے اکمل اشرف اور افضل کتاب ہے ان کے باپ دادے جاہلیت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی خدائی کتاب نہ تھی ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا تو انہیں چاہئے تھا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مانتے کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان ہی میں سمجھ داروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے اور اپنے اعمال سے خدا کو راضی کر دیا افسوس کفار نے عقل مندی سے کام نہ لیا قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے کیا یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے نہیں؟ کیا آپ کی صداقت امانت دیانت انہیں معلوم نہیں؟ آپ تو انہی میں پیدا ہوئے انہی میں پلے انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹ کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے دوہرے ہو رہے تھے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے شاہ حبش نجاشیؒ سے بر دربار یہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب جس کی صداقت جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کسریٰ

سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جبکہ سر دربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت امانت دیانت سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر آتا ہے بک دیتے ہیں قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آ گئی باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنالاتا یہ تو سراسر حق ہے اور انہیں حق سے چڑ ہے پچھلا جملہ حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خبر بہ مستانفہ ہو واللہ اعلم۔ مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا اگر چہ مجھے اس سے نفرت ہو آپ نے فرمایا اگر چہ ہو۔[1]

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں ملا آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر اس پر یہ بہت بھاری پڑا اور اس کا چہرہ تمتما اٹھا آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر چلے جارہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام نسب سے جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو وہ تم سے کہے کہ اس راستے چلو جو وسیع آسان سیدھا اور صاف ہے بتاؤ تم اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور آپ نے فرمایا بس تو یقین مانو قسم خدا کی تم اس دنیوی سخت دشوار گزار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو مذکور ہے کہ ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جبکہ اس نے دعوت اسلام کا برا مانا کہ بتا تو تیرے دو ساتھی ہوں ایک تو سچا امانت دار دوسرا جھوٹا خیانت پیشہ بتا تو کس سے محبت کرے گا؟ اس نے کہا سچے امین سے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کے نزدیک ہو حق سے مراد بقول سدیؒ خود اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص کے اوپر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں فرمان ہے کہ کیا رحمت خدا کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ تو اپنی بخل کی وجہ سے دنیا کو ترسا دیتے اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنا دیا گیا ہوتا تو یہ تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ دکھاتے پس ان آیتوں میں جناب باری نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نااہل ہے یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں اس کے فرمان اس کے افعال اس کی شریعت اس کی تقدیر اس کی تدبیر تمام مخلوق کو حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت براری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنہار ہے پھر فرمایا اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لئے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا تیری نظریں خدا پر ہیں وہی تجھے اس کا اجر دے گا جیسے فرمایا جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ بھی تمہیں ہی دیا میں تو اجر کا طالب صرف خدا سے ہی ہوں اور آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اعلان کر دو نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ میں تکلف کرنے والوں میں ہوں اور جگہ ہے کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا صرف

[1] اور آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا پسندیدہ اور بہترین مذہب ہے کہ اس پر ایمان لانے کے بعد آدمی اس کا گرویدہ اور اس کی عمدگی کا قائل ہو جاتا ہے تو یہ شخص بھی اسلام لائے گا اور پھر اسلام کا عاشق ہو جائے گا جیسا کہ ایک آدمی مجموعہ صفات اور اخلاق ہو اور ایک دوسرا آدمی اس کو اپنی کم عقل کی بنا پر برا سمجھتا ہو لیکن جوں جوں اس سے قریب ہوتا جائے تو اس کے عمدہ اور بہترین اخلاق و عادات کا قائل ہو اور آخر پھر اس کا گرویدہ اور فریفتہ ہو جائے۔

قرابت داری کے میل کا جوش ہے سورہ یٰسین میں ہے کہ شہر سے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو نبی کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں یہاں فرمایا وہی بہترین رازق ہے تو لوگوں کو راہ راست کی طرف بلا رہا ہے مسند امام احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے جو دو فرشتے آئے ایک آپ کی پائنتی بیٹھا' دوسرا سرہانے۔ پہلے نے دوسرے سے کہا اس کی اور اس کی امت کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال مثل ان مسافروں کے قافلے کے ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے نہ ان کے پاس توشہ بھتا تھا نہ پانی دانہ نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آرہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہنا کرو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچادوں سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انہیں فی الواقع ہرے بھرے تروتازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا جہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے ایک دن اس نے کہا دیکھو میں تمہیں اس ہلاکت وافلاس سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ پرفضا نہروں کی طرف لے چلوں اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا ہمیں زیادہ کی ضرورت نہیں بس ہم تو یہیں رہ پڑے۔ ابو یعلی موصلی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم سے روک رہا ہوں لیکن تم پروانوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں؟ سنو میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میر قافلہ ہوں وہاں تم اکا دکا اور گروہ گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے میں تمہیں تمہاری نشانیوں علامتوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے کہ ایک نووارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسروں کے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو میں جناب باری میں عرض کروں گا کہ خدایا میری قوم کے میری امت کے لوگ ہیں پس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لوٹتے ہی رہے ہیں انہیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہوگی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے صاف کہہ دوں گا کہ میں خدا کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آسکتا میں نے تو خدا کی باتیں پہنچا دی تھیں اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئے گا جو بلبلا رہا ہوگا ندا کرے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کہہ دوں گا کہ میں خدا کے ہاں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو پہنچا چکا تھا بعض آئیں گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو ہنہنا رہا ہوگا وہ بھی مجھے آواز دے گا اور میں یہی جواب دوں گا بعض آئیں گے مشکیں لادے ہوئے پکاریں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کہوں گا میں تو تیرے کسی امر کا مالک نہیں میں تو پہنچا چکا تھا امام علی بن مدینی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ہے تو حسن لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحییٰ ابن معینؒ نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں نَکِبَ فُلَانٌ عَنِ الطَّرِیْقِ ان کے کفر کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے اور انہیں قرآن سنا سمجھا دے تو بھی یہ اپنے کفر و عناد سے سرکشی اور تکبر سے نہ ہٹیں گے جو کچھ نہیں ہوا وہ جب ہوگا تب کس طرح ہوگا اس کا علم اللہ کو ہے اس لئے اور جگہ ارشاد فرمایا

ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں سنا تا اگر انہیں سنا تا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کریں گے اور اس وقت کہیں گے کاش کہ ہم لوٹ دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین کرنے والے ہو جاتے اس سے پہلے جو چھپا تھا وہ اب کھل گیا بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر سے منع کردہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے...... پس یہ وہ بات ہے جو ہوگی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے خدا جانتا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ لو سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے وہ کبھی واقعہ ہونے والا نہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٨١﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾

اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سوان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے (پورے طور سے) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں) اسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے یعنی یہ یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جاویں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (جیسے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں ○

اور جب عذاب آیا:

فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ خدا کی طرف جھکے بلکہ کفر وضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لئے ہاتھ

اٹھائے فرمان ہے: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا...... ہمارے عذاب کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریشیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ماننے کے عذاب میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور آپ کو خدا کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو لید اور خون کھانے لگے ہیں (نسائی) صحیحین میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے قحط سے خدایا ان پر میری مدد ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نوعمر شخص نے کہا میں آپ کا دل بہلانے کے لئے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت ہم عذاب خدا میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی خدا کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر کے روزے کیسے تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی یعنی قید ہوئی تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت؟ یہاں تک کہ حکم خدا آ پہنچا اچانک وقت آ گیا جن عذابوں کا خواب و خیال بھی نہ تھا وہ آ پڑے تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے امید ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ رہ گئے اللہ کی نعمتوں کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل و فہم عطا فرمائی کہ غور و فکر کر سکو خدا کی وحدانیت کو اس کی قدرت کاملہ کو سمجھ سکو لیکن جوں جوں نعمتیں بڑھیں شکر کم ہوئے جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں[1] پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کر کے وسیع زمین پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا کوئی چھوٹا بڑا آگے کا پیچھے کا باقی نہ بچے گا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام کے بعد دوسرا نظام آتا جاتا ہے نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے خدا کو پہچان لو اور اس کے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل ان سب کے یکساں ہیں زبانیں بھی ایک ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے کہ مر کر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی پیدائش میں پیدا کئے جائیں یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے ہم سے بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے کسی کو مر کر زندہ ہوتے دیکھا نہیں ہم تو جانتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کئے جائیں گے؟ جناب باری نے فرمایا جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائے گی سورہ یٰسین میں بھی یہ اعتراض اور جواب ہے کہ انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ضدی اور جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ خدا پیدا کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

[1] یعنی آپ ﷺ تو بڑے شوق و اشتیاق کے ساتھ ان کو ایمان کی دعوت پیش کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ ایمان لے آئیں لیکن خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے کیونکہ اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو آپ کو بھی اس کی اطلاع ہوتی کہ ''یہ ایمان نہ لائیں گے۔''

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں (تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے (اور) آپ یہ بھی کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے (اس وقت) آپ کہئے کہ پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے آپ ان سے یہ بھی کہئے کہ (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ کی ہیں آپ (اس وقت) کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں ○

اضطراری تسلیم وانقیاد:

اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت' خالقیت' تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہئے وہ واحد ہے اور بے شریک ہے بس اپنے محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے[1] اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے آپ انہی کے جواب کو لے کر انہیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے واقعہ بھی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق خدا اور مملوک جانتے تھے لیکن انہیں مقربان خدا سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ خدا بنا دیں گے[2] پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ وحدہ شریک لہ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق و رازق وہی ہے پھر پوچھو جیسے کہ حضور صلی

[1] لیکن یہ اقرار ایمان نہیں کہا جا سکتا، ایمان میں وہی اقرار معتبر ہے جو اختیاری طور پر ان کے دل میں جاگزیں ہو اور زبان پر اس کا اظہار ہو

[2] اور افسوس کہ یہی تصور اور تخیل پھر مسلمانوں کی ایک جماعت میں بھی مرنے والے بزرگوں کے متعلق پیدا ہوا کہ یہ بزرگ ہیں اور مقبول بارگاہ الٰہی اس لئے یہ ہم کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول کرائیں گے اور اپنی سفارش سے ہمارے کام نکلوائیں گے اسی جماعت کو زبان نبوت نے ''بدعتی'' قرار دیا ہے رکھنا چاہیے کہ بارگاہ رب العزت میں تقرب کا واحد ذریعہ ایمان اور عمل صالح ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ قریب و نزدیکی کا نہیں

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبے کی طرح
کر بتلایا (ابوداؤد) اور حدیث میں ہے ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان کوئی حلقہ پڑا
ہو اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری
جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے اور ساتوں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے عرش کا نام
عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے کعب احبار سے منقول ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان وزمین
کے درمیان ہو مجاہد کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش خداوندی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی چٹیل وسیع میدان میں پڑا ہو ابن عباس
فرماتے ہیں عرش کی قدر وعظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے
اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن وخوبی والا پس لمبائی
چوڑائی وسعت عظمت حسن وخوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ اور بالا ہے اسی لئے لوگوں نے اسے یاقوت سرخ کہا ہے ابن مسعودؓ کا فرمان ہے
کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے الغرض اس سوال کا جواب بھی یہی وہ
دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذاب اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے کہ اس کے ساتھ
دوسروں کی عبادت کر رہے ہو کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس
حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا
لڑکا بھی تھا ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے بچہ نے پوچھا
میرے والد کو کس نے پیدا کیا؟ کہا اللہ نے پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا
اللہ نے پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے پوچھا ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ
تعالیٰ ہی ہے پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے ان سے کہا سبحان اللہ اللہ کی اتنی بڑی شان ہے بس
اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جاں بحق تسلیم کر دی اس کا ایک راوی ذرا
ٹھیک نہیں واللہ اعلم۔ دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ
اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا
ہے پھر یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے جو سب کو پناہ دیتا ہے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے
کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق ملک حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے بتلاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا
کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دے دے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہوتا لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی
پابندی نہیں تھی پس یہاں خدا کی عظمت وسلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق حاکم کل ہے اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا اس کا حکم ٹل
نہیں سکتا اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا اس کی منشاء کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا وہ سب سے باز پرس کرے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس
سے کوئی سوال کر سکے اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی قدرت اس کی عزت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں
اور بے مثل ہے مخلوق سب اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے اس سوال کا جواب بھی
ان کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے کہہ دے کہ پھر تم پر کیا پھٹکی پڑی ہے؟ ایسا

کون سا جادو تم پر ہو گیا ہے کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو؟ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے تو حید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ خدا کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں......صرف باپ دادوں کی تقلید پڑا اڑے ہوا اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔[1]

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا اللہ تعالیٰ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی (نسبت بیان کرتے ہیں جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر ہے ○

وہ ہے سب کا مالک:

اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو ملک میں تصرف میں عبادت کا مستحق ہونے میں وہ یکتا ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا شریک ہے اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک خدا ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہئے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے عالم علوی اور عالم سفلی آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق مالک خدا ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک اور خدا بہت سے مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست مغلوب کرنا اور خود غالب ہونا چاہے گا اگر غالب آ گیا تو مغلوب خدا نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خود خدا نہیں پس یہ دونوں دلیلیں بتلا رہی ہیں کہ خدا ایک ہی ہے متکلمین کے یہاں اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا مان جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کہ کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی خواہش ہے تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ خدا فرض کئے گئے تھے پس یہ تعدد باطل ہو گیا اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی خواہش پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی وہ

---

[1] یہی سب سے بڑی جہالت ہے کہ ہمارے باپ دادا شبرات پر حلوہ پکاتے ہم بھی پکائیں گے، وہ بی بی جی کی صحنک کرتے ہم بھی کریں گے وہ فاتحہ دیتے تو ہم بھی دیں گے، یاد رکھو شریعت میں حجت، باپ دادا کا عمل نہیں، بلکہ حجت خدا اور اس کے رسول کا قول و عمل ہی سوان چیزوں پر یا قرآن و حدیث سے کوئی سند پیش کرو اور اگر نہیں کر سکتے تو ان اعمال کا چھوڑ دو مگر یاد رکھو کہ احادیث گھڑی ہوئی نہیں بلکہ بالکل صحیح پیش کرنی ہوں گی۔

مغلوب اور ممکن ہوا کیونکہ واجب کی یہ صفت نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی خداؤں کی زیادتی تعداد باطل ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہے وہ ظالم سرکش حد سے گزر جانے والے مشرک جو خدا کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے شریک بتلاتے ہیں ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات خدا بلند و بالا برتر و منزہ ہے وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے پس وہ ان تمام شرکا سے پاک ہے جسے منکر اور مشرک شریک خدا بتلاتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

آپ حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھا دیں تو اے میرے رب مجھ کو ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو دکھا دیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا (اور نرم) ہو ہم خوب جانتے ہیں جو جو کچھ یہ (آپ کی نسبت کہا کرتے ہیں اور یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں ○

حسن اخلاق کا مظاہرہ:

سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ خدایا جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے خدائے تعالیٰ اس کی تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں جو ان کفار پر ہماری جانب سے اترنے والے ہیں پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کو دور اور دفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے بھلائی کی جائے تا کہ اس کی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے جیسے اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا لیکن یہ کام انہی سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں یعنی اس حکم کی تعمیل اور اس صفت کی تحصیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں یہ وصف ان لوگوں کا ہے جو بڑے نصیب دار ہوں دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو انسان کی برائی سے بچنے کی بہترین ترکیب بتلائی جاتی ہے کہ خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچا لے اس لئے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کے ہتھیار تمہارے پاس بجز اس کے اور نہیں وہ سلوک و احسان سے بس میں نہیں آنے کے استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ پڑھا کرتے تھے اور میں پناہ

مانگتا ہوں کہ شیطان میرے کام میں حائل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے پس ہر ایک کام کے شروع میں خدا کے ذکر کی خصوصیت ہے کہ وہ شیطان کی شرکت کو روک دیتا ہے کھانا پینا جماع ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے ابوداؤد میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَمِنَ الْغَرَقِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ اے اللہ میں تجھ سے برے بڑھاپے سے اور دب کر مر جانے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اسی سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکا دے مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اُچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم سوتے وقت پڑھا کریں بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوں انہیں یہ دعا سکھا دیا کرتے اور جو چھوٹے نا سمجھ ہوتے یاد نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر ڈال دیتے ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر) پر موت آ (کھڑی ہوتی) ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں ہرگز (ایسا) نہیں ہوگا یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ کی آنے والی ہے (مراد اس سے موت ہے) قیامت کے دن تک ○

ایک بے وقت تمنا:

بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تا کہ ہم نیک اعمال کر لیں لیکن اس وقت یہ امید فضول یہ آرزو لاحاصل ہے چنانچہ سورہ منافقون میں فرمایا جو ہم نے دیا ہے ہماری راہ میں دیتے رہو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اس وقت وہ کہے کہ خدایا ذرا سی مہلت دے دے تو میں صدقہ خیرات کر لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی تمہارے تمام اعمال سے خدائے تعالیٰ خبردار ہے اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مثلاً: يَوْمَ يَأْتِيْهِمُ الْعَذَابُ سے مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ ابراہیم:۴۴) تک اور: يَوْمَ يَأْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ سے نَعْمَلُ (سورہ اعراف:۵۳) تک اور: وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا سے لَكٰذِبُوْنَ (سورہ انعام:۲۷-۲۸) تک اور: وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ سے مِنْ سَبِيْلٍ (سورہ شوریٰ:۴۴) تک اور آیت: قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا (سورہ مومن:۱۱) اور اس کے بعد کی آیت: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ...... (سورہ فاطر:۳۷) وغیرہ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت کو دیکھ کر قیامت کے دن خدا کے سامنے کی پیشی کی وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے لیکن اس وقت ان کی تمنا پوری نہ ہوگی یہ تو وہ کلمہ ہے جو مجبوری ایسے وقت میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں اگر دنیا میں واپس

لوٹائے بھی جائیں تو عمل صالح کر کے نہیں دینے سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرتے کے نہیں اگر دنیا میں واپس لوٹا بھی جائیں تو عمل صالح کر کے نہیں دینے کے بلکہ ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے یہ تو جھوٹے اور غلط گو ہیں کتنا مبارک وہ شخص جو اس زندگی میں نیک عمل کرے اور کیسے بدنصیب یہ لوگ ہیں کہ آج نہ انہیں مال و اولاد کی تمنا ہے نہ دنیا اور زینت دنیا کی خواہش صرف یہ چاہتے ہیں کہ دو روز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کر لیں لیکن تمنا بیکار آرزو بے سود خواہش بے جا ہے یہ بھی منقول کہ ان کی تمنا پر انہیں خدا ڈانٹ دے گا اور فرمائے گا کہ یہ بھی تمہاری بات ہے عمل اب بھی نہیں کرو گے حضرت علاء بن زیاد کیا ہی عمدہ با فرماتے ہیں تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آچکی تھی لیکن میں نے اللہ سے دعا کی مجھے چند روز کی مہلت دے دی جائے تا کہ میں نیکیاں کر لوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلت دے دی ہے تو اب مجھے چاہئے کہ دل کھول کر نیکیاں کر لوں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کافر کی اس امید کو یاد رکھو اور اپنی زندگی کی گھڑیاں اطاعت خداوندی میں بسر کرو حضرت ابو ہریرہؓ فرما ہیں جبکہ کافر اپنی قبر میں رو کا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے میں تو بہ کر لوں گا اور نیک اعما کرتا رہوں گا جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی تو ختم کر چکا پھر اس شخص کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہو جاتی ہے اور سانپ چمٹ جاتے ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں گنہگاروں پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہ ہوتی ہیں ان قبروں میں انہیں کالے ناگ ڈ رہتے ہیں جن میں سے ایک بہت بڑا اس کے سرہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پاؤں کی جانب ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور او چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹتا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ بیچ کی جگہ آ کر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پس یہ ہے وہ برزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ کے معنی کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا او آخرت کے درمیان وہ نہ تو دنیا میں ہیں کہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کا بدلہ اور جزا یا سزا مل جائے بلکہ بیچ ہی بیچ میں ر پس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ انہیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے جیسے فرمان ہے: مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَ (سورہ جاثیہ: ۱۰) ان کے آگے جہنم اور آیت میں ہے: وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ (سورہ ابراہیم: ۱۷) ان کے آگے بہت سخت عذاب برزخ کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا زمین میں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جائے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب (یعنی ناجی) ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ

لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے ○

وزن اعمال:

جب زندہ کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی کو پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گا عجب نفسا نفسی ہوگی جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے باوجود ایک دوسرے کو دیکھنے کے کچھ نہ پوچھے گا صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے گناہوں کے بوجھ میں دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات نہ کرے گا نہ کچھ پوچھے گا بلکہ آنکھ پھیر لے گا جیسے خود قرآن میں ہے کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا...... حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے تو اگر چہ کسی کا کوئی حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا جیسے اس آیت میں ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے دن سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا[1]۔ بخدا میرا رشتہ دنیا میں آخرت میں ملا ہوا ہے اے لوگو میں تمہارا امیر کارواں ہوں جب تم آؤ گے ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ میں فلاں بن فلاں ہوں میں جواب دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ مسند امیر المومنین حضرت عمرؓ میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالبؓ سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب باقی رہے گا یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا ابن عساکر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات قیامت کے دن کٹ جائیں گے ایک اور حدیث میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہو گیا جہنم سے آزاد اور

[1] خوب سمجھ لیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کتنا ہونا بھی فخر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کی گرد بھی امت کے صالحین و ہزار ہا سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے آپ کی قرابت کی سعادت وہ فخر ہے جس پر پوری کائنات قربان اور آپ کی رشتہ داری وہ خوش بختی ہے جس پر ہزار ہا سلطنتیں نثار، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں ہونے سے اسی وقت فائدہ ہوگا جب کہ آدمی ایمان رکھتا ہو اور اگر دولت ایمان سے محروم ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اور عزیز داری سے فائدہ نہ ہوگا چنانچہ ابو طالب کو کوئی فائدہ نہ ہوگا اور عبد المطلب کو کوئی نفع نہ ہوگا آپ نے خود ایک مرتبہ سیدۃ فاطمۃ الزہراء کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ میری بیٹی ہونا تم کو کام نہ دے گا اگر تمہارے پاس حسن اعمال کا توشہ نہیں پس ان احادیث میں مراد یہی ہے کہ اس وقت میری رشتہ داری فائدہ مند ہوگی جب کوئی ایمان کی دولت بھی رکھتا ہوگا اور ساتھ اعمال کا توشہ بھی۔

جنت میں داخل ہو گیا اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا اور جن کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں وہ ہلاک ہو نقصان میں آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا جو ہر انسان کو لا کر ترازو کے پاس پہنچا بیچ کھڑا کرے گا پھر نیکی بدی تولی جائے گی اگر نیکی بڑھ گئی تو با آواز بلند اعلان کرے گا کہ فلاں بن فلاں نجات پا گیا اب اس کے بعد تباہی اس کے پاس بھی نہیں آئے گی اور بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا کہ فلاں بن فلاں ہلاک ہو گیا اب وہ بھلائی سے محروم ہو گیا اس کی سند ضعیف ہے داؤد ابن حجر راوی ضعیف و متروک ہے ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی چہروں کو جلا دے گی کمر کو سلگا دے گی یہ بے بس ہوں گے آگ کو ہٹا نہ سکیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلا ہی شعلے کی لپیٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کر کے ان کے قدموں میں ڈال دے گی وہ وہاں بدشکل ہوں گے دانت نکلے ہوئے ہوں گے ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہو گا اوپر کا ہونٹ تو تالو تک پہنچا ہوا ہو گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آ جائے گا۔

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝١٠٥ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝١٠٦ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝١٠٧

کیوں کیا تم کو میری آیتیں (دنیا میں) پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب (واقعی) ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور بے شک ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بے شک پورے قصوروار ہیں ○

مجرمانہ اعتراف:

کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور نہ ماننے پر قیامت کے دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہو گی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے خدائے تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے تم پر کتابیں نازل فرمائی تھیں تمہارے شک شبے زائل کر دیئے تھے تمہاری کوئی حجت باقی نہیں رکھی تھی جیسے فرمان ہے تا کہ لوگوں کا عذر رسولوں کے آنے کے بعد باقی نہ رہے اور فرمایا ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اور آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی اس سے وہاں کے نگران پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آگاہ کرنے والے آئے نہ تھے؟......اس وقت یہ حرماں نصیب لوگ اقرار کریں گے کہ بے شک تیری حجت پوری ہو گئی تھی لیکن ہم اپنی بدقسمتی اور سخت دلی کے باعث درست نہ ہوئے اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ چلے خدایا اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیج دے اگر اب ایسا کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں اور مستحق سزا ہیں جیسے فرمان ہے: فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ (سورہ مومن: ۱۱) ہمیں اپنی تقصیروں کا اقرار ہے کیا اب کسی طرح بھی چھٹکارے کی راہ مل سکتی ہے؟......لیکن جواب دیا جائے گا کہ اب سب راہیں بند ہیں دار عمل فنا ہو گیا دار جزا ہے توحید کے وقت شرک کیا اب پچھتانے سے کیا حاصل ہے؟[1]

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝١٠٨ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ

[1] جیسا کہ کوئی مجرم کسی کو قتل کرنے کے بعد حاکم عدالت سے کہنے لگے کہ اب معاف کر دیجئے آئندہ ایسا نہ کروں گا تو کیا دنیا کی کوئی بھی عدالت اس کو اس طرح کے اعتراف اور آئندہ کے وعدہ کے باوجود چھوڑ دینے کے لیے تیار ہوتی ہے؟

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰٓى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہیں سو تم نے ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب ہوئے ○

تم مسلمانوں سے مذاق کرتے تھے:

کافر جب جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملے گا کہ اب تو تم اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے خبردار اب یہ سوال مجھ سے نہ کرنا آہ یہ کلام رحمٰن ہوگا جو جہنمیوں کو ہر چیز سے مایوس کر دے گا اللہ ہمیں بچائے اے رحمتوں والے خدا ہمیں اپنے رحم کے دامن میں چھپالے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچالے (آمین) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہنمی تو پہلے داروغہ جہنم کو بلائیں گے چالیس سال تک اسے پکارتے رہیں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے چالیس برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو ان کی پکار کی نہ تو کوئی وقعت داروغہ جہنم کی نظر میں ہوگی نہ خداوند جل وعلا کے پاس پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ خدایا ہم اپنی بدبختی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہم اپنی گمراہی میں ڈوب گئے خدایا اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا اس کا جواب انہیں دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا پھر فرمایا جائے گا کہ رحمت سے دور ہو کر ذلیل و خوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو اب یہ محض مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلاتے اور شور مچاتے چلتے جھلتے رہیں گے اس وقت ان کے چہرے بدل جائیں گے صورتیں مسخ ہو جائیں گی یہاں تک کہ بعض مومن شفاعت کی اجازت لے کر آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے جہنمی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے اب دوزخی لوگ خدا کو پکاریں گے اور وہ جواب پائیں گے جو اوپر مذکور ہوا پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ وہیں سڑتے رہیں گے انہیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ خدا کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے وہ مومن اپنے رب سے بخشش و رحمت طلب کرتے تھے اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑا دیتے تھے اور ان کے بغض میں ذکر رب چھوڑ بیٹھتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے جیسے فرمان ہے :اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ...... (سورہ مطففین :۲۹) یعنی گنہگار ایمانداروں پر ہنستے تھے اور انہیں مذاق میں اڑاتے تھے اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار صبر گزار بندوں کو بدلہ دیا ہے وہ سعادت سلامت نجات و فلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْ
فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْ
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِ
الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

ارشاد ہوگا (کہ اچھا یہ بتلاؤ) تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہو گے وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا ایک سے بھی کم رہے ہوں گے (اور) سچ یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات دنیا میں) سمجھتے ہوتے ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ خیال کیا تھا کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے سو اس سے کامل طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی عالی شان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے ○

ایک سوال:

بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکوکار رہتے تو خدا کے نیک بندوں کے ساتھ نیکیوں کا بڑا اجر پاتے آج ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم حساب دان لوگوں سے دریافت کر لیا جائے جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقع میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر خدا کو ناراض نہ دیتے وہ ذرا سا وقت اگر صبر و تحمل سے اطاعت خدا میں بسر کر دیتے تو اس چین تھا خوشی ہی خوشی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب جنتی دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی ک ایک آدھ دن اللہ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضامندی اور جنت حاصل کی جہاں ہیشگی ہے پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہوگا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری ساری تجارت بڑی گھا والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار مقصد اور بے ارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانور کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ پھر ثواب عذاب کے مستحق نہ ہو؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لئے اللہ کے حکموں کی بجا آوری کے لئے کئے گئے ہو کیا تم یہ خیال کر کے فارغ ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ گمان غلط خیال ہے جیسے فرمایا: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَا اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (سورہ قیامہ:۳۶) کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تما مخلوق کو مثل چھت کے گھیرے ہوئے ہے وہ بہت بھلا اور بہت عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر ط

خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو تم کو پیدا کر دیا ہے بے کار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم یوں ہی نہ چھوڑ دیئے جاؤ گے یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود خدائے تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہو گا وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بد بخت ہو گیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا جو خدا کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب خدا سے وہ بچ جائے گا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی لوگو! خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں سے اپنی گور کی طرف جا رہے ہو تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہو گا نہ تکیہ دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائے گا اعمال سامنے آ جائیں گے جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج ہوں گے بدیوں کی سزائیں بھگتو گے اے اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو اس سے پہلے کہ اس کی باتیں سامنے آ جائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک جائے اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ اتنا کہا تھا جو رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ و زاری شروع ہو گئی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا تو آپ نے اَفَحَسِبْتُم سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں وہ اچھا ہو گیا جب نبی پاس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا عبداللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتلا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا واللہ اعلم۔ ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان اور بالیقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور حکم فرمایا کہ ہم صبح و شام: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ پڑھتے رہیں ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمد اللہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کی ڈوبنے سے حفاظت کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور جو شخص (اس امر دلیل قائم ہونے کے بعد) اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس کے

پاس کوئی بھی دلیل نہیں سواس کا حساب اسی کے رب کے ہاں ہوگا (جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالآباد و معذب رہیں گے) اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں ○

کافر کبھی فلاح یاب نہیں ہوسکتا:

مشرکوں کو خدائے واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں یہ جملہ معترضہ ہے جواب شرط فَاِنَّمَا والے کلمے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ہاں ہے کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہوسکتے وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں ایک شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا اللہ کو فلاں فلاں کو آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو آپ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہوگا؟ اس نے کہا یہ نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجالاسکوں آپ نے فرمایا سبحان اللہ علم کے ساتھ یہ بے علمی جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو اب کوئی جواب بن نہ پڑا چنانچہ وہ مسلمان ہوجانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کر دیا یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں بھی مسنداً روایت ہے پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی غفر کے معنی جب مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔

سُوْرَةُ النُّوْر

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۹ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کُل آیات: ۶۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

یہ ایک سورت ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معنی یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورہ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھے (اور عمل کرو) زنا کرانے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک کو حاضر رہنا چاہئے ○

احکام و ہدایات:

اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی عظمت اور اہمیت کو ظاہر کرنا ہے لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ دو سورتیں باعظمت واہم نہیں ہیں فَرَضْنٰهَا کے معنی مجاہد اور قتادہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ حلال وحرام امر و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے اس میں صاف صاف کھلے کھلے روشن احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم نصیحت وعبرت حاصل کرو احکام خدا کو یاد رکھو اور پھر ان پر عمل کرو پھر زنا کی شرعی سزا بیان فرمائی زانی غیر شادی شدہ ہوگا یعنی کنوارا یا شادی شدہ ہوگا یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں ہوا وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی یعنی سو کوڑے اور جمہور علما کے نزدیک اسے سال بھر کی جلاوطنی

بھی دی جائے گی ہاں ابو حنیفہ کا قول ہے کہ یہ جلاوطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے[1]۔ جمہور کی دلیل تو بخاری مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دو اعرابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا بیٹا اس کے ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں نے علما سے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلاوطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگ ساری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو میں تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوادی جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس تو ان کی بیوی کا بیان لے (یہ حضرت انیس قبیلہ اسلم کے ایک شخص تھے) کہ وہ اگر سیاہ کاری کا اقرار کرے تو تو اسے سنگ سار کر دینا چنانچہ اس بیوی صاحبہؓ نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ کنوارے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلاوطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ رجم کر دیا جائے گا چنانچہ موطا مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا، یاد کی اس پر عمل کیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور ہو شادی شدہ خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو جبکہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو یہ حدیث صحیحین میں اس سے بھی مطول ہے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے یاد رکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے قرآن میں جو نہ تھا عمر نے لکھ دیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح نازل ہوئی تھی یہ حدیث نسائی شریف میں ہے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ

[1] اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ باریک سے باریک فرق پر بھی اتنی گہری نظر رکھتا ہے کہ یہ دقیق النظری اسی کا امتیاز نظر آتا ہے دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ کسی اور مذہب میں یہ خصوصیت قطعاً نہیں، خود سوچیے کہ ایک وہ شخص ہے جس کے گھر میں بیوی موجود ہے قضاء شہوت کا صحیح، جائز اور بہترین موقع اس کو حاصل ہے اب بھی اگر وہ زنا کرتا ہے تو یہ قضاء شہوت نہیں بلکہ خبث باطنی، فساد فطرت، شہوت رانیا اور اعلیٰ درجہ کی بد باطنی کی علامت ہے خواہ عورت ایسا کرے یا مرد، شریعت اس معاملہ میں ذرا سی بھی رعایت نہیں کرتی اور نہ یہ ایسا فعل ہے کہ اس پر کوئی رعایت کی جائے، لہٰذا اس مرد اور عورت کی سزا جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا میں مبتلا ہوں سنگسار کر دینا ہے اور ایک وہ نوجوان جس میں قوت مردی کا جوش ہے شادی اس کی ہوئی نہیں، کسی عورت سے زنا کر بیٹھے یا کوئی کنواری لڑکی ایسا کرا لے تو اب ایک طرف اس کنوارے یا کنواری کا یہ جرم زنا اور دوسری طرف ان کا کنوارا ہونا یعنی شادی شدہ کے جرم کے مقابلے میں ان کے جرم کا ہلکا ہونا شریعت نے ان تمام باتوں کا لحاظ کیا اور شادی شدہ جس کا جرم بڑا تھا سزا بھی بڑی اور غیر شادی شدہ جس کا جرم کچھ ہلکا تھا سزا بھی ہلکی، رہا امام ابو حنیفہ کی دلیل کہ جلاوطن نہیں کیا جا سکتا اول تو وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ جلاوطنی کی سزا مذکور نہیں اس لیے قرآن کی کسی آیت پر حدیث سے اضافہ کرنا صحیح نہیں نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے شہر کے مجرم کو نکال کر کسی دوسری جگہ کے مطمئن اور پرامن لوگوں پر مسلط کرنا بڑی غلط بات ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلیل سے ان کی غیر معمولی ذہانت اور احتیاط کا علم ہوتا ہے۔

کے بعد رجم کیا اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا عمر بن خطاب عبداللہ بن عوف اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو جھٹلائیں گے اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں مسند احمد میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا رجم کے حکم سے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا...... امام ترمذی نے بھی اسے ذکر کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے ابو یعلی موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے تھے حضرت زید بن ثابت بھی تھے آپ نے فرمایا ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لیا؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر ہوا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں ایک شخص نبی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ایسا ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا کسی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا یا اسی کے مثل یہ روایت نسائی میں بھی ہے پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا واللہ اعلم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے کوڑے بھی لگوائے ہوں بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں اسی لئے جمہور علماء اسلام کا یہی مذہب ہے۔ ابوحنیفہ، شافعی بھی اسی طرف گئے ہیں امام احمد فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں پھر رجم کرنا چاہئے تاکہ قرآن حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سراحہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زنا کے جرم میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے سنگسار کرایا مسند احمد سنن اربعہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بات لے لو میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم پھر فرمایا کہ خدا کے حکم کے ماتحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہئے دل کا رحم اور چیز ہے اور وہ تو ضرور ہو گا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کو کمی اور سستی بری چیز ہے جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ حد کو جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے حدیث میں ہے اپنے آپس میں حدود سے درگزر کرو جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضرور ہو گئی اور حدیث میں ہے ایک حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کے لئے چالیس دن کے بارش سے بہتر ہے یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر مار و نرم نہ کر دو بلکہ درمیان طور پر کوڑے لگاؤ یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو۔ تہمت لگانے والے کی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہونے چاہئیں ہاں زانی کے حد کے وقت نہ ہوں یہ قول حضرت حماد بن ابی سلیمان کا ہے اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ وَلَا تَاْخُذْکُمْ...... پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں حضرت ابن عمرؓ کی لونڈی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں پر اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت نافع نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ خدائی حد کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے تو

آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا' نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہئے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہئے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لئے بھی عبرت بنے رحم بری چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے آپ نے فرمایا اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا پھر فرماتا ہے ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہئے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہوتا کہ اور لوگ اس سے رک جائیں اسے اعلانیہ سزا دی جائے مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہو گئی اور آیت پر بھی عمل ہو گیا اسی کے پیش نظر امام محمد کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے عطا کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں چار ہوں زہری کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ امام مالک فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں چار ہوں یا اس سے زیادہ امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے حضرت ربیعہؒ کہتے ہیں پانچ ہوں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے نزدیک دس ہیں قتادہؒ کہتے ہیں ایک جماعت ہوتا کہ نصیحت عبرت اور سزا ہو نصیر بن علقمہ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے دعائے مغفرت و رحمت کریں۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام اور موجب گناہ کیا گیا ہے ○

ایک فطری بات:

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زنا پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی ایسی بدکار عورت سے وہی بدکار مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل نہ ہو ابن عباسؓ سے بہ سند صحیح منقول ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زنا کرنے والا یا مشرک مرد ہی ہوتا ہے یہی قول مجاہد' عکرمہ' سعید بن جبیر' عروہ بن زبیر' ضحاک' مکحول' مقاتل بن حبان اور بہت سے بزرگ مفسرین سے منقول ہے۔ مومنوں پر یہ حرام ہے یعنی زنا کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا عفیفہ اور پاک دامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ زنا کار مسلمانوں پر حرام ہیں قتادہ وغیرہ سے نقل ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ (سورہ نساء: ۲۵) یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہئے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں وہ بدکار نہ ہوں نہ چھپ لگ کر برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں یہی تینوں وصف مردوں میں ہونے بھی بیان فرمائے گئے ہیں اسی لئے امام احمدؒ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا

جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے اسی طرح بھولی بھالی پاک دامن عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا جب تک وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کر لے کیونکہ فرمان خداوندی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے[۱] ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کی تو آپ نے یہی آیت سنائی اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری ترمذی شریف میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابی مرثد تھا یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے عناق نامی ایک بدکار عورت مکے میں رہا کرتی تھی جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا حضرت مرثدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لئے مکہ شریف گیا ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا رات کا وقت تھا چاندنی چٹخی ہوئی تھی اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دے کر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گزارنا۔ میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کر دی ہے جب وہ مایوس ہوگئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے لئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو! ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرا لے جایا کرتا ہے۔ لوگ جاگ گئے اور آٹھ آدمی پکڑنے کو میرے پیچھے دوڑے۔ میں مٹھیاں بند کر کے[۲] خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا یہ لوگ میرے پیچھے ہی پیچھے غار پر آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا لیکن اللہ نے انہیں اندھا کر دیا ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں ادھر ادھر ڈھونڈ کر واپس چلے گئے میں نے کچھ دیر گزار جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا پھر مکے کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے بھاگا چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا میں نے انہیں کمر سے اتار کر ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ خاموش ہو رہے میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی خاموش رہے اور یہ آیت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مرثد زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔ امام ابوداؤد اور نسائی بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں ابوداؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسے سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے اور جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا: (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) ہمیشہ نشے کا عادی[۳] (۳) اور راہ خدا میں دے کر احسان جتانے والا۔ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے ہمیشہ کا شرابی ماں باپ کا نافرمان اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے جنت میں کوئی دیوث نہیں جائے گا ابن ماجہ میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ پاک دامن عورتوں سے نکاح کرے جو لونڈیاں نہ ہوں اس

---

۱ لیکن جمہور اس کے قائل نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ تو غیر شادی شدہ لڑکی کو جس نے زنا کیا ہے کنواری ہی سمجھتے ہیں اور اس پر کنواری کے احکام جاری کرتے ہیں مثلاً نکاح کے وقت اس کی خاموشی، اجازت کے حکم میں ہوگی اور یہ اس لئے کہ سوسائٹی میں وہ زانیہ مشہور نہیں اور نیز اور نیز ایک مسلمان لڑکی کی عزت کی حفاظت اخلاقی فرض ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے دیدہ ورانہ بصیرت پر مبنی ہے

۲ مٹھیاں بند کرنے کے بعد آدمی پوری تیزی کے ساتھ بھاگ سکتا ہے

۳ مطلب یہ نہیں کہ جو کبھی کبھی نشہ کر لے تو اس پر خدا تعالیٰ کا غضب نہ ہوگا نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مجرم وہ بھی ہے جو کبھی کبھی نشہ کرتا ہے لیکن وہ مجرم ہے جو ہمیشہ ہی نشہ میں رہتا

کی سند ضعیف ہے دیوث کہتے ہیں بے غیرت شخص کو نسائی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی۔[1] آپ نے فرمایا طلاق دے دے اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آنے کا آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے یہی روایت مسند میں ہے لیکن امام نسائی کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے یہ حدیث اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی موجود ہے امام احمد تو اسے منکر کہتے ہیں امام ابن قتیبہؒ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے لَامِسٍ کے لفظ مُلْتَمِسٍ کا لفظ ہونا چاہئے تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب اس میں ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوثی ہے جس پر سخت وعید آئی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ خاوند کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دے دو لیکن جب اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہت محبت ہے تو آپ نے رکھنے کی اجازت دے دی کیونکہ محبت تو موجود ہے اسے ایک خطرہ ہے کہ صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کر دے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔[2] الغرض زانیہ عورتوں سے پاکدامن مسلمانوں کو نکاح منع ہے ہاں جب وہ توبہ کر لیں تو نکاح حلال ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی واہی عورت سے میرا برا تعلق تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کر لوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانی ہی زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں تم اس سے اب نکاح کر سکتے ہو جاؤ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے حضرت یحییٰ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (سورہ نور: ۳۲) سے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٤ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے پر) نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور ان کی گواہی قبول مت کرو (یہ تو دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی) مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ فاسق ہیں لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کر لیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کر لیں سو (اس حالت میں) اللہ

[1] یعنی جو اس سے بدکاری کرنا چاہتا ہے کرا لیتی ہے انکار یا مزاحمت نہیں کرتی

[2] اور ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناراضگی کے طور پر فرمایا ہو کہ جب نہیں مانتے جاؤ تمہارا جو جی چاہے کرو ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ کو اجازت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے ○

پاکدامن عورتوں پر تہمت تراشی:

جولوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی اگر شہادت پیش نہ کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی امام مالک احمد اور شافعی کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا سید التابعین حضرت سعید بن مسیب اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری طرح کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۞ ع

اور جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیویوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعوے کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کو عدد میں چار ہونا چاہئے) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزا (حبس یا زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو (او زا ے مرد اور عورتو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے تو بڑی مضرتوں میں پڑتے ○

لعان اور اس کے احکام:

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کو لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت بری بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت

بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت پیش کر سکے تو حاکم اس سے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں لے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اتنا کہتے ہی امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن طلاق ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی یہ مہرادا کر دے گا اور اس عورت پر حد زنا ثابت ہو جائے گی لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو اس لطیفے کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور خود کو بلکہ اپنے کنبہ کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے اس لئے پانچویں مرتبہ اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب آئے پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل ورحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے اپنی شرع میں اپنے حکموں میں اپنی ممانعت میں اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہؓ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمایئے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا حضرت سعد نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ اپنی زمین سے عشا کے وقت اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا انصار سب جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ کے قول کی وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ پر تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں حضرت ہلال کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خدا کی قسم ہے میں سچا ہوں اللہ خوب جانتا ہے لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرمائیں اتنے میں وحی اترنی شروع ہوئی صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے جب اتر چکی تو آپ نے حضرت ہلال کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ہلال خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور نجات نازل فرما دی حضرت ہلال کہنے لگے الحمد للہ مجھے خدائے رحیم کی ذات سے یہی امید تھی پھر آپ نے حضرت ہلال کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے ہلال فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سچا ہوں اس عورت نے کہا حضور یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو تو ہلال سے کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو

حضرت ہلال جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم خدا کی قسم جس طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے اب اس عورت سے کہا گیا کہ چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا' رکی جھجکی زبان کو سنبھالا قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دے دیا کہ اس کے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال کی طرف منسوب نہ کی جائے نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ کا موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہوا تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی (ابو داؤد) اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ شریک بن سمحاء کے وقت تہمت لگائی گئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب حضرت ہلال نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی حضرت ہلال نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے کہا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی اور فرمایا خدا کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرا دی جائے؟ یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابن زبیر کی امارت کا مجھ سے تو اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے آپ سن کر خاموش ہو رہے پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا پس اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں آپ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ نصیحت کی بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جدائی کرا دی اور روایت میں ہے کہ صحابہ کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا جو ایک انصاری نے کہا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ

ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر اندھیر ادیکھ کر چپ بیٹھ رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بڑی بے حیائی ہے واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت دریافت کروں گا چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور دعا کی کہ اس کا حکم نازل فرما پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے بہت ناراض ہوئے جب عویمر عاصم سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا؟ عاصم نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برا مانا۔ عویمر نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ سے دریافت کرتا ہوں یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا چنانچہ لعان کے بعد عویمرؓ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دیا پھر سے لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا...... اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور اس کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل اس سے ہے اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر سنت طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہؓ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا......

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے (اے مسلمانو) وہ تمہارے کام میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی آگے ان قاذفین مومنین کو ناصحانہ ملامت ہے ○

منافقین کی ہرزہ سرائی اور کاشانہ نبوت پر براہ راست حملہ:

اس آیت سے لے کر دس آیتوں تک ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر خدا کو بہ سبب قرابت داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر حرف نہ آئے ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا سرغنہ تھا اسی بے ایمان نے ایک ایک کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں یہاں تک

کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور یہ چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی ہی رہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس واقعہ کا پورا بیان صحیح حدیثوں میں موجود ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ایک غزوے کے موقعہ پر میرا نام نکلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسی میں بیٹھی رہتی جب قافلہ چلتا یوں ہی ہودج رکھ دیا جاتا ہم گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوے سے فارغ ہوئے واپس مدینے کے قریب آ گئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی میں قضائے حاجت کے لئے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضا حاجت کی پھر واپس لوٹی لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لئے چلی اور تلاش کرتی رہی یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور چل پڑے یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک عورتیں نہ تو بہت کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا اور میں اس وقت اوائل عمر کی تو تھی ہی الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا یہاں جو میں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے چاندنے میں یہاں پہنچ گئے ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر دھیان آیا ہی تھا غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے وہ دیکھے ہوئے تھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور بآواز بلند ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوْنَ نکلا ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی انہوں نے جھٹ سے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہوئی انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے قسم خدا کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا۔ سوائے انا للہ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا لیا ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا جو شور و غل لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لئے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی پس آنحضرت ﷺ تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا تھا مگر افترا بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی اب سنئے اس وقت تک گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہ تھے اور عرب کی عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضا حاجت کے لئے جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی حسب عادت میں ام مسطح بنت ابی رہم بن عبدالمناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے چلی۔ اُس وقت میں بہت کمزور ہو رہی تھی یہ ام مسطح میرے والد کی خالہ تھیں ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان

کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا توبہ کرو تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح نے کہا بھولی بی بی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں مصر ہوئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو اب انہوں نے تہمت تراش لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مارے صدمے کے میں اور بیمار ہو گئی بیمار تو سے ہی تھی اس خبر نے تو نڈھال کر دیا جوں توں کر کے گھر پہنچی اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کروں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے سلام کیا اور دریافت کیا کہ کیا حال ہے میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ میں یہاں آئی اپنی ماں سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا دل بھاری نہ کرو کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے میں نے کہا سبحان اللہ کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دن بھر کے لئے میرے آنسو نہیں تھمے میں سر ڈال کر روتی رہی کس کا کھانا پینا کس کا سونا بیٹھنا کہاں کی بات چیت غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں ساری رات اسی حالت میں گزاری کہ آنسوؤں کی لڑی نہ تھمی دن کو بھی یہی حال رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلوایا۔ وحی میں دیر ہوئی خدا کی طرف سے آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی اس لئے آپ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہ نے تو صاف کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی اہل میں کوئی برائی نہیں جانتے ہمارے دل ان کی محبت عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لئے حاضر ہیں؟ ہاں حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف آپ پر کوئی تنگی نہیں عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے آپ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہؓ کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہؓ کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی کوئی دیکھی ہو تو بتلاؤ؟ بریرہ نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یوں ہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لئے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں میں بھی مجھے ایذائیں پہنچانی شروع کر دی ہیں واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں جس شخص کا یہ لوگ نام لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے الگ کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج کے بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہوگا یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلہ کی حمیت آ گئی اور ان کی طرفداری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا

وتا تو تو اس کا قتل کیا جانا بھی پسند نہ کرتا۔ حضرت اسید بن خضیر کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے ہوتے تھے کہنے لگے اے سعد بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گیا اور قریب تھا کہ اوس وخزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ہی انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہو رہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے میں ہی گزرا میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کی بھی عقل گم کر دی تھی وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا جو انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ قسم خدا کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر اما بعد فرما کر فرمایا کہ اے عائشہ تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تب تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرما دے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپ ﷺ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا آنسو تھم گئے یہاں تک کہ اب میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں پاتی تھی میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں۔ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا میری عمر کچھ ایسی زیادہ نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا میں نے کہا آپ سب نے ایک بات سنی اسے اپنے دل میں بٹھالی گویا سچ سمجھ لی اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانتے کہ ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ قول ہے: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ...... (سورہ یوسف:۱۸) پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی قسم بخدا مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور معلوم کرا دے گا لیکن یہ تو میرے شان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام خدا کی آیتیں اتریں ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری برأت دکھا دے واللہ ابھی تو نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے شگفتہ ہو رہا ہے سب سے پہلے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا عائشہ! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل

فرما دی اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بیٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو جاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ واللہ نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں گی اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں اسی نے میری برأت اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے پس :اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡا بِالۡاِفۡكِ...... سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاکدامنی ثابت ہو چکنے کے بعد اس شر کے پھیلانے میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب ان کی محتاجی اور ان کی قرابت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ سلوک نہ کروں گا اس پر یہ آیت :وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ...... (سورہ نور:۲۲) نازل ہوئی یعنی تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں نہ چاہئے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور راہ خدا کے مہاجروں سے سلوک کرنے کی قسم کھا بیٹھیں کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ بخشنے والا اور مہربانی والا خدا تمہیں بخش دے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبرؓ نے فرمایا قسم خدا کی میں بخشش کا خواہاں ہوں چنانچہ اسی وقت سے حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا اور فرمادیا کہ واللہ اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ تھیں دریافت فرمایا تھا یہی بیوی صاحبہ تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں میرے مقابلے کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیزگاری اور دین داری کی وجہ سے صاف بچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو سوائے بہتری کے عائشہؓ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں گو انہیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے بہت کچھ بھلاوے بھی دیئے بلکہ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہ نکالا ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی یہ روایت بخاری مسلم وغیرہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے ایک سند سے یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سفر حضر میں میرے ساتھ رہا میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا اس میں ہے کہ سعد بن معاذ کے مقابلے میں جو صاحب کھڑے ہوئے انہی کے قبیلہ میں ام حسان تھیں اس میں یہ بھی ہے کہ اسی خطبے والے دن کے بعد رات کو میں ام مسطح کے ساتھ نکلی تھی اس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ پھسلیں اور انہوں نے اپنے بیٹے مسطح کو کوسا میں نے منع کیا پھر پھسلیں پھر کوسا میں نے پھر روکا پھر الجھیں کو ساتو میں نے انہیں ڈانٹنا شروع کیا اس میں ہے کہ اسی وقت سے مجھے بخار چڑھ آیا اس میں ہے کہ میری والدہ کے گھر پہنچانے کے لئے میرے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کر دیا تھا میں جب وہاں پہنچی تو میرے والد اوپر کے گھر میں تھے تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور والدہ نیچے کے مکان میں تھیں مجھے دیکھتے ہی میری والدہ نے دریافت فرمایا آج کیسے آنا ہوا تو میں نے تمام بپتا کہہ سنائی لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں یہ بات نہ کوئی انوکھی بات معلوم ہوئی نہ اتنا صدمہ اور رنج ہوا جس کی توقع مجھے تھی اس میں ہے کہ میں نے والدہ سے پوچھا کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی یہ بات پہنچی ہے جواب دیا کہ ہاں اب تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا یہاں تک کہ میری آواز اوپر میرے والد صاحب کے کان میں بھی پہنچی وہ جلدی سے نیچے آئے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میری والدہ نے کہا کہ انہیں اس تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے یہ سن کر اور میری حالت دیکھ کر میرے والد صاحبؓ کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ابھی ہی اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس چلی گئی یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت فرمایا تھا جس پر اس نے جواب دیا کہ میں عائشہ میں کوئی برائی نہیں دیکھتی بجز اس کے کہ وہ آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر

کھڑی ہوتی ہیں بے خبری سے سو جاتی ہیں بسا اوقات آٹا بکریاں کھا جاتی ہیں بلکہ اسے بعض لوگوں نے بہت ڈانٹا ڈپٹا بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ سچ بات جو ہو بتا دے اس پر بہت سختی کی اس نے کہا واللہ ایک سنار خالص سونے میں جس طرح کوئی عیب کسی طرح بھی تپا تپا کر بھی بتا نہیں سکتا اسی طرح میں صدیقہ پر کوئی انگلی نکا نہیں سکتی جب اس شخص کو یہ اطلاع پہنچی جنہیں بدنام کیا جا رہا تھا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے تو آج تک کسی عورت کا بازو بھی نہیں کھولا۔ بالآخر یہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ) اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تشریف لائے تھے اس وقت میری ماں اور میرے باپ میرے داہنے بائیں بیٹھے ہوئے تھے ور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں اس میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت شروع کی اور مجھ سے دریافت احوال کیا تو میں نے کہا ہائے کیسی بے شرمی کی بات ہے اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں ہے کہ میں نے بھی خدا کی حمد وثنا کے بعد جواب دیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تلاش کیا لیکن واللہ وہ زبان پر نہ چڑھا اس لئے میں ابو یوسف کہہ لیا اس میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بعد مجھے خوش خبری سنائی واللہ اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا میں نے اپنے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں اس معاملے میں تمہاری بھی شکر گزار نہیں تم سب نے ایک بات سنی لیکن نہ تم نے انکار کیا نہ تمہیں ذرا غیرت آئی اس میں ہے کہ اس قصے کو زبان پر لانے والے حمنہ، مسطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق تھے یہ سب کا بڑا تھا اور یہی زیادہ تر لگاتا بجھاتا تھا اور حدیث میں ہے کہ میرے عذر کی یہ آیتیں اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور ایک عورت کو تہمت کی حد لگائی یعنی حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کو ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کو اپنے اوپر تہمت لگنے کا اور اس کا علم آپ کے والد کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو جانے کا واقعہ معلوم ہوا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑیں جب ذرا ہوش میں آئیں تو ساری پنڈلی بھبھک رہی تھی اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور کانپ رہی تھیں آپ کی والدہ نے اسی وقت لحاف اوڑھا دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا جاڑے سے بخار چھا ہے آپ نے فرمایا شاید اس خبر کو سن کر یہ حال ہو گیا ہوگا؟ جب آپ کے عذر کی آیتیں اتریں تو آپؐ نے انہیں سن کر فرمایا کہ یہ اللہ کے فضل سے ہے نہ کہ آپ ﷺ کے۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کہتی ہو؟ صدیقہ نے فرمایا ہاں اب آیتوں کا مطلب سنئے جو لوگ جھوٹ بہتان گھڑی ہوئی بات لے آئے اور ہیں بھی وہ کئی ایک اسے تم اے آل ابی بکر اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ انجام کے لحاظ سے دنیا و دین میں وہ تمہارے لئے بھلا ہے دنیا میں تمہاری صداقت ثابت ہوگی آخرت میں بلند مراتب ملیں گے حضرت عائشہ کی برأت قرآن کریم میں نازل ہوئی جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباسؓ کے پاس ان کے آخری وقت میں آئے تو فرمانے لگے ام المومنین آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ رہیں اور آپ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبت سے پیش آتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی برأت آسمان سے نازل ہوئی ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینبؓ نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا[1] اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطلؓ مجھے اپنی سواری پر بٹھا لائے تھے حضرت زینبؓ نے پوچھا یہ تو بتلاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھیں تو تم نے کیا کلمات کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا پھر فرمایا جس جس نے پاکدامن صدیقہؓ پر تہمت

[1] یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد خدا تعالیٰ آنحضور ﷺ کو آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا تھا

لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے جو اسے ادھر ادھر پھیلاتا رہا ہے اس کے لئے سخت ترعذاب
اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے ٹھیک قول یہی ہے گو کسی کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک
چونکہ یہ قول بھی ہے اس لئے ہم نے اسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں بھی چنداں نفع نہیں کیونکہ حضرت حسانؓ بڑے بزرگ ص
میں سے ہیں ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے تھے انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم کفار کی مذمت بیان کرو جبرائیل علیہ ال
تمہارے ساتھ ہیں حضرت مسروق کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا جو حضرت حسان بن ثابتؓ آئے حضرت عائشہؓ نے ا
عزت کے ساتھ بٹھایا حکم دیا کہ ان کے لئے گدی بچھا دو۔ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟
کے آنے سے کیا فائدہ؟ خدائے تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے تو ام المومنین صا
نے فرمایا نابینائی سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا۔ یہ نابینا ہو گئے تھے تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو۔ پھر فرمایا تمہیں نہیں خبر؟ یہی تو رسول ال
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کافروں کے ہجو والے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسانؓ نے اس وق
حضرت عائشہؓ کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاکدامن' بھولی تمام اوچھے کاموں سے اور غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں
آپ نے فرمایا تو ایسے نہ تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے حسان کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ا
شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسان جنتی ہیں وہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو خطاب کر کے ا
شعروں میں فرماتے ہیں تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے جس کا میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے پاؤں گا میر
باپ دادا اور میری عزت آبرو سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانیوں کے مقابلے سے ہٹ
نہیں سکتا تجھ جیسا شخص جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کف پا کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے؟ یاد رکھو
تم جیسے بد حضور جیسے نیک پر فدا ہیں جب تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار بے عیب تلوار
بھی تیز ہے بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المومنین سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں لغو کلام تو شاعروں کی و
بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے
لئے بڑا عذاب ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب نہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں آنکھیں ان کی جاتی رہیں تلوار ان پر اٹھی وہ تو کہیے حضر
صفوان رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ ان کی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے[1]۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

[1] یعنی وہ جو دیدہ و دانستہ اس غلط واقعہ کو ہوا دے رہے تھے وہ بعض مخلص مسلمان جو نادانی سے اس میں شریک ہو گئے تھے سو وہ اس فاسق و فاجر کے حکم سے خار
ہیں کیونکہ ان کی نیت خراب نہ تھی بلکہ غلط طور پر فتنہ کا شکار ہو گئے تھے

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے (آگے اس حسن ظن اور نیک گمان کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ) یہ (قاذف) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس صورت میں یہ لوگ (موافق قاعدہ کے) گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں O

بہتانِ عظیم:

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شان کے شایان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی محترم ماں کے ساتھ کم از کم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے جبکہ وہ خود کو بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المومنین کو اس سے بہت اعلیٰ اور بالا جانتے ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب نے کہا کہ کیا آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ کی نسبت کہا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ام ایوب تم ہی بتلاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ناممکن آپ نے فرمایا پس حضرت عائشہ تو تم سے کہیں افضل اور بہتر ہیں پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا یعنی حسان اور ان کے ساتھیوں کا پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا حضرت ابوایوب انصاری اور ان کی بیوی صاحبہ کی بات چیت کا جو اوپر ذکر ہوئی یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابی بن کعب کا تھا الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہئے اور اچھے خیال کرنے چاہئیں بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کر دینی چاہئے اس لئے کہ جتنا کچھ واقعہ گزرا اس میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ تھی ام المومنین کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچی ہیں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اگر خدانخواستہ خاکم بدہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو بات گھڑی وہ محض جھوٹ بہتان اور افترا ہے جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا پھر فرمایا کہ بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ واقعہ کے کیوں پیش نہیں کرتے؟ اور جبکہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً خدا کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں فاسق وفاجر ہیں۔[1]

---

[1] واقعہ افک کی تمام تفصیل آپ کے سامنے آ گئی غموں کے آنسو رلانے اور دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والا یہ واقعہ، افک کے نام سے مشہور ہے، بدباطن اور بدنیت عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین کی چیرہ دستیوں کی انتہا نہ رہی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم پر بھی تہمت لگانے سے نہ ڈرو معاذ اللہ اس واقعہ میں آپ کے لیے چند نصائح ہیں ان پر غور کیجئے:

① آپ نے پڑھا ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں تشریف لانے کے بعد علیل تھیں، آنحضور ﷺ کو اس تہمت کا علم ہو چکا تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تھی لیکن اس کے باوجود آپ برابر عائشہ رضی اللہ عنہا کی مزاج پرسی کرتے رہے، گویا کہ آپ نے دنیا کو بتایا کہ ایک طرف مردانہ حمیت وغیرت کی بنا پر اس طرح کے معاملات میں بیوی سے بدگمانی فطری امر ہے لیکن اس کے ساتھ ہی شرعی حقوق جن میں سے ایک بیمار کی عیادت بھی ہے آپ ﷺ برابر انجام دیتے رہے، واقعہ یہ ہے کہ طبعی تقاضوں پر شریعت کے اوامر اور منہیات کو غالب رکھنا ہی کمال ہے۔

② پھر آپ نے یہ پڑھا ہوگا کہ مسطح رضی اللہ عنہ کی والدہ اپنے بیٹے کے اس طرز عمل سے سخت ناراض تھیں کہ وہ بھی اس تہمت میں شریک ہیں، اس سے آپ کو سیکھنا چاہئے کہ دین کے معاملات میں اولاد کی بے جا حمایت نہ شرعاً مطلوب نہ عنداللہ کوئی اچھا ہوگا۔

③ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ مسطح کی والدہ کے بیان پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوری تاثر نہیں لیا بلکہ گھر والوں سے تصدیق کے لیے گئیں، آج ہر خبر =

= پر اعتماد کر لیتے ہیں اور تحقیق کو غیر ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خلاف عقل بھی ہے اور شریعت کے حکم کے بھی خلاف کیونکہ شریعت میں تحقیق خبر کی پوری تاکید ہے۔

④ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے والد کے یہاں جانے کا ارادہ فرمایا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر، گویا کہ انتہائی رنج اور تکلیف کے باوجود شوہر کی اطاعت کا جذبہ بدستور تھا، دور حاضر کی لڑکی، شوہر کی اجازت کو اپنے لیے توہین کا باعث سمجھتی ہے

⑤ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ حضرت عائشہ جب اپنے گھر پہنچیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کو قسم دے کر الٹے پاؤں واپس کر دیا۔ آج سینکڑوں گھر برباد ہو رہے ہیں لڑکی سسرال سے ناراض ہو کر میکہ پہنچی اور میکہ والے فوراً اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے نہ تحقیق حال کی ضرورت محسوس کی اور نہ شرعی احکام کی رعایت کو ضروری جانا، اگر صدیق اکبر کے اس طرز عمل پر آج بھی عمل ہو تو سینکڑوں گھر خانہ جنگی اور میاں بیوی کی لڑائیوں اور لڑکی اور لڑکے والوں کی کشمکش سے محفوظ رہ جائیں

⑥ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی اور استغفار کی طرف توجہ دلائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو بیوی کے دین کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے۔

⑦ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے کیلئے عائشہ نے پہلے اپنے والد اور پھر اپنی والدہ سے درخواست کی تھی اور جب ان دونوں نے جواب دینے سے معذرت کی تو خود جواب دیا، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں پر بڑوں کا احترام اور ان کی رعایت فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے کس درجہ ضروری ہے۔

⑧ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا کس درجہ خیال رکھا اور حضرت اسامہ اور بریرہ نیز زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں کتنی صاف شہادت دیتے رہے، حالانکہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی سوتن تھیں لیکن انہوں نے انصاف کے دامن کو پھر بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا، آج جس گھر میں سوتن ہو وہاں جائز اور ناجائز کی کوئی رعایت ہی نہیں ہوتی۔

⑨ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا ہوگا کہ براءت کے نازل ہو جانے کے بعد تمام بدگمانیاں اس طرح ڈھل گئیں جیسا کہ پڑتی رو میں خس و خاشاک بہہ جاتے ہیں۔ یہ تھا قرآن کا احترام وحی کی عظمت۔ خدا تعالیٰ کے ارشاد کی تعظیم کہ اپنے سارے جذبات ختم ہو گئے جب قرآن کی چند آیات اس واقعہ سے متعلق نازل ہوئیں، افسوس آج کا مسلمان قرآن و حدیث کے صریح احکام کے باوجود اپنی رائے اور ضد پر اڑا رہتا ہے۔

⑩ پھر آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ صدیق اکبر نے مسطح کو اس وجہ سے کہ انہوں نے تہمت میں حصہ لیا تھا۔ روزینہ نہ دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب آیات اس ارادے سے باز رکھنے کی اتریں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہر مسلمان کا یہی طرز عمل ہو۔

⑪ آخری گذارش اس سلسلہ کی یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جمل کی جنگ کو اس ناراضگی کا نتیجہ قرار دیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قلب میں وہ کدورت چلی آتی تھی جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے ان کی بارے میں بیان دینے سے قائم ہوئی تھی معاذ اللہ یہ اس درجہ بڑا الزام ہے کہ کوئی مسلمان اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے ہماری گذارشات کے نتیجہ میں پڑھا ہوگا کہ صحابہ کا سب کچھ اختلاف دین کے بارے میں تھا اور نہ اپنی ذاتی چپقلش ان کے یہاں کوئی اہمیت نہ کبھی تھیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسطح کے ساتھ معاملہ اس کی بہترین شہادت ہے، پھر آپ نے یہ بھی پڑھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمر بھر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا احترام کرتی رہیں حالانکہ حسان بھی اس تہمت میں غلط طور پر شریک ہو گئے تھے سو اگر عائشہ پر اس واقعہ کی کدورت ہوتی تو وہ یقیناً حسان سے بھی کبیدہ رہتیں حالانکہ ایسا نہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کچھ فرمایا تھا اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم اقدس کی رعایت اور محبت کا بہترین جذبہ موجزن تھا کسی کی مخالفت ہرگز پیش نظر نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو جنگ کی تھی اس میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غلط راہ پر سمجھتی تھیں اگر چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اجتہاد درست نہ تھا تاہم یہ بات طے تھی کہ ان کے قلب اطہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی کاوش یا انتقامی جذبہ ہرگز نہ تھا اور صحابہ کے اس مقدس طائفہ کے متعلق اس قسم کا کوئی گمان ہماری اپنی بدباطنی کی علامت ہے سو اس طرح کے خیالات سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے واقعہ افک سے متعلق یہ چند نکات آپ کے سامنے رکھ دیئے کاش کہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور خاکسار کو دعائے خیر میں نہ بھولیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا جب کہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات (غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے ○

برا اقدام:

فرمان ہے کہ اے وہ لوگو جنہوں نے صدیقہؓ کی بابت اپنی زبانوں کو حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کر لے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرما دے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن نادانی میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح، حضرت حسان، حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں کیونکہ نہ ان کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو جب کہ تم اس بات پھیلا رہے تھے اس نے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی حضرت عائشہؓ کی قرأت میں اِذَا تَلِقُوْنَهٗ ہے یعنی جبکہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے پہلی قرأت جمہور کی ہے اور یہ قرأت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے لیکن دراصل خدا کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کے اوپر ایسا کلمہ سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا؟ اسی لئے رب کی غیرت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہؓ کی پاکیزگی ثابت فرمائی ہر نبی کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار تمام نبیوں سے افضل اور امام اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس میں آلودہ ہوں حاشا وکلا۔ تم گو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے صحیحین میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نچلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے زیادہ نیچا ہوتا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾

اور تم نے جب اس (بات) کو (اول) سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے ○

حرم نبوی سے حسن ظن ذریعہ نجات ہے:

پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہیے برے خیالات گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں دور رہنا چاہیے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرمالیا ہے جب تک وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں (بخاری و مسلم) تمہیں چاہیے تھا کہ ایسے واہی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغو بات سے اپنی زبان نہیں بگاڑتے ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ خدا کے خلیل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہؓ کی نسبت کوئی ایسی لغو بات کہیں اللہ کی ذات پاک ہے دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے سلب ہونے کا اندیشہ ہے ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ بے ادب گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہے احکام شرعیہ کو خدائے تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) چاہتے تھے کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے (اور اس امر پر سزا کے تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○

اشاعت فواحش:

یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے اسے اس کا پھیلانا حرام ہے جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھرتے ہیں انہیں دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا خدا عالم ہے تم بے علم ہو پس تمہیں اللہ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں حدیث شریف میں ہے بندگان خدا کو ایذا نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ ان کی چھپی باتیں نہ ٹٹولو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا اللہ

[1] یعنی خود کچھ نہ فیصلہ کرنا چاہیے پس آخری بات یوں کہہ دینی چاہیے میاں ہم کچھ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اُس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

(اور اے تائبین) اور اگر یہ بات ہوتی تو تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے جس نے تم کو توفیق توبہ کی دی اور جبکہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے تو تم بھی (اس وجہ) سے نہ بچتے اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اس کے اغوا پر عمل مت کرو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی (توبہ کر کے) پاک و صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے ○

شیطان کے قدم بقدم:

یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم لطف و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو پڑتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالی پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں میں نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو وہ تو برائی کا بدی کا بدکاری کا بے حیائی کا حکم دیتا ہے پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے اس کے وسوسوں سے دور رہنا چاہئے خدا کی ہر نافرمانی میں ہر قدم شیطان کی پیروی ہے ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے کہا کہ میں نے فلاں چیز کھانے کی قسم کھالی ہے آپ نے فرمایا یہ شیطان کا دھوکہ ہے اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور اسے کھالو ایک شخص نے حضرت شعبی سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے ایسا نہ کرو اس کے بدلے ایک بھیڑ اذبح کرلو ابو رافع کہتے ہیں ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو پڑا اور وہ بگڑ کر کہنے لگیں ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے دے میں نے آ کر عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے زینب بنت ام سلمہ جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا اور عاصم بن عمرہ کی بیوی نے بھی یہی بتلایا پھر فرماتا ہے اگر خدا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی خود کو شرک و کفر برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا یہ رب کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا ان کے احوال کو جاننے والا ہے مستحق ہدایت اور ہر وضلالت سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بایایاں حکمت ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾

اور جو لوگ تم میں دینی بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے○

خیر سے رکنا برا ہے:

تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحب مقدرت، ہیں صدقہ اور احسان کرنے والے ہیں انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں کو مسکینوں کو مہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں اس طرح انہیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لئے فرمایا کہ ان کی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہئے ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہو تو ان سے درگزر کر لینا چاہئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں اتری تھی جبکہ آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی کیونکہ بہتان صدیقہ میں یہ بھی شامل تھے جیسے کہ پہلی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گزر چکا تو جب اصل بات اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ام المومنین بری ہو گئیں مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے مومنوں کی توبہ قبول ہو گئی تہمت رکھنے والوں میں سے بعض کو حد شرعی لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت مسطح کی طرف متوجہ فرمایا جو آپ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے حضرت صدیق اکبرؓ ہی ان کی پرورش کر رہے تھے یہ مہاجر تھے لیکن اس بارے میں اتفاقیہ زبان کھل گئی تھی انہیں تہمت کی حد لگائی گئی تھی حضرت صدیق اکبرؓ کی سخاوت مشہور تھی کیا اپنے کیا غیر سب کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا آیت کے خصوصاً جب یہ الفاظ حضرت الصدیق اکبرؓ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش خدا کے طالب نہیں ہو آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے خدا کی ہماری تو عین آرزو ہے کہ خدا ہمیں بخشے اور اسی وقت سے مسطح کو جو کچھ دیا کرتے تھے جاری کر دیا گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقصیریں معاف ہو جائیں ہمیں چاہئے کہ دوسروں کی تقصیروں سے بھی درگزر کر لیا کریں یہ بھی خیال میں رہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ واللہ میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا اب عہد کیا کہ واللہ میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ روکوں گا سچ ہے صدیق صدیق ہی تھے رضی اللہ عنہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا

يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾

(آگے منافقین کی وعید کی تفصیل ہے) جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتوں کے کرنے سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے تھے اس روز اللہ تعالیٰ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور اس روز ٹھیک ٹھیک ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے (اور) بات (کی حقیقت کو کھول دینے والا ہے ○

پاکدامن عورتوں پر تہمت تراشی:

جبکہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی تھیں علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ آیتوں کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی جو شخص حضرت عائشہؓ کو اس الزام سے یاد کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن کے خلاف کیا آپ کی اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل صدیقہ کے ہیں واللہ اعلم۔ فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت خدا کے مستحق ہیں جیسے اور آیت میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ...... (سورہ احزاب: ۵۷) یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مخصوص ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں سعید بن جبیر مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے ابن جریر نے بھی حضرت عائشہؓ سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں اس میں آپ پر تہمت لگنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے لیکن اس حکم کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کا ذکر نہیں پس سبب نزول گو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے ممکن ہے ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہو واللہ اعلم۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کل ازواج مطہرات کا تو یہ حکم ہے لیکن مومنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے سب راندہ درگاہ ہوئے لعنتی ٹھہرے اور غضب خدا کے مستحق بن گئے اس کے بعد مومنہ عورتوں پر بدکاری کے بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا...... (سورہ نور: ۴) اتری پس انہیں کوڑے لگیں گے اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ قبول ہے لیکن ان کی گواہی اس کے بعد سے ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ سورہ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں اس آیت میں ابہام ہے اور چار گواہ نہ لا سکنے کی آیت عام ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے حق میں ہے ان کی توبہ مقبول ہے یہ سن کر مجمع میں سے لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی ابہام سے مراد یہ ہے کہ حرمت تہمت عام ہے ہر پاکدامن عورت کی شان میں اور ایسے لوگ سب ملعون ہیں حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں ہر ایک بہتان باز اس حکم میں تو ہے لیکن حضرت عائشہؓ بطور اولیٰ ہیں امام ابن جریر بھی عموم کو ہی پسند فرماتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے

ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی کو بے وجہ مار ڈالنا' سود کھانا' یتیم کا مال ہڑپ کرنا' جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن بھولی[1] مومنہ پر تہمت لگانا (بخاری مسلم) اور حدیث میں ہے پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں عباسؓ کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازیوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کر دیں چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کافروں کے سامنے جب ان کی بداعمالیاں پیش کی جائیں گی تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے قبیلے کے لوگ موجود ہیں یہ کہہ دیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا اچھا تم قسمیں یہ کھالیں گے پھر اللہ انہیں گونگا کر دے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے جو آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے یہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا خدا ہی جانتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا اس پر یہ کہے گا کہ خدایا کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں تو یہ کہے گا بس آج جو گواہ میں سچا مانوں اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے اور وہ گواہ سوا میرے اور کوئی نہیں اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ رہ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضا سے سوال ہوگا تو وہ سارے عقدے کھول دیں گے اور اس وقت بندہ کہے گا تم غارت ہو جاؤ تمہیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا (مسلم) قتادہ فرماتے تھے اے ابن آدم تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے تیرے کل جسم کے اعضا تیرے خلاف بولیں گے اس کا خیال رکھ اللہ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اندھیرا اس کے سامنے چاندنا ہے چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو اللہ ہی کے ساتھ ہماری قوتیں ہیں یہاں دین سے مراد حساب ہے جمہور کی قرأت میں حق کا زبر ہے کیونکہ وہ دین کی صفت ہے مجاہد نے حق پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ لغت ہے لفظ اللہ کی ابی بن کعب کے مصحف میں: يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللّٰهُ الْحَقُّ دِينَهُمْ سلف سے پڑھنا منقول ہے اس وقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں اس کا حساب عدل والا ہے ظلم سے دور ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾

(اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق بکتے پھرتے ہیں ان (حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے ○

[1] اس حدیث میں اصل زور پاکدامن پر ہے اور بھولی اس کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے ہے حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر پاکدامن ہو لیکن ساتھ ہی چالاک ہو تو محض بھولی نہ ہونے کی وجہ سے اس پر تہمت زنا رکھی جاسکتی ہے یا اگر پاکدامن نہ ہو اور بھولی تو صرف بھولی ہونے کی وجہ سے اس سے زنا ساقط ہو سکتی ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ بھولی ہماری گذارشات کے مطابق مومنہ ہی کی صفت کاشفہ ہے۔

بدکار عورتیں قدرتی طور پر بدکار مردوں ہی کے حصہ میں آتی ہیں:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لئے ہے بھلی بات کے حق دار بھلے لوگ ہوتے ہیں یعنی اہل نجاق نے صدیقہ پر تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اس کے لائق وہی ہیں اس لئے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں صدیقہؓ چونکہ پاک ہیں اس لئے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتانوں سے بری ہیں یہ آیت بھی حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر طرح طیب ہیں محض ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں خدا کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان خدا باندھ رہے ہیں انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج وایذا پہنچی وہ بھی اس کے لئے باعث مغفرت گناہ بن جائے گی اور یہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں جنت عدن میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہیں گی ایک مرتبہ اسیر بن جابر حضرت عبداللہ کے پاس آکر کہنے لگے آج تو میں نے ولید بن عقبی سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہ نے فرمایا ٹھیک ہے مومن کے دل میں پاک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آجاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے بھلے بننے والے اسے اپنے دل میں بٹھا لیتے ہیں اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبان تک آتی ہے برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے یہ جائے اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے اور حدیث میں ہے حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اے ایمان والو تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور اجازت لینے سے قبل ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمہارے لئے بہتر ہے (یہ بات تم کو اس لئے بتلائی ہے) تا کہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو) پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) نہ معلوم ہو تو (بھی) ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو (مختار اذن کی جانب سے) اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو اجازت لینے کے وقت یہ کہہ دیا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو تم لوٹ

آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (اگر خلاف کرو گے سزا کے مستحق ہو گے) تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا گناہ نہ ہوگا جن میں (گھر کے طور پر) کوئی نہ رہتا ہو ان میں تمہاری کچھ برت ہو اور تم جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے ○

کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر مت داخل ہو:

شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو جب اجازت ملے جاؤ پہلے سلام کرو اگر پہلی بار کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ حضرت عمر فاروق کے پاس گئے تین دفعہ اجازت مانگی جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے تھوڑی دیر میں حضرت عمر نے لوگوں سے کہا دیکھو عبد بن قیس آنا چاہتے ہیں انہیں بلا لو لوگ گئے دیکھا تو وہ چلے گئے تھے واپس آ کر حضرت عمر کو خبر دی دوبارہ جب حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عمر کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تین مرتبہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر کسی گواہ کو پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا[1]۔ آپ وہاں سے اٹھ کر انصار کے مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور فرمایا کہ تم سے کسی نے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمرؓ سے کہہ دے انصار نے کہا یہ مسئلہ تو عام ہے بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم سب نے سنا ہے ہم اپنے سب سے نو عمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں یہی گواہی دے آئیں گے چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ گئے اور حضرت عمرؓ سے جا کر کہا کہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے حضرت عمرؓ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ سے اجازت مانگی فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت سعد نے جواب میں وعلیکم ورحمۃ اللہ علیہ تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں چنانچہ تین مرتبہ یہی ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے آپ جواب دیتے لیکن اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنیں نہیں اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹ چلے حضرت سعد آپ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں آپ کو سنائی دے اس طرح نہ دیا آپ چلئے تشریف رکھئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے انہوں نے آپ کے سامنے کشمش لا رکھیں آپ نے نوش فرمایا اور فارغ ہو کر فرمانے لگے تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ کھولا اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور حضرت سعد نے آہستہ سے جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیسؓ نے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سلام کہیں گے ہمیں دوبارہ آپ کی دعا ملے گی اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا حضور سعد نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی ایک چادر پیش کی جسے آپ نے

[1] منکرین حدیث شرم کریں احادیث کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ایک عجمی سازش کا نتیجہ اور گھڑی ہوئی طومار ہے معاذ اللہ ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ کس احتیاط کے ساتھ احادیث کو قبول کیا جاتا تھا بھلا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو صحابی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہزار ہا بار ان کی دیانت اور احتیاط آزمائی ہوگی لیکن ان کی بیان کی ہوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کی تاوقتیکہ وہ کوئی شہادت نہ پیش کریں، پھر کس منہ سے احادیث کی طرف سے بے اعتباری کا اظہار ہوتا ہے؟

جسم مبارک سے لپیٹ لیا پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعدؓ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود رحمت نازل فرما پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں کھانا تناول فرمایا جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت اپنے گدھے پر پالان کس لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسے پیش کیا اور اپنے لڑکے قیس سے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جاؤ یہ ساتھ چلے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہوگی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ حضرت قیسؓ نے واپس جانا منظور کر لیا۔ یہ یاد رہے کہ اجازت مانگنے والا گھر کے دروازے کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کے کھڑا رہے کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے اس وقت تک دروازوں پر پردے بھی لٹکے نہیں رہا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے اسی لئے تو اجازت مقرر کی گئی ہے پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دینے کے کیا معنی؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری بے اجازت جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا[1]۔ حضرت جابرؓ ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کے فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دروازہ کھٹکھٹانے لگے تو آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں حضرت جابرؓ نے کہا میں آپ نے فرمایا میں میں گویا آپ نے اس کہنے کو ناپسند فرمایا کیونکہ میں کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک کہ نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے میں تو ہر شخص اپنے لئے کہہ سکتا ہے اس سے اجازت طلبی کا اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا استئذان' استیناس ایک ہی بات ہے ابن عباسؓ فرماتے تھے تَسْتَاْنِسُوْا کاتبوں کی غلطی ہے تَسْتَاْذِنُوْا لکھنا چاہئے ابن عباسؓ کی یہی قرأت تھی اور ابی بن کعب کی بھی لیکن یہ بہت غریب ہے ابن مسعود کے اپنے مصحف میں حَتّٰی تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا وَتَسْتَاْذِنُوْا ہے صفوان بن امیہ جب مسلمان ہو گئے تو ایک مرتبہ کلاہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر ہی آپ کے پاس پہنچ گئے آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں آؤں؟ اور حدیث میں ہے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپ کے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے تو سلام کرے پھر دریافت کرے اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی اور وہ اندر گئے اور حدیث میں ہے آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا (ترمذی) اور حدیث میں ہے کلام سے پہلے سلام ہونا چاہئے یہ حدیث ضعیف ہے ترمذی میں موجود ہے حضرت ابن عمر قضا حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو ایک قریش کی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں اس نے کہا امتی سے آ جاؤ آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ اس نے کہا آ جاؤ اب آپ اندر تشریف لے گئے حضرت عائشہؓ کے پاس چار عورتیں گئیں اجازت چاہی کیا ہم آ جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو اس سے کہو کہ وہ اجازت لے تو ایک عورت پہلے سلام کیا پھر اجازت مانگی حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی پھر یہی آیت پڑھ سنائی ابن مسعود فرماتے

---

[1] غالباً گناہ تو کوئی نہ ہوگا کیونکہ اس نے ابتدا کی ہے اور گھر کی عورتوں کو دیکھنے کا ارادہ کیا لیکن اگر اسلامی حکومت ہوگی تو جرمانہ آئے گا۔

ہیں اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو انصارؓ کی ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں یا میرا لڑکا بھی اس وقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہو ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اس وقت کی نگاہ بھی مجھ پر پڑے تو میں ناخوش نہ ہوؤں اور گھر والوں میں سے کوئی آ ہی جاتا اس وقت یہ آیت اتری۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہو اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے کہ جو سب سے زیادہ امیر ہو اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں حضرت عطا نے پوچھا میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں کیا ان کے پاس جانے کے لئے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے لیکن آپ نے فرمایا کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں پھر ضرور اجازت مانگا کرو میں نے پھر یہی سوال دوہرایا آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کا حکم مانے گا نہیں؟ میں نے کہا ہاں مانوں گا آپ نے فرمایا پھر بے اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں محرمات ابدیہ پر ان کی عریانی کی حالت میں نظر پڑ جائے اس سے زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں ابن مسعود کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ عطا سے پوچھا گیا کہ بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جایا جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہیئے ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت میں اسے دیکھے حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنکھار کر آتے کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تا کہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے چنانچہ حضرت مجاہد نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنکھار دینا تھوک دینا وغیرہ امام احمدؒ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے باہر سے ہی کھنکھار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفر سے رات کے وقت بے اطلاع گھر آ جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر ٹٹولنا ہے آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تا کہ مدینے میں خبر مشہور ہو جائے شام کو اپنے گھروں میں جانا اس لئے کہ اس اثنا میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کر لیں اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے آپ نے فرمایا سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکھار دینا جس سے گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں آ رہا ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تین بار کی اجازت اس لئے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ تو گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں ہے دوسری دفعہ وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں تیسری مرتبہ اگر وہ چاہیں اجازت دیں چاہیں منع کر دیں جب اجازت نہ ملے پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے لوگوں کے اپنے کام اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے مقاتل بن حیان فرماتے ہیں جاہلیت کے زمانہ میں سلام کا دستور نہ تھا ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے کسی کے ہاں جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے یوں ہی جا دھمکے اور کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں تو بسا اوقات یہ گھر والے پر گراں گزرتا ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس کا آنا بہت برا لگتا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام بردستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیئے اسی لئے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے اس میں مکان والے کو آنے والے کو دونوں کو راحت ہے یہ

چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ کیونکہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے مالک مکان کو حق ہے اگر وہ چاہے اجازت دے چاہے روک دے اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلا جانا چاہئے اس میں برا ماننے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا مناسب طریقہ ہے بعض مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھہرے رہنا بھی منع فرمادیا اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانے کی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی پھر ہر بار کی اجازت ضروری نہیں تو گویا یہ آیت پہلی آیت سے استثنا ہے اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کے گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں لیکن پہلی بات زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔ زید کہتے ہیں مراد اس سے بیت الشعر ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں ○

مومنات کس طرح رہیں؟

حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کر لو اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ یا نظر بھر کر نہ دیکھو صحیح مسلم میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ کی بابت پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نگاہ فوراً ہٹا لو نیچی نگاہ کرنا یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا خدا کی حرام کردہ چیز کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا علیؓ! نظر پر نظر نہ جماؤ اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے قصداً معاف نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کام کاج کے لئے وہ تو ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا نیچی نگاہ رکھنا کسی کو ایذا نہ دینا سلام کا جواب دینا اچھی باتوں کی تعلیم کرنا بری باتوں سے روکنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ (۱) بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو (۲) امانت میں خیانت نہ کر (۳) وعدہ خلافی نہ کرو (۴) نظر نیچی رکھو (۵) ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو (۶) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو صحیح بخاری میں ہے جو شخص زبان اور شرمگاہ کو خدا کے فرمان کے ماتحت رکھے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں عبیدہ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی خدا ہو وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے اس لئے شرمگاہ کو بچانے کے لئے نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہوا نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے اللہ ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے اور ان کے دل بھی نورانی

کر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر ہے یہ رغبت دلانے کے بار میں اور ایسی حدیثوں میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہو حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا (اعاذنا اللہ من کل عذابہ) فرماتے ہیں نظر ا تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص خوف خدا سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آ لگتا ہے لوگوں کا کوئی عمل اللہ پر پوشیدہ نہیں وہ آنکھوں کی خیانت کو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن کے ذمے اس کی زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالے گا آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بولنا ہے کانوں کا زنا سننا ہے ہاتھو زنا تھامنا ہے پیروں کا زنا چلنا ہے دلی خواہش تمنا اور آرزو کرتا ہے پھر شرمگاہ یا تو سب کو سچ کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے[1] (ر البخاری تعلیقاً) اکثر سلف لڑکوں کی گھورا گھاری سے بھی منع کرتے تھے ائمہ صوفیہ میں بہتوں نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے اہل کی جماعت نے اسے مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر آنکھ قیامت دن روئے گی مگر وہ آنکھ جو خدا کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوف سے رو دے گو اس میں سے آنسو صرف مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو[2]

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زینت

[1] یعنی ان تمام اقدامات کے نتیجہ میں یا تو وہ پھر زنا کر ہی بیٹھتا ہے یا خدا کا فضل ہوتا ہے کہ زنا سے محفوظ رہ جاتا ہے۔

[2] یعنی خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا ہو اگرچہ کتنا ہی کم رویا ہوتا ہم اس رونے کی خدا تعالیٰ کے یہاں بڑی قیمت ہے۔

(کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (کے مواقعہ مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی علاتی اور اخیافی بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی حقیقی علاتی اور اخیافی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے بھی ناواقف ہیں (مراد غیر مراہق ہیں) اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور (مسلمانوں تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ○

عورتوں سے متعلق احکام کی ایک طویل فہرست:

یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو چند حکم دیتا ہے تا کہ ان کے باغیر مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں منقول ہے کہ اسماء بنت مرشد ؓ کا مکان بنو حارثہ کے محلہ میں تھا ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور اور سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں حضرت اسماء نے کہا یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں سوا اپنے خاوند کے کسی کو بہ نظر شہوت نہ دیکھنا چاہئے اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ شہوت کے بغیر ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتوم تشریف لے آئے یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پردہ کرلو انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کہ اسے نہ دیکھو؟ ہاں بعض علماء نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ عید والے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیاروں کے کرتب شروع کئے اور ام المومنین عائشہ ؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں عورتوں کو بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرنی چاہئے بدکاری سے دور رہیں اپنا جسم کسی کو نہ دکھائیں اجنبی غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو تو اور بات ہے جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لئے ناممکن ہے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد چہرہ پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہ زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کردی ہے جبکہ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زیور وغیرہ فرماتے ہیں زینت دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسری زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا زہری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹہ بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن اور لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہو جائیں تو پکڑ نہیں اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلخال کا بھی ذکر ہے ہوسکتا ہے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر ابن عباس ؓ وغیرہ نے منہ اور پہنچوں سے کی ہو جیسے ابوداؤد میں ہے اسماء بنت ابی بکر ؓ آنحضرت کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب کہ عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوا چہرے اور پہنچوں کے اس کو کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں لیکن یہ مرسل ہے خالد بن دریک اسے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کی حضرت عائشہ ؓ سے ملاقات ثابت نہیں واللہ اعلم ۔ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے بکل ماریں

تا کہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا ہوا رہے جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں بسا اوقات گردن چوٹی' بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں اور آیت میں ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں[1]۔ خمر خمار کی جمع ہے خمار کہتے ہیں ہر اس جو ڈھانپ لے چونکہ دوپٹہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے اس لئے اسے بھی خمار کہتے ہیں پس عورتوں کو چاہئے کہ یا تو اپنی اوڑھنی سے یا کسی کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپائے رکھیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع ہجر کی تھی کہ جب یہ آیت اتری انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے بعض نے اپنے تہبند کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان کرنی شروع کی تو آپ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہوں لیکن واللہ میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے وہ بے شک قابل قدر ہے سورہ نور کی آیت: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جا کر آیت انہیں سنائی اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے تھے گویا ڈول رکھے ہوئے ہیں اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہو سکتی ہے اور بغیر بناؤ سنگار کے ان کے سامنے شرم و حیا کے ساتھ آ جا سکتی ہے گو ظاہری بعض زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے سوائے خاوند کے کہ اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ سنگار زیب و زینت کرے گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لئے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے بیٹیوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں اس لئے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہئے پھر فرمایا تمہاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لئے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں مومن عورتوں سے بھی گو یہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟ بخاری مسلم میں ہے کہ کسی عورت کو جائز نہیں کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے حضرت مجاہدؒ بھی اَوْ نِسَآئِهِنَّ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کر سکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتے داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے یعنی گلا بالیاں اور ہار پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرکہ عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ بیت المقدس پہنچے تو ان کی بیویوں کے لئے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو محمول ہوگا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذات پر پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھلنا بھی نہیں[2] واللہ اعلم۔ ہاں مشرکہ عورتوں میں سے جو لونڈیاں باندیاں ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں بعض کہتے

[1] فطری بات ہے کہ اگر عورت خود احتیاط کرتی ہے لباس میں پوشاک میں، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے اور بات کرنے میں یہاں تک کہ اس کی کسی ادا سے بھی بے حیائی کا مظاہرہ نہ ہوتا ہو تو مرد خواہ کتنا ہی آوارہ کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی ایسی محتاط اور عفیف عورت کی طرف برے ارادہ سے ہاتھ بڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ عورت ہی کی آوارگی ہوتی ہے جو مرد کو دعوت دیتی ہے قرآن مجید کی اس آیت میں عورتوں کو حکم اسی کا دیا گیا ہے کہ اگر وہ محتاط رہیں تو پھر آوارہ مردوں کے آزار سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔

......= حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہیں غلاموں کا بھی یہی حکم ہے ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس ان کے دینے کو ایک غلام لے کر آئے حضرت فاطمہ اسے دیکھ کر خود کو اپنے دوپٹے میں چھپانے لگیں لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو میں تو تمہارا والد ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعدہ تھا یہ فرازی تھے سخت سیاہ فام حضرت فاطمہ الزہرا نے ان کی پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور حضرت علی کے بہت مخالف تھے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہئے کہ اس سے پردہ کرے پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے عورتوں کی خواہش جنہیں نہیں اس مطلب کے ہی وہ نہیں ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سست ہو گئے ہیں عورتوں کے کام کے ہی نہیں لیکن وہ مخنث اور ہیجڑے جو بدزبان برائی پھیلانے والے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں جیسے کہ بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک ایسا ہی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آیا تھا چونکہ اسے اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہراتؓ نے سمجھا اسے منع نہ کیا تھا اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اس وقت وہ حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا تو میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں اسے سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو اس سے پردہ کر لو چنانچہ اسے مدینہ سے نکال دیا گیا بیداء میں رہنے لگا، ہاں سے جمعہ کے روز آ جاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص حالات سے واقف نہ ہوں عورتوں پر ان کی للچائی نظریں نہ پڑتی ہوں ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آ جائے عورتوں کے خوبیاں ان کی نگاہوں میں جچنے لگیں خوبصورت و بدصورت کا فرق معلوم کر لیں پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں صحیحین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو عورتوں کے پاس جانے سے بچو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور، جیٹھ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو موت ہیں[1]۔ پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں جاہلیت میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں تاکہ پیر کا زیور بجے اسلام نے اس سے منع فرما دیا پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے[2] ترمذی میں ہے کہ ہر آنکھ زانیہ ہے عورت جب عطر لگا کر پھول پہن کر مہکتی ہوئی مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو

حاشیہ بر صفحہ گزشتہ =

۲ اور یہ بھی معلوم ہے کہ دایہ کے سامنے جو بچہ پیدا ہونے کے وقت جو چھپا عضو کھلتے ہیں اس کو بیان کرنا انتہائی بے شرمی ہے نہ مرد ہی اس وقت ... حالات ... ہے اور نہ کسی دایہ کو منع کرنے کی جرات ہوتی ہے نیز دایہ وغیرہ یہ صورت پیش آتی ہے یعنی اس کے یہاں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس صورت حالات کو اپنے چھپاتی ہے اسی طرح دوسری عورتوں کے بھی بنا بریں کافرہ دایہ سے کام لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱ مطلب یہ ہے کہ دیور اور جیٹھ کیونکہ ہمیشہ گھر ہی میں رہتے ہیں اور ان سے عام طور پر پردہ ہوتا نہیں اس لیے ان سے نقصان پہنچنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ افسوس کہ آجکل مسلمان گھرانوں میں دیور اور جیٹھ سے نہ پردہ ہوتا ہے اور نہ احتیاط بلکہ دیور سے تو ہر طرح کی بے تکلفی ضروری سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

= حاشیہ اگلے صفحہ پر

وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئے ملی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کیا تو نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائے اس کی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کرے[۱]۔ ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو! تم اِدھر اُدھر ہو جاؤ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہئے یہ سن کر عورتیں دیواروں سے لگ لگ چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑنے لگے پھر فرماتا ہے کہ مؤمنو! میرا کہا کرو ان نیک صفتوں کو لے لو جاہلیت کی بدخصلتوں سے رک جاؤ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لئے ہے جو خدا کا فرمانبردار ہو اس کے منع کردہ کاموں سے کر جاتا ہو اللہ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

اور تم میں (یعنی احرار میں) جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح کے) لائق ہو اس کا بھی اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

[۱] اور آج کل لڑکیاں کریم اور ہیجان انگیز پاؤڈر عطر، سینٹ اور خوشبو وغیرہ لگا کر بے تکلف بازاروں میں گھومتی، اسکول میں جاتی اور ادھر اُدھر پھرتی ہیں نہ ان کے ماں باپ روتے ہیں نہ شوہر، خوب سمجھ لو کہ ان گھومنے والی عورتوں کے ساتھ بے احتیاط ماں باپ اور بے غیرت شوہر بھی گنہگار ہوتے ہیں۔

[۱] یہ غسل نہ فرض ہے اور نہ مستحب محض احتیاط اور اس سے قوت کے ساتھ روکنے کے لیے آپ ﷺ نے ایسا فرما دیا مقصد یہ ہے کہ پورے مبالغہ کے ساتھ اس خوشبو کے اثر کو اپنے جسم سے فوراً دور کر دے۔

(اگر چاہے) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کرنے میں اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو بہتر ہے کہ ان کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری کے آثار پاؤ اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے ان کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ جلدی آزاد ہو سکیں) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو اور بالخصوص جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں محض اس لئے دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے بخشنے والا مہربان ہے اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی بعض حکایات اور خدا سے ڈرانے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں بھیجی ہیں ○

نکاح:

اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرما دیئے ہیں اولاً نکاح کا علما کی جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکاح کرنا واجب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو! تم میں جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور روزے رکھے یہی اس کے لئے خصی ہوتا ہے۔ (بخاری مسلم) سنن میں ہے آپ فرماتے ہیں زیادہ اولاد جن سے ہونے کی امید ہو ان سے نکاح کرو تا کہ نسل بڑھے میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں[1] ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی اَیَامٰی جمع ہے اَیِّمٌ کی جوہری کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو ایم کہتے ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہو[2] یا غیر شادی شدہ ہو پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہوں گے تو خدا انہیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنا دے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں صدیق اکبرؓ کا قول ہے تم نکاح کے بارے میں خدا کا حکم مانو وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں امیری کو نکاح میں طلب کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ کے ذمے ہے نکاح کرنیوالا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے وہ تحریر لکھ دینے والا غلام جس کا ارادہ ادائیگی کا ہو[3] وہ غازی جو خدا کی راہ میں نکلا۔ (ترمذی وغیرہ) اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرا دیا جس کے پاس بجز ایک تہبند کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی باوجود اس فقیری اور مفلسی کے آپ نے اس کا نکاح کرا دیا اور مہر یہ ٹھہرایا کہ جو قرآن اسے یاد ہے اپنی بیوی کو یاد کرا دے یہ اسی بنا پر کہ نظریں خدا کے فضل و کرم پر تھیں کہ وہ مالک انہیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو ایک حدیث اکثر لوگ ذکر کیا کرتے ہیں کہ فقیری میں بھی نکاح کیا کرو اللہ تمہیں غنی کر دے گا میری نگاہ سے تو یہ حدیث گزری نہیں نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے اور نہ ہمیں ایسی غیر مشہور روایت کی اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کی اس آیت اور ان حدیثوں میں یہ چیز موجود ہے فالحمد للہ پھر حکم دیا کہ جنہیں نکاح کا مقدور نہیں وہ حرام کاری سے بچیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے جوان عمر کے لوگو تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں وہ نکاح کر لیں یہ نگاہ کو نیچی

[1] اور افسوس کہ اب ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) کے لیے ادویہ انجکشن اور دوسری تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں گویا کہ شریعت کثرت اولاد چاہتی ہے اور نئی تعلیم یافتہ طبقہ اس کے خلاف راہ اختیار کرتا ہے

[2] یعنی شادی کی تھی لیکن بیوی مر گئی یا اس کو طلاق دے دی ہو اس وقت کے اعتبار سے تو بغیر بیوی کے ہے اور یہ بھی ہے کہ شادی اس کی ہوئی تھی ضرور۔

[3] غلام اپنے مالک سے وعدہ کر لیتا تھا کہ میں تم کو اتنا روپیہ دوں گا اس معینہ رقم کی ادائیگی کے بعد تم مجھ کو آزاد کر دینا۔ اصطلاح میں اس کو ''بدل کتابت'' کہتے ہیں۔

کرنے والا اشرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے ان کی طاقت نہ ہو وہ اپنے ذمے روزوں کا رکھنا لازمی کر لے یہی اس کے لئے خصی ہونا
یہ آیت مطلق ہے اور سورہ نساء کی آیت اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان: وَمَن لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنكُمۡ طَوۡلًا (سورہ نساء: ۲۵) پس لونڈیوں
سے نکاح کرنے سے بہتر صبر کرنا ہے اس لئے اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جو مرد کسی عورت
دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہوا سے چاہئے کہ اس کی بیوی اگر موجود ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ خدا کی خدائی میں نظریں
ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ خدا اسے غنی کر دے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان
کے غلام ان سے اپنی آزادی کی بابت کوئی تحریر کرنا چاہیں تو وہ انکار نہ کریں غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دے دے
اور آزاد ہو جائے گا اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے آقا کو اختیار
ہے کہ غلام جب کہ کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اتنا روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا معاہدہ کرے یا
نہ کرے۔ علما کی ایک اور جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لے کر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادی
کی تحریر چاہے وہ اس کی بات کو قبول کر لے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت انسؓ نے انکار کیا اور بار فاروقی میں یہ مقدمہ گیا آپ
نے حضرت انسؓ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوا دی (بخاری)
عطارؒ سے دونوں قول منقول ہیں امام شافعیؒ کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا مال بغیر
اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں امام مالک فرماتے ہیں یہ واجب نہیں میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام
کی آزادی تحریر کر دے خدا کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ بطور وجوب کے یہی قول امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا ہے امام ابن جریرؒ کے نزدیک
مختار قول وجوب کا ہے خیر سے مراد امانت داری سچائی مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبہ کرنا چاہیں مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پورا کر دو ورنہ نہیں
کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے اس کے بعد فرمایا ہے کہ
انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے اس میں سے کچھ معاف کر دو چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ یہ مطلب بھی بیان
کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تا کہ وہ مقرر رقم پوری کر کے آزاد ہو
جائے پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر ضروری ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور
ہے حضرت عمرؓ کے غلام ابو امیہ نے مکاتبہ کیا تھا جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے
بھی مدد طلب کرو اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں خدا
کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں
ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ
کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے ایک غریب مرفوع یہ
حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو لیکن یہی ہے کہ وہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ اپنی باندیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ جاہلیت کے
بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی باندیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زنا کاری کرائیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں
اسلام نے آ کر اس بری رسم کو توڑا منقول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی سلول منافق کے بارے میں اتری ہے وہ ایسا ہی کرتا تھا تاکہ

روپیہ بھی ملے اور لونڈی زادوں سے شان ریاست بھی بڑھے اس کی لونڈی کا نام معاذہ تھا اور روایت میں ہے اس کا نام مسیکہ تھا اور تھی یہ اسلام والی تو یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک کہ اسے ناجائز اولاد بھی ہوئی لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کر دیا اس پر اس منافق نے اسے زدوکوب کی پس یہ آیت اتری منقول ہے کہ بدکار کا ایک قریشی قیدی عبداللہ بن ابی کے پاس تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی لونڈی سے ملے لونڈی بوجہ اپنے اسلام کے حرام کاری سے بچتی تھی عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس قریشی سے ملے اس لئے اس کو مجبور کرتا تھا اور مارتا پیٹتا تھا پس یہ آیت اتری اور روایت میں ہے کہ یہ سردار منافقین اپنی اس لونڈی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے بھیج دیا کرتا تھا اسلام کے بعد اس لونڈی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے دربار محمدی میں یہ بات پہنچائی آپ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے پاس نہ بھیجو اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری لونڈیوں کو چھین لیتا ہے اس پر یہ آسمانی حکم اترا ایک روایت میں ہے کہ مسیکہ اور معاذہ دو لونڈیاں دو شخصوں کی تھیں جو ان سے بدکاری کراتے تھے اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اس پر یہ آیت اتری یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں پاکدامنی کا ارادہ کریں اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا اس لئے یوں فرمایا گیا پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے کوئی قید اور شرط نہیں ہے اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو اولاد ہو جو لونڈی اور غلام بنیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے کی اجرت بدکاری کی اجرت کاہن کی اجرت سے منع فرما دیا اور روایت میں ہے زنا کی اجرت اور پچھنے لگانے والے کی کمائی اور کتے کی قیمت خبیث ہے پھر فرماتا ہے جو شخص ان لونڈیوں پر جبر کرے تو انہیں تو خدا بوجہ ان کی مجبوری کے بخش دے گا اور ان کے مالکوں کو جنہوں نے ان پر زور ڈالا تھا انہیں پکڑ لے گا اس صورت میں یہی گنہگار رہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں رَحِیْمٌ کے بعد وَاِثْمُهُنَّ عَلٰی مَنْ اَكْرَهَهُنَّ ہے یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے والوں پر گناہ ہے مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کی خطا سے بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور کر دیئے جائیں ان پر زبردستی کی جائے ان سے درگزر فرما چکا ہے ان احکام کو تفصیل وار بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن و واضح آیت تمہارے سامنے بیان فرما دیں اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے آ چکے کہ ان کی مخالفت حق کا انجام کیا اور کیسا سلوک ہوا؟ وہ ایک افسانہ بنا دیئے گئے اور آنے والوں کے لئے ایک عبرت ناک واقعہ بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور خدا کی نافرمانیوں سے بچیں حضرت علیؓ فرماتے تھے قرآن میں تمہارے اختلاف کے فیصلے موجود ہیں تم سے اگلوں کی خبریں موجود ہیں بعد میں ہونے والے امور کے احوال بیان ہیں یہ مفصل ہے بکواس نہیں اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑے گا اسے خدا برباد کر دے گا اور جو اس کے سوا دوسری کتاب میں تلاش کرے گا اسے خدا گمراہ کر دے گا۔[1]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ

[1] اور آج کا احمق مسلمان بھی اپنے مسائل کا حل یورپ کے گمراہ طومار میں تلاش کرتا ہے کبھی جانتا ہے کہ ہمارے مسائل کا صحیح حل کمیونزم میں ہے، سوشلزم میں ہے، جمہوریت میں ہے یا فلاں ازم میں، حالانکہ یہ سب کچھ شیطان کا دھوکہ ہے ورنہ اس کے تمام مسائل کا کامیاب حل صرف قرآن مجید، حدیث اور اسلام میں ہے۔

زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ ہے اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہے اور وہ قندیل طاق میں رکھا ہے اور وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون کا (درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے اس کا تیل (اس قدر صاف اور) سلگنے والا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو نور علی نور ہے اور اللہ اپنے (اس نور ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

زمین وآسمان کا نور:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ ہادی ہے آسمان والوں اور زمین والوں کا وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نور اللہ ہدایت ہے ابن جریر اسی کو اختیار کرتے ہیں حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں اس کے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال جس کے سینے میں ایمان وقرآن ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اولاً اپنے نور کا ذکر کیا پھر مومن کی نورانیت کا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال بلکہ حضرت ابی اس کو اس طرح پڑھتے تھے: مثل نور من امن بہ۔ ابن عباس کا اس طرح پڑھنا بھی مروی ہے: کذلک نور من امن باللہ بعض کی قرات میں اللہ نور ہے یعنی اس نے آسمان وزمین کو نورانی بنا دیا ہے سدیؒ فرماتے ہیں اسی کے نور سے آسمان وزمین روشن ہیں۔

سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف نے رسول اللہ ﷺ کو بہت ایذا پہنچائی تھی آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا: اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمت و صلح علیه امرالدنیا والاخر ان یحل بی غضبك او ینزل بی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولاَ قوۃ الا باللہِ۔ اس دعا میں ہے کہ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آرہا ہوں جو اندھیروں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا وآخرت کی صلاحیت موقوف ہے صحیحین کی حدیث میں حضور ﷺ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ الٰہی تیرے ہی لئے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے اس کے عرش کا نور ہے نورہ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے اس کی مثال یہ ہے اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شہادت لئے ہوئے ہے پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اس کو زیتون کے اس تیل سے

تشبیہ دی جو خود صاف شفاف چمکیلا اور روشن ہے پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ یہودیوں نے اعتراضا کہا تھا کہ اللہ کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی پس فرمایا کہ اللہ آسمان وزمین کا نور ہے مشکوٰۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں یہ مثال اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی دی ہے اور اپنی اطاعت کو نور فرمایا ہے پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مجاہدؒ فرماتے ہیں حبشہ کے لغت میں اسے طاق کہتے ہیں بعض کہتے ہیں ایسا طاق جس میں کوئی اور سوارخ وغیرہ نہ ہو فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس چراغ ہے پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے دیئی کہتے ہیں چراغ مراد ہے۔

پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی خوبصورتی ہے یہ صاف قندیل میں ہے یہ مومن کے دل کی مثال ہے پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ اس کی دوسری قرات رئی اور ررئی بھی ہے یہ ماخوذ ہے درء سے جس کے معنی دفع کے ہیں جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اس وقت وہ بہت روشن ہوتا ہے اور جو ستارے غیر معروف ہیں انہیں بھی عرب دراری کہتے ہیں مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو زیتونۃ کا لفظ بدل ہے عطف بیان ہے پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آجائے اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔

پس اس کا تیل بھی بہت صاف چمک دار اور معتدل ہوتا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ درخت میدان میں ہے کوئی درخت پہاڑ غار یا کوئی اور چیز اسے چھپائے ہوئے نہیں ہے اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے نہ مشرقی کہہ سکتے ہیں نہ مغربی ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے اگر کسی فتنے کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے پس اسے چار صفتیں قدرت دے دیتی ہے (۱) بات میں سچ (۲) حکم میں عدم (۳) بلا پر صبر۔ (۴) نعمت پر شکر۔ پھر وہ اور تمام انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ جو مردوں میں ہو حسن بصریؒ فرماتے ہیں اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرورت تھا کہ مشرقی ہو یا مغربی لیکن یہ تو نور خدا کی مثال ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا اور دھوپ پہنچتی ہے لیکن چاروں طرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا۔

اسی لئے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے نور پر نور ہے یعنی ایمان کا نور پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے اس کا آنا نور ہے اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت کعبؒ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ وہ آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے جیسے یہ زیتون کہ بغیر روشن کئے روشن ہے تو دونوں یہاں جمع ہیں ایک زیتون کا ایک آگ کا ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا اس لئے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے

مطابق چل کر خشک ہو گیا۔ (مسند وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان فرما رہا ہے اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں وہ ہدایت وضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے مسند کی ایک حدیث میں ہے دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن ایک غلاف دار اور بندھا ہوا ایک الٹا اور اوندھا ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا پہچان لیا پھر منکر ہو گیا چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے ایمان کی مثال تو اس میں ترکاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے اب ان میں سے جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور) وہ ایسے دن (کی دارو گیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی انجام ان لوگوں کا یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے ○

مومنین کی بعض صفات:

مومن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت وعلم ہے اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روشن تیل سے جل رہا ہو اس لئے یہاں اس کی جگہ بیان فرمائی کہ ان کی موجودگی مسجدوں میں ہو جو سب سے زیادہ بہترین اور محبوب الٰہی جگہ ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان کی جاتی ہے جن کی نگہبانی اور پاک صاف رکھنے کا اور بیہودہ اقوال وافعال سے بچانے کا حکم اللہ نے دیا ہے ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان ترفع کے معنی اس میں بے ہودگی نہ کرنے کے ہیں قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کی تعمیر آبادی ادب اور پاکیزگی کا حکم اللہ نے دیا ہے کعبؒ کہا کرتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ زمین پر مسجدیں میرا گھر ہیں جو بھی باوضو میرے گھر پر میری ملاقات کے لئے آئے گا میں اس کی عزت کروں گا ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لئے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب احترام کرنے انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جنہیں بحمد اللہ میں نے ایک

مستقل کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں اللہ مدد کرے اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے (بخاری و مسلم) فرماتے ہیں نام اللہ کے ذکر کئے جانے کے لئے جو شخص مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے (ابن ماجہ) حضور ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے لوگوں کے لئے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یا زرد رنگ سے بچو تا کہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں (بخاری شریف) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو ٹیپ ٹاپ والا نقش و نگار اور رنگ و روغن والا نہ بنایا ان کے اعلام برے نہیں ہوئے (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے آپ فرماتے ہیں مجھے مسجدوں کو بلند و بالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ابن عباسؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے کیا (ابوداؤد) فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر و غرور نہ کرنے لگیں (ابوداؤد وغیرہ) ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا کوئی جو مجھے میرے سرخ رنگ اونٹ کا پتہ دے آپ نے بددعا کی کہ اللہ کرے تجھے نہ ملے مسجدیں تو جس مطلب کے لئے بنائی گئیں ہیں اسی کام کے لئے ہیں (مسلم) حضور ﷺ نے مسجدوں میں خرید و فروخت تجارت کرنے سے اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرمادیا ہے۔ (احمد وغیرہ)

فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے (ترمذی) ارشاد ہے بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے نہ تیر پھیلائے جائیں نہ کچا گوشت لایا جائے نہ یہاں حد ماری جائے نہ یہاں باتیں اور قصے کہے جائیں نہ اسے بازار بنایا جائے۔ (ابن ماجہ)

فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو دیوانوں کو خرید و فروخت کو لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حد جاری کرنے کو اور تلواروں کے ننگی کرنے کو روکو ان کے دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکادو (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے بعض علماء نے ضرورت کے بغیر مسجدوں کو گزرگاہ بنانا مکروہ کہا ہے ایک اثر میں ہے کہ جو شخص بغیر نماز پڑھے مسجد سے گزر جائے فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں ہتھیاروں اور تیروں سے جو منع فرمایا یہ اس لئے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے لگ جائے اسی لئے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ کوئی تیر یا نیزہ لے کر گزرے تو اسے چاہئے کہ اس کا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے تا کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے کچا گوشت لانا اس لئے منع ہے کہ خوف ہے اس میں سے خوط نہ ٹپکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کردی گئی ہے مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا اس لئے منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو نجس کردے بازار بنانا اس لئے منع ہے کہ وہ خرید و فروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کردیا تھا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں بلکہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز کی جگہ ہے پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا دوسری حدیث میں ہے اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے روکو اس لئے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں چنانچہ فاروق اعظمؓ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھ لیتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشا کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں

اور مسجد اس تماشے کے لائق نہیں اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے بیع وشرا سے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر اللہ سے مانع جھگڑوں کی مصالحتی مجلس منعقد کرنے سے اس لئے منع کر دیا گیا کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ فیصلے مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لئے اس جملے کے بعد بلند آواز سے منع فرمایا سائب بن یزید کندیؒ فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ جب میں آپ کے پاس لایا تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ یا پوچھا کہ تم کہاں کے ہو انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبوی ﷺ میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو (بخاری) ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروقؓ نے فرمایا تھا جانتا بھی ہے کہ تو کہاں ہے (نسائی) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کرنے اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا مسجد نبوی کے قریب ہی کنویں تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے اور جمعہ کے دن اسے خوشبودار کرنے کا حکم ہوا کیونکہ اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں چنانچہ ابو یعلی موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی ﷺ کو مہکا دیا کرتے تھے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دوکان پر پڑھی جائے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے یہ اس لئے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر ایک قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چکتا ہے پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ الٰہی اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے دار قطنی میں ہے مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

سنن میں ہے اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملے گا یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانے والا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں آتے یہ کہتے: اعوذ باللہ العظیم و بوجهه الکریم و سلطانه القدیم من الشیطان الرجیم ۔ فرمان ہے کہ جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے شیطان کہتا ہے میرے شر سے یہ تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے یہ دعا پڑھے اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك ۔ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر جائے یہ کہے: اللّٰھم افتح لی ابواب فضلك ۔ پروردگار تو میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے پھر اللہ افتح لی ابواب رحمتك پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی اللہ ﷺ پر سلام بھیج کر اللہ اعصمنی من الشیطان الرجیم پڑھے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں آتے تو درود پڑھ کر اللّٰھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود کے بعد اللّٰھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب فضلك پڑھتے اس حدیث کی سند متصل نہیں الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام مسجد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آیت میں ہے ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ کو پکارو ایک اور آیا میں ہے کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں اس کا نام ان میں لیا جائے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے صبح و شام وہاں اس اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں آصال جمع ہے اصیل کی شام کے وقت کو اصیل کہتے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے وہاں مراد نماز ہے پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں ایک قرات میں یسبح ہے اور اس قرات پر آصال پر پورا وقت ہے اور رجال سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لئے گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کرتے ہیں تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ اور یسبح کی قرات پر رجال فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہئے کہتے ہیں رجال صا شارہ ہے ان کے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلیٰ کاموں کی طرف یہ اللہ کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں اس کی عبادت کی جگہیں ان سے زینت پاتی ہیں توحید اور شکر گزاری کرنے والے ہیں جیسے فرمان ہے من المومنین رجال...... یعنی مومنوں میں ایسے بھی مرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کئے تھے انہیں پورے کر دکھایا ہاں عورتوں کے لئے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے اس کے حجرے کی نماز سے اور اس کے حجرے کی نماز سے اس کے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے مسند میں ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی بیوی صاحبہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں آپ نے فرمایا یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز صحن کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھڑی کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے اور محلے کی مسجد سے افضل گھر کی نماز ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے افضل ہے یہ سن کر مائی صاحبہ نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کر لیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیںؓ ہاں البتہ عورتوں کے لئے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں صحیح حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو (بخاری و مسلم وغیرہ) ابوداؤد میں ہے کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر افضل ہیں اور حدیث میں ہے کہ وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو کو ہاتھ بھی نہ لگائے صحیحین میں ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی چلی جاتی تھیں اور بوجہ رات کے اندھیرے کے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جو نئی نئی باتیں نکالیں ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو پا لیتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنواسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (بخاری و مسلم)

ایسے لوگ جنہیں خرید و فروخت یاد الٰہی سے نہیں روکتی جیسے ارشاد ہے ایمان والو مال و اولاد تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کر دے سورہ جمعہ میں ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو مطلب یہ ہے کہ ان نیک لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی انہیں آخرت اور آخرت کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں اس لئے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی محبت کو اس کے احکام کو مقدم کرتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ لوگ انہی میں سے ہیں ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں سوداگری یا تجارت کروں اگر چہ اس میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نمازوں کے وقت یہ سب چھوڑ کر ضرور چلا جاؤں گا میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ یہ ہے کہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے جو اس

آیت میں بیان ہوا ہے سالم بن عبداللہ نماز کے لئے جا رہے تھے دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دکانوں پر کپڑے ڈھک کر نماز کے لئے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہی میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری نے فرمائی ہے اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازو اٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیئے فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا انہیں عشق تھا وہ نماز کے اوقات کی ارکان اور آداب کی حفاظت کے ساتھ نمازوں کے پابند تھے یہ اس لئے کہ دلوں میں خوف الٰہی تھا قیامت کا آنا برحق جانتے تھے اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت تر گھبراہٹ اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی دل اڑ جائیں گے کلیجے دہل جائیں گے جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بنا پر مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے کھلا رہے ہیں ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جب کہ لوگ مارے رنج و غم کے منہ بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوئے ہوں گے پس اللہ ہی انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور انہیں تروتازگی بشاشت ہنسی خوشی اور راحت و آرام سے ملا دے گا اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں ان کی برائیاں معاف ہیں ان کے ایک ایک اعمال کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور فضل الٰہی انہیں ضرور ملنا ہے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا اور آیت میں ہے نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے اور آیت میں ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے گا اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ سے زیادہ کر کے دے گا فرمان ہے: يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ (بقرہ: ۲۶۱) وہ بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے یہاں فرمان ہے وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک مرتبہ دودھ لایا گیا آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے اس لئے آپ ہی کے پاس پھر سے برتن آیا آپ نے یہی آیت یخافون سے پڑھی اور پی لیا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا جو با آواز بلند ندا کرے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں لین دین اور تجارت ذکر الٰہی سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہوں گے سب سے پہلے انہیں حساب سے فارغ کر دیا جائے گا آپ فرماتے ہیں ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور مزید فضل الٰہی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ احسان کئے ہوں گے وہ مستحق شفاعت ہوں گے ان سب کی شفاعت کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰٮهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۳۹ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا

فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ ؀

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضاالٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا (یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصلہ کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھنک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (بے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے اور دیکھنا چاہے تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہو سکتا۔ (اے مخاطب) ○

چمکتے ہوئے ریت کے تودے:

یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں ایک آگ کی ایک پانی کی اور جیسے کہ سورہ رعد میں ہدایت وعلم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے ایسی ہی دو مثالیں آگے اور اپنی کی بیان ہوئی ہیں دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گزر چکی ہے فالحمدللہ۔ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت گمراہ ہیں ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج دریا سمجھ بیٹھتا ہے فیعہ جمع فاع کی جیسے جار کی جمع ہے جیرہ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے معنی اس کے چٹیل ودیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آیا کرتے ہیں دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے جنگل میں جو پیاسا ہو پانی کی تلاش میں اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت وحسرت سے اپنا منہ لپیٹ لیتا ہے دیکھتا ہے کہ وہاں اپنی کا قطرہ چھوڑ نام ونشان بھی نہیں اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت والے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا شرع کے مطابق نہ ہونے سے وہ برباد ہوگئی ہے غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔

حساب کتاب کے موقعہ پر اللہ خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل ان کا قابل ثواب نہیں نکلتا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے وہ جواب دیں گے کہ اللہ کے بیٹے عزیر علیہ السلام کی کہا جائے گا کہ جھوٹے ہو اللہ کا کوئی بیٹا نہیں اچھ بتاؤ اب کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلوایا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکہ ہوتا ہے یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے یہ تو جہل مرکب والوں کی مثال تھی اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے جو کورے مقلد تھے اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے مندرجہ بالا مثال والے ائمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہہ کے اندھیروں جیسی ہے

جسے اوپر سے تہہ بہ تہہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں یعنی اندھیرے پر اندھیرا ہو یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں کوئی ہے جس کی تقلید کر رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثلاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ جا رہا ہوں پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں پس جیسے اس سمندر پر موجیں اٹھ رہی ہیں اسی طرح کافر کے دل اس کے کانوں پر اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے : اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ...... (جاثیہ:۲۳) تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور اللہ نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے ابی بن کعب فرماتے ہیں ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں (۱) کلام (۲) عمل (۳) جانا (۴) آنا اور (۵) انجام۔ سب اندھیروں میں ہیں جسے اللہ اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے جہالت میں مبتلا رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جیسے فرمایا : مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا یہ اس کے مقابل ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اللہ تعالیٰ عظیم و کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کر دے اور ہمارے دائیں بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھا دے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے آمین۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں اور (بالخصوص) پرند جو پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں سب کا اپنی اپنی دعا اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے اور اللہ ہی کو حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے ○

تسبیح و ثناء:

کل کے کل انسان جنات فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں ایک اور جگہ ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اڑنے والے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی اللہ نے انہیں سکھا دی ہے سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں اور اللہ پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے حاکم متصرف مالک مختار کل معبود حقیقی آسمان و زمین کا بادشاہ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا برے لوگ برا بدلہ پائیں گے نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے خالق مالک

وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم حقیقی وہی ہے اور اسی کی ذات لائق حمد وثنا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٤٤﴾

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک بادل کو دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس (کی جان پر یا مال پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اور اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی (اور نیز) اللہ تعالیٰ رات اور دن کو (بھی) بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لئے استدلال کا موقع ہے ○

اُٹھتے ہوئے بادل:

پتلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت الٰہی سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں زمین کو قابل بناتی ہیں پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں پھر برس پڑتے ہیں پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے اس جملے میں پہلا من ابتداء غایت کا ہے دوسرا تبعیض کا تیسرا بیان جنس کا یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لئے ہی بطور کنایہ ہے ان کے نزدیک من ثانیہ بھی ابتداء غایت کے لئے ہے لیکن وہ پہلے کا بدل ہے واللہ اعلم۔

اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں اللہ برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں برستے یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچا لیتا ہے پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رات کو چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قدیر کو ظاہر کرتی ہیں اللہ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي

عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵

اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں بعضے تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

طرح طرح کی مخلوقات:

اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے وہ قادر کل ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

ہم نے (حق کے) سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور (ان عام میں سے) جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے ○

واضح دلائل:

یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ ہی نے بیان فرمائی ہیں عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے رب جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۴۹ ۭ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰ ۧ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ

بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۵۲

اور (یہ منافق) لوگ (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد (موقع ظہور صدق دعویٰ پر) ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ (دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے ہیں اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے (اور ان کے خصوم کے) درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں آیا ان کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (سو ان میں سے کوئی سبب) نہیں ہے بلکہ (اصلی سبب یہ ہے) کہ یہ لوگ برسرظلم (ہوتے ہیں) مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان میں فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ (بطیب خاطر) کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور ایسے لوگ (آخرت میں فلاں پائیں گے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے ○

اور پھر نفاق:

منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان و طاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کے خلاف ہیں عمل کچھ ہے قول کچھ ہے اس لئے کہ دراصل ایمان دار نہیں حدیث میں ہے کہ جو شخص بادشاہ کے سامنے بلوایا جائے اور وہ نہ جائے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے قرآن و حدیث کے ماننے کو کہا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ سے صُدُوْدًا (نساء: ۶۰، ۶۱) تک کی آیتوں میں بیان گزر چکا ہے ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے کلمے پڑھتے ہوئے گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلے ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہیں دنیوی مفاد کے خلاف ہیں تو حق کی طرف مڑ کر دیکھیں گے بھی نہیں پس ایسے لوگ پکے کافر ہیں اس لئے کہ تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے یا انہیں دین الٰہی کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف ہے کہ کہیں اللہ اور رسول ﷺ ان کا حق نہ مار لیں ان پر ظلم و ستم کریں گے اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے جو جیسا باطن میں ہے اس کے پاس وہ ظاہر ہے۔

دراصل یہی لوگ جابر ہیں ظالم ہیں اللہ اور رسول اللہ ﷺ اس سے پاک ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن و حدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبوی ﷺ میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر آتی تو سرکار محمد ﷺ میں آنے سے صاف انکار کر جاتے پس یہ آیت اتری اور حضور ﷺ نے فرمایا جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے یہ حدیث غریب ہے۔

پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے وہ تو

قرآن وحدیث سنتے ہیں اس کی دعوت کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا یہ کامیاب بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں حضرت عبادہ بن صامتؓ جو بدری صحابی ہیں انصاری ہیں انصاروں کے ایک سردار ہیں انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی آسانی میں بھی خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کچھ کہے ہرگز نہ ماننا کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی اللہ کی اس کے رسول کی خلیفۃ المسلمین کی عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں اسلام کا مضبوط کڑا اللہ کی وحدانیت کی گواہی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے جو احادیث وآثار کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتیں جو شخص اللہ اور رسول کا تابع فرمان بن جائے جو حکم ملے بجالائے جس چیز سے روک دیں رک جائے جو گناہ ہو جائے اس سے خوف کھاتا رہے آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو سمیٹنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۚ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمابردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی) ہم کو حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں (آپ ان سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے آپ کہئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول ﷺ کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال) رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔ O

تمہاری حقیقت معلوم ہے:

اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ پیغمبر رب ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدان

جنگ میں پہنچ جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے زبانی ڈینگیں بہت ہیں عملی حصہ صفر ہے تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے جتنی زبان مومن ہے اتنا ہی دل کافر ہے یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن اتنے بزدل ہیں کہ ان کا ساتھ خاک بھی نہیں دے سکتے اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہئے نہ کی قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں اللہ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی قرآن اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں اس کے ذمے تو صرف پیغام الٰہی پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے تم پر وہ ہے جس کے ذمے دار تم ہو یعنی قبول کرنا عمل کرنا وغیرہ ہدایت صرف اطاعت رسول میں ہے اس لئے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے جو صراط مستقیم اس اللہ تک پہنچاتی ہے جس کی سلطنت تمام زمین و آسمان ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے سب کا حساب ہمارے ذمے ہے جیسے فرمان ہے فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ...... (غاشیہ ۲۱) تو صرف ناصح و واعظ ہے انہیں نصیحت کر دیا کر تو ان کا وکیل یا داروغہ نہیں۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں حیا نبی کی طرف وحی الٰہی آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جا میں تیری زبان سے جو چاہوں گا نکلواؤں گا چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بہ حکم الٰہی یہ خطبہ بیان ہوا اے آسمان سن اے زمین خاموش رہ اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہے جسے وہ پورا کرنے والا ہے وہ چاہتا ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دے ویرانے کو بسا دے صحراؤں کو سرسبز بنا دے فقیروں کو غنی کر دے چرواہوں کو سلطان بنا دے ان پڑھوں میں سے ایک امی کو نبی بنا کر بھیجے جو نہ بدگو ہو نہ بداخلاق ہو نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا ہو اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے امن کی ہوا سے چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس سے وہ گزرا ہو اگر وہ سوکھے بانسوں پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ پہنچے میں اسے بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا وہ زبان کا پاک ہوگا اندھی آنکھیں اس کی وجہ سے روشن ہو جائیں گی بہرے کان اس کے باعث سننے لگیں گے غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے ہر ایک بھلے کام سے میں اسے سنواروں گا ہر ایک خلق کریم سے میں اسے سرفراز فرماؤں گا۔ سکینت اس کا لباس ہوگی نیکی اس کا وطیرہ ہوگا تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا حکمت اس کی باتیں ہوں گی صدق و وفا اس کی طبیعت ہوگی عفو و درگزر کرنا اور عمدگی و بھلائی چاہنا اس کی خصلت ہوگی حق اس کی شریعت ہوگی عدل اس کی سیرت ہوگی ہدایت اس کی امام ہوگی اسلام اس کی ملت ہوگا۔ احمد اس کا نام ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی کے بعد اس کی وجہ سے میں ہدایت پھیلا دوں گا جہالت کے بعد علم چمک اٹھے گا پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہوگی نادانی اس کی ذات سے دانائی میں بدل جائے گی کمی زیادتی سے بدل جائے گی فقیری کو اس کی وجہ سے میں امیری سے بدل دوں گا اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا فرقت کے بعد الفت ہوگی انتشار کے بعد اتحاد ہوگا اختلاف کے بعد اتفاق ہوگا مختلف دل جداگانہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی بیشمار بندگان رب ہلاکت سے بچ جائیں گے اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کر دوں گا جو لوگوں کے نفع کے لئے ہوگی بھلائیوں کا حکم کرنے والی برائیوں سے روکنے والی ہوگی موحد مومن مخلص ہوں گے اللہ کے جتنے رسول علیہم السلام

اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں یہ سب کو مانیں گے کسی کے منکر نہ ہوں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس) اتباع کی برکت سے زمین میں حکومت عطا فرمائے جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں ○

خدا تعالیٰ کا وعدہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی امت کو زمین کا مالک بنا دے گا لوگوں کا سردار بنائے گا ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا' بندگان رب ان سے دل شاد ہوں گے آج یہ لوگوں سے لرزاں وترساں ہیں کل یہ باامن واطمینان ہوں گے حکومت ان کی ہوگی سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی الحمدللہ یہی ہوا بھی مکہ خیبر' بحرین' جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد ﷺ کی موجودگی میں فتح ہوگیا ہجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کر ماتحتی قبول کر لی شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا شاہ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے عمان کے شاہوں نے بھی یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا حبشہ کے بادشاہ اصحمہؒ تو مسلمان ہی ہوگئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا اس نے بھی سرکار محمد ﷺ میں عقیدت مندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے پھر جب کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسول اللہ ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلوا لیا آپ کی خلافت صدیق اکبرؓ نے سنبھالی جزیرہ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا اور ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جاں بازوں کو روانہ فرمایا انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے پھر مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرداری میں روانہ فرمایا بصریٰ دمشق حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقاء ہوئے اور بہ الہام الٰہی حضرت عمرؓ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے سچ تو یہ ہے کہ آسمان تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا آپ کی قوت

طبیعت آپ کی نیک سیرت آپ کے عدل کا کمال آپ کی رب ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لا حاصل ہے تمام ملک شام پورا علاقہ مصر اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی کامل ذلت و اہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا قیصر کو فنا کر دیا نام مٹا دیا شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپایا ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانے ان بدگان رب نے اللہ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم ﷺ کی زبان سے کہلوائے تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق و مغرب کی انتہا تک اللہ کا دین پھیل جاتا ہے ربانی لشکر ایک طرف اقصیٰ مشرق تک اور دوسری طرف انتہا مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں اور مجاہدین کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں اندلس قبرص، قیروان وسبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے کسریٰ قتل کر دیا گیا اس کا ملک تو ایک طرف نام و نشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی دوسری جانب مدائن، عراق، خراسان، اھواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخر ان کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا ذلیل و خوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمانؓ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے قرآن کے جمع کرنے اس کے حفظ کرنے اس کی اشاعت کرنے اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث سے نمایاں ہوئی وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔

آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اس پیشگوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لی عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے۔ مسلمانو! رب کے اس وعدے کو پیغمبر کی اس پیش گئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گذشتہ عظمت و شان کو دیکھو آؤ نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام کا پرچم بحمد اللہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں مسلمانو حیف اور صد حیف اس پر جو قرآن و حدیث کے دائرے سے باہر نکلے حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرے کو غیر کے حوالے کرے اپنے آباؤ اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نا اتفاقی اور بے چینیوں سے غیر کی بھینٹ چڑھائے اور سکھ سے بیٹھا لینار ہے اللہ ہمیں کامل ایمان عطا کر اللہ ہمیں سچا ذوق دے اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا اللہ ہمیں اپنے لشکری کی توفیق دے اللہ ہمیں اپنا لشکری بنا لے آمین۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلفاء ہوں گے پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہؓ سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے یہ سب کے سب قریشی ہوں گے (مسلم) آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جس دن حضرت ماعز بن مالکؓ کو رجم کیا گیا تھا پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلفاء نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہیں جنہیں خلافت و سلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفاء ہوں

گے سب کے سب قریشی ہوں گے حکم میں عدل کرنے والے ہوں گے ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کا ہونا یقینی ہے خواہ پے در پے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب ہوئے اول ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی ایسے خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جن کی کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت سے مطابق ہوگی تمام زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم و ناانصافی سے بھر گئی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہو جائے گا ابو العالیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ دس سال تک مکے میں رہے اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا ڈر خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا جہاد کا حکم نہیں آیا تھا مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا مدینے پہنچے اب جہاد کا حکم ملا جہاد شروع ہوا دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا اہل اسلام بہت خائف تھے خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا صبح شام صحابہ ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے ایک صحابیؓ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسی طرح خوف زدہ ہی رہیں گے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گزرے گی؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہتھیار اتار کر بھی ہمیں کبھی اسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا کچھ دن اور صبر کر لو پھر تو اس قدر امن و اطمینان ہو جائے گا کہ پوری مجلس میں بھرے دربار میں چوکڑی بھر کر آرام سے بیٹھے ہوئے رہو گے ایک کے پاس کیا کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامن پورا اطمینان ہوگا اسی وقت یہ آیت اتری پھر تو اللہ کے نبی جزیرہ عرب پر غالب آ گئے عرب میں بھی کوئی کافر نہ رہا مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہو گئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے پھر یہی امن وراحت کا دور دورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے تک پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوف زدہ رہنے لگے اور پہرے دار چوکیدار داروغے وغیرہ مقرر کئے اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہو گئے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں اس آیت کو پیش کیا براء بن عازب کہتے ہیں جس وقت یہ آیت اتری ہے اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے جیسے فرمان ہے: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ...... (انفال: ۲۶) یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے اور قدم قدم اور دم دم پر خوف زدہ رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھا دی تمہیں قوت وطاقت عنایت فرمائی اور امن وامن دیا پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ (اعراف ۱۲۹) بہت ممکن ہے بلکہ بہت ہی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنا دے اور آیت میں ہے: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ (قصص: ۵) یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتوان تھے۔

پھر فرمایا کہ ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے جما دے گا اور اسے قوت وطاقت دے گا حضرت عدیؓ بن حاتم جب بطور وفد آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا ہاں نام سنا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ میرے اس دین کو کامل طور پر پھیلائے گا یہاں تک کہ امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ

سے ایک سانڈنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہو گی نہ خوف زدہ ہو گی نہ ہی اس کے ساتھ محافظ ہو گا یقین مان کہ کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے حضرت عدیؓ نے تعجب سے پوچھا کیا شاہ ایران کسریٰ بن ہرمز کے خزانے مسلمانوں کی فتوحات میں آئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے سنو اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا دوسری پیشین گوئی تو میری نگاہوں کے سامنے پوری کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں خود موجود تھا اور تیسری پیشگوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے اس امت کو ترقی اور بڑھوتری کی مدد اور دین کی اشاعت کی بشارت دو ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لئے کرے وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔

پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے مسند میں ہے حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی میں نے لبیک وسعدیک کہا پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا تو آپ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے کا اللہ حق ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے آپ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے (صحیحین) پھر فرمایا اس کے بعد جو منکر ہو جائے وہ یقیناً فاسق ہے یعنی اس کے بعد بھی جو میری فرمانبرداری چھوڑ دے اس نے میری حکم عدولی کی اور یہ گناہ سخت اور بہت بڑا ہے شان الٰہی دیکھو جتنا جس زمانے میں اسلام کا زور رہا اتنی ہی مدد اللہ کی ہوئی صحابہ اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا دنیوی حالت، سلطنت وشوکت بھی گرتی گئی صحیحین میں ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسرِ حق رہے گی اور وہ غالب اور نڈر رہے گی ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک یہ اسی طرح رہے گی۔

روایت میں ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے گا اور روایت میں ہے یہاں تک کہ یہی جماعت سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾ ع ۱۴

اور (اے مسلمانو) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو تا کہ تم پر (کامل) رحم کیا جائے (اے مخاطب) کافروں کی نسبت خیال مت کرنا (کہ ہمارے قہر سے بچنے کے لئے) زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ کر ہم کو) ہرا دیں گے اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۞

اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم):

اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لئے نمازیں پڑھتے رہو اور ساتھ ہی اس کے بندوں کے ساتھ احسان وسلوک کرتے رہو ضعیفوں، مسکینوں، فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو مال میں سے ربانی حق یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو اور ہر امر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو جس بات کا وہ حکم فرمائے بجالاؤ جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ یقین جانو کہ اللہ کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے چنانچہ اور آیت میں ہے: اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (توبہ: ۷۱) یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان نہ کرنا کہ آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کو نہ ماننے والے ہم پر غالب آجائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ عذابوں سے بچ جائیں گے ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں جو نہایت بری جگہ ہے قرارگاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار سے بھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰

اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لئے) تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کے لئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے (وقت) (اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور

(بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا حکم اوپر آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکما صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں اور (ہر چند کہ بڑی بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا ہے (سب کچھ) جانتا ہے ○

اور پھر احکام کی تفصیل:

اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اجازت حاصل کر کے آیا کریں اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ اجنبیوں کے لئے تھا پس فرماتا ہے کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہئے صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور دوپہر کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لئے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے پس تین وقتوں میں نہ جانے انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس لئے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لئے اور نیز تمہارے لئے بڑی حرج کی چیز ہو گی ایک حدیث میں ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے۔[1] ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہی آیت اور ایک سورہ نساء کی آیت: وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ (نساء: ۸) اور ایک سورہ حجرات کی آیت: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ (نساء: ۸) شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا گویا ان پر ایمان ہی نہیں میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے پہلی آیت میں تو ان تین وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں انہیں بنام الٰہی کچھ دے دینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے

---

[1] اس حدیث کے نقل کرنے سے ابن کثیر کا مطلب یہ ہے کہ شریعت ان چیزوں میں جو بکثرت پیش آتی ہیں اور جن سے محفوظ رہنا بڑا ہی دشوار ہے سہولت کے کچھ پہلو ضرور نکال دیتی ہے مثلاً بلی بکثرت گھروں میں آتی ہے بلکہ اس کو پالتے ہیں یہاں تک کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں میں منہ تک ڈال دیتی ہے سو اگر اب شریعت اس کی منہ ڈالی ہوئی تمام چیزوں کو نجس یا حرام کر دیتی تو یقیناً لوگوں کو اس سے پریشانی پیش آتی اس لیے شریعت نے اس میں کچھ صورتیں سہولت کی نکال دیں، لیکن یہ کام صرف شریعت کا ہے اس پر قیاس کر کے خود کچھ احکام گھڑنا جائز نہیں مثلاً آپ کہنے لگیں کہ کتا بھی پالا جاتا ہے وہ بھی گھر میں رہتا ہے چیزوں میں منہ ڈال دیتا ہے لہٰذا اس کی منہ ڈالی ہوئی چیزیں بھی ممنوع نہ ہوں، یہ قیاس قطعاً غلط ہو گا کیونکہ شریعت نے کتے کو پالنے ہی کی اجازت نہیں دی تو گویا کہ آپ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے شریعت کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ ابن کثیر یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ لڑکوں اور غلاموں کو تھوڑی بہت اجازت اسی پریشانی کو دور کرنے کے لیے ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گھر میں کام کاج کرنے والے بچوں سے متعلق احکام پر عمل آجکل نہیں ہو رہا ہے۔

بلکہ قابل اکرام خوف الٰہی کے ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کیا یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اس نے کہا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا اللہ سے توفیق طلب کرنی چاہئے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گزرتا اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی کمرے جداگانہ بن گئے دروازے باقاعدہ لگ گئے دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہوگئے حکم الٰہی کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔

سدیؒ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے گھر میں ہوتا ہے اللہ جانے کس حالت میں ہو اس لئے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تا کہ نہا دھو کر باآرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاریؓ نے حضور ﷺ کے لئے کچھ کھانا پکایا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں جانے لگے حضرت اسماءؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آ جائے ممکن ہے میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں پس یہ آیت اتری اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لینی چاہئے چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گزرا اجازت مانگنی ضروری ہے لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہئے جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے۔

جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع حیض بند ہو جائے عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں آیت وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ (نور:۳۱) سے یہ آیت مستثنیٰ ہے۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور کرتے پاجامے میں رہیں آپ کی قرأت بھی ان یضعن من ثیابھن مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا چوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں انہیں اس کے اوپر چادر ڈالنا ضروری نہیں لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو حضرت عائشہ سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے بناؤ سنگھار بے شک حلال اور طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے نہیں حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بیوی صاحبہ جب بالکل بڑھیا پھوس ہوگئیں تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے جائز تو ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ

وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھا لو یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) پھر (یہ بھی معلوم کر رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے (اور) برکت والی عمدہ چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح یہ احکام بتلائے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو) ○

اور یہ بھی سنو:

اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطاء وغیرہ تو فرماتے ہیں مراد اس سے اندھے لولے لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے جیسے کہ سورہ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں سورۃ برا میں ہے: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ (توبہ ۹۱) بوڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جب کہ وہ تہہ دل سے دین الٰہی کے اور رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ ہوں کوئی حرج نہیں بلے؟ لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں اللہ غفور و رحیم ہے ان پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی حضرت سعدؒ وغیرہ فرماتے ہیں لوگ اندھوں لولوں، لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ کھا نہ سکیں اور ہم زیادہ کھالیں یا اچھا اچھا کھالیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں بعض لوگ کراہت کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو نہیں بیٹھتے تھے یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھا دیں۔

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھالیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں اس پر یہ آیت اتری سدیؒ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بہن بھائی وغیرہ کے گھر جاتا وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں نہیں نہ ان کی اجازت ہے تو جناب باری تعالیٰ نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں یہ تو ظاہر ہی تھا اس کا بیان اس لئے کیا گیا کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں آیا لیکن ضمناً ہے بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے۔

مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور جن لوگوں کے نام آئے ہیں ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قرابت داروں کا نان و نفقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اور امام احمدؒ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے۔ جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغے ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت و دستور کھا پی سکتے ہیں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو اپنی کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں لیکن تاہم یہ لوگ اپنے تئیں امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے بادل ناخواستہ اجازت دی ہو کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھالینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس سے برا نہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گزرے گا قتادہؒ فرماتے ہیں تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو بلا اجازت اس کے کھانے کو کھالینے کی رخصت[1] ہے۔

پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (نساء: ۲۹) اتری یعنی ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ تو صحابہؓ نے آپس میں کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو کھاتے نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رکصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ برکت مل بیٹھنے میں ہے۔

پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو حضرت جابرؓ کا فرمان ہے کہ جب تم گھر میں جاؤ تو اللہ کا سکھایا ہوا بابرکت بھلا

---

[1] بشرطیکہ تمہارے اس عمل سے دوستوں کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس بے تکلفی سے وہ اور خوش ہوں۔

سلام کہا کرو[1] میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے ابن طاؤس فرماتے ہیں تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے حضرت عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤں۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں جب مسجد میں جاؤ تو کہو: السلام علی رسول اللہ اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے بال بچوں کو سلام کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو: بسم اللہ والحمد للہ السلام علینا من ربنا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یہی حکم دیا جارہا ہے ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب اللہ کے فرشتے دیتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے فرمایا ہے اے انس کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی جو میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا اے انس چھوٹوں پر رحم کر بڑوں کی عزت و توقیر کر تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا پھر فرماتا ہے یہ دعائے خیر ہے جو اللہ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے برکت والی اور عمدہ ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے تو التحیات قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی التحیات یوں ہے: التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے پھر سلام پھیردے انہی حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً صحیح مسلم شریف میں اس کے سوا بھی مروی ہے واللہ اعلم اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں سوچیں سمجھیں اور عقل مندی حاصل کریں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول ﷺ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے

[1] معلوم ہوا کہ سلام صرف وہی بہتر اور بابرکت ہے جو ہمارے اسلام نے ہم کو تعلیم دیا، اب جدید تعلیم یافتہ گروہ بجائے ''السلام علیکم'' کے گڈ مارننگ، گڈ آفٹرنون، گڈ نائٹ، گڈ بائی یا نمسکار نمستے، آداب عرض ہے، تسلیم وغیرہ کہہ کر اسلام کے ایک حکم کے خلاف بھی کرتا ہے اور اسلام والی اس خیر و برکت سے بھی محروم رہتا ہے جو اسلام کے سلام میں۔

اے پیغمبر جولوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں تو جب اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کے لئے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں سے جس کے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں اور (اجازت دے کر بھی) آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

یہ بھی حکم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبی ﷺ سے اجازت مانگ کر جاؤ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہو اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور ﷺ سے اجازت نہ لے لو ہرگز ادھر ادھر نہ جاؤ مومن کی ایک نشانی یہ بھی ہے پھر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے اجازت چاہیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں ابوداؤد وغیرہ میں ہے جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس کو سلام کر لیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کر لیا کرے آخری دفعہ کا سلام پہلی مرتبہ کے سلام سے کچھ کم نہیں ہے[1]۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام صاحب نے اسے حسن فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳

تم لوگ رسول ﷺ کے بلانے کو ایسا (معمولی بلانا) مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو دوسرے کی آڑ میں ہو کر تم میں سے (مجلس نبوی سے) کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو کہ بواسطہ رسول ﷺ پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آپڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل نہ ہو جائے ○

رسول (ﷺ) کا ادب واحترام:

لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے آپ کو بھی پکار لیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو تا کہ آپ کی بزرگی اور عزت وادب کا پاس رہے اسی کے مثل آیت :لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (بقرہ:۱۰۴) ہے اور جیسے آیت :لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ (حجرات:۲) ہے۔یعنی ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو آپ کے سامنے اونچی اونچی آوازوں سے نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا یہاں تک کہ فرمایا جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے

[1] یعنی اس آخری سلام میں بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ جتنا کہ آنے کے وقت میں سلام کرنے پر ملا تھا۔

ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ سے خطاب کس طرح کریں آپ سے بات چیت کس طرح کریں آپ کے سامنے کس طرح بولیں چالیں بلکہ پہلے تو آپ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا۔

ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو تم اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو آپ کی دعا تو مقبول مستجاب ہے خبردار کبھی ہمارے نبی کو تکلیف نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تہس نہس ہو جاؤ اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آ جانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جا سکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ سے اجازت چاہتا اور آپ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظر بچا کر سرک جاتے تھے۔ سدیؒ فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ ہی آڑ لے کر بھاگ جاتے اللہ کے پیغمبر سے اور اللہ کی کتاب سے ہٹ جاتے صف سے نکل جاتے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے جو لوگ امر رسول ﷺ سنت رسول ﷺ فرمان رسول ﷺ طریقہ رسول ﷺ اور شرع رسول ﷺ کے خلاف کریں وہ سزایاب ہوں گے انسان کو اپنے اقوال و افعال رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور احادیث سے ملانے چاہئیں جو موافق ہوں اچھے ہیں جو موافق نہ ہوں مردود ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے ظاہر یا باطل میں جو بھی شریعت محمد یہ ﷺ کے خلاف کرے اس کے دل میں کفر و نفاق بدعت و برائی کا بیج بو دیا جاتا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے یا تو دنیا میں ہی قتل قید حد وغیرہ جیسی سزائیں ملتی ہیں یا آخرت میں عذاب اخروی ملے گا۔ مسند احمد میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں اور پروانوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے اب یہ انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہیں اپنی بانہوں میں لپیٹ لپیٹ کر اس سے روک رہا ہوں کہ آگے میں نہ گھسو آگے سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ ﴿٦٤﴾

اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے اللہ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو اور اس دن کو جس میں سب اس کے پاس (زندہ کر کے لائے جائیں گے پھر وہ ان کو سب جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ جانتا ہے ○

خدا تعالیٰ کو سب علم ہے:

مالک زمین و آسمان عالم غیب و حاضر بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ ہی ہے۔ قَدْ يَعْلَمُ میں قد تحقیق کے لئے ہے

جیسے اس سے پہلے کی آیت قد یعلم اللہ الذین میں اور جیسے قد یعلم اللہ المعوقین میں اور جیسے قد سمع اللہ میں اور جیسے قد نعلم انه میں اور جیسے قد نری میں اور جیسے موذن کہتا ہے قد قامت الصلوٰة تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو جن اعمال وعقائد پر تم ہو اللہ پر خوب روشن ہے آسمان وزمین کا ایک ذرہ بھی اللہ پر پوشیدہ نہیں جو عمل تم کرو جو حالت تمہاری ہو اس اللہ پر عیاں ہے کوئی ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے بندوں کے تمام خیر وشر کا عالم ہے کپڑوں میں ڈھک جاؤ چھپ لک کر کچھ کرو ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر اس پر یکساں ہے سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں میں ہیں تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں زمین کے اندھیروں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جب مخلوق اللہ کی طرف لوٹائی جائے گی اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی پیش کر دی جائے گی تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا اعمال نامہ کو ڈرتا ہوا دیکھے گا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پا کر حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جو جس نے کیا تھا وہ وہاں موجود پائے۔ تیرے رب کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ آخر میں فرمایا اللہ بڑا ہی دانا ہے ہر چیز اُس کے علم میں ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

کُل رکوع: ۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کُل آیات: ۷۷

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴿١﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندہ خاص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو ایسی ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا○

بس یہی ذات عبادت کے لائق ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تاکہ لوگوں پر اس کی عظمت عیاں ہو جائے کہ اس نے اپنے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا سورہ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا یہاں لفظ نَزَّلَ فرمایا جس سے بار بار بہ کثرت اترنا ثابت ہوتا ہے جیسے فرمان ہے: وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (سورہ نساء: ۱۳۶) پس پہلی کتابوں کو لفظ انزل سے اور اس آخری کتاب کو لفظ نزل سے بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا کبھی کچھ آیتیں کبھی کچھ سورتیں کبھی کچھ احکام اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل میں مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لئے دل کھل جائے جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترا کہ اس کے ساتھ تیری دل بستگی رہے اور ہم نے ٹھہر ٹھہرا کر نازل فرمایا یہ جو بات بتائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے جو خوب تفصیل والا ہو گا یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا اس لئے کہ یہ حق و باطل میں ہدایت گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اس سے بھلائی برائی میں' حلال حرام میں تمیز ہوتی ہے قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان

فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اس کے مخلص بندے ہیں یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (سورہ بنی اسرائیل:۱) اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقعہ پر فرمایا: وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ (سورہ جن:۱۹) اور جب بندہ خدا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں...... یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقعہ پر بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لئے ہے کہ آپ تمام جہان کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں ایسی کتاب جو سراسر حکمت وہدایت والی ہے جو مفصل، معظم، مبین اور محکم ہے جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم وحمید خدا کی طرف سے اتاری ہوئی ہے آپ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کردیں ہر سرخ وسفید کو ہر دور ونزدیک والے کو خدا کے عذاب سے ڈرا دیں جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور علیہ السلام کا فرمان ہے میں تمام سرخ وسفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور فرمان ہے مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں خود قرآن میں ہے: قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا (سورہ اعراف:۱۵۸) اے نبی اعلان کردو کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ خدا ہے جو آسمان وزمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کی زیر پرورش ہے سب کا مالک، خالق، رازق، معبود رب وہی ہے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

اور (باوجود حق کے ایسا یکتا ہونے کے) ان مشرکین نے خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان کے (رفع دفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کے حاصل کرنے کا نہ کسی کو مرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا ○

کتنی بڑی حماقت:

مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود خدا کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کردیں یا دوسرے کا نقصان کردیں یا دوسری کوئی بات کرسکیں وہ اپنی موت زیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا اس پر یہ کام مشکل نہیں ایک کا پیدا کرنا اور سب کا

یدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا ور سب کو زندہ کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا ہوتا ہے بے اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا وہ ماں باپ سے لڑکی لڑکوں سے عدیل ونظیر سے وزیر سے شریک وسہیم سے پاک ہے وہ احد وصمد ہے وہ لم یلد ولم یولد ہے اس جیسا کوئی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے) بارے میں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اس کی امداد کی ہے سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوا لیا ہے اور پھر وہی مضامین اس کو صبح وشام پڑھ پڑھ سنائے جاتے ہیں آپ (اس کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس ذات نے اتارا ہے جس کو چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں خبر ہے واقعی اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے ○

اساطیر اولین:

مشرکین کی ایک جہالت اوپر کی آیتوں میں بیان ہوئی جو ذات خدا کی نسبت تھی یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ گھڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کا ظلم اور جھوٹ جس کے باطل ہونے کا خود انہیں بھی علم ہے کہتے ہیں لیکن خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں کبھی بانگ لگانے لگتے ہیں کہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لئے ہیں وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس پر کسی کو کوئی یقین نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ نے انہیں لوگوں میں گزاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاق اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ہر دل میں آپ کے لئے جگہ تھی عام زبانیں آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم امین کے معزز خطاب سے پکارتی تھیں دنیا آپ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی کون سا دل تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر نہ ہو؟ کون سی آنکھ تھی جس میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہ ہو؟ کون سا مجمع تھا جس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی

صداقت امانت نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر جبکہ خدا کی بلند ترین عزت سے آپ معزز کئے گئے آسمانی وحی کے آپ امین بنائے
صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پیندے کی بدھنی کی طرح لڑھک گئے تھالی کے بینگن کی
ادھر سے ادھر ہونے لگے باتیں بنانے اور عیب جوئی کرنے لگے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ کو شاعر کہتے' کبھی ساحر' کبھی مج
اور کبھی کذاب۔ حیران تھے کہ کیا کہیں اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہو
دیں اور کس طرح ظلمت کدہ دنیا کو نور خدا سے نہ جگمگانے دیں اب انہیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی مطابق واقعہ اور حق خبریں خدا
ہوئی ہیں جو عالم الغیب ہے۔ جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں جو گزشتہ کا بیان اس میں ہے حق ہے جو آئندہ کی خبر اس میں ہے سچ ہے خدا
سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے۔ جس طرح ظاہر کو اس کے بعد اپنی شان غفاریت کا
شان رحم و کرم کو بیان فرمایا تا کہ بدلوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں کچھ بھی کیا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے
پچھتانے ہوں اور رب کی رضا چاہیں رحمت رحیم کے قربان جایئے کہ ایسے سرکش دشمن خدا اور رسول ایسے بہتان باز اس قدر ایذائیں د
والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتا ہے وہ خدا کو برا کہیں وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
کہیں وہ کلام خدا پر باتیں بنائیں اور خدا تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے اپنے فضل و کرم کی طرف دعوت دے اسلام
ہدایت ان پر پیش کرے اپنی بھلی باتیں ان کو سمجھائے اور بجھائے چنانچہ اور آیت میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی س
بیان کر کے فرمایا: اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ مائدہ:۷۴) یہ لوگ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے؟ ا
کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے مومنو
ستانے اور انہیں فتنے میں ڈالنے والوں کا ذکر کر کے سورہ بروج میں فرمایا کہ اگر ایسے لوگ بھی توبہ کر لیں اپنے برے کاموں سے
جائیں تو میں بھی ان پر سے اپنے عذاب ہٹا لوں گا اور رحمتوں سے نواز دوں گا۔ امام حسن بصریؒ نے کس مزے کی بات بیان فرمائی
آپ فرماتے ہیں خدا کے رحم و کرم کو دیکھو یہ لوگ اس کے نیک چہیتے بندوں کو ستائیں ماریں پیٹیں قتل کریں اور وہ انہیں توبہ کی طرف
اپنے رحم و کرم کی طرف بلائے فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ
اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ
يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ
ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ۧ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ
شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾

اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے پاس کوئی (غیبی) باغ ہوتا جس سے کھایا کرتا اور ایمانداروں سے یہ ظالم یوں (بھی) کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں سو (ان خرافات سے) وہ بالکل گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار) کی اس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور (انجام اس کا یہ ہوگا کہ) ہم ایسے شخص کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھا ہے وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ (دور سے ہی) اس کا جوش و خروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے ایک موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو ○

یہ نری حماقت کی باتیں:

اس حماقت کو ملاحظہ فرمایئے کہ رسول کی رسالت کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب خدا سے آگاہ کرتا فرعون نے یہ بھی کہا تھا کہ: فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ...... (سورہ زخرف:۵۷) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی دے دیا جاتا کہ یہ خود بہ آرام اپنی بسر کرتا اور دوسروں کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ اپنے کھانے پینے سے تو بے فکر ہو جاتا بے شک یہ سب کچھ خدا پر آسان ہے[1] لیکن سر دست ان چیزوں کے نہ دینے میں ہی حکمت ہے یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ لئے ہو جس پر کسی نے جادو کیا ہے دیکھو تو سہی کہ کیسی بے بنیاد باتیں بناتے

[1] اور نہ صرف آسان بلکہ بعض اولوالعزم انبیاء نہ صرف یہی کہ مالدار تھے بلکہ دنیا کی حکومتیں ان کی زیر نگیں تھیں۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام وغیرہ تو خدا تعالیٰ کے لیے کسی نبی کو فارغ البال کر دینا کیا مشکل ہے لیکن مصالح کچھ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ایسا نہیں فرماتے

ہیں؟ کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے اِدھر اُدھر کروٹیں لے رہے ہیں کبھی جادوگر کہہ دیا تو کبھی جادو کیا ہوا بتا دیا کبھی شاعر کہہ دیا کبھی جن کا سکھایا ہوا کہہ دیا کبھی کذاب کہا کبھی مجنون حالانکہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان میں تضاد ہے کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کو اعتماد نہیں گھڑتے ہیں پھر چھوڑتے ہیں پھر گھڑتے ہیں پھر بدلتے ہیں کسی بات پر جمتے ہی نہیں[1] جدھر متوجہ ہوتے ہیں راہ بھولتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں حق تو ایک ہوتا ہے اس میں تخالف اور تعارض نہیں ہو سکتا ناممکن ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں بے شک اگر رب چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں اس سے بہت بہتر اپنے نبی کو دنیا میں ہی دے دے وہ بڑی برکتوں والا ہے پتھر سے بنے ہوئے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو وہ چھوٹا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جناب باری کی جانب سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں کی کنجیاں آپ کو دے دی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی نہ ملی ہو ساتھ ہی آخرت کی آپ کی تمام نعمتیں جوں کی توں برقرار ہیں لیکن آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ صرف تکبر عناد ضد اور ہٹ دھرمی کے طور پر کہتے ہیں یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ مسلمان ہو جائیں گے اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ نکالیں گے ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ قیامت ہونے کی نہیں اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے[2] جو بھڑکانے اور سلگانے والی اور جھلس دینے والی تیز آگ کا ہے ابھی جہنم ان سے سو سال کے فاصلے پر ہوگی جبھی اس کی نظریں ان پر اور اس کی نگاہیں ان پر پڑیں گی وہیں جہنم پیچ و تاب کھائے گی اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گی جسے یہ بدنصیب سن لیں گے اور ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے ہوش جاتے رہیں گے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے جہنم ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے بل بھر رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا نوالہ بناؤں اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۂ تبارک میں ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور ہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک رہی ہوگی کہ گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنا لے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں کیا تم نے خدا کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی: اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ...... (سورہ فرقان:۱۲) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت ربیعؒ وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دکان آئی آپ وہاں ٹھہر گئے اور لوہا جو آگ میں تپایا جا رہا تھا اسے دیکھنے لگے حضرت ربیع کا تو برا حال ہو گیا عذاب خدا کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تنور کو دیکھا کہ اس کے بیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی اسے سنتے ہی حضرت ربیع بے ہوش ہو کر گر پڑے چارپائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور چارہ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیع کو ہوش نہ آیا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب

---

[1] اور جمیں تو کیسے اس لیے کہ آدمی کو استقامت سچی بات پر ہوتی ہے اور یہ جو کچھ کسی کے متعلق بکواس کرتے ہیں وہ از اول تا آخر غلط اس لیے ٹھہراؤ کسی بات پر ہو تو کیسے ہو۔

[2] اور عذاب کے مسئلہ میں کبھی بھی برداشت کا لحاظ نہیں ہوتا پولیس کو دیکھا ہوگا کہ مجرم کو کتنی اور کیسی سزا دیتی ہے تو کیا وہ سزا اس مجرم کے تحمل اور برداشت کے مطابق ہوتی ہے۔

جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کہ کل اہل محشر خوف زدہ ہو جائیں گے اور روایت میں ہے کہ بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے دوزخ سمٹ جائے گی اللہ تعالیٰ مالک ورحمٰن اس سے پوچھے گا یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ خدایا یہ تو اپنی دعاؤں میں تیری جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا آج بھی پناہ مانگ رہا ہے اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے گا حکم ہوگا اسے چھوڑ دو پچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپا لے گی تیرا کرم ہمارے شامل حال ہوگا تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لے گی اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا اور حکم دے دے گا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو پچھ اور لوگ گھسٹتے ہوئے آئیں گے انہیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوئی بڑھے گی اور اس طرح جھرجھری لے گی کہ تمام مجمع محشر خوفزدہ ہو جائے گا حضرت عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھرتھرائے گی اور شور وغل اور چیخ وپکار اور جوش خروش شروع کرے گی اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیاء کانپنے لگیں گے یہاں تک کہ خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے کہ خدایا میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کی سلامتی چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ وتار مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے جیسے بھالا کسی سوراخ میں اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی بابت سوال ہونا اور آپ کا یہ فرمانا مذکور ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بمشکل گاڑی جاتی ہے اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسا جائے گا یہ اس وقت خوب جکڑے ہوئے ہوں گے بال بال بندھا ہوا ہوگا وہاں وہ موت کو فوت کو ہلاکت کو حسرت کو پکارنے لگیں گے ان سے کہا جائے گا ایک موت کو کیوں پکارو کیوں نہ صدہا ہزارہا موتوں کو پکارو؟ مسند احمد میں ہے سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائے گا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے؛ گائے ہوئے موت وہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی حسرت اور افسوس موت وغارت کو پکار رہی ہوگی اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا ثبور سے مراد موت ہلاکی ویل حسرت خسارہ بربادی وغیرہ ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل: ۱۰۲) فرعون میں تو سمجھتا ہوں کہ تو مٹ کر برباد ہو کر ہی رہے گا شاعر بھی لفظ ثبور کو ہلاکت وبربادی کے معنی میں لائے ہیں۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶

آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہئے کہ (یہ بتلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی حالت) اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لئے ان کی اطاعت کا صلہ ہے اور ان کا آخری ٹھکانا ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے O

خلدِ بریں:

اوپر بیان فرمایا ان بدکاروں کا جو ذلت وخواری کے ساتھ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے اور سر کے بل وہاں پھینک

دیئے جائیں گے بندھے بندھائے ہوں گے اور تنگ و تار جگہ میں ہوں گے نہ چھوٹ سکیں نہ حرکت کر سکیں نہ بھاگ نہ نکل سکیں پھر فرما
ہے بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ؟ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے خدا کا خوف دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے
پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من مانی نعمتیں ابدی لذتیں دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں عمدہ کھانے اچھے بچھونے بہترین سواریاں پر
تکلف لباس بہتر مکانات بنی سنوری پاکیزہ حوریں راحت افزا منظر ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں
پہنچ سکتے نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے پھر ان کے کم ہو جانے خراب ہو جانے ٹوٹ جانے ختم ہو جانے کا بھی خطرہ نہیں نہ وہ
وہاں سے نکال دیئے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں لازوال بہترین زندگی ابدی راحت ہمیشگی کی دولت انہیں مل گئی اور ان کی ہو گئی یہ سب اس کا
احسان وانعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے رب کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کر لیا ہے جو ہر کر رہنے والا ہے جس کی عدم
ایفا ناممکن ہے جس کا غلط ہونا محال ہے اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو اس سے جنت طلب کرو اسے اس کا وعدہ یاد
دلاؤ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے ہیں کہ رب العالمین مؤمن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے اسے پورا کر
اور انہیں جنت عدن میں لے جا قیامت کے دن مؤمن کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل کرتے
رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر یہاں پہلے جہنمیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا سورۂ صافات میں جنتیوں کا ذکر کر کے پھر
سوال کے بعد جہنمیوں کا ذکر ہوا کہ کیا یہی بہتر ہے یا زقوم کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے[1] جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے
جس کے پھل ایسے بدنما ہیں جیسے سانپ کے پھن دوزخی اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا پھر کھولتا ہوا گرم پانی پیپ وغیرہ
سے ملا جلا پینے کو دیا جائے گا پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا اور بے تحاشا ان کے پیچھے لپکنا شروع کر دیا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے ان سب کو جمع کرے گا پھر (ان معبودین سے) فرما
دے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یہ (خود ہی) راہ (حق) گمراہ ہو گئے تھے عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال
تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں لیکن آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی یہاں تک کہ وہ

[1] کہ اس میں بھی ان کا امتحان ہے کہ اسے وہ تسلیم بھی کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ میں درخت ہو؟ اگر تسلیم کر لیں تو مؤمن اور اگر یہ سوچ کر کہ بھلا آگ میں کسی درخت کے ہونے کا کیا سوال انکار کر بیٹھیں تو کافر۔

(آپ کی) یاد بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے (اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو اظہار لاجواب کرنے کے لئے فرمادے گا کہ تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرادیا سو (اب) تم نہ خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے مدد دیئے جاسکتے ہو اور جو تم میں ظالم (یعنی مشرک) ہوگا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے ○

گم کردہ راہ:

بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں خدا کے سوا کرتے رہے قیامت کے دن انہیں ان کے سامنے اس پر علاوہ عذاب کے زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تاکہ وہ نادم ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھی سب موجود ہوں گے اور عابد بھی سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا یا یہ از خود ایسا کرنے لگے چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی سوال ہوگا جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انہیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ ہی ہے یہ سب معبود جو خدا کے سوا تھے اور خدا کے سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں ہم نے ہرگز انہیں شرک تعلیم نہیں دی خود ہی انہوں نے اپنی خوشی سے دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں ہم ان کے اس شرک سے بری الذمہ ہیں ہم تو خود تیرے عابد ہیں پھر کیسے ممکن تھا کہ معبودیت کے منصب پر آجاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی شریک ہو چنانچہ اور آیت میں صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے نَتَّخِذَ کی دوسری قرأت نُتَّخَذَ بھی ہے یعنی یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں پوجنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں تیرے در کے بھکاری ہیں مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انہیں عمریں ملیں کھانے پینے کو ملتا رہا بدمستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی اسے بھلا دیا تیری عبادت سے اور سچی توحید سے ہٹ گئے یہ لوگ تھے ہی بے خبر ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے تباہ و برباد ہو گئے بوراً سے مطلب ہلاکت والے ہی ہے جیسے ابن زبعری نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنی میں باندھا ہے اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائے گا لو اب تو یہ تمہارے معبود خود تمہارے جھٹلا رہے ہیں تم تو انہیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں خدا کے مقرب بنا دیں گے ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں تم سے یک سو ہو رہے ہیں اور بے زاری ظاہر کر رہے ہیں جیسے ارشاد ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ‎ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ...... (سورہ احقاف: ۵) یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی خواہش پوری نہ کر سکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر والے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں کے صاف منکر ہو جائیں گے پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جانوں سے عذاب خدا ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کر سکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے تم میں سے جو بھی خدائے واحد کے ساتھ شرک کرے ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُ
فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَا
رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم (مجموعہ مکلفین) میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا صبر کرو گے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے ۝

یہ دستور چلا آ رہا ہے:

کافر جو اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت وغیرہ سے کیا مطلب اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا بیوپار تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے یہ چیز نبوت کے خلاف نہیں ہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی عنایت خاص سے انہیں وہ پاکیزہ اوصاف نیک خصائل عمدہ اقوال مختار افعال ظاہر دلیل اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کرے اور ان کی سچائی کو مان لے اسی آیت جیسی آیت : وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا...... (سورہ یوسف:۱۰۹) یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے سب شہروں میں رہنے وال انسان ہی تھے اور آیت میں ہے : وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ...... (سورہ انبیاء:۸) ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنا تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں ہم تو تم میں سے ایک ایک کی آزمائش ایک ایک سے کر لیا کرتے ہیں تا کہ فرمانبردار اور نافرمان ظاہر ہو جائیں صابر اور غیر صابر معلوم ہو جائیں تیرا رب دانا بینا ہے خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمایا : اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ (سورہ انعام:۱۲۴) منصب رسالت کی اہلیت کس میں ہے؟ اسے خدا ہی جانتا ہے اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایہ کون ہیں اور کون نہیں؟ چونکہ خدا کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انہیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کی لالچ میں بہت سے ان کے ساتھ ہو جاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے صحیح مسلم شریف میں ہے رسو خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں مسند میں ہے آ فرماتے ہیں اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا : فَصَلَوٰتُ ا وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ عَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَ
سْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝۲۱ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰ

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ اس کے منکر ہیں) وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں آتے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے پناہ دے اور ہم اس روز ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ (وہ دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا (بے کار) کر دیں گے جیسے پریشان غبار (البتہ) اہل جنت اس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے ○

جذبہ انکار لیکن بہانہ سازیوں کے ساتھ:

کافر لوگ انکار نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بتاتے تھے کہ اگر خدا کو کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ: لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یعنی جب تک خود ہمیں وہ نہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبیوں کے پاس خدا کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ لیں خود فرشتے آ کر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں جیسے اور آیت میں ہے کہ کفار نے کہا: اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یعنی تو اللہ کو لے آیا فرشتوں کو عیاناً ہمارے پاس لے آ اس کی پوری تفسیر سورہ سبحان الذی اسریٰ میں گزر چکی ہے یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ بات اس لئے ان کے منہ سے نکلی کہ یہ خود کو بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی جیسے فرمان ہے: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ...... یعنی اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور بھی تمام چیزیں غیب کی ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو یہ دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کے لئے ان کا دیکھنا کچھ اچھا نہ ہوگا اسے مراد سکرات موت کا وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور خدا کے غضب کی اور جہنم کی آگ کی انہیں خبر سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس جو خبیث اور ناپاک جسم میں تھی گرم ہواؤں اور گرم پانی کی طرف اور گرم سایوں کی طرف چل وہ نکلنے سے رکتی ہے اور بدن میں چھپتی پھرتی ہے اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر مارتے ہیں جیسے فرمان ہے: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ...... یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب چکھنے پڑیں گے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق الزامات تراشتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے مؤمنوں کا حال بالکل برعکس ہوگا ان کو موت کے وقت خوشخبریاں سنائی جاتی ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دی جاتی ہیں جیسے فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ...... جنہوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس

ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو بلکہ ان جنتوں میں جانے کی خوشی مناؤ جن کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے ہم تمہارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تم جو کچھ چاہو گے پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے موجود ہو جائے گی یہ تمہاری مہمانداری ہو گی بخشنے مہربان خدا کی طرف سے صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے مؤمن کی روح سے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں ہے سورہ ابراہیم کی آیت : يُثَبِّتُ اللّٰهُ...... کی تفسیر میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہے ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے کوئی مخالفت نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے مؤمنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہو گا اور کافروں کو لعنت، پھٹکار اور عذاب کی خبروں کے ساتھ فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے حجر کے معنی لفظی روک ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا حماقت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں حَجَرَ الْقَاضِیُ عَلٰی فُلَانٍ حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے عقل کو بھی عربی میں حجر کہتے ہیں اس لئے وہ بھی انسان کو برے کاموں سے روک دیتی ہے پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوشخبریاں مؤمنوں کو اس وقت ملتی ہیں ان سے تم محروم ہو یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملہ کو فرشتوں کا قول کہا جائے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہو گا وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ خدا کرے تم ہم سے آڑ میں رہو تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے گو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن ذرا بعید از فہم معنی ہیں بالخصوص اس وقت کہ جب ان کے خلاف وہ تفسیر ہو جو ہم نے اوپر بیان کی جو سلف سے منقول ہے البتہ حضرت مجاہد سے ایک قول ایسا منقول ہے لیکن ان ہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہو گا واللہ اعلم۔ پھر قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت اور اکارت ہو جائیں گے یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص کے ساتھ نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو وہ خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں ان میں نظر آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ نہیں لگتے جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بے کار ہو گئے ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا مطابق شریعت نہ تھے یا دونوں وصف نہ تھے پس جب یہ عالم و عادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور ہاتھ نہ لگنے والی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے اور جگہ ہے : مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ...... کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا دے...... انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہے جیسے صدقہ خیرات کو وہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے جیسے فرمان ہے : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں اور آیت میں ان کے اعمال کی مثال اس ریت کے ٹیلے سے دی گئی جو دور سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن پاس آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خیال قطعاً غلط تھا اس کی تفسیر بھی بفضلہٖ گزر چکی ہے پھر فرمایا کہ ان کے مقابلے میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں جنتی تو بلند

درجوں میں اعلیٰ بالا خانوں میں امن وامان راحت آرام کے ساتھ عیش وعشرت میں ہوں گے مقام اچھا منظر دل پسند ہر راحت موجود ہر دل خوش کن چیز سامنے جگہ اچھی مکان طیب منزل مبارک سونے بیٹھنے رہنے سہنے کا آرام برخلاف اس کے جہنمی کہ دوزخ کے نیچے طبقوں میں جکڑ بند اوپر نیچے دائیں بائیں آگ حسرت افسوس رنج وغم پھکنا جلنا بے قراری جگر سوزی مقام برا منزل بری خوفناک عذاب سخت نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا اعمال مقبول ہوئے جزائیں دی گئیں بدلے ملے جہنم سے بچے جنت کے وارث ومالک بنے پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور وہ جو ہر نیکی سے محروم رہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی اپنی حوروں کے ساتھ دن دوپہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دوپہر کو گھرائیں سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدھے دن میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا پس جنتیوں کے دوپہر کے سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور جہنمیوں کو جہنم میں حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں یہ وہ وقت ہوگا جو یہاں دنیا میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا مچھلی کی کلیجی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ دن آدھا ہوا اس سے پہلے ہی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت: ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ بھی پڑھی جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری کے سامنے پیش ہوں گے یہی آسانی سے حساب لینا ہے پھر یہ جنت میں جا کر دوپہر کا آرام کریں گے جیسے فرمان خدا ہے: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا یعنی جو شخص اپنا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اس کا ٹھکانا اور منزل بہتر ہے صفوان بن محرزؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ خدایا میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ فرمائے گا یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا کہو کس حال میں ہو؟ یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں پھر جنتی کو بلایا جائے گا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمدللہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں اللہ فرمائے گا جاؤ اپنی جگہ پھر جاؤ[1] حضرت سعید صواف کا بیان ہے کہ مؤمن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائے گا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت یہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے۔

---

[1] گویا کہ ان دونوں کو دوبارہ بلا کر ایک کو دوسرے کے انجام پر مطلع کرنا ہے یا تمام ہی اہل محشر کو ان دونوں کے مختلف انجام اور رحمت وراحت وغریب یا عذاب ومحنت (بادشاہ) دکھانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ تو اپنے کامل اور مکمل علم کی وجہ سے ان کے احوال پر خوب مطلع تھے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس حدیث میں جو بادشاہ اور غریب کا انجام دکھایا گیا ہے وہ ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی ایسا ہو یہ بات نہیں، بلکہ ایک بادشاہ اگر بادشاہت کے ساتھ، ایمان، اسلام اور انصاف و عدالت وغیرہ پر قائم رہا تو وہ یقیناً نہ صرف جنتی بلکہ بہشت بریں کے اعلیٰ مقامات پر ہوگا اور اگر ایک فقیر غربت وافلاس کے ساتھ کفر شرک گناہ بدعملی میں مبتلا رہا تو وہ جہنم کا بے دریغ کندہ بنا دیا جائے گا، پس اس حدیث میں ایک مؤمن فقیر اور ایک گناہ گار، ظالم، سرکش بادشاہ کے انجام دکھائے ہیں۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جائیں گے (اور) اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن (ہی) کی ہوگی اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دین کی راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس کم بخت نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے بہکا دیا اور ہٹا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے ○

بعد از وقت حسرت و ناکامی کا احساس:

قیامت کے دن جو ہولناک امور ہوں گے اور ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی جس کی جو[illegible] سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسانوں کو گھیر لیں گے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندو[ں] میں فیصلے کے لئے تشریف لائے گا جیسے فرمان ہے: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ...... یعنی کیا انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس[کے] فرشتے بادلوں میں آئیں...... ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جم[ع] کرے گا تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو[ہر] طرف سے گھیر لیں گے اور ان کی گنتی سے بہت زیادہ ہوں گے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اس کے فرشتے آئیں گے جو زمین کی اور آسمان او[ل] کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے پھر آسمان شق ہوگا اس کے فرشتے دونوں آسمانوں کے فرشتے او زمین کی مخلوق سے بھی زیاد[ہ] ہوں گے یہ بھی سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے پھر اسی طرح چوتھائی پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا اس کے ارد گرد بزرگ تر پاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیاد[ہ] ہوں گے ان پر سینگوں جیسے نشان ہوں گے وہ خدا کے عرش کے نیچے خدا کی تسبیح وتہلیل وتقدیس بیان کریں گے ان کے تلوے سے لے[کر] ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک بھی اتنا ہی اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور ناف سے گردن تک کا اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا ا[بن] عباسؓ کا فرمان ہے کہ قیامت کا نام یوم التلاق اسی لئے ہے کہ اس میں زمین وآسمان والے ملیں گے انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لی[ں گے]

گے کہ ہمارا اللہ آیا لیکن یہ سمجھا دیں گے کہ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا پھر جبکہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آجائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر تشریف لائے گا جسے آٹھ ایسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جن کے ٹخنے سے گھٹنے تک ستره سال کا راستہ ہے ایک اور دوسرے مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جدا ہر ایک کی ٹھوڑی لگی ہوئی ہے اور زبان پر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کا وظیفہ ہے ان کے سروں پر ایک پھیلی ہوئی سی چیز ہے جیسے قنات اس کے اوپر عرش ہوگا اس میں ایک راوی علی بن زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں اور اس حدیث میں بہت سی نکارت ہے صور کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے واللہ اعلم اور آیت میں ہے کہ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ کر پھسپھسا ہو جائے گا اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے شہر بن حوشب کہتے ہیں ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی : سبحانك اللّٰهم و بحمدك لك الحمد على حلمك بعد علمك خدایا تو پاک ہے تو قابل ستائش وتعریف ہے باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتنا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور چار کی تسبیح یہ ہوگی : سبحانك اللّٰهم و بحمدك لك الحمد على عفوك بعد قدرتك خدایا تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے تیرے ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرماتا رہتا ہے کہ ابوبکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ عرش کو اترتا دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی جسم کانپ اٹھیں گے دل ہل جائیں گے۔ عبداللہ ابن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ عزوجل مخلوق کی طرف اترے گا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے بعض نور کے بعض ظلمت کے اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے شاید ان کی یہ روایت ان ہی دو تھیلوں میں سے لی ہوئی ہوگی[1] واللہ اعلم۔ اس دن صرف خدا ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے : لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ..... آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب وقہار کے لئے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے لپیٹ لے گا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں مالک ہوں' میں دیان ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑے گا اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ دن بہت گراں گزرے گا ہاں مؤمنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس ہزار سال کا دن تو بہت ہی دراز پڑے گا آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مؤمن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا پیغمبر علیہ السلام کے طریقے سے اور آپ کے لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کے سوا دوسری راہیں چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے گو اس کا نزول عقبہ ابن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے جیسے فرمان ہے : يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ پوری دو آیتوں تک پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور آہ وزاری کر کے کہے گا کاش کہ میں نے نبی کی راہ اختیار کی ہوتی کاش کہ میں فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی جس نے مجھے راہ حق سے گم راہ کر دیا امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا اور ان کے سوا ایسے لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا کہے گا کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بے راہ کر دیا حالانکہ وہ مجھے پہنچ چکا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے گھما دیتا ہے۔

---

[1] گویا کہ ابن کثیر نے اوپر کی دونوں روایتوں اور ابن کثیر کی روایت کے متعلق اپنی بے اطمینانی کا اظہار کر دیا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝۳۱

اور (اس دن) رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہتے ہیں اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے ○

نبی علیہ السلام کی ایک شکایت:

قیامت کے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شکایت جناب باری میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف جھکتے تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے[1] بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے : لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا نہ اس پر ایمان لاتے تھے نہ اسے سچا جانتے تھے نہ اس پر غور وفکر کرتے تھے نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے نہ اس پر عمل تھا نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے بلکہ اس کے سوا اور کاموں میں مشغول ومنہمک رہتے تھے جیسے شعر اشعار غزلیات باجے گاجے راگ راگنیاں اسی طرح اور لوگوں کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے یہی اسے چھوڑ دینا تھا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی نامرضی کے کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اسی پر عمل کرنے کی ہدایت دے جس سے وہ خوش ہو وہ کریم وہاب ہے پھر فرمایا جس طرح اے نبی آپ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریک کرتے تھے اور اپنی گمراہی پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے جیسے فرمان ہے : وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا...... یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین وانسان بنا دیئے ہیں پھر فرمایا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے کتاب خدا پر ایمان لائے خدا کی وحی پر یقین کرے اس کا ہادی اور ناصر خود خدائے تعالیٰ ہے مشرکوں کی جو خصلت اوپر بیان ہوئی اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ مسلمانوں پر غالب رہیں اس لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامراد ہی رہیں گے اللہ اپنے نیک بندوں کو خود ہدایت کرے گا اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا یہ معاملہ اور ایسوں کا مقابلہ کچھ تجھ سے ہی نہیں تمام اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ

[1] آہ کہ اس امت کا امام انبیاء کا سردار اور کائنات کا معزز ترین انسان صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے باشندوں کی شکایت نہ کریں گے، مکہ کے کفار کے مظالم کا شکوہ نہ فرمائیں گے۔ ابوجہل وابولہب کے ظلم وستم کا گلہ نہ فرمائیں گے بلکہ اگر شکایت ہوگی تو قرآن مجید کے چھوڑنے کی اور اس کی طرف سے بے توجہی کی، یہ ہے مقام رحمۃ اللعالمین کہ اپنی مظلومیت کی کوئی شکایت نہ گلہ بلکہ کلیف اگر ہے تو امت کی قرآن سے بے توجہی پر۔

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر قرآن دفعتاً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے کہ اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اس لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اُتارا ہے اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں گے مگر ہم اس کا ٹھیک ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی گمراہ ہیں ○

ایک مہمل اعتراض:

کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے توریت انجیل زبور وغیرہ ایک ساتھ پیغمبروں پر نازل ہوتی رہیں یہ قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیوں نہ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ متفرق طور پر اترا ہے تئیس برس میں نازل ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تاکہ مومنوں کا دل جما رہے ٹھہر ٹھہر کر احکام اترے تاکہ ایک دن عمل مشکل نہ ہو وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے سمجھ میں آ جائے تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی زیادہ واضح ہو گا جو کچھ یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے صبح شام رات دن سفر حضر میں بار بار اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کے لئے ہمارا کلام ہمارے نبی کی پوری زندگی تک اترتا رہے گا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہے گی اور انبیاء پر ایک مرتبہ ہی سارا کلام آ گیا اور اس بہترین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار خدائے تبارک تعالیٰ خطاب کرتا رہا تاکہ اس قرآن کی عظمت بھی آشکارا ہو جائے کہ یہ اتنی لمبی مدت میں نازل ہوا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں اعلیٰ۔ لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں عظمتیں ملیں یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملاء اعلیٰ میں اترا لوح محفوظ سے پورا کا پورا آسمان دنیا تک پہنچا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا ابن عباسؓ فرماتے ہیں سارا قرآن ایک دفعہ ہی لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر بیس سال تک زمین پر اترتا رہا پھر اس کے ثبوت میں آپ نے :وَلَا يَاْتُوْنَكَ...... اور آیت :وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ...... تلاوت فرمائی اس کے بعد کافروں کی جو بری حالت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور قبیح تر ذات میں ان کا حشر جہنم کی طرف ہو گا یہ اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا جس نے انہیں پیر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ؕ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی (یعنی توریت) اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو (ان کا) معین بنایا تھا پھر ہم دونوں کو حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا اور قوم نوح کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (طوفان سے) غرق کر دیا اور ہم نے ان (کے واقعہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لئے ایک نشان بنا دیا اور (آخرت میں) ہم نے (ان) ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا اور ان سے (امم مذکورہ میں) ہر ایک (کی ہدایت) کے واسطے عجیب عجیب (یعنی موثر اور بلیغ) مضامین بیان کئے اور جب نہ مانا تو ہم نے سب کو بالکل ہی برباد کر دیا اور یہ (کفار مکہ) اس بستی پر ہو کر گزرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے (مراد قریہ قوم لوط کا ہے) سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے (یعنی آخرت کے منکر ہیں)○

کچھ اور سرکش قومیں:

اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ کے مخالفین کو اپنے عذاب سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی ان سے دشمنی کی ان کی مخالفت کی میں نے انہیں تہس نہس کر دیا فرعونیوں کا حال تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث عذاب خدا آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے قوم نوح کو دیکھو انہوں نے بھی ہمارے رسول کو جھٹلایا اور چونکہ ایک رسول کا جھٹلانا تمام نبیوں کو جھٹلانا ہے اس واسطے یہاں رسل جمع کر کے کہا گیا ہے اور یہ اس معنی کر کے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھی بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوح علیہ السلام نبی کے ساتھ کیا یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے تھے ان کے پاس صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے جو ساڑھے نو سو سال تک ان میں رہے ہر طرح انہیں سمجھایا بجھایا لیکن سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا اس لئے اللہ نے سب کو غرق کر دیا بجز ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے ایک بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعث عبرت بنا دی گئی جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا تا کہ تم اسے اپنے لئے باعث عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے

تمہیں بچالیا اور ایمان دار اور ایمان داروں کی اولاد میں رکھا عادیوں اور ثمودیوں کا قصہ تو بارہا بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورہ اعراف وغیرہ میں اَصۡحٰبَ الرَّسِّ کی بابت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ بھی ثمودیوں کی بستی والے تھے عکرمہ فرماتے ہیں یہ فلج والے تھے جن کا ذکر سورہ یٰسین میں ہے۔ ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ آذر بائیجان کے ایک کنویں کے پاس ان کی بستی تھی عکرمہ فرماتے ہیں انہیں کنویں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنویں میں ڈال دیا تھا ابن اسحاق محمد بن کعب سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سیاہ فام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن اس بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک غیر آباد کنویں میں ویران میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی ساری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں یہ غلام جنگل میں جاتا لکڑیاں کاٹ کا لاتا انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنویں پر آتا اس پتھر کو سرکا دیتا جو کئی آدمیوں سے کھسک نہ سکتا تھا لیکن خدائے تعالیٰ اس کے ہاتھوں اسے سرکا دیتا۔ یہ ایک رسّی سے لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبر کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھا پی لیتے مدتوں تک یوں ہی ہوتا رہا ایک مرتبہ یہ گیا لکڑیاں کاٹیں چنیں جمع کیں گٹھڑی باندھی اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا سو گیا اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند ڈال دی سات سال تک وہ سوتا رہا سات سال کے بعد آنکھ کھلی انگڑائی لی اور کروٹ بدل کر پھر سو رہا سات سال کے بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے اپنی لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھائی اور شہر کی طرف چلا اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا شہر میں آ کر لکڑیاں فروخت کیں اور حسب عادت کھانا خریدا اور وہیں پہنچا دیکھتا ہے کہ کنواں تو وہاں ہے ہی نہیں بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا یہاں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہو گئے انہوں نے جا کر اپنے نبی کو کنویں سے نکالا سب کے سب ایمان لائے پھر نبی وفات پا گئے نبی علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں اس حبشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا پھر اس نبی علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگایا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس یہ حبشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا یہ روایت مرسل ہے اور اس میں غرابت ونکارت ہے اور شاید ادراج[1] بھی ہے واللہ اعلم۔ اس روایت کو ان اصحاب رس پر چسپاں بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہاں یہ ایک توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے گئے پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی امام ابن جریر کا فرمان ہے کہ اصحاب رس وہی ہیں جن کا ذکر سورہ بروج میں ہے جنہوں نے خندقیں کھدوائی تھیں واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام بیان کر دیا تھا دلیلیں پیش کر دی تھیں معجزے دکھائے تھے عذر مٹا دیئے تھے پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا جیسے فرمان ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کی بھی بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دیں قرن کہتے ہیں امت کو جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو سال ہیں کوئی کہتا ہے سو سال کوئی کہتا ہے اسی سال کوئی کہتا ہے چالیس سال اور بھی بہت سے قول ہیں زیادہ واضح بات یہ ہے کہ ایک زمانے والے ایک قرن ہیں جب وہ سب مر جائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں یہیں لوطی آباد تھے جن پر زمین الٹ دی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور برا مینہ ان پر برسا جو سنگلاخ پتھروں کا تھا یہ دن رات وہاں سے آمد ورفت رکھتے ہیں پھر بھی عقلمندی کو کام میں نہیں لائے یہ بستیاں تو تمہاری گزرگاہ ہیں ان کے واقعات مشہور ہیں کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کہ سمجھ سکو اور غور کرو کہ ان کی نالائقی کی

[1] ادراج محدثین کی اصطلاح میں ان اضافوں کو کہتے ہیں جو راوی خود کر دیتا ہے۔

وجہ سے وہ خدا کے عذاب کے شکار ہو گئے بے نشان کر دیئے گئے اسے سوچے تو وہ جو قیامت کا قائل ہوا نہیں کیا عبرت حاصل ہو قیامت ہی کے منکر ہیں دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر (مضبوطی سے) قائم نہ رہتے اور (مرنے کے بعد) جلدی ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا اے پیغمبر آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں (کہ وہ بات کو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں) بلکہ ان سے زیادہ بے راہ ہیں ○

سرور کائنات ﷺ سے کائنات کے بدترین انسانوں کا مذاق:

کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہنسی مذاق اڑاتے تھے عیب جوئی کرتے تھے یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی جیسے فرمان ہے: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ تجھ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا کہنے لگے وہ تو کہئے کہ ہم جمے رہے ورنہ اس رسول نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی اچھا انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذاب کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے نفس و شیطان جس چیز کو اچھی ظاہر کرتا ہے یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا اس کی ڈنڈوت کرنے لگے اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا اس کے سامنے جھک گئے اور اول کو چھوڑ دیا پھر فرماتا ہے کہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں نہ ان کے کان ہیں نہ ان دل ہیں چوپائے تو خیر قدرتاً آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے یہ ان سے بھی زیادہ بھک گئے بلکہ خدا کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اور قیام حجت کے بعد رسولوں کے پہنچ چکنے کے بعد بھی خدا کی طرف نہیں جھکتے اس کی توحید اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہیں مانتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی) اس قدرت پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر دور تک پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس سایہ کی درازی اور کوتاہی پر علامت مقرر کیا پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا○

آیات ونشانیاں:

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے سائے کو وہ بڑھاتا ہے کہتے ہیں صبح کا وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے سائے کے پیچھے دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا انتظام ہے پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں ایک گھٹتا جاتا ہے اور دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب تیزی سے ہوتا جاتا ہے کوئی جگہ سائے دار باقی نہیں رہتی صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جبکہ ڈھانپ لے اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو پھیل جاتے ہو اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا کہ تم سکون وآرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں تلاش کر لو۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ بارش کی امید دلا کر دل کو خوش کر دیتی ہے اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے تا کہ اس کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں اور ہم اس (پانی) کو (بقدر مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ

لوگ غور کریں سو (چاہیے تھا کہ وہ غور کر کے اس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگ ناشکری کئے نہ رہے ○

یہ نشانیاں:

اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں بعض بادلوں کو منتشر کر دیتی ہیں بعض انہیں اٹھاتی ہیں بعض انہیں لے چلتی ہیں بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو باران رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا ذریعہ بنے یہاں طہور ایسا ہی ہے جیسا سحور اور وجور وغیرہ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعول معنی میں فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے ہے یا تعدیہ کے لئے یہ سب اقوال اخت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں واللہ اعلم۔ حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے آپ نے ایسے راستے پر نماز ادا کی میں نے آپ کی توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا خدا فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ خدا نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں آپ نے فرمایا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی امام شافعی اور امام احمد نے اسے ذکر کیا ہے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے نسائی میں بھی یہ روایت ہے عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید نے کہا کچھ پانی آسمان کے ہوتے ہوئے اور بعض پانی وہ ہوتا ہے جسے ابر سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے عکرمہ فرماتے ہیں آسمان کے پانی کے ہر قطرے سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولو اور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی: فِي الْبَرِّ وَفِي الْبَحْرِ دُرٌّ زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد بجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے اور تر و تازہ ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے: فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ...... علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں بھی آتا ہے ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے جیسے فرمان ہے کہ خدا وہی ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ خدا کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا ہے گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے اس میں بھی حکمت و حجت ہے ابن عباسؓ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سے کم و بیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے جہاں چاہے نہ برسائے پس چاہیے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر خدا کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بے شک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر لی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرما لیں اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو خدا کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ ہم تعمیل ارشاد کرتے ہیں بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ

وَقَالَ الَّذِينَ ۱۹

کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسائی گئی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برسنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بہت سے مؤمن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں کے اثرات کا انکار کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثرات سے پانی برسایا گیا ہے کافر ہوئے اور تاروں پر ایمان لانے والے ہوئے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾

(اور ہم اگر چاہتے تو آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے سو اس نعمت کے شکر یہ ہیں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے انکار نہ رہے اور اگر ہم زور شور سے مقابلہ کیجئے دلائل توحید کی طرف اور وہ ایسا ہے جس نے دریاؤں کو صورۃً ملا دیا جن میں ایک کا پانی تو شیریں لیکن بخش ہے اور ایک کا پانی شور تلخ ہے اور کے ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے ○

اور یہ بھی دیکھو:

اگر رب چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دے دیا ہے کہ اس قرآن کا وعظ سب کو سنا دے جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے اور فرماتا ہے کہ تو مکے والوں کو اور ہر طرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور آیت میں ہے کہ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اے تمام لوگو میں تم سب کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر آیا ہوں صحیحین کی حدیث میں ہے میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں[1] پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد

[1] گویا کہ قرآن مجید اس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے عہد مبارک میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا کہ پوری کائنات کی طرف صرف ایک ہی نبی مبعوث ہو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر چہ خدا تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ ہر بستی میں انبیاء مبعوث کرتا لیکن اس وقت ایک نبی کی بعثت ہماری مصلحت تھی، اس مطلب کو سامنے رکھنے کے بعد قرآن مجید ہی کی ان آیات سے اس کا تعارض نظر نہیں آئے گا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم میں نبی مبعوث ہوا ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے کی بات تھی۔

کرنا جیسے ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ...... یعنی اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے میٹھا اور کھاری نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے اللہ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ اس نے میٹھے پانی کی ہر طرف ریل پیل کر دی کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں ادھر ادھر بہتے ہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں تلاطم کر رہے ہیں بعض میں مد و جزر ہے ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آ جاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا پھر اترنا شروع ہوا ان تمام سمندروں کو اسی خدا نے پیدا کیا ہے وہ زبردست قدرت والا ہے کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مزہ پاک طیب ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے مالک شافعی اور اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے اور اسناد بھی صحیح ہے پھر اس کی اس قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے جیسے فرمان ہے: مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ...... اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں پھر تم اپنے رب کی کس نعمت سے انکار کرتے ہو اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اور اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی کیا اللہ کی ساتھ اور کوئی کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنا دیئے پھر کچھ مدت کے بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے اتنے بڑے قادر خدا کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُھُمْ وَلَا یَضُرُّھُمْ وَکَانَ الْکَافِرُ عَلٰی رَبِّہٖ ظَھِیْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِہٖ وَکَفٰی بِہٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ

خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

اور (باوجود اس کے یہ مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوشخبری سنائیں اور کافروں کو دوزخ سے ڈرائیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرے اور اس حی لایموت پر توکل رکھے اور اطمینان کے ساتھ اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں اور وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ روز (کی مقدار میں) پیدا کیا پھر تخت (شاہی) پر قائم ہوا وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے اور جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو بوجہ جہل و عناد کے کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کو ہمیں کہو گے اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے ○

کفار کی سفاہت:

مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت دل میں جمائے ہوئے ہیں اور خدا اور رسول سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں شیطانی لشکر میں ہو گئے ہیں اور مومنین کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہو گا یہ اس امید میں ہیں کہ یہ معبودان باطل ان کی امداد کریں گے حالانکہ یہ محض غلط ہے یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے دنیا و آخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا ان کفار کو تو شیطان صرف خدا کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں سچے خدا کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے یہ خدائی احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوش خبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اطاعت گزاروں کو آپ جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا میرا ارادہ اس سے سوائے خدا کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں میں اس خدا پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشگی اور دوام ہے جو موت و فوت سے پاک ہے جو اول و آخر ظاہر و باطن اور ہر چیز سے عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی و قیوم ہے جو ہر چیز کا مالک ہے اور رب ہے اس کو اپنا ماویٰ و ملجا ٹھہرائیے اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے وہ کافی ہے وہی ناصر ہے وہی موید و مظفر ہے جیسے فرمان ہے : يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ...... اے نبی جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا آپ بے فکر رہئے خدا آپ کو لوگوں کے برے ارادے سے بچا لے گا ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینے کی کسی گلی میں حضرت سلمانؓ کو سجدہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے

جس پر کبھی موت نہیں[1] (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح وحمد بیان کرتا رہ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ ہی کی کر توکل صرف اسی کی ذات پر کر جیسے فرمان ہے مشرق ومغرب کا رب وہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ اور جگہ ہے: فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ اور آیت میں ہے اعلان کر دے کہ اسی رحمٰن کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے اس پر بندوں کے سب عمل ظاہر ہیں کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں کوئی بھید کی بات بھی اس سے مخفی نہیں وہی تمام چیزوں کا خالق مالک قابض ہے وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر سے ہے اس کا فیصلہ سچا اور اچھا ہوتا ہے جو ذات خدا سے عالم ہو جو صفات خدا سے آگاہ ہو تو ایسے سے اس کی شان دریافت کرے یہ ظاہر ہے کہ خدا کی ذات کی پوری خبرداری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جو ایک بات بھی اپنی طرف سے کہتے تھے وہ فرمودہ خدا ہی ہوتا تھا آپ نے جو جو صفتیں خدا کی بیان کی ہیں سب حق ہیں آپ نے جو خبریں دیں ہیں سب سچ ہیں سچے امام آپ ہی ہیں تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے جو آپ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو خدا کا فرمان واجب الاذعان کھلے طور سے صادر ہو چکا ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ...... تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اور فرمان ہے: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللّٰهِ تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اور فرمان ہے: وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا...... تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم وممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے مشرکین خدا کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے ان سے جب رحمان کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے وہ اس سے منکر تھے کہ خدا کا نام رحمٰن ہے جیسے حدیبیہ والے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمان کو جانیں نہ رحیم کو ہمارے رواج کے مطابق بسمك اللهم لکھ اس کے جواب میں یہ آیت اتری: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ...... لکھ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے اسے چاہو پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں وہی اللہ ہے وہی رحمٰن ہے پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا کر لیں؟ الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے برخلاف مؤمنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اس کے لئے سجدے کرتے ہیں علماء کا اتفاق ہے کہ سورہ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ مشروع

---

[1] یہ سلمان فارسی کا اقدام آنحضرت ﷺ کی ممانعت سے پہلے اور اس علم سے پہلے تھا کہ سجدہ غیر اللہ کو حرام ہے جب معلوم ہو گیا تو بخدا صحابی تو درکنار کسی باایمان امتی سے بھی یہ ممکن نہ ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے اور رہی یہ بات کہ ہم سجدہ عبادت نہیں بلکہ تعظیمی سجدہ کرتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہہ دے کہ ہم زہر کو مرنے کے لیے نہیں بلکہ تفریح کے لیے کھاتے ہیں، ظاہر ہے کہ زہر تو مار کر رہے گا خواہ آپ اس کو کھائیں کسی بھی ارادے سے، یاد رکھو کہ وہ سجدہ جس کے میں مسجود کی تعظیم پیش نظر ہو جب بھی سجدہ عبادت ہی کہلائے گا۔ سو یہ فریب ہے کہ سجدہ عبادت کو اعتراض سے بچنے کے لیے تعظیمی سجدہ کے نام سے پکارا جائے اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ سلمان فارسی کے متعلق کیا اس کا شبہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ آنحضور ﷺ کو عبادت کے طور پر سجدہ کر رہے تھے۔ یہاں کے بدعتی تو اتنے کٹر مؤمن ہوں کہ قبروں کو سجدہ عبادت نہیں بلکہ تعظیمی کریں اور ایک صحابی معاذ اللہ اسلام کی حدود سے ناواقف ہو کر آپ ﷺ کو سجدہ عبادت کرنے لگے اور اگر کہتے ہو کہ نہیں بلکہ سلمان کا سجدہ بھی تعظیمی سجدہ تھا تو یاد رکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی منع کر دیا پھر بتاؤ کہ سجدہ تعظیمی کا جواز تمہارے پاس کہاں سے آیا؟

ہے جیسے کہ اس کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور (اس آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب اور نورانی چاند بنایا) اور وہ ایسا ہے جس نے رات رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اور یہ سب کچھ (دلائل ونعم جو مذکور ہوئے) اس شخص کے (سمجھنے کے) لئے ہیں جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے ○

منور آفتاب اور چمکتا ہوا چاند:

اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں اور آیت میں ہے آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے اور مثل چراغ کے ہے جیسے فرمان ہے: وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا...... کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ خدائے تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا ہے جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لئے سورج چاند کو پے در پے آنے جانے والے بنائے اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت کر سکے اسی سے اس کی عبادتوں کے وقت اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کر لیں دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کر لیں صحیح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کر لے حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگا دی سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا اس کی قضا کر لوں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی خِلْفَةً کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن رات تاریک اس میں اجالا اس میں اندھیرا یہ نورانی وہ ظلماتی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اور (حضرت) رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کرتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بے شک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے (یہ تو ان کی حالت طاعات بدنیہ ہے) اور (طاعات الیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے ○

اللہ کے مقدس بندے:

اللہ کے مؤمن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون و وقار کے ساتھ تواضع عاجزی مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں تکبر، تجبر، فساد اور ظلم و ستم نہیں کرتے جیسے حضرت لقمانؑ نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اکڑ کر نہ چلا کر یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر جھکا کر بیماروں طرح قدم قدم چلنا یہ تو ریاکاروں کا کام ہے کہ وہ خود کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اس سے بالکل برعکس تھی آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں اور گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جا رہی ہے سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلیف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے فاروق اعظمؓ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار جو اب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا طاقت کیساتھ جلدی جلدی چلا کر و پس یہاں مراد تسکین اور وقار کے ساتھ شریفانہ چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ وقار کے ساتھ آؤ جو جماعت کے ساتھ مل جائے ادا کر لو اور جو فوت ہو جائے پوری کر لو امام حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مؤمنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضا جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں یہاں تک کہ بے وقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف خدا سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے تندرست ہیں لیکن دل خدا کے خوف سے پر ہیں آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا نہیں نہیں خدا کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا جنت کے لئے کسی کام کو وہ بھاری نہیں جانتے تھے ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا جو شخص خدا کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے جو شخص کھانے پینے کو ہی خدا کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور عذاب میں پھنسا ہوا ہے پھر اپنے نیک بندوں کا اور وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور سوائے بھلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا

آپ اتنے ہی نرم ہوتے یہی وصف قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے : وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ مومن لوگ بے ہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں ایک حسن سند سے مسند احمد میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس پر پلٹ کر خوب دیا کہ تجھ پر سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والے کو جواب دیتا تھا وہ جو گالی تجھے دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا یہ نہیں بلکہ تو اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر تو ہی سلامتی کا پورا حقدار ہے پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں دوسرا ان پر ظلم کرے تو یہ صلح اور برداشت کرتے ہیں دنوں کو اللہ کے بندوں ساتھ اس گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسیلی سن لیتے ہیں اور رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں اس کا بیان اگلی آیت میں ہے فرماتا ہے کہ رات خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے بہت کم سوتے ہیں صبح کو استغفار کرتے ہیں کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں دلوں میں خوف خدا رہتا ہے امید رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو خدا کی عبادتوں میں گزارتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں کہ خدایا عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب جیسے کہ شاعر نے شان خدا بتائی ہے :**ان یعذب یکن غراما و ان یعط جزیلا فانه لا یبالی** یعنی اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد ان گنت اور بے حساب جو چیز آئے اور ہٹ جائے اور وہ غرام نہیں وہ غرام ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کافران نعمت سے لیا جائے گا انہوں نے خدا کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا لہٰذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کر دیں وہ بری جگہ ہے برا منظر ہے تکلیف دہ ہے مصیبت ناک ہے حضرت مالک بن حارث کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا آپ بہت پیاسے ہو رہے ہوں گے تو ایک جام تو نوش کر لو یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی بال الگ ہو جائیں گے رگیں الگ جا پڑیں گی ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی حضرت عبید بن عمیر فرماتے ہیں جہنم میں گڑھے ہیں کنووں جیسے ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں ہونٹوں پر سروں پر اور جسم کے اور حصوں پر ڈستے اور ڈنگ مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں اور سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال سر جھکائے آہ وزاری کر رہے ہیں جا کر جناب باری میں خبر کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے لے آؤ آپ بحکم خدا جائیں گے اور اسے لا کر سامنے کھڑا کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ میں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خدایا ٹھہرنے کی بھی بری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے خدا فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ تو یہ گڑگڑائے گا عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا جب کہ تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم وکرم کی ہی امید ہے خدایا بس اب مجھ پر کرم فرما جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا اس مالک رحمٰن ورحیم خدا کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو پھر ان کا ایک اور وصف بیان

ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مسرف ہیں نہ بخیل ہیں نہ بیجا خرچ کرتے ہیں نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ درمیانہ روی سے کام لیتے ہیں نہ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے والوں کو اہل عیال کو بھی تنگ رکھیں نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہو لٹا دیں اسی کا حکم خدائے تعالیٰ نے دیا ہے فرمان ہے: ولا تجعل یدك مغلولة...... یعنی نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ اور نہ انہیں بالکل ہی چھوڑ دے...... مسند احمد میں فرمان رسول ہے کہ اپنی گزران میں درمیانہ روی کرنا انسان کی سمجھداری کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے جو افراط و تفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا بزار کی حدیث میں ہے کہ امیری میں فقیری میں عبادت میں درمیانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے امام حسن بصری فرماتے ہیں راہ خدا میں کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے حضرت ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں جہاں کہیں تو حکم خدا سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے اور بزرگوں کا قول ہے خدا کی نافرمانی کا خرچ اسراف ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کا سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور جو شخص (جس مصیبت سے) توبہ کرتا ہے تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے ○

کچھ خصوصیات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا خدا کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے انہوں نے کہا اس سے کم فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلائے گا کہاں سے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوس کی کسی عورت سے بدکاری کرنا پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے لگے تنہا تھے میں بھی ساتھ ہو لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے میں آپ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے وہ سوالات کئے جواوپر مذکور ہوئے حجتہ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار گناہوں سے بہت بچو اللہ کے ساتھ کسی
کا شرک کسی حرمت والے[1] نفس کا قتل زنا اور چوری یہ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا زنا کی بابت
تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا وہ حرام ہے اور قیامت تک حرام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سنو انسان کا اپنی پڑوس کی
عورت سے زنا کرنا دوسری دس عورتوں کے زنا سے بدتر ہے[2] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے
یہی جواب دیا کہ وہ حرام ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے حرام قرار دے چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو دس جگہ کی چوری
بھی اتنی بری نہیں جیسی پڑوس کی ایک جگہ کی چوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شرک کے بعد اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ انسان
اپنا نطفہ اس رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں یہ بھی روایت ہے کہ بعض مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا حضرت
آپ کی دعوت اچھی ہے سچی ہے لیکن ہم نے شرک بھی کیا ہے قتل بھی کیا زنا کاریاں بھی کی ہیں اور یہ سب کام بکثرت کئے ہیں تو فرمایئے
ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت اتری اور آیت: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا بھی نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے اللہ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم خالق کو چھوڑ مخلوق کی عبادت کرو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنے کتے کو تو پالو اور اپنے بچے کو
قتل کر ڈالو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنی پڑوسن سے بدکاری کرو اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یہی وہ وادیاں ہیں جن میں
زانیوں کو عذاب دیا جائے گا اس کے معنی عذاب وسزا کے بھی آتے ہیں حضرت لقمان حکیم کی نصیحتوں میں ہے کہ اے بچے زنا سے بچنا اس
کے شروع میں ڈر خوف ہے اور اس کا انجام ندامت وحسرت ہے یہ بھی ہے کہ غَیّ اور اَثَام دوزخ کے کنویں ہیں اللہ ہمیں محفوظ رکھے اثام
کے معنی بدلے کے بھی آتے ہیں اور یہی ظاہر آیت کے مشابہ بھی ہے اور گویا اس کے بعد کی آیت اسی بدلے اور سزا کی تفسیر ہے کہ اسے بار
بار عذاب کیا جائے گا اور سختی کی جائے گی اور ذلت کے دائمی عذاب میں پھنس جائے گا اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا ان کاموں کے کرنے والے کی سزا
تو بیان ہو چکی مگر اس سزا سے وہ بچ جائیں گے جو دنیا ہی میں اس سے توبہ کرلیں اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
قاتل کی توبہ بھی قبول ہے جو آیت سورہ نساء میں موجود ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا...... وہ اس کے خلاف نہیں گو وہ مدنی آیت ہے
لیکن وہ مطلق ہے تو وہ محمول کی جائے گی ان قاتلوں پر جو اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں ہے جو توبہ
کریں پھر مشرکوں کی بخشش نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے اور صحیح حدیثوں سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے جیسے اس شخص کا قصہ جس
نے ایک سو قتل کئے تھے پھر توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں خدائے تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے
ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں خدائے تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ وہ
لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے گناہ کے کام کئے تھے اسلام میں آنے کے بعد نیکیاں کیں تو اللہ نے انہیں گناہ کے بدلے
نیکیوں کی توفیق عنایت فرمائی اس آیت کی تلاوت کے وقت آپ ایک عربی شعر پڑھتے تھے جس میں احوال کے تغیر کا بیان ہے جیسے گرمی
سے ٹھنڈک۔ عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں یہ دنیا کا ذکر ہے کہ انسان کی بری خصلت کو خدائے تعالیٰ اپنی مہربانی سے نیک عادت سے

---

[1] یعنی وہ جس کا قتل کرنا تمہارے لیے کس طرح جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ کسی کا بھی قتل جائز نہیں الا یہ کہ وہ قاتل ہو۔ زانی ہو وغیرہ...... تو حرمت والے نفس سے مراد وہ ہے جس نے کوئی جرم نہ کیا اور ظلماً اسے مار دیا جائے۔

[2] میں پہلے کہیں لکھ آیا ہوں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے یہ ہرگز نہ سمجھ لیا جائے کہ زنا پڑوسن کے ساتھ تو حرام اور دوسری عورتوں کے ساتھ حلال ہے معاذ اللہ زنا تو زنا ہے خواہ کسی کے ساتھ کیا جائے پڑوسن کا ذکر حدیث میں اس لیے بھی آتا ہے کہ اس کے ساتھ زنا کرنے کے امکانات زیادہ ہیں، کیونکہ وہ قریب رہتی ہے اس کو دیکھنا چھیڑنا وغیرہ ممکن ہے اس لیے آپ ﷺ نے تاکید اس سے روک دیا ورنہ زنا ہر حال میں اور ہر ایک کے ساتھ حرام ہے۔

بدل دیتا ہے سعید ابن جبیرؒ کا بیان ہے کہ بتوں کی پرستش کے بدلے خدائے تعالیٰ کی عبادت کی توفیق انہیں ملی مؤمنوں سے لڑنے کے بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے مشرک عورتوں سے نکاح کے بجائے مؤمنہ عورتوں سے نکاح کئے حسن بصری فرماتے ہیں گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے شرک کے بدلے توحید و اخلاص ملا بدکاری کے بدلے پاکدامنی حاصل ہوئی کفر کے بدلے اسلام ملا ایک معنی تو اس آیت کے یہ ہوئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ ان کی جو توبہ تھی اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب کبھی انہیں اپنے گذشتہ گناہ یاد آتے تھے انہیں ندامت ہوتی تھی یہ غمگین ہو جاتے تھے شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے اس وجہ سے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامہ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے لیکن قیامت کے دن وہ سب نیکیاں بن جائیں گے جیسے کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں جائے گا یہ ایک وہ شخص ہوگا جسے خدا کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اقرار کرے گا آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے وہ دیتا ہے پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ تینتیس دفعہ اللہ اکبر کہے اور چونتیس دفعہ الحمد للہ کہے اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہے یہ مل کر سو مرتبہ ہو گئے (ابن ابی الدنیا) حضرت سلمان فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ نا امید سا ہونے لگے گا اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں بہت سے لوگ خدا کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے پوچھا گیا کہ کون سے لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا کہ وہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے متقین یعنی پرہیزگاری کرنے والے پھر شاکرین یعنی شکر خدا کرنے والے پھر خائفین یعنی خوف خدا رکھنے والے پھر اصحاب یمین جنہیں دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے ہوں گے پوچھا گیا کہ انہیں اصحاب یمین کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کچھ کی تھیں ان کے عملنامے ان کے داہنے ہاتھ میں ملے اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ خدایا ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان برائیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب تو یہ دوسروں سے کہیں گے آؤ ہمارے عمل نامے دیکھو جنتیوں میں سے اکثر یہی ہوں گے امام علی ابن حسین زین العابدینؒ فرماتے ہیں برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا مکحول فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیاں دے گا حضرت مکحول نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بوڑھے ضعیف آدمی جن کی بھنویں آنکھوں پر آ گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ضعیف آدمی ہوں جس نے کوئی غداری کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے

ہیں کہ تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب غضب خدا میں گرفتار ہو جائیں کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کلمہ پڑھ لیا: اشهد ان لا اله الاّ اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں گناہ بدکاریاں سب کچھ معاف فرما دے گا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں سے بدل دے گا اس نے پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں سب کے سب پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا (رضی اللہ عنہ[1]) (ابن جریر) حضرت ابو فروہؓ حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں جو جی میں آیا ہو پورا کیا ہو تو کیا ایسے شخص کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے؟ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا اب نیکیاں کرو برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیاں کر دے گا اس نے کہا میری غداریاں اور میری بدکاریاں بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا (طبرانی) ایک عورت حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آئی اور دریافت فرمایا کہ مجھ سے بدکاری ہو گئی اس سے بچہ ہو گیا میں اسے مار ڈالا اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں نہ خدا کے ہاں تیری قدر ہو سکتی ہے تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں وہ روتی پیٹتی واپس چلی گئی صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو نے اس سے بہت ہی بری بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ سے اِلَّا مَنْ تَابَ تک مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں وہ خوش ہو گئی اور اسی وقت سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے لئے نجات کی صورت پیدا کر دی (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا پہلا جواب سن کر وہ حسرت و افسوس کے ساتھ کہتی ہوئی واپس چلی کہ ہائے ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تمام مدینہ اور ایک ایک گلی چھان ماری لیکن کہیں پتہ نہ چلا اتفاق سے رات کو وہ عورت پھر آئی تب حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں صحیح بات بتائی اس میں یہ بات بھی ہے کہ اس نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ کی قبولیت رکھی یہ کہہ کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا اس لونڈی کے ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف و کرم فضل و رحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی خدا کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہو کر توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جیسے ارشاد ہے: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ...... جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا اور جگہ ارشاد ہے: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ...... کیا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے اور آیت میں ہے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ

---

[1] کتنی خوش قسمت تھے یہ صحابی جن کو بارگاہ نبوت سے گناہوں کی معافی کی خوشخبری ملی۔ اے اللہ اے رحمان اے غفور اے غفار یہ فاسق و فاجر تیرا اس ش، نافرمان بندہ ناچیز بھی ان اقسام و اقسام کے گناہوں میں مبتلا ہے جن کا تصور ایک مسلمان سے ممکن بھی نہیں۔ اے ارحم الرحمن تیرا ہزار شکر ہے کہ ایک مسلمان کے گھپید اکیا اور اسلام کی توفیق عطا فرمائی، اے اللہ تیری تمام صفات جمالیہ و جلالیہ پر کامل یقین کے ساتھ تیری رحمت تیری صفت غفاریت کے طفیل میں ایک ایسی غفاریت کے طفیل میں ایک ایسی مغفرت چاہتا ہوں جس میں عذاب قبر عذاب دینا اور عذاب جہنم کا شائبہ تک نہ ہو اے اللہ میں کمزور ہوں اے اللہ میں ناتواں ہوں اے اللہ اے مولائے کل میرے گناہوں کو نہ دیکھ اپنی مغفرت کو دیکھ اپنی رحمت کو دیکھ۔ اللّٰهم لا يليق بشاني واضع بي كما يليق بشانك الكرم يا ارحم الراحمين۔ اگر چند صاحب دل محض از راہ لطف اس دعا میں شریک ہو جائیں تو انشاء اللہ نظر پر رحمت ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔

اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ...... میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے نا امید نہ ہوں ......یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں کرتے اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری نیک بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے ○

اور یہ بھی انہیں کی خصوصیات ہیں:

عباد الرحمٰن کے اور نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یعنی شرک نہیں کرتے بت پرستی سے بچتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے فسق وفجور نہیں کرتے کفر سے الگ رہتے ہیں لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں گانا نہیں سنتے مشرکوں کی عید میں شریک نہیں ہوتے خیانت نہیں کرتے بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے شراب نہیں پیتے شراب خانوں میں نہیں جاتے اس کی رغبت نہیں کرتے حدیث میں بھی ہے کہ سچے مؤمن کو چاہئے کہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں؟ تین دفعہ یہی فرمایا صحابہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپ تکیہ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا سنو اور جھوٹی گواہی دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے[1] زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اسی لئے آگے بیان ہوا کہ اتفاقاً گزر ہو جائے تو وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے منہ پھیرے مڑ جاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کسی کھیل کے پاس سے گزرے تو منہ پھیرے ہوئے بغیر رکے چلے گئے اللہ کے نزدیک کریم ہو گئے خدا کے ان نیک بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآنی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتا نہ اپنا کفر چھوڑے نہ سرکشی طغیانی اور جہالت وضلالت سے باز آئے ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے پس کافر خدا کی آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں ان مؤمنوں کی حالت اس کے برعکس ہے نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں یہ سنتے ہیں سمجھتے ہیں نفع حاصل کرتے

[1] صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ تمنا اس لیے پیدا ہوئی کہ آپ مسلسل گفتگو فرمانے کی وجہ سے تھک چکے تھے۔

ہیں اپنی اصلاح حاصل کرتے ہیں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے ہیں لیکن اندھا پن بہرا پن نہیں چھوڑتے حضرت شعبیؒ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا گیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے نہ سجدہ کی آیت پڑھی نہ سنی نہ سوچی تو مومن کو کوئی کام اندھا دھند نہ کرنا چاہئے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو اس میں چال نہ ہونا چاہئے پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعا بیان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح فرماں بردار عبادت گزار موحد اور غیر مشرک ہوں تا کہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں اس دعا سے ان کی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی ہے مسلمان کی سچی خوشی اس میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو دوست احباب کو خدا کا فرمانبردار دیکھے وہ ظالم نہ ہوں سچے مسلمان ہوں۔ حضرت مقدادؓ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے ان آنکھوں کو مبارکباد ہو جنہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے کاش کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض صحبت حاصل کرتے اس پر حضرت مقداد ناراض ہوئے تو نضیر کہتے ہیں کہ مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ اتنے میں حضرت مقدادؓ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی خدا ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے[1]۔ تم اللہ کا احسان نہیں مانتے کہ خدا نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا پیدا ہوتے تمہارے کانوں میں خدا کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے بچا لئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی گمراہی اور جہالت اپنی انتہا پر تھی اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا آپ فرقان لے کر آئے حق باطل میں تمیز کی باپ بیٹے جدا ہو گئے[2]۔ مسلمان اپنے باپ دادوں بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے ان سے انہیں کوئی محبت پیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعائیں یہ ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں اس دعا کا آخری جملہ یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں ہماری اولاد ہماری راہ چلے تا کہ ثواب بڑھ جائے اور ان کی نیکیوں کے باعث بھی ہم بن جائیں رسول کریم صلی اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے[3]۔ یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا

[1] جیسا کہ ابوجہل اور ابولہب وغیرہ۔

[2] مثلاً باپ کافر اور بیٹا مومن صالح جیسا کہ ابوجہل کفر کا امام اور بیٹے عکرمہ متقی مومن قانت۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول منافقین کا سرگروہ اور اس کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی و عاشق۔

[3] مگر یہ دعا صرف مومن ماں باپ کے لیے ہی ہو سکے گی۔

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے دین وطاعت پر ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس بہشت میں (فرشتوں کی جانب) بقا کی دعا اور سلام ملے گا اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے آپ (عام طور لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروانہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو تم تو (احکم الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے وبال (جان) ہوگا ○

ان مخلصین کا اِکرام:

مؤمنوں کی پاک صفتیں ان کے بھلے اقوال عمدہ افعال بیان فرما کر ا نکا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی جو بلند تر جگہ اس وجہ سے کہ ان اوصاف پر جمے رہے وہاں ان کی عزت ہوگی اکرام ہوگا ادب تعظیم ہوگی احترام اور توقیر ہوگی ان کے لئے سلامتی ان پر سلامتی ہے ہر ہر دروازہ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہوگیا کیونکہ تم کرنے والے تھے یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ نکلیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں نہ راحتیں فنا ہوں یہ سعید بخت ہیں جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کے رہنے سہنے راحت وآرام کرنے کی جگہ بڑی سہانی پاک صاف طیب ظاہر ہے دیکھنے میں خوش منظر رہنے میں آرام دہ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح وتہلیل کے لئے پیدا کیا ہے اگر مخلوق یہ نہ بجالائے تو وہ خدا کے نزدیک نہایت حقیر ہے ایمان بغیر انسان ناکارہ محض ہے اگر اللہ کو کافروں کی آرزو ہوتی تو وہ انہیں بھی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن خدا کے نزدیک یہ کسی گنتی ہی میں نہیں کافرو! تم نے جھٹلایا اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہوگیا نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو عذاب خدا تم سے چمٹے ہوئے ہیں اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی ہزیمت اور شکست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے منقول ہے قیامت کے دن کی سزا ابھی باقی ہے۔